عرفانِ قرآن

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲

تالیف

مولانا سید محمد عون نقوی

ادارہ تبلیغ تعلیمات اسلامی پاکستان، فون: 6621221

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرفانِ قرآن

خداشناسی،، دین شناسی، کائنات شناسی اور انسان شناسی ہے
یہ کتاب تجلّیٔ عظمت علم وحکمت، کمالِ منطق تدبر وتہذیب وتاریخ کا آئینہ ہے

تالیف وتحقیق
مولانا سیّد محمّد عون نقوی

ناشر
اِدارہ تبلیغِ تعلیماتِ اِسلامی پاکستان،
فون: 6621221
E-mail: info@tableegh-e-islami.org
Web : www.tableegh-e-islami.org

جملہ حقوق اشاعت بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	عرفان قرآن
تالیف و تحقیق	مولانا سید محمد عون نقوی
طبع	اول
اشاعت	نومبر 2007
ہدیہ	320 روپے
تعداد	ایک ہزار
کمپوزنگ	کمپیکٹ سروسز
پرنٹنگ	سید غلام اکبر

ملنے کا پتہ

☆ ادارہ تبلیغ تعلیمات اسلامی، کمرہ نمبر 5، امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی، کراچی

☆ محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ۔ کراچی

☆ افتخار بک ڈپو اسلام پورہ، لاہور

☆ احمد بک ڈپو، رضویہ سوسائٹی، کراچی

☆ رحمت اللہ بک ایجنسی کھارادر، کراچی

☆ حسن علی بک ڈپو بڑا امام باڑہ، کھارادر کراچی

☆ نیشنل بک ڈپو بنگلہ چوک خیر پور میرس

☆ الحسن بک ڈپو مسجد باب العلم نارتھ ناظم آباد، کراچی

☆ اسلامک بک سینٹر G-6/2، اسلام آباد

☆ شہید عارف الحسینی کیسٹ لائبریری علمدار روڈ، کوئٹہ

کے علاوہ پاکستان کے تمام معروف کتب فروشوں کے یہاں دستیاب ہے

فہرست

	انتساب	
	تقاریظ۔ حجتہ الاسلام علامہ سید رضی جعفر نقوی مدظلہ	2
	حجتہ الاسلام علامہ سید تلمیذ حسنین رضوی مدظلہ	7
	حجتہ الاسلام مولانا سید غلام حسنین رضوی مدظلہ	10
	حجتہ الاسلام مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی مدظلہ	11
	محقق وادیب دانشمند جناب سید آل محمد رزمی مدظلہ	13
3	عرض حال	25
4	عرفان قرآن	31
5	القرآن الحکیم	41
6	انسانی معاشرہ کی تشکیل	44
7	ایک مثالی معاشرہ	45
8	عقل کا تجرباتی طریقہ	51
9	قرآن علاج کا عملی طریقہ	55
10	قرآن فہمی	57
11	عرفان قرآن کے مطالب	66
12	عرفان قرآن کی بنیاد	68
13	عرفان قرآن کی شرائط	72
14	قرآن کی کہانی خود اپنی زبانی	88
15	تلاوت قرآن وخوش الحانی	95
16	قرآن اور عقل	103
17	تفسیر وتاویل	113
18	اسباب نزول ومختلف خلاصے	117
19	قرآن حکیم کے حکیمانہ احکامات اصول وقواعد	149
20	تاریخ ارض قرآن	182
21	قرآن اور حکمت	198
22	عظمت قرآن اور غیر مسلم مفکرین	206

23	مقامات نزول وحی	215
24	علوم قرآن	220
25	قرآن مجید کے تراجم مغربی زبانوں میں	223
26	تفاسیر اور مکتب اہلبیت کا نقطہ نظر	250
27	مکتب اہلبیتؑ کی عربی تفاسیر	267
28	مکتب اہلبیتؑ کی فارسی تفاسیر	274
29	مکتب اہلبیتؑ کی اردو تفاسیر	280
30	مکتب اہلبیتؑ کی سندھی تفاسیر	289
31	مکتب اہلبیتؑ کی انگریزی تفاسیر	290
32	قرآن مجید کے پہلے مفسر	295
33	قرآن حکیم کے نادر قلمی نسخے	308
34	قرآن کریم کے معجم اور لغات	324
35	تحریف قرآن ازالہ	331
36	آئمہ طاہرینؑ اور قرآن حکیم	357
37	اصحاب کرامؓ کے مصحفوں میں اختلاف	398
38	تلاوت کا منسوخ ہونا	416
39	حضرت علیؑ اور قرآن کی جمع آوری	427
40	علیؑ فی القرآن	448
41	قرآن میں انبیاء کا تذکرہ	499
42	قرآن اور اسرار کائنات	563
43	قرآن وتقویم	617
44	قرآن میں معدنیات کا ذکر	633
45	قرآن کی تفسیر کی اقسام	642
46	قرآن کا مختصر جائزہ	645
47	القراء القرآن کا جائزہ	672
48	کتابیات	680
49	عرفان حج	685
50	پروجیکٹ	686

انتساب

خداوند متعال کے رحم و فضل کی بدولت انوار الٰہیہ حضرات محمدؐ و آل محمدؐ علیھم السلام کے صدقے میں اپنی اس کاوش کو اپنے محسن دادا حضور معروف سوز خواں سید ابرار حسین نقوی مرحوم، اپنی محسنہ نانی سیدہ طاہرہ خاتون مرحومہ، مشفق و مہربان ماموں سید ابو طالب شاہ نقوی مرحوم، محبت تقسیم کرنے والی ممانی مرحومہ فریدہ خاتون اور اپنی مرحومہ بہن سیدہ ملکہ سحر اور خسر معظم سید ظفر عباس زیدی اور خوشدامن سید شہنشاہ بیگم مرحومہ کے نام کرتا ہوں اور دعا ہے کہ خداوند عالم نہ صرف ہمارے خاندان کے مرحومین بلکہ تمام محبان اہلبیت مرحومین مومنین و مومنات کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

ناچیز

سید محمد عون نقوی

2

قرآن کریم' مومن کا دائمی منشورِ حیات

حجتہ الاسلام علامہ سید رضی جعفر نقوی

''عرفان قرآن''......... کتنا خوبصورت نام ہے!

اگر دنیا والوں کو واقعاً قرآن مجید کی معرفت حاصل ہو جائے۔ اور وہ دل کی گہرائی سے یہ بات سمجھ لیں کہ یہ پروردگار عالم کی جانب سے نازل ہونے والا وہ آخری صحیفہ ہے' جس سے تقدیر عالم وابستہ ہے جو اندھیروں میں روشنی کا چراغ ہے' جو دل کی تاریکیوں کو دور کرنے کے لئے قندیل نور ہے' جو انسانیت کے ضمیر کو بیدار کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے' جو بنی نوع انسان کی تمام پیچیدہ گتھیوں کا نہایت تابندہ و درخشندہ حل پیش کرتا ہے' جو دنیا بھر کے مظلوموں کی دادرسی کرنے والا ہے' جو خوابیدہ ذہنوں کو جھنجھوڑ کر بیدار کرنے والا ہے' جو اولاد آدم کو فرش سے اٹھا کر عرش تک پہنچانے والا ہے' جس نے صحرا کے اندر گلدستے سجا دیئے' اور جس کی ضیا پاشیوں نے قلوب عالم کو اس طرح جگمگا دیا کہ اس کے سامنے پر روشنی ماند پڑ گئی' اور جو عالم انسانیت کے لئے حق وصداقت کی بھی ہے بڑی نوید' اور صلاح وفلاح کی سب سے کشادہ شاہراہ بن کر آیا۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔

ان هذا القرآن يهدى للتى هى اقوم ويبشر المومنين الذين يعملون الصالحات

(بیشک یہ قرآن' رہنمائی کرتا ہے اس راہ کی جو سب سے زیادہ سیدھی اور پائیدار ہے اور بشارت دیتا ہے ان مومنین کو جو عمل صالح انجام دینے والے ہیں) (۱۷:۹)

اس مقدس کتاب کو مالک دوجہاں نے اپنے حبیب' خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہی اس لئے فرمایا کہ وہ بنی نوع انسان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے:

کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربھم

(یہ وہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل کیا کہ آپ تمام لوگوں کو حکم خدا سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں)

یہی وہ کتاب ہے جس کے بارے میں خالق دوجہاں کا اعلان ہے کہ:

ذلک الکتاب لاریب فیہ 'ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب 'ویقیمون الصلوۃ ومما رزقنا ھم ینفقون

(یہ وہ کتاب ہے' جس میں کوئی شک نہیں' سرچشمہ ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے (ہماری راہوں میں) خرچ کرتے ہیں) (۲:۲'۳)

اس کتاب مقدس کو مالک دوجہاں نے بہت آسان انداز میں نازل کیا ہے۔ تاکہ بنی نوع انسان اس سے نصیحت حاصل کریں۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے:

لقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر

(یقیناً ہم نے قرآن کو آسان بنایا تاکہ (لوگ) نصیحت (حاصل کریں) تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟) (۵۴:۱۷)

اسی کے ساتھ یہ بھی وضاحت فرمادی کہ ہم نے اس کتاب میں ہر قسم کی مثالیں پیش کردی ہیں' جیسا کہ ارشاد قدرت ہے:

ولقد صرفنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل

(یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر مثال پیش کر دی۔ (۸۹:۱۷)

لیکن جیسا کہ مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ما اکثر العبر وقل الاغبار

(نصیحت کی باتیں کتنی زیادہ اور نصیحت حاصل کرنے والے کس قدر کم ہیں)

اسی حقیقت کو قرآن مجید نے ان لفظوں میں آشکار کیا ہے' کہ:

ولقد صرفنا فی ھذا القرآن للناس من کل مثل 'و کان الانسان اکثر شی جد لا۔

(اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں' لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثالیں پیش کر دیں' مگر انسان تو سب سے زیادہ جھگڑالو (واقع ہوا) ہے۔ (۵۴:۱۸)

جبکہ اگر انسان اس کتاب زبانی میں غور وفکر سے کام لیتا' تو اسے اپنی کتاب زندگی کے اوراق' جابجا اسی صیحفہ' آسمانی میں نظر آ جاتے۔

جیسا کہ ارشاد قدرت ہے:

لقد انزلنا الیکم کتابا فیہ ذکر کم افلا تعقلون.

(بیشک ہم نے تمہاری طرف وہ کتاب نازل کی ہے۔ جس میں تمہارا ذکر ہے' تو کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے)۔

لیکن جیسا کہ خالق دو جہاں نے خود وضاحت فرمادی ہے کہ: روشنی تو اس نے بھیج دی ہے' اب اس کی ضیا باریوں سے اپنے دل و دماغ کو منور کرنا' یا اس سے منہ موڑ کر زندگی کی

تاریکیوں میں بھٹکتے پھرنا' خود انسان کی اپنی صوابدید پر منحصر ہے۔

جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔

قد جاء کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسه ومن عمی فعلیها

(بیشک تمہارے پروردگار کی طرف سے' روشن دلائل' تمہارے پاس آ چکے ہیں' تو اب جو دیکھے اور سمجھے وہ خود اس کے لئے (سودمند) ہے' اور جو اندھے پن سے کام لے' اس کا نقصان بھی اسی کو ہوگا۔) (۱۰۴:۶)

گرامی مرتبت' برادر مکرم عالی جناب علامہ سید محمد عون نقوی صاحب جو اس سے قبل' متعدد قلمی نگارشات کے ساتھ ''عرفان حج'' جیسی خوبصورت کتاب قارئین کرام کی خدمت میں نذر کر چکے ہیں' اب ''عرفان قرآن'' کے نام سے آپ کی نئی پیشکش منصۂ شہود پر آ رہی ہے' جس میں مندرجہ ذیل عناوین' لائق تحسین ہیں:

☆ قرآن کی ضرورت

☆ قرآن مستشرقین کی نگاہ میں

☆ تفسیر قرآن

☆ تفسیر قرآن کی ضرورت

☆ شیعہ تفاسیر

☆ قرآن مجید میں امیر المومنینؑ کا ذکر

☆ قرآن اور سائنس

☆ قرآن کے اشارے

☆ اور: ''عرفان قرآن''۔

مالک دوجہاں برادر مکرم علامہ سید محمد عون نقوی صاحب کی اس عظیم کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ اور اس کے ذریعہ سے فہم قرآن کا عظیم مشن آگے بڑھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بیشتر مسائل کی بنیادی وجہ: ''قرآن واہلبیت'' کی تعلیمات سے ہماری دوری ہے۔

کاش! ہم اس بات کو سمجھیں کہ سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک کے لئے ''قرآن واہلبیت'' ہی کو ہماری رہنمائی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

لیکن ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جو قرآن کو سمجھ کر پڑھتے اور اس پر عمل کرنے کی شعوری کوشش کرتے ہوں اور اہلبیت طاہرینؑ کے ارشادات عالیہ سے اپنے قلوب کو منور کرنے کا سامان کرتے ہوں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

والسلام

احقر

رضی جعفر نقوی

تقریظ

از: حجۃ الاسلام علامہ سید تلمیذ حسنین رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد مولانا محمد عون نقوی پاکستان کے معروف خطیب اور مذہبی رہنما ہیں' ہر وقت مصروف رہتے ہیں اور قومیت میں کافی دخیل ہیں' ان کا تعلق ہر ادارے اور ہر فرد سے ہے۔ وہ ہر ایک کے کام آتے ہیں اور اسے اپنے لئے باعث شرف سمجھتے ہیں۔ حیرت اس بات پر ہے کہ وہ کتابیں لکھنے کے لئے وقت کیسے نکالتے ہیں اور کس طرح ہر سال کوئی نہ کوئی کتاب معرضِ وجود میں آجاتی ہے۔ سال گزشتہ انہوں نے حج کے موضوع پر نہایت مبسوط کتاب تحریر کی تھی' اور اس سال ''عرفان قرآن'' کے نام سے تقریباً ۶۰۰ صفحات پر مشتمل کتاب منصہ شہود پر آنے والی ہے۔ اردو زبان میں اس موضوع پر بہت کم کام ہوا ہے اور عامتہ الناس معرفتِ قرآن سے ناواقف ہیں۔ قرآن خوانی اور قرآن فہمی کا رواج نہیں ہے اکثر لوگ اسے مقدس کتاب سمجھ کا نہایت اعلیٰ جزدان میں طاق پر سجا کر رکھتے ہیں اور کچھ مومنین صرف ماہ رمضان المبارک میں اس کی تلاوت کرتے ہیں بشرط کہ توفیق شامل حال ہو' قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' خداوند عالم سے یہ فریاد کرتے نظر آتے ہیں یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً (۳۰ الفرقان ۲۵) ''اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا'' قرآن اللہ کا آخری پیغام ہے' قرآن آئین زندگی ہے' قرآن طرز

بندگی ہے'لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین (۱۵۹/۶۴) کتاب مبین میں ہر خشک وتر موجود ہے۔ مگر اس کے لئے عقل دانا اور نگاہ بینا درکار ہے۔ ارشاد باری ہے۔

ما فرطنا فی الکتاب من شی ء (۳۸انعام۶)

ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی' اس لئے یہ کتاب زندگی کے ہر شعبے اور حیات کے ہر گوشے کی جانب ہماری رہنمائی کرتی ہے' کوئی موضوع ایسا نہیں ہے جسے تشنہ چھوڑ دیا گیا ہو' البتہ قرآن کریم میں کہیں تفصیل ہے تو کہیں اجمال' کہیں توضیح وتشریح ہے تو کہیں اشارات و کنایات' بہرطور یہ کتاب بنی آدم کے لئے ایسا منشور ہے جو ہر اعتبار سے مکمل اور منظم ہے' یہ کتاب لاریب بھی ہے اور بے عیب بھی' برہان بھی ہے اور فرقان بھی اس میں واقعات و احوال بھی ہیں اور قصص و امثال بھی اس میں اصول وقوانین بھی ہیں اور احکام وفرامین بھی۔

کتب ماسبق تغیر وتبدل کے سبب محرف ہو کر ساقط الاعتبار ہو گئیں لیکن خداوند عالم نے قرآن مجید کی حفاظت و صیانت کا ایسا انتظام و اہتمام فرمایا ہے کہ مرور زمانہ اور حوادث روزگار بھی اس میں کوئی تبدیلی رونما نہ کر سکے۔ زمانہ نزول سے لے کر آج تک اس کا ایک ایک لفظ جوں کا توں محفوظ اور مصون ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب اس تواتر اور صحت کے ساتھ موجود نہیں ہے۔ یہ حفاظ اور سینوں اور صحف کے گنجینوں کی شکل میں دنیا کے ہر گوشے اور کائنات کے چپے چپے پر موجود ہے' دنیا کی اکثر زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ دنیا کی سب سے پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

مولانا محمد عون نقوی نے وقت کی اہم ضرورت کی تکمیل کی ہے تقریر فضا مین تحلیل ہو جاتی ہے لیکن تحریر دیرپا ہوتی ہے اور ہر عہد اور عصر میں اس کے فیوض و برکات جاری و ساری

رہتے ہیں۔مولانائے محترم نے اس کتاب میں مختلف تفاسیر کا تعارف کرایا ہے' قرآن مجید کے فضائل آیات و روایات کی روشنی میں واضح کیئے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کتاب کی اہمیت' افادیت اور عظمت کو اجاگر کیا ہے۔

امید واثق ہے کہ یہ کتاب ملک قوم اور ملت کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگی' مومنین کرام اس سے کما حقہ استفادہ کریں گے اور اپنی زندگی کا لائحہ عمل اس کتاب کی روشنی میں مرتب کریں گے۔تحریر نہایت مشکل عمل ہے اس کے لئے مصادر ومنابع کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے اور سیر حاصل مطالعہ کے بعد حاصلِ مطالعہ قاری کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کتاب کی روح اور جان اس میں دیئے جانے والے حوالہ جات ہوتے ہیں جو کتاب کی وقعت کو بڑھاتے اور اس کی قدر و قیمت میں اضافہ کرتے ہیں۔کتاب ''عرفان قرآن'' آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کا مطالعہ کیجئے اور قرآن کی معرفت حاصل کر کے اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کیجئے۔خداوند عالم مولانائے عالی قدر کو صحت وسلامتی عطا کرے تاکہ وہ تابندہ بھی رشحاتِ قلم سے نوازتے رہیں اور علم کے موتی بکھیرتے ہیں۔

والسلام علیکم رحمتہ اللہ و برکاتہ

سید تلمیذ حسنین رضوی

خطیب آستانہ زہراؑ

نیوجرسی' امریکا

عمدہ کاوش

حجتہ الاسلام مولانا سید غلام حسنین رضوی

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى

امابعد

میں نے مولانا سید محمد عون نقوی کی کتاب ''عرفان قرآن'' کو سرسری طور پر پڑھا۔ کتاب کے عنوان کے سلسلہ میں جو جو خیالات میرے ذہن میں آرہے تھے ان کا تذکرہ موصوف نے مختلف مقامات پر خود ہی کردیا ہے' یہ ایک عمدہ کاوش ہے۔

''عرفان قرآن'' کسی اہم تفسیر کا نام ہونا چاہئے تھا اور یہی تصور متبادر فی الذہن ہوا تھا لیکن پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ درحقیقت تاریخ قرآن ہے۔ مولانا عون نقوی نے قرآن مجید کے سلسلے میں بہت سارے موضوعات پر روشنی ڈالی ہے۔ ان پر تبصرہ کیا ہے۔ متقدمین و متاخرین کی تفاسیر پر روشنی ڈالی ہے۔ آج تک تفاسیر کے سلسلے میں جو کچھ لکھا جاچکا ہے ان تفاسیر کی فہرست ان کے مصنفین اور ان کی مختصر کیفیات کو احاطہ تحریر میں لائے ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ سے عوام کو عموماً اور متعلمین کو خصوصاً اجمالی طور پر عرفان قرآن حاصل ہوجائے گا۔ موصوف نے بڑی عرق ریزی کی ہے۔ الفاظ کی نشست' اسلوب بیان' تحریری زور ماشاءاللہ خوب ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدی

سید غلام حسنین رضوی

خطیب جامع مسجد حسینی ملیر بی ایریا۔ کراچی

اعجاز محمدیؐ

حجتہ الاسلام مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی

قرآن کتاب الٰہی، کلام الٰہی اور آخری زندہ وجاوید معجزہ آسمانی ہے جو قلب مبارک رسولؐ پر نازل ہوا اور قیامت تک اسلام کی حقانیت پر دلیل بنا رہے گا قرآن ایسی کتاب ہے جس پر کہنگی اور پرانا پن کا عنوان کبھی نہیں آسکتا بلکہ وہ ہمیشہ نئی اور حالات حاضرہ کے متعلق دکھائی دیتی ہے قرآن وہ یگانہ کتاب ہے جو انسانی معاشرے کے عام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر بات کرتی ہے اس آسمانی کتاب میں عبادت کے سلیقے، سیاست کے زرین اصول معاشی اور اقتصادی امور، قضاوت اور معاملات کے حل وفصل کے قوانین، تربیت کے سنہرے دستورات، اخلاق وثقافت کی تہذیب کے علاوہ قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی ایک دلیل اس کا جامع ترین کتاب ہونا ہے کہ اگر تاریخ کے طالب علم اسے پڑھنا چاہیے تو قصص انبیاء، اصحاب اخدود، اصحاب کہف، ذوالقرنین، عاد وثمود کے واقعات کے علاوہ خود رسول اکرمؐ سے وابستہ تاریخ کے تذکرہ غزوات اور جنگوں کا ذکر مکہ المکرّمہ اور مدینہ منورہ کے حالات کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے اور اگر جغرافیہ کا طالب علم پڑھے تو اس کتاب الٰہی میں علاقوں اور اہم مقامات کا تذکرہ بھی بڑی شان سے بیان ہوا ہے۔ مکہ، یثرب، ام القریٰ، وادی ایمن، وادی مقدس طویٰ، مدین ومصر کے علاوہ بیت المقدس، مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ، ادنی الارض یعنی شامات کے ذکر کے ساتھ روز وشب کی گردش، بارش وژالہ باری زلزلہ اور عَرِم نامی عظیم سیلاب، یاجوج، ماجوج کے مقابل ذوالقرنین کا بند باندھنا اور زمین میں سیر وسفر کا حکم جغرافیہ کے طالب علم کو بہت کچھ عطا کرتا ہے اور اگر فقہ وشریعت کا طالب علم پڑھے تو دسواں حصہ آیات قرآنی کا اسی موضوع پر نازل ہوا ہے یعنی قرآن مجید میں پانچ سو آیات احکام خمسہ کو بیان کرتی ہیں اس کتاب الٰہی میں نماز، روزہ، جہاد، خمس، زکوٰۃ، معاملات، حج، طہارت، زنا اور نجاسات کے احکامات کو خوب واضح اصول کے طور پر بیان کیا ہے۔

اور اگر علم کلام کا طالب پڑھے تو اس کتاب آسمانی میں اثبات توحید کہ اگر "لو کان فیھا

آلھتہ الا اللہ لفسدتا'' کی آیت' صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ پر دلائل کو خوب واضح انداز میں نازل کیا گیا ہے "لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار" "لن ترانی یا موسیٰ" وغیرہ علم کلام کی آیات ہیں اگر حدیث کا طالب علم پڑھے تو "وماآتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا" "ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ" جیسی آیات اس موضوع کو بیان کرتی ہیں۔ جو قرآن میں ذکر ہوئے ہیں اسی طرح سائنس کا طالب علم بھی اس عظیم کتاب سے سیراب ہوتا ہے۔ بہر حال قرآن وہ یگانہ کتاب اور امت اسلامی کے لئے مستحکم قلعہ ہے جس کے خلاف پوری تاریخ میں دشمنان اسلام نے بہت کوششیں کیں مگر بحمد للہ قرآن کل کی نسبت آج مھجوریت اور تنہائی سے نکل رہا ہے آج معرفت قرآن بڑھتی دکھائی دے رہی ہے اب قرآن سے انس و محبت کی محافل منعقد ہو رہی ہیں اسے سینوں کی رحل پر رکھ کر ذھن کے جزدان میں محفوظ کیا جارہا ہے اور صاحبان قلم قرآن کی عظمت کو روشناس کروانے کے لئے قلم اٹھا رہے ہیں کتابِ الٰہی ہی ایک کتاب جیسے اخ بزگوار حضرت ثقتہ الاسلام المسلمین عمدۃ الخطباء ونباض ملت جناب مولانا سید محمد عون نقوی مدظلہ العالیٰ نے عرفان قرآن کے نام سے قالب تحریر میں ڈھالا ہے یہ کتاب افادۂ عام کے لئے منظر عام پر آرہی ہے جس میں انتہائی عمدہ اور نادر موضوعات کو اھل علم و فن کے لئے پیش کر کے عظیم خدمت انجام دی ہے مولانا قبلہ نے اس کتاب میں ایک مثالی معاشرہ اور قرآن کو معاشرتی عوارض کا علاج کو عنوان قرار دیا ہے جبکہ قرآن فہمی' عربی زبان کی اہمیت' قرآن کی معاشرتی تعلیمات تفسیر کی ضرورت' اسباب نزول' قصص قرآن' قرآن کے مختلف زبانوں میں ترجمے' تفسیروں کا تعارف' قرآن کے نادر قلمی نسخے' علوم قرآن کی فہرست و تعارف اور مصحف فاطمہؑ کا تعارف کے علاوہ دیگر اہم موضوعات کو انتہائی سادہ زبان میں پیش کیا ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

والسلام

سید شہنشاہ حسین نقوی قمی

خطیب باب العلم کراچی

عرفان قرآن ایک شعوری تحریر

محقق وادیب جناب سید آل محمد رزمی

قحط مصنفین کے اس دور میں تحریر سے بیگانگی کے اس عہد میں اور مطالعہ کے فقدان نے ہماری قوم کو ایرانی علماء کے ترجمے تک محدود کر دیا ہے۔ کتابیں پڑھنے اور خریدنے کا رواج تقریباً ختم ہوتا جا رہا ہے۔ لکھنے والے تحریر کی ہنر پروری کے ساتھ طباعت واشاعت کے جانگسل مرحلوں سے بھی گزرتے ہیں اوراق لکھنے والے کو پکارتے ہیں' تیشۂ اظہار لفظوں کے پتھروں کو تراش کر جب کتابی صورت میں قاری کے سامنے پیش کرتا ہے تو اسے مایوسی ہوتی ہے کہ اس کی شب وروز کی مساعی جمیلہ کی اجرت تو درکنار ستائش کے دو چار بول بھی ناشائستہ آداب لوگوں سے نہیں ملتے لوگ مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے کہ چکر میں رہتے ہیں اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا تو کوئی بھی تحریر کے رتجگے میں نہیں پڑے گا اور پھر Religous Sorces of Information صرف منبروں تک ہی محدود ہوتا چلا جائے گا اور محدود ہو چکا ہے چونکہ اب پڑھ کر پڑھنے کا رواج نہیں رہا لہٰذا منبر کا وقار واعتبار بھی خطرے میں پڑ چکا ہے۔ میں قدرے احساس مسئولیت سے آشنا خطیبوں کو جادہ تحریر پر چلنے کی تشویق دلاتا رہتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ مولانا سید حسن ظفر نقوی صاحب' مولانا سید شبیہ الرضا زیدی الحسینی صاحب' مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی صاحب اور مولانا سید محمد عون نقوی اس راہ پر چل پڑے ہیں بلکہ استقامت سے گامزن ہیں۔ عرفان قرآن مولانا سید محمد عون نقوی کی دوسری قابل اعتماد تحریر ہے ان کی پہلی نگارش عرفان حج

حلقہ اہل نظر میں خاصی پذیرائی پا چکی ہے۔مولانا کی اس دوسری کتاب کا نام بھی اس عصیاں شعار نے ہی تجویز کیا ہے اور قدم بہ قدم مولانا محترم کو اپنے ناچیز مشوروں سے نوازا ہے۔اور یہ کوشش کرتا رہا کہ مولانا دلجمعی' لگن اور ژرف بینی کے ساتھ اس آل کتاب سے متعلق موضوعات کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنی اس نگارش کو آگے بڑھاتے رہیں اور اپنی خطیبانہ مصروفیات اور الیکٹرانک میڈیا کی چمک میں اس کتاب کو نظر انداز نہ کردیں اور یہ علمی کام جو قدرے خشک بھی ہے اور اکتا دینے والا بھی' اسے ادھورا نہ چھوڑ دیں' اس میں اخروی نفع کے علاوہ کوئی نفع نہیں بلکہ اپنی جیب سے جاتا ہے۔لیکن اگر اہل علم لوگ ان حالات سے دل برداشتہ ہوکر قلم رکھ دیں گے تو علمی مذہبی' اور قومی دنیا کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا جس کا ازالہ ممکن نہیں الیکٹرانک میڈیا خواہ کتنا ہی ترقی کیوں نہ کرجائے پرنٹ میڈیا کا مقابلہ نہیں کرسکتا وگرنہ بیسیوں چینل سے شب وروز تازہ ترین خبریں سننے کے باوجود روزانہ لاکھوں اخبارات فروخت نہ ہوتے کتاب ایک باعزت وباعظمت آثار ہے جو آنے والی نسلوں کے لئے بھی فخر کا باعث بنتا ہے اور آنے والی نسلیں فخر سے اپنے ہم عصروں کو یہ بتاسکیں گی کہ یہ کتاب ہمارے دادا جان نے لکھی ہے۔یہ کتاب اللہ' رحمت نازل فرمائے میرے استاد نے تحریر کی تھی۔اور باقیات اس پر فخر کرنے کا حق بھی رکھتی ہیں۔
عرفان قرآن مولانا سید محمد عون نقوی کا تحریری شاہکار ہے اسے ہم تصنیف تو نہیں کہہ سکتے یہ تالیف ہے اور بہت ہی دقیع اور معیاری تالیف ہے جس میں فاضل مولف نے تحقیق کا پورا پورا حق ادا کیا ہے اور بڑی ژرف بینی وعرق ریزی کے ساتھ بیسیوں اہم مصادر سے اپنے موقف کو واضح اور مجلا کیا ہے' لفظوں کی نشست برخواست کا خاص خیال رکھا ہے۔عرفان قرآن کا تعلق انسان کے ایمان اور وجدان سے ہے۔

عرفانِ قرآن

خالق شش جہات اور مصور کائنات نے اپنے نگار خانہ کبریائی میں موقلم کن سے نئی صورتیں اور اچھوتے پیکر تخلیق فرما کر اور انہیں حالات و واقعات کے پیراہن پہنا کر آئینہ وجود میں سجا کر مختلف اقوام وملل میں بانٹ کر اور رنگ ونسل، زبان ومزاج اور کردار واطوار کے اختلاف پیدا کر کے بھی بنی نوع انسان کو ایک انسانی رشتہ (Human Bondage) میں منسلک کیا ہے اور اسے عقل وشعور کی دولت عطا فرما کر ایک حد تک صاحب اختیار بھی بنایا ہے تاکہ وہ اپنے مقصد تخلیق کو سمجھ سکے اور اپنے مقصد حیات کا تعین کر سکے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہماری تخلیق کی غایت کیا ہے۔

دیگر ادیان عالم سے قطع نظر ہمیں اسلام کے مطالعہ اور انبیائے ماسبق کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ ہماری تخلیق کا مقصد اپنے رب کی معرفت، اس کی اطاعت اور اس کی مخلوق کی خدمت ہے۔ ان ہی تین چیزوں سے روشناس کرانے کے لیے اور اس کی عملی تطبیق کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام تشریف لائے اور بکثرت آسمانی کتب نوع انسانی کی اصلاح وہدایت کے لیے نازل ہوئیں۔

قرآن۔ یہ وہ آخری کتاب ہے جو خدا کے آخری نبی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ یہ خداوند لوح وقلم اور مالک ارض وسماء کا کلام ہے جو ازل اور ابد پر محیط ہے۔ علوم حقیقیہ کا مخزن اور معارف یقینیہ کا معدن لازوال ہے۔ یہ وہ کتاب عظیم ہے جو انسانوں کے لیے ہدایت وفرقان اور رہنمائی کے لیے واضح دلائل کا مجموعہ ہے جو نوع انسانی کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاتی ہے۔ یہ مخلوقات کے حق میں ازلی نصب

العین اور ابدی منشور حیات ہے' عالم الغیب اور دنیائے شہادت کا مفسر ہے اور معنوی خزائن کا کشاف ہے۔ یہ عالم انسانیت کے لیے ایک جامع اور مکمل دستور ہے جو قیامت تک ہر مسئلہ پر انسانی افکار و اعمال کی ہدایت و رہنمائی کرتا رہے گا۔

ان هذا تذکرة فمن شاء اتحذ الی ربه سبیلاً.

''بے شک یہ قرآن تو نصیحت ہے' سو جو چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرے۔''

یہ تمام مسلمانوں کے لیے حجت ہے۔ یہ رہنمائے انسانیت ہے۔ یہ کتاب شریعت ہے' یہ کتاب حکمت ہے' یہ کتاب عبودیت ہے' یہ کتاب دعا ورجا ہے' یہ کتاب ذکر وفکر ہے۔ یہ تہذیب' شائستگی' تمدن اور سلسلہ ہائے ریاست کا رہنما ہے' یہ قول شارح' تفسیر واضح' برہان قاطع اور ترجمان ساطع ہے۔ اس میں خودداری' عزت نفس' علوئے ہمت' جذبہ حریت اور عزم و جرآت کا درس ہے۔ یہ ضیاء اسلام ہے۔ اس میں خدا کی ذات وصفات بھی پیش کی گئی ہیں۔ اور دیگر ادیان عالم پر بحث بھی کی گئی ہے اس میں معاملات' معاشرت' احکام اخلاق' اسرار تمدن اور اصلاح و تربیت کا طریقہ بھی ہے۔ معقول دلائل' منطقی تبلیغ اور فکری استدلال بھی ہے۔ اس میں اہل علم و دانش کی اہمیت ان کی تعلیم و تعلم' ان کی عظمت و فضیلت پر بھی گفتگو ہے۔ اس میں احکام و قوانین کا فلسفہ بھی ہے اور عنصر ارضی کا تذکرہ بھی' یہ قصص' اصول مسلمہ' تاریخ' حقائق اشیاء' فلسفہ و حکمت اور عبرت و نصیحت پر مشتمل ایک ایسا آسمانی صحیفہ ہے جس نے بنی نوع انسان میں خوشگوار انقلابی تبدیلیاں پیدا کیں۔ اس میں دنیا کے جملہ حقائق و معارف علوم و فنون کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔

ما فرطنا فی الکتب من شی

(ہم نے قرآن میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی)

لا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین

(کوئی خشک وتر ایسا نہیں جس کا ذکر قرآن می موجود نہ ہو)

تنزیل کے بعد تاویل پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پروردگار عالم نے قرآن حکیم کا موضوع بحث انسان ہی کو بنایا ہے۔

لقد انزلنا علیکم کتاباً فیه ذکر کم

(ہم نے جو قرآن تم پر نازل کیا ہے اس میں تمہارا ذکر ہے)

قرآن میں جہاں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ پر پانچ سو آیات ہیں وہیں مطالعہ کائنات کے متعلق سات سو چھپن آیات ہیں جن پر غور کرکے ہم دین ودنیا میں فلاح ونجات حاصل کرسکتے ہیں۔قرآن مجید نے خدا پرستانہ حکومت کا معیار قائم کیا، عدل وانصاف کی بالادستی قائم کی، حقوق انسانی سے بہرہ ور کیا، شریعت وطریقت کے اصول بتائے۔یہ خدا کی طرف سے جدید ترین ہدایت Latest Dispensation اور کلام اللہ Word of God ہے۔

تنزیل قرآن کا مقصد

جس طرح خدا کے آخری رسولؐ کی آمد کا منشاء اصلاح معاشرہ وتزکیہ نفس ہے اسی طرح خدا کی آخری الہامی کتاب کے نزول کا مقصد بھی بنی نوع انسان کی رہنمائی ہے۔قرآن مجید ایسی شخصیت کی تعمیر کرنا چاہتا ہے جو تقویٰ کی حامل ہو اور ایک ایسے انسانی معاشرے کی تشکیل کرنا چاہتا ہے جو جنت نظیر ہو۔

قرآن حکیم نے زندگی کے تمام شعبہ حیات پر عمیق روشنی ڈالی ہے اور ان امراض کی

تشخیص کی ہے جو ایک قوم کی ہلاکت کا سبب بنتے ہیں۔قرآن حکیم کا ابدی' آفاقی اور سرمدی پیغام دین کے مجموعی نظام کو حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار و عمل کے عملی پیکر میں ڈھالنے کے لیے تھا۔قرآن حکیم بنی نوع انسان کو حیات و کائنات کی ماہیت اور انسان و فطرت کے رشتوں پر باقاعدہ غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور عقل و تفکر کے استعمال پر زور دیتا ہے۔

"تفکر ساعة خير من عبادة سنة."

قرآن نے تفکر و تدبر کو بہتر عمل قرار دیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اندھی تقلید کے بجائے عقل و فکر کا سہارا لینا شرف انسانیت ہے۔قرآن کہتا ہے کہ ہر مسئلہ کو عقل کی کسوٹی پر پرکھو۔کسی بات کو صرف اس لیے نہ مان لو کہ تمہارے آباؤ اجداد اسے درست مانتے تھے۔اور نہ ہی کسی بات کو صرف اس بنا کر ٹھکرا دینا ہی درست عمل ہے کہ یہ پرانی بات ہے بلکہ قرآن عقل و فکر کے اسلحہ سے مسائل کا مقابلہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔یہ عقیدہ و عمل کے درمیان ایک مثبت رشتہ قائم کرتا ہے قرآن کی تنزیل کا واحد مقصد بنی نوع انسان کی رہنمائی ہے' اور اس کی بنیاد امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر ہے۔

قرآن کی اہمیت ہماری نظر میں

افسوس! ہم نے قرآن کو ایک مکمل ضابطہ حیات اور دستور نجات کے سمجھنے کے بجائے محض اسے خیر و برکت کا تعویذ سمجھ کر رنگارنگ جز دان اور دیدہ زیب کپڑوں میں لپیٹ کر سب سے اونچی جگہ پر رکھ دیا ہے کہیں ایسا اس لیے تو نہیں کہ کرتے کہ اس طرح قرآن ہماری دسترس سے باہر رہے؟ کیونکہ اول تو ہمیں اس سے استفادہ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی اور اگر کبھی استفادہ کرتے بھی ہیں تو صرف وظائف و عملیات کے لیے۔البتہ درج ذیل

مواقع پر ہم لوگ اس کی خاص طور سے ضرورت محسوس کرتے ہیں۔تنازعہ کی صورت میں قسم کھانے کے لیے (جس کی قرآن یوں شکایت کرتا ہے)

جب قول وقسم لینے کے لیے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں

بیماری کی تندرستی اور شفا کے لیے' مریض کو ہوا دینے کے لئے اور مرنے والے کی مشکل آسان کرنے کے لیے' دم نزع پڑھنے کے بھی کام آتا ہے۔حضرت نجم آفندی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

مایوس شفا کو آسرا دیتے ہیں آیات کو تعویذ بنا دیتے ہیں
ہشیار تو لیتے نہیں قرآن سے سبق بے ہوش کو قرآن کی ہوا دیتے ہیں

اور کبھی کبھار تلاوت کی سعادت بھی حاصل کر لیتے ہیں' اس میں شک نہیں کہ کتنے لوگ تلاوت کرتے ہیں اور کتنے لوگ قرآن میں فکر و تدبر کرتے ہیں؟ کتنے لوگ آیات کو سمجھ کر قرآن پر عمل کرتے ہیں؟

کتنے لوگ قرآنی احکامات پر خود عمل کر کے دوسروں کو دعوت عمل دیتے ہیں؟

یاد رکھیے! بے سوچے سمجھے قرآن پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا' بے شک قرآن فیوض و برکات کا حامل ہے لیکن یہ فیوض و برکات اس کو سمجھ کر پڑھنے اور پڑھ کر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم خود بھی قرآن کو سمجھیں اور اپنی نوخیز نسلوں کو قرآن کی عظیم تعلیمات سے روشناس کرائیں اور ان میں قرآن فہمی کا شعور و ذوق پیدا کریں۔اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو ہماری آئندہ نسلیں فکری اعتبار سے مفلوج اور اخلاقی اعتبار سے تباہ ہو جائیں گی۔

قرآن کی دعوت کو سمجھنے کی کوشش کیجیے

قرآن ہر اس شخص کے لیے جامع اور رہنما اصول پیش کرتا ہے جو ذات واجب سے ہدایت کا طالب ہو اور ہر اس شخص پر اپنی حکمتوں کے خزانے کھولتا ہے جو اس کو سمجھنے کی کوشش کرے۔خصوصاً مسلمان کے لیے قرآن کی دعوت وہدایت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

۔قرآن کی دعوت کسی خاص گروہ یا فرد کے لیے نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو پروردگار عالم ہم سے اس کے احکام کی تعمیل اور منہیات سے احتراز کا مطالبہ کیسے کرتا۔

۔ پروردگار عالم نے قرآن حکیم میں قصص و واقعات بیان کیے ہیں اس کا مقصد محض واقعات و حوادث کا بیان نہیں ہے اگر ان واقعات کو قصہ پارینہ یا افسانہ سمجھ کر اساطیر الاولین کا درجہ دیا جائے تو اگر ہم قرآن کو سمجھ بھی لیں گے تو یہ ہم پر اثر انداز نہ ہوگا' کیونکہ یہ واقعات وحوادث ہماری ہدایت کے لیے تمثیل ہیں۔

قرآن مجید ہماری تمنا' طلب اور دعا کی قبولیت ہے ہم سورہ فاتحہ میں اپنے رب سے یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں صراط مستقیم پر چلا۔

عصر حاضر میں اس بات کی بڑی شدید ضرورت ہے کہ عوام وخواص میں قرآن کے فہم کو عام کیا جاسکے تاکہ نوع انسانی قدرت کے اس انعام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ہم پر یہ فرض ہے کہ ہم اسے پڑھیں' اس کے مفاہیم ومطالب سے آشنا ہوں اس پر عمل کریں اور اس کے پیغام کو حرز جان بنالیں تا کہ آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہوسکیں۔

عرفان قرآن روح قرآن ہے۔

قرآن محض دعاؤں کی مقدس کتاب نہیں بلکہ ایک مکمل اور جامع دستور ہے جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے یہ وہ صحیفہ ہدایت ہے جس میں کائنات کے تمام علوم موجود ہیں۔

قرآن مجید میں پانچ قسم کے مضامین پائے جاتے ہیں

ا۔وہ آیتیں جن میں ذات واجب نے اپنا تعارف کرایا ہے اور دنیا کی مختلف طبعی اور غیر طبعی باتوں پر تفکر و تعقل کی دعوت دی ہے تاکہ ہم ہدایت حاصل کریں۔

۲۔وہ آیتیں جن میں ہمیں یقین و عمل کا حکم دیا گیا ہے۔مثلاً اللہ پر یقین رکھو الٰہی نمائندوں کے وفادار و طرفدار رہو' ان کے حکم کی تعمیل کرو' اتحاد و اتفاق قائم رکھو' اصول دین کو تسلیم کرو' فروع دین بجالاؤ۔

۳۔وہ آیتیں جن میں پروردگار عالم نے ہمیں وسوسے اور اعمال قبیحہ سے دور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے مثلاً غیبت' چغلی' چوری' حسد' شراب خوری اور بدکاری کے متعلق ممانعت وغیرہ ان آیات کو نواہی کہا جاتا ہے۔

۴۔وہ آیتیں جن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پروردگار عالم نے ان کے نیک اعمال پر اپنی کن کن نعمتوں سے بہرہ مند کیا اور کیا کیا انعامات کی بارش کی اور دین و دنیا میں کس کس طرح سرخرو فرمایا۔

۵۔وہ آیتیں جن میں صراط مستقیم سے ہٹنے والوں اور گمراہ ہو جانے والوں کے لیے دکھ اور مصیبت کا تذکرہ ہے اور اس کے غضب و عذاب کا بیان ہے۔

آیئے غور کریں کہ تلاوت قرآن کرتے وقت ہم ان مطالب پر کس قدر غور کرتے ہیں اور اپنی زندگی کو کس حد تک قرآن مجید کی تعلیمات کے ذریعے سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن پاک بہترین عمل خیر ہے اس کی تلاوت و سماعت دونوں ہی باعث ثواب ہیں۔ لیکن اسے سمجھ کر پڑھنا' اس پر تفکر کرنا اور اس پر عمل کرنے کا ثواب تلاوت و سماعت سے

بہت زیادہ ہے۔ جس طرح صرف اقرار باللسان سے انسان مومن نہیں ہوجاتا بلکہ اقرار کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے۔ اسی طرح صرف قرآن پڑھنے سے انسان میں خوشگوار انقلابی تبدیلیاں پیدا نہیں ہوسکتیں جب تک فکر وعمل سے کام نہ لیا جائے۔

سوچیے! اگر ہم دنیاوی امتحان کے لیے کسی زبان کی کوئی درسی کتاب خریدتے ہیں تو پہلے ہمیں اس زبان سے آگاہی ہونی چاہیے۔ اگر ہم اس کتاب کی زبان کو نہیں سمجھتے تو ہم اسے صحیح طریقہ سے نہ تو پڑھ سکیں گے اور نہ سمجھ سکیں گے جب تک ہم اس کتاب کی روح کو نہ سمجھیں گے اس سے استفادہ نہیں کرسکتے۔ اگر ہم نے اس کتاب کو پڑھے بغیر اور نفس مضمون کو سمجھے بغیر اس کا امتحان دیا تو ہم یقیناً فیل ہوجائیں گے۔ جب ہم ایک درسی یا دنیاوی کتاب کو سمجھے بغیر اس سے استفادہ نہیں کرسکتے تو پھر ایک ایسی کتاب جس پر ہماری حیات ونجات کا دارومدار ہے اس کو سمجھے بغیر دین کو کیسے سمجھ سکتے ہیں اور بغیر سمجھے اس پر کیسے عمل کرسکتے ہیں۔ قرآن حکیم کو سمجھے بغیر نہ ہم اسلامی تعلیمات سے آشنا ہوسکتے ہیں نہ بندگی پروردگار کے تقاضوں کو پورا کرسکتے ہیں نہ رسالت کی عظمت کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ امرونہی کو جان سکتے ہیں نہ عمل اور ثمرہ عمل سے بہرہ ور ہوسکتے ہیں نہ دین ودنیا میں فلاح حاصل کرسکتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ قرآن فہمی پیدا کرنے کے لئے عربی زبان سیکھیں' قرآن کی تلاوت کرتے وقت تلفظ کا خیال رکھیں کیونکہ لفظ کا صحیح تلفظ ادا نہ کرنے سے معنیٰ میں تغیر پیدا ہوجاتا ہے' اور بعض اوقات پڑھنے والا بجائے ثواب کے مستحق عذاب ہوتا ہے۔ اسی طرح متشابہ الفاظ کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیے۔ تلاوت میں کسی قسم کے تغیر وتبدل کا نتیجہ گناہ کی صورت میں رونما ہوسکتا ہے۔

(من فسر القرآن برأیه فلیتبو أ مقعده لا من النار) یعنی ''جو اپنی رائے سے قرآن کا مطلب بیان کرے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنا لے۔''

قرآن کو سمجھ کر پڑھیں اور پڑھ کر سمجھیں' بلکہ اسے فلسفہ حیات کی ایک جامع اور اکمل کتاب سمجھ کر پڑھیں' اس پر غور وفکر کریں' اس کی تنزیل وتاویل کو سمجھیں اس سے خود بھی استفادہ کریں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائیں' خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی دعوت عمل دیں کیونکہ انسانیت کی فلاح کا سامان اور جنت نظیر معاشرہ کی تشکیل کا انحصار قرآن فہمی پر ہے۔ خدا کی صحیح معنوں میں بندگی اور مذہب سے سچی وابستگی کا سارا دارومدار اس بات پر ہے کہ ہم اپنی زندگی میں احکام خداوندی اور تعلیمات ربانی کو کیا اہمیت دیتے ہیں۔ کہیں ہم نے زندگی کی غایت اولی کو فراموش تو نہیں کر دیا۔ معبود والہ کی ذات' ایمان کی اساس' حیات انسانی کے انداز' عقائد ونظریات اور خیر وشر کے معیار کو بدل تو نہیں دیا اور پروردگار عالم کی خوشنودی اور رضا جوئی حاصل کرنے کے بجائے دنیاوی مال ومتاع کو اپنی زندگی کا مطلوب تو نہیں ٹھہرا رہے ہیں؟ کہیں ہماری یہ دینداری مصنوعی تو نہیں کہ ہم زبان سے تو اہلبیت اطہارؑ کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور ہمارے دل میں ان کے مخالفین کے نظریات براجمان ہوں' کہیں ہم دین کو مالی منفعت اور ذاتی مفادات کی تکمیل کا ذریعہ تو نہیں بنا رہے ہیں' کہیں خدا اور رسولؐ اور قرآن سے ہماری وابستگی محض رسمی تو نہیں؟ ہمیں اپنے عقائد ونظریات اور کردار وعمل کا از سر نو جائزہ لینا چاہیے اور قرآن حکیم جسے معبود برحق نے ہماری اصلاح و فلاح کے لئے نازل فرمایا ہے اس کے احکام پر غور وفکر کرنا چاہیے تا کہ اوہام وعقائد میں گرفتار' خانقاہوں سے رحمت بکراں کی آس لگانے والے' تعویذوں کے ذریعہ تقدیر بدلنے والے' قرآن کو محض تعویذات وعملیات کا سرچشمہ سمجھنے والے کھوکھلے نعروں پر لبیک کہنے

والے اور بے عمل لوگوں کے پیچھے چلنے والے' نام ونمود کے لیے دینی کام سرانجام دینے والے' نمائشی کاموں پر فریفتہ ہونے والے اپنے اندازفکر میں حق پرستی جذبات میں اعتدال' اعتقادات میں درستگی' افعال واعمال میں حقیقت پسندی کے جوہر پیدا کرسکیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن فہمی کا ذوق پیدا کریں۔ اور ہماری دینی قیادت کا فرض ہے کہ وہ عام اور خام ذہنوں کو قرآن کی اہمیت سے آشنا کریں اور قرآن کی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔

دیکھنا یہ ہے! کہ ہم میں سے کتنے لوگ قرآن کی اہمیت سے آشنا ہیں؟ کتنے لوگ قرآن کا حقیقی عرفان رکھتے ہیں' کتنے لوگ قرآن پڑھنا جانتے ہیں؟ کتنے لوگ قرآن کی زبان سے آشنا ہیں؟ کتنے قرآن کو سمجھ کر پڑھتے ہیں؟

مولانا سید محمد عون نقوی صاحب نے عرفان قرآن' قرآن شناسی کے مصادر' تفسیر' تحریف' علوم قرآنی' قصص الانبیاء' قرآن اور مستشرقین' قرآن اور کائنات' تلاوت قرآن جیسے اہم موضوعات پر قلم اٹھایا ہے' دنیا کی اصلاح قرآن کے بغیر ناممکن ہے' اس موضوع پر ابتدائی مباحث میں تاریخ کے حوالے سے بڑی عمدہ بحث کی ہے۔ یقیناً یہ کتاب بھی عرفان حج کی طرح علماء اور عام لوگوں میں مقبول ہوگی' ذات واجب مولانا سید محمد عون نقوی صاحب کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے اور ان کی اس کوشش کے حیات بخش ثمرات عرفان قرآن کی صورت میں ظاہر ہوں گے تو یقیناً ان کے بھی درجات میں اضافہ ہوگا۔

دعا گو

سید آل محمد رزمی

عرض حال

از: سید محمد عون نقوی

کتاب خدا جو تجلی عظمت اور کمال مطلق ہے اس کے متعلق کچھ لکھنا مشکل اور اس حقیقت مکنون کا ادراک مجھ جیسے تہی علم کے لئے ناممکن ہے۔ صرف اور صرف مطہرین کر سکتے ہیں جو منصب راسخون فی العلم پر فائز ہیں اور نفس کی پاکیزگی کے اعلیٰ ترین مرتبے اور قرب الٰہی کے مقام تک پہنچے ہیں وہی اس کے عمیق معانی کا ادراک کر سکتے ہیں۔ ہر سوچ، ہر فکر، ہر ذہن اور ہر دل کو یہ مقام میسر نہیں آتا۔ کیونکہ قرآن محض الفاظ و عبارت نہیں بلکہ اس کے الفاظ کے قالب میں بڑے گہرے مطالب اور بے شمار اسرار چھپے ہوئے ہیں۔

مفسرین اور شارحین نے آج تک قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر میں جو کچھ لکھا اور کہا ہے وہ ان کی فکری اور علمی استعداد کی مناسبت سے ہے اور آج تک کسی نے بھی اس اعلیٰ حقیقت کے کامل ادراک کا دعویٰ نہیں کیا جب بڑے بڑے علماء و مفکرین اس کا کما حقہ شعور نہیں رکھتے تو میں کیا اور میری بساط کیا۔ مجھے بھی اپنے عجز کا اعتراف ہے کیونکہ حقائق قرآن بے انتہا اور معارف قرآن لامحدود ہیں اور ہر عہد اور ہر نسل کے لئے اس میں نئی راہ اور تازہ باتیں ہیں۔ ہر دور میں اہل ایمان کو قرآن شناسی کی دعوت دی جاتی رہی ہے اور اس سلسلے میں علماء و مفسرین نے اپنے اپنے تبحر علمی کے مطابق کوشش کی ہے اس ناچیز و گنہ گار نے بھی تا حد بصیرت دعوت عرفان قرآن دینے کی کوشش کی ہے۔ میں اس میں کہاں تک اور کس حد

تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ تو علمائے کرام کریں گے۔

قرآن کریم پیغمبر اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزۂ ابدی اور اسلام کی زندہ وجاوید برہان ہے۔

قل لئن اجتمعت الجن و الانس علی ان یا توا مثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ و لو کان بعضھم بعض ظھیراً

جیسا کہ بعض لوگ غلط طور پر خیال کرتے ہیں اعجاز قرآن محض فصاحت و بلاغت نہیں بلکہ یہ کتاب مختلف زمانوں میں سابقہ ادوار سے معارف حاصل کر کے گہرے اور عمیق خیالات کی حامل ہو کر معجزہ بنتی ہے۔ قرآن کریم فصیح و بلیغ افراد کے لئے فصاحت و بلاغت ہے' فلسفی اور حکیموں کے لئے عقل کی گہرائی کی حامل' خدا جو عارفوں کے لئے عرفان و بے قراری اور کتاب عشق' سائنسدانوں اور ارباب اقتدار کے لئے ان کے شعبے میں معجزہ ہے۔

قرآن سے رجوع کر کے انسان اپنے وجود کے اسرار و رموز' حقیقت دنیا و آخرت اور خدا سے اپنے تعلق اور رابطے سے آگاہ ہو سکتا ہے اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں صحیح لائحہ عمل تیار کر کے اپنے آپ کو اس مطلوبہ ہدف کی طرف لے جا سکتا ہے جس کی نشاندہی کے لئے آسمانوں سے وحی اتری' یہی وجہ ہے کہ قرآن اپنے آپ نور' ہادی' بصائر اور اس طرح کے دوسرے ناموں سے یاد کرتا ہے قرآنی ہدایت کے پرتو سے معاشرہ فکری اور باطنی موت سے نکل کر حیات طیبہ پاتے ہیں' ناامیدی سے امید و گمراہی سے ہدایت' سکون سے حرکت اور ذلت سے عزت کی طرف راہیں کھلتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن اسی صورت میں ایسے نقوش ابھارے گا جب زندگی کے تمام شعبوں میں اس کے احکام نافذ ہوں ورنہ کسی ایسے معاشرے میں جس کے افراد قرآن کے اصولوں اور احکام سے ناآشنا رہیں گے اور

ظاہری طور پر لکھے ہوئے الفاظ پر ہی اکتفا کریں گے اور اس کتاب عزیز کو اپنی انفرادی' خاندانی سیاسی اور اجتماعی زندگی پر لاگو نہیں کریں گے تو وہ اس قسم کا کوئی نقش نہیں ابھار سکیں گے۔ اس معاشرے کی مثال ان لوگوں جیسی ہوگی جو عظیم قدرتی ذخائر اور بے شمار فطری خزانوں کے پاس رہتے ہیں لیکن اپنی بے کفایتی کے سبب ان ذخائر اور خزانوں سے فائدہ نہیں اٹھا پائے اور ہمیشہ غربت و افلاس میں زندگی گزارتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہمارا پہلا اور سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ ہم قرآن کی طرف لوٹیں۔ خدا کی آخری ہدایت کی طرف واپس آئیں۔ عرفان قرآن حاصل کریں اس کے مفاہیم اور احکام کا ادراک کریں اور زندگی بخش قوانین کو تمام شعبوں میں نافذ کریں تاکہ پھر ہماری ساری زندگی عدالت سے سرشار اور عزت سے سرفراز ہو جائے۔ ہم انسانیت کی خدمت کریں اور پیغام محمد وآل محمد علیہم السلام کی ترویج و تبلیغ کریں۔ یہاں میں اپنے موضوع اور اس کتاب کی تائید میں بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ الفاظ بیان کروں گا جو انہوں نے قرآن کے تعارف میں فرمائے تھے۔ عرفان قرآن تعارف قرآن ہی کا دوسرا نام ہے "یقیناً یہ قرآن' روشن و درخشان نور ہے' تھامنے کا قابل اطمینان سہارا ہے' سب سے اعلیٰ مقام ہر شفا سے بہتر ہے' بہت بڑی فضیلت اور عظیم سعادت ہے' جو بھی اس سے روشنی حاصل کرنا چاہے' اللہ اس کے دل کو منور کرتا ہے' جو بھی قرآن کے ذریعے اپنی بگڑی بنانا چاہے بنا جاتا ہے اور اسے ہر بلا اور آفت سے محفوظ کر لیتا ہے' جس نے بھی اس مضبوط رسی کو تھاما' خدا اسے گہرے کھڈ میں گرنے سے بچا لیتا ہے' جو اس کے احکام پر عمل کرتا ہے اس کی منزلت بڑھا دیتا ہے' جو اس سے شفایابی چاہے اسے شفا دیتا ہے' جس نے قرآن کو ہر چیز پر فوقیت دی وہ اسے ہدایت سے سرفراز کرتا ہے اور جس نے قرآن کے علاوہ کسی اور چیز سے ہدایت

حاصل کرنے کی کوشش کی وہ گمراہ ہو جاتا ہے جو اپنے ظاہر و باطن کو قرآن کے سانچے میں ڈھالے وہ کامیاب و کامران رہتا ہے' جس نے قرآن کو اپنا رہبر و رہنما قرار دیا وہ رحمت سے مالا مال بہشت میں آسودہ زندگی کا حقدار ٹھہرایا جاتا ہے' لہٰذا دائمی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے عرفان قرآن ضروری ہے۔

عرفان حج کی تکمیل کے بعد میرے بزرگ قومی شخصیت کلام و بیان میں ندرت رکھنے والے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر باقاعدہ حوزہ علمیہ سے صاحب عمامہ ہوتے تو علم و ادب میں انقلاب برپا کرتے' منفرد ادبی مزاج کے حامل جناب سید آل محمد رزمیؔ جن کے علم و ہنر کے جوہران کی کتب' اصلاح رسالے اور خواجگان کی ادارت' بین الاقوامی سطح سے پروگراموں میں نظامت اور ان کی شاعری سے ظاہر ہوتے ہیں اس انداز سے اصرار کیا جس کو بندہ حکم کا درجہ دیتا ہے' فرمایا کہ عرفان حج کو جو عزت و شرف ملا ہے وہ کم کتابوں کو ملتا ہے' لہٰذا ہر سال ایک کتاب مثلاً عرفان معصومینؑ' عرفان رجعت' عرفان قیامت' عرفان حجت' عرفان نبوت' عرفان رسالتؐ' عرفان نماز' عرفان ضروعات دین وغیرہ وغیرہ پر کتب تحریر و تالیف کروں لہٰذا رزمی صاحب کا حکم ٹال نہ سکا اور عرفان قرآن پر کام شروع کر دیا اور گزشتہ ۹ ماہ کی کاوش اور مسلسل سعی کے بعد اب تعبیر مل رہی ہے جس پر اللہ کا جتنا شکر ادا کیا جائے' کم ہے دراصل علم دین' تبلیغ و ترویج اور خدمت مذہب و ملت کا تھوڑا سا جذبہ بندہ حقیر کو دادا مرحوم قبلہ سید ابرار حسین نقوی سوز خوان' فخر قوم تایا مرحوم المعروف چیئرمین صاحب سید مرتضیٰ حسین نقوی اور نانی مرحومہ سیدہ طاہرہ خاتون کی طرف سے ودیعت کیا گیا جبکہ معروف شاعر و سوز خواں والد گرامی قبلہ سید عابد حسین ہاتف الوری کی ہمت افزائی شفقت اور حوصلے نے جیو' اے آر وائی' روشنی' لبیک' حق' اپنا' رنگ اور دیگر الیکٹرونک و پرنٹ میڈیا کے سامنے حق بات کہنے کی جرأت بخشی جبکہ مادر گرامی باجی صاحبہ کی دعائیں ہر مشکل وقت

میں کام آئیں ہیں خدا میرے والدین کو ہمارے سروں پر باقی رکھے' بھائی فاضل جلیل محقق وحید مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی کی مشاورت علمی اور غذا روحانی سے قوت ملتی ہے ان کی اہلیہ جو کہ فاضلہ قم ہیں' سے بھی استفادہ نہ صرف عالمی امامیہ میگزین میں بلکہ ادارے کے مسائل خواتین سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ بھائی منظر مہدی چنڈا اور سید ساجد حسین بادشاہ ہر لحہ معاون و مددگار رہتے ہیں۔ اس موقع پر اپنے مشفق استاد مولانا دھنی بخش صاحب' پرنسپل سلطان المدارس کا ذکر ضروری ہے جنہوں نے نہ صرف درسی بلکہ سیر وسلوک وظائف علمی و دولت روحانیت سے نوازہ۔ ہمارے چچا حجۃ الاسلام مولانا سید محمد مظہر عباس نقوی فاضل ایران کا ذکر اس لئے ضرور ہے کہ آپ سے اکثر مشکل مذہبی سماجی معاشرتی علمی اور خصوصاً خیر پور کی مذہبیات اور سیاست کے بارے میں مشاورت و مدد لیتا ہوں' بندہ حقیر کے درسی و روحانی عملیات اور مشفق اساتذہ کی تعداد زیادہ ہے' لیکن مولانا سید محمد قاسم زیدی صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ' مولانا سید محمد رضا لکھنوی' مولانا سید فاضل علی شاہ موسوی' مولانا امتیاز علی تجارے والے (عامل) مولانا صوفی سید ابن حسن رضوی مبلغ سندھ' مولانا سید حامد حسین رضوی خراسان' علامہ محمد حسنین سابقی نجفی اور مولانا سید قمر الحسن صاحبان علم و عمل کے درجات میں بلندی کے لئے ہمیشہ دعا گو رہے گا۔ یہاں ضروری ہے کہ ان ہستیوں کا بطور شکرانہ ذکر کیا جائے جو کہ علمی مسائل کے حل میں حج و عمرہ اور زیارت کے پیچیدہ مسائل کے حل' ویزوں کی پابندی ہٹانے میں معاون' سفر امریکہ و کینیڈا میں تبلیغ دین کے حوالے سے ادارہ تبلیغ تعلیمات اسلامی کے پروگرامز میں معاونت کے حوالے سے کتب کی اشاعت و تدوین کے لحاظ سے' شیعہ بے گناہ نوجوانوں کی رہائی کے حوالے سے' میڈیا میں نمائندگی سے حوالے سے ہمیشہ مشاورت سے نوازتے ہیں۔ جن میں سرفہرست حضرت علامہ سید رضی جعفر نقوی' علامہ حسن ظفر نقوی' علامہ عباس کمیلی' علامہ میرزا یوسف حسین' مولانا اکرام

حسین ترمذی، مولانا حسین مسعودی، مولانا شہنشاہ حسین نقوی، مولانا اکبر ناصری، مولانا غلام شبیر حیدری، مولانا فخر الحسنین محمدی، مولانا غلام علی عارفی، مولانا سید حسن جعفر نقوی، مولانا ارشاد حسین شاہ، مولانا مشتاق حسین شاہدی، مولانا علی محمد رحمانی، مولانا لطف علی شاہ، علامہ عبدالحکیم بوترابی، مولانا شیخ وزیر حسین بوترابی، علامہ سید محمد عباس زیدی نجفی، مولانا علی نظیر زیدی، مولانا اعجاز سولنگی، مولانا ہلال حسین نقوی، مولانا عابد قنبری، مولانا حیدر عباس نجفی، مولانا محمود موسوی، مولانا حسن عباس رضوی، علامہ سجاد شبیر رضوی، علامہ فرقان حیدر عابدی، علامہ آغا آفتاب حیدر، علامہ نثار قلندری، مولانا غلام حسنین رضوی، مولانا سرفراز حسین زیدی، علامہ سید علی امام رضوی، مولانا نذر الحسنین محمدی، علامہ نذر الحسنین عابدی نجفی، علامہ آغا مظہر حسین لاہور، مولانا حسنین قمی، جناب آل محمد رزمی، جناب نوازش رضا رضوی الحرمین، جناب انوار علی جعفری، جناب صداقت گیلانی، جناب سید شبر رضا، جناب ماجد حسین رضوی، جناب انور حاجی، جناب سعید عالم لاہور، جناب ہادی رضا رضوی، جناب سید آصف رضا، جناب ساغر نقوی، میرے بچپن کے ساتھی خصوصی معاون و مددگار سید آصف شاہ حسینی اور ریاض حیدر زیدی، شامل ہیں (جن کے نام سہواً رہ گئے وہ معذرت قبول فرمائیں) اس موقع پر عرفان قرآن پر تقاریظ لکھنے پر حضرت علامہ سید رضی جعفر نقوی، حضرت مولانا تلمیذ الحسنین رضوی امریکہ، مولانا سید غلام حسنین رضوی، مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی اور محقق و ادیب جناب آل محمد رزمی، کا تہہ دل سے ممنون ہوں، جنہوں نے انتہائی مصروفیت کے باوجود وقت نکال کر حوصلہ افزائی فرمائی۔ دعا ہے کہ خداوند متعال اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمیں عرفان قرآن واہلبیتؑ زیادہ سے زیادہ عطا فرمائے۔ آمین

ناچیز

سید محمد عون نقوی

عرفان قرآن

عالم ہو یا عام مسلمان عرفان قرآن سب کے لئے ضروری ہے۔ عالم کے لئے ایک عالم ہونے کی حیثیت سے اور ہر مسلمان کے لئے ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن کی شناخت و شناس واجب وضروری ہے اس قرآن شناسی اور شناخت قرآن کا نام میں نے ''عرفان قرآن'' رکھا ہے۔

''عرفان حج'' کے بعد یہ میری دوسری با قاعدہ نگارش ہے با قاعدہ نگارش کا لفظ میں نے عمداً استعمال کیا ہے کیونکہ اس سے قبل میں نے کچھ کتابچے، مقالے اور مضامین ضرور تحریر کئے ہیں لیکن وہ کتاب کے زمرہ میں نہیں آتیں۔ مجھے کتاب تحریر کرنے کی با قاعدہ تشویق دلانے والے معروف دانشور، محقق وادیب وشاعر میرے بزرگ جناب سید آل محمد رزمی زادشرفہ ہیں عرفان حج کی پذیرائی وشہرت ومقبولیت کے بعد وہ مصر تھے کہ آپ فوراً دوسری کتاب شروع کر دیجئے۔ میں نے گزارش کی کہ پہلی کتاب کا نام بھی آپ نے تجویز فرمایا اب دوسری کتاب کا نام اور موضوع بھی آپ ہی تجویز فرمائیں، فرمانے لگے چونکہ آپ کو پہلی کتاب عرفان حج کو حلقہ اہل نظر میں خاصی پذیرائی ملی ہے لہٰذا آپ اپنی تمام کتابوں کا نام عرفان سے شروع کریں لہٰذا موجودہ کتاب کا نام ''عرفان قرآن'' بھی آپ نے ہی تجویز فرمایا ہے اور مجھے سخت امتحان میں ڈال دیا ہے، میں مجلس، محفل، نکاح، سوئم اور TV کے پروگرام عالمی امامیہ میگزین، ادارہ تبلیغ تعلیمات اسلامی پاکستان کے معاملات مین اتنا مصروف رہتا ہوں کہ آرام کا وقت بھی نہیں ملتا اور پھر انہوں نے جو موضوع دیا ہے وہ بذات خود مجھے امتحان میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ قرآن ایک سمندر موضوع ہے جس میں غواصی مجھ جیسے تہی علم اور نوآموز کے

لئے ایک مشکل مرحلہ ایک سخت امتحان ایک عمیق موضوع اور وقت طلب اور دقت طلب کام ہے میں نے معذرت بھی کی فرمایا قبول نہیں اگر حج کی روانگی سے پہلے یہ کتاب منظر عام پر نہیں آئی تو اچھا نہیں ہوگا میں نے ان کے حکم کے آگے سپر ڈالتے ہوئے ''عرفان قرآن'' کا آغاز تو کر دیا ہے انجام خدا جانے دیکھئے میں کہاں تک اس باب میں سرخرو و سرفراز ہوتا ہوں۔ باب مدینۃ علم سے علم کی بھیک مانگ کر آغاز کرنا میرا کام ہے کامیابی کی سند اور تائید، علم کی بارہ دری سے عطا ہونا نخیوں کی عنایت پر منحصر ہے۔

قرآن حکیم جیسے اہم اور عظیم موضوع پر بے شمار کتابیں موجود ہیں ہر شخص نے تا حد بصیرت و فہم اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ ناچیز بھی اپنی بساط بھر کوشش کر رہا ہے لیکن اس موضوع کا حق نہ کبھی ادا ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اس موضوع پر انسان اپنے محدود مطالعہ اور محدود فہم کے مطابق روشنی ڈالتا ہے ہے۔ جب کے اس موضوع کی وسعت لامحدود ہے اور قرآن فہمی کا صحیح حق تو صرف اور صرف وہ برگزیدہ ہستیاں ہی ادا کر سکتی ہیں جو راسخون فی العلم کی منزل پر فائز ہیں جنہیں خداوند عالم نے قرآن کا علم عطا فرمایا ہے۔ ''عرفان قرآن'' کے ابتدائی مباحث میں قرآن کی اہمیت اور اس کی روگردانی اور عصری تقاضوں پر گفتگو کی ہے تا کہ آج کے مسائل کی روشنی میں قرآن کی ضرورت و اہمیت کو سمجھا جا سکے اس کے بعد ہم عرفان قرآن، قرآن فہمی، قرآن شناسی اور شناخت قرآن کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیں گے۔ یہ موضوع اہم بھی ہے لیکن انتہائی خشک بھی۔ لہٰذا میں اپنے قارئین گرامی سے گزارش کروں کہ موضوع کی خشکی کو میرے قلم بے مائیگی پر محمول کریں اور موضوع کی اہمیت کو پیش نظر رکھیں۔ تا کہ ہم خدا کی آخری ہدایت سے کما حقہ استفادہ کر سکیں اور اپنی دنیا و آخرت سنوار سکیں اگر ہم قرآن کے احکامات پر چلیں گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے اور دنیا کے غم و رنج سے دور ہو جائیں گے۔

عرفان قرآن پر ایک نظر!

تاریخ انسانیت پر نگاہ ڈالئے' یہ تعمیر و تخریب کی عبرت انگیز داستان اور آبادی و ویرانی کی حدیث خونچکاں نظر آئے گی۔ ہر دور کی انسان کی جدوجہد اور سعی و کاوش کا نتیجہ یہ دکھائی دے گا کہ وہ اپنے لئے ایک عظیم الشان نظام تمدن تعمیر کرتا ہے اس فلک بوس و کہکشاں گیر عمارت کے لئے انواع و اقسام کے نو درات جمع کرتا ہے سبزہ زار و گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ کرتا ہے۔ وہ عمارت اس کے حسین خواب کی تعبیر اس کی شاداب آرزو کا محور اور گل پوش تمناؤں کی آماجگاہ بنتی ہے' وہ سمجھتا ہے کہ اس ایوان رفیع الشان کی تکمیل میں ارتقائے انسانیت کا راز پوشیدہ ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا وجود دنیا کے ستائے ہوئے انسانوں کے لئے پناہ گاہ ہے جو اسے ظلم و استبداد کے آہنی پنجے کی گرفت سے بچا کر امن وسکون عطا کر دے گا وہ ایک عرصہ تک ان تصورات کی دنیا میں محو اور اس قصر عظیم الشان کی تکمیل و تزئین میں سرگرداں رہتا ہے' اور جوں جوں اس کی دیوار اونچی ہوتی جاتی ہیں اس کی نگاہوں میں چمک اور مسرتوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے لیکن وہ عمارت ہنوز تکمیل تک نہیں پہنچ پاتی کہ دنیا اس عبرت انگیز تماشے کو بصد حیرت دیکھتی ہے کہ وہی انسان' اس عظیم و حسین عمارت کو خود اپنے ہاتھوں سے زمین پر گرا دیتا ہے' اور یوں اس کی آرزوؤں اور تمناؤں کا وہ شگفتہ و شاداب مرقع' خاک کا ڈھیر بن جاتا ہے۔ اور اس کے بعد یہ کھنڈرات تقویم پارینہ بن جاتے ہیں اور ایک حسین خواب کی پریشان تعبیر کی نشاندہی کے لئے باقی رہ جاتے ہیں بابل و نینوا' مصر و یونان' چین و ترکستان' روم و ایران تہاذیب کے کھنڈرات کو دیکھئے اور پہچانئے کہ وہ کیسے کیسے عظیم الشان تمدنوں کے مدفن ہیں جن میں انسانی ناکامیوں اور

نامرادیوں کی تاسف انگیز اور جگر پاش داستانیں محوخواب ہیں' وہ داستانیں جو ہر قلب حساس سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ

ترجمہ:۔ ''دیکھنا! تمہاری مثال اس بڑھیا کی سی نہ ہو جائے جس نے بڑی محنت سے سوت کاتا اور پھر خود ہی اپنے ہاتھوں سے' اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔''

تہذیب جدید پر ایک نگاہ

اگر آپ کو تاریخ کی ان کہنہ داستانوں کی ورق گردانی اور اقوام سابقہ کے اجڑے ہوئے کاشانوں کی عبرت سامانی سے' انسانی سعی و کاوش کے اس مآل انجام تک پہنچنے کی فرصت نہیں تو ایک نظر خود اپنے زمانے کے قصر تہذیب و تمدن پر ڈالئے جس کی چمک دمک نے اقوام عالم کی نگاہوں میں خیرگی پیدا کر دی ہے' ہمارا دور تہذیب مغرب کا دور کہلاتا ہے جسے جدید دور بھی کہا جاتا ہے۔اس تہذیب کی سطوت و ثروت اور دبدبہ و طنطنہ کا یہ عالم ہے کہ انسان نے فطرت کی بڑی بڑی مہیب قوتوں کو مسخر کر لیا ہے اسباب رسل و رسائل اور ذرائع آمدورفت کی محیر العقول برق رفتاری سے زمین کی طنابیں کھنچ گئی ہیں' فاصلے سکڑ گئے ہیں' ہزاروں کیلومیٹر فاصلے پر بسنے والوں سے لمحوں میں رابطہ ہو جاتا ہے۔

سیٹلائٹ کے ذریعے سے آپ پوری دنیا کے پروگرام دیکھ سکتے ہیں' خلائی شٹل' چاند ستاروں' سیاروں کے جائزے لے رہی ہے۔چشم زدن میں بٹن دباتے ملکوں کو تباہ کیا جا سکتا ہے۔سمندر اس کے تابع فرمان ہے پہاڑ اس کے حضور سجدہ ریز ہیں' زمین اس کے پاؤں کی ٹھوکروں سے اپنے دبے ہوئے خزانے اُگل رہی ہے' آسمان کی بجلیاں' اس کے اشاروں پر زمیں بوس ہو جاتی ہیں' ایٹم کی غیر مرئی' جناتی توانائیاں اس کی مٹھی میں ہیں وہ چاند اور سورج کو اپنے زیرِ دام لا رہا ہے' وہ کہکشاں پر کمندیں پھینکنے کی سوچ رہا ہے' انسان کو اپنی

ساری تاریخ میں کبھی اس قدر کائنات گیر قوت حاصل نہیں ہوئی تھی۔

لیکن ابھی اس تہذیب جدید کی عمر نصف صدی سے بھی زیادہ ہونے نہیں پائی کہ ان بے پناہ قوتوں کا حامل انسان پکار اٹھا ہے کہ

ہم نے زندگی کی ابتداء سائنس کی کاریگری سے کی اس وثوق کے ساتھ کہ مادی کامرانیاں زندگی کے عقدوں کو حل کر دیں گی' لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم غلطی پر تھے زندگی کے مسائل اتنے آسان نہیں

(J.N.T Mason in Cretive Freedom.)

بلکہ یہاں تک کہ:

ہماری موجودہ تہذیب' اپنے قومی' معاشی' عائلی' اخلاقی' مذہبی' ساجی اور ذہنی نظام کے ہر شعبہ میں' حماقت' جہالت' فریب اور ظلم کا مستقل مظاہرہ ہے۔

G.A Dorsey in Civilization

چنانچہ اس قصر فلک بوس اس کی بنیادیں بری طرح سے کھوکھلی ہو رہی ہیں اور ہر قلب حساس متوحش ہے کہ اگر گزشتہ دو عالم گیر لڑائیوں کے بعد' ایک اور دھچکا لگا تو نہ صرف یہ کہ اس کاخ بلند کا نام ونشان تک مٹ جائے گا بلکہ اس کے سائے کے نیچے بیٹھی ہوئی انسانیت بھی کچل کر رہ جائے گی' یا دب کر مر جائے گی۔

ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

سوال یہ ہے کہ انسان کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ ظاہر ہے' دور قدیم کے تمدن کے ایوانات ہوں یا جدید تہذیب کے محلات' نہ انہیں پاگلوں نے بنایا تھا' نہ انہیں دیوانوں نے تعمیر کیا ہے' یہ نظام ہائے تہذیب وتمدن' ہر دور کے انسانوں کی عقل و دانش کا ماحصل اور ان

کی تدبیری اور انتظامی صلاحیتوں کا نچوڑ تھے۔اس سے ظاہر ہے کہ انسانیت کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد، ہر صاحب علم وبصیرت اس نتیجہ تک پہنچتا ہے کہ:

ہم نے تلخ تجارب کے بعد یہ سیکھا ہے کہ معاشرتی زندگی کی گھتیاں تنہا عقل کی رو سے نہیں سلگ سکتی. اس لئے ہمیں تنہا عقل کو اپنا خدا نہیں بنالینا چاہئے اس خدا کے عضلات عقل، اسباب وذرائع پر تو خوب نگاہ رکھتی ہے، لیکن مقاصد واقدار کی طرف سے اندھی ہوتی ہے۔

(Albert - Einstein out of my letter days)

یعنی، انسانی عقل، فطرت کی قوتوں کو مسخر کرسکتی ہے، لیکن انسانی معاملات کا اطمینان بخش حل دریافت نہیں کرسکتی یہ اس کے دائرے منصب سے باہر کی چیز ہے۔انسانی معاملات کے حل کے لئے ضروری ہے کہ یہ متعین کیا جائے کہ انسانی زندگی کا مقصد اور نصب العین کیا ہے۔افراد واقوام کے مفاد میں تصادم کیوں ہوتا ہے؟ اور اسے کس طرح روکا جاسکتا ہے، کونسی چیز عالمگیر انسانیت کے لئے منفعت بخش ہے اور کون سی مضر رساں نوع انسان میں مشترک اقدار کون سی ہیں اور ان کا باہمی تعلق کیا ہے ان اقدار کی حفاظت کیوں ضروری ہے۔انسان کے بنیادی حقوق کیا ہیں اور ان حقوق کا تحفظ کس طرح ممکن ہے۔ان امور کا تعین، عقل، اور اس کے مظاہر علوم سائنس کے بس کی بات نہیں۔

سائنس صرف یہ بتاسکتی ہے کہ ''کیا ہے'' وہ یہ نہیں بتاسکتی کہ ''کیا ہونا چاہئے'' اس لئے اقدار کا تعین کرنا اس کے دائرے سے باہر ہے۔سائنس کے علم برداروں نے اکثر اوقات اس امر کی کوشش کی ہے کہ وہ سائنس کی رو سے اقدار کے متعلق قطعی فیصلہ نافذ کردیں (لیکن یہ ان کی غلطی ہے) سائنس کے نزدیک بس ایک ''شے'' ہوتی ہے۔

اس کی دنیا میں آرزو اقدار، خیر وشر، نصب العین حیات کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔

سائنس نہ اقدار متعین کرسکتی ہے اور نہ ہی انہیں انسانی سینے کے اندر داخل کرسکتی ہے۔

(Einstein - Ibid)

ہدایت خداوندی

اس مرحلے پر سائنس کی لاعلمی و تہی دامنی پیش پا افتادہ حقیقت ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب عقل انسانی کی رو سے نہیں مل سکتا۔ اس لئے کہ عقل اپنے علاوہ کسی اور سرچشمہ علم کو جانتی نہیں۔ اس کا جواب ہمیں ایک اور گوشے سے ملتا ہے جو پورے یقین سے کہتا ہے کہ

ربنا الذی اعطیٰ کل شی خلقه ثمه هدیٰ

یعنی جس خدا نے کائنات کی ہر شے کو پیدا کیا ہے' اسی نے یہ انتظام بھی کر رکھا ہے کہ ان اشیاء کو بتائے کہ ان کی منزل مقصود کونسی ہے وہ اس منزل تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔ اس راہ نمائی کو وحی سے تعبیر کیا جاتا ہے' جو خدا کی طرف سے براہ راست ملتی ہے۔

وحی ربانی

وحی ایک امر ربی ہے۔ اشیائے کائنات میں وحی (یعنی خدا کی طرف سے براہ راست راہ نمائی ملنے) کا یہ سلسلہ از خود جاری و ساری ہے۔ ہر شے کی تخلیق کے ساتھ' اس کے اندر' اس حقیقت کا علم رکھ دیا گیا ہے کہ اس کی نشو و نما کے ذرائع کونسے ہیں اور اس نے انہیں کس طرح حاصل کرنا ہے۔ اس کے فرائض زندگی کیا ہیں؟ اور انہیں کس طرح سر انجام دیا جائے گا۔ خارجی کائنات میں' اس راہ نمائی (ہدایت) کو قانون فطرت کہا جاتا ہے۔ ہر شے ان قوانین (یا جبلت) کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اور ان کے مطابق زندگی بسر کرنے

پر مجبور ہے۔ ''کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب قوانین خداوندی کے سامنے سجدہ ریز ہے کسی کو اس سے اختلاف' انکار' یارائے سرکشی ومجال سرتابی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ محیر العقول کارگہ کائنات'' اس نظم ونسق اور حسن وزیبائی سے سرگرم عمل ہے کہ اس میں کہیں انتشار واختلاف نہیں۔ کسی قسم کا فتور یا فساد نہیں ملتا' قدرت کا اپنا نظام ہے جو کہ ایک اٹل حقیقت ہے اس اٹل حقیقت کے پیچھے خالق کائنات ہے جو اپنے امر کے ذریعہ رہنمائی کرتا ہے اور اپنے انبیاءؑ ومرسلینؑ اور ان کے وارثوں کے ذریعہ انسان اپنے امر کو انسان تک پہنچاتا ہے اور یہ انبیاءؑ ومرسلینؑ اور وارث انبیاء خود خدا کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور لوگوں کو خدا کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں۔

انسان کی راہ نمائی

انسان اپنی حیثیت میں ہمیشہ راہ نمائی کا محتاج رہا ہے' اسے ہمیشہ ہدایت کی ضرورت رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ انسان کی کیفیت دیگر مخلوقات سے مختلف ہے۔ اس کی راہ نمائی (دیگر اشیائے کائنات کی طرح) پیدائش کے ساتھ' اس کے اندر ودیعت کی گئی۔ بکری کا بچہ پیدائشی طور پر جانتا ہے کہ اس کی غذا دودھ ہے یا گھاس ہے۔ گوشت نہیں یعنی دودھ اور گھاس اس کے لئے حلال ہے اور گوشت حرام۔ شیر کو بخوبی علم ہے کہ اس کی غذا گوشت ہے گھاس نہیں یعنی گوشت جائز ہے اور گھاس ناجائز۔ لیکن انسان کے بچے کو کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق بھی اتنا علم نہیں ہوتا کہ اس کے لئے کونسی شے نفع بخش ہے اور کون سی نقصان دہ ومضر رساں۔ چہ جائیکہ اسے خیر وشر کی تمیز اور صحیح اور غلط اقدار کا از خود شعور و ادراک حاصل ہو جائے۔

انسان۔ ارادہ اور اختیار

انسان کے اندر یہ راہ نمائی (وحی) اس لئے نہیں رکھی گئی کہ اگر ایسا کیا جاتا تو یہ بھی (دیگر اشیائے کائنات کی طرح) اس راہ نمائی کے مطابق چلنے پر مجبور ہو جاتا. صاحب اختیار و ارادہ نہ ہوتا۔ اس کا اختیار و ارادہ وہ شرف عظیم ہے جس سے یہ دیگر اشیائے کائنات سے ممتاز و متمیز ہے۔ یہی اس کی سرفرازی و سربلندی کا باعث ہے اور اسی سے وہ مسجود ملائکہ اور مخدوم خلائق ہے۔ اگر انسان کو قوت انتخاب حاصل نہ ہوتی تو یہ پتھر کا بت ہوتا یا زندانِ فطرت میں محبوس و پا بجولاں قیدی۔ اگر اس میں سرکشی و سرتابی کی استعداد نہ ہوتی تو اس کی اصول پرستی کبھی وجہ شرف اور باعث تحسین و تبریک نہ ہوتی اس لئے نیکی وہی نیکی ہے جو بدی کی قدرت رکھتے ہوئے کی جائے' اطاعت وہی اطاعت ہے جو سرکشی کی استطاعت کے باوجود اختیار کی جائے اس سر کے جھکنے میں خوبی ہے جس کی پیشانی میں سرفرازیاں جھلک رہی ہوں۔ جس میں انتقام کی قوت نہیں' اس کے عفو و درگزر میں کیا خوبی ہے۔ جس میں ہمسری کی ہمت نہیں اس کا کسی کو جھک کر سلام کرنا خوئے غلامی ہے۔ اختیار رکھتے ہوئے' اپنے آپ پر کنٹرول رکھنا ہی وجہ شرف انسانیت ہے۔ اسی سے اس کی ممکنات مشہور ہوتی ہیں۔ اور زندگی ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہوتی ہے۔ اس کے اختیار و ارادہ کا تقاضہ تھا کہ خدا کی طرف سے راہ نمائی اس کے اندر ودیعت کر کے نہ رکھی جاتی۔

تو کیا انسان کو اس راہ نمائی کے بغیر چھوڑ دیا گیا؟ نہیں اسے بھی یہ راہ نمائی دی گئی لیکن اس کے لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا۔ یہ راہ نمائی مشیت خداوندی کے پروگرام کے مطابق ایک فرد کی طرف وحی کی جاتی ہے جو اسے دوسرے انسانوں تک پہنچاتا ہے بس فرق

صرف اتنا ہوتا ہے کہ جس کی طرف وحی کی جاتی ہے وہ خدا کا منتخب و مجتبیٰ بندہ ہوتا ہے' صالح اور معصوم ہوتا ہے' کیونکہ اگر وہ معصوم نہ ہوگا اور اس سے خطا کا امکان ہوگا تو وہ بندگانِ خدا کے لئے عمل کا پیکر نہ ہوگا اور اس سے خدا پر حرف آئے گا کہ خود اس کا نمائندہ خطا کار و گنہ گار ہے تو دوسرے بندوں اور اس میں کیا فرق ہے البتہ انبیاء سے ترک اولیٰ ہوسکتا ہے۔ یہ ایک علیحدہ بحث ہے جو کبھی عرفان نبوت یا عرفان امامت کے موقع پر بیان کریں گے کہ یہ بحث بڑی علمی Academic اور حساس Sensative ہے اور اس کے ساتھ ساتھ طولانی بھی ہے اور پھر یہ اس کتاب کا موضوع بھی نہیں ہے۔

خدا کا نمائندہ انسانوں کو جو پیغام دیتا ہے یعنی اس پر جو وحی کی جاتی ہے وہ اسے دوسرے انسانوں تک پہنچاتا اور اسے ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا کہ وہ اسے اعلیٰ وجہ البصیرت' قبول کر لیں یا اس سے انکار کر دیں' انہیں بتا دیا جاتا ہے کہ اگر وہ اس کے مطابق زندگی بسر کریں گے تو ہر قسم کی کامیابیاں' شادابیاں اور سرفرازیاں ان سے ہمکنار ہوں گی۔ اگر اس کے خلاف چلیں گے تو اس کا نتیجہ تباہی و بربادی ہوگا۔

خدا کی یہ وحی' ان مقدس و مقتدر ہستیوں کی وساطت سے جنہیں انبیاء کرام کہا جاتا ہے مختلف ادوار میں ملتی رہی' لیکن زمانہ کے حوادث اور انسانی تحریف کے ہاتھوں' وہ اپنی اصل شکل میں محفوظ نہ رہی یہ وحی آخری اور مکمل شکل میں اب سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے انسانوں تک پہنچی۔ اس کے مجموعہ کا نام ''القرآن الحکیم'' ہے۔

القرآن الحکیم

قرآن الحکیم خدا کی آخری ہدایت Latest dispensation ہے۔ جو خداوند عالم کی طرف سے اپنے آخری نبی، خاتم النبین سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بتدریج نازل ہوتا رہا اور قریب ۲۳ سال کے عرصے میں تکمیل تک پہنچا، خداوند عالم نے اس کتاب کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے لہٰذا یہ کتاب بغیر کسی تحریف ورد و بدل کے آج تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے جبکہ دیگر صحف سماوی میں خاصی تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ یہ عظیم المرتبت کتاب، ابدی حقائق کا مجموعہ اور مستقل اقدار کا صحیفہ ہے اس میں انسانی زندگی کے ہر گوشے کے لئے مکمل راہ نمائی موجود ہے۔ انسانی تصنیف، اپنے ماحول کی پیداوار اور ایک خاص مقصد کی ترجمان ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی زندگی ہنگامی اور وقتی، اور اس کی افادیت محدود ہوتی ہے۔ لیکن آسمانی کتاب کی کیفیت اس سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ فضا اور ماحول کے اثرات سے بلند اور زمان ومکان کی حدود سے ماوراہوتی ہے۔ نہ اس کی تعلیم کبھی پرانی اور فرسودہ ہوتی ہے اور نہ وہ کسی مقام پر انسان سے یہ کہتی ہے کہ میں اس سے آگے نہیں جاسکتی وہ ہمیشہ زمانے کی راہ نمائی کرتی ہے اور انسانی زندگی کے ہر تقاضے کا اطمینان بخش حل بتاتی ہے۔ اس میں افراد کی صلاحیتوں کی نشوونما وارتقاء کے اصول بھی ہوتے ہیں اور اقوام کا عروج وزوال سے متعلق قوانین بھی۔ قرآن کریم ان تمام خصوصیات کی حامل آسمانی کتاب ہے اور نوع انسانی کے لئے آخری اور مکمل ضابطہ حیات ہونے کی وجہ سے ہر حیثیت سے مکمل اور ہمہ گیر ہے قرآن حکیم پر تفصیلی بحث مختلف مواقع پر زیر غور رہے گی۔ یہاں ہم انسان اور اس کی راہ نمائی میں قرآن کا کردار کے ضمنی ابواب پر روشنی

ڈالنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اگر نوع انسانی صحیح معنوں میں ''عرفان قرآن'' سے آشنا ہو جائے اور اسے قرآن کا حقیقی عرفان ہو جائے اور وہ قرآن کو اپنا راہ نما اور اپنی زندگی کی غایت اولیٰ قرار دے دے تو اس کی زندگی میں جو دیدہ و نادیدہ غم ہیں جو الجھنیں اور پریشانیاں ہیں' افراد' خاندان اور معاشرہ میں جو خرابیاں ہیں' اقدار جو مٹ رہی ہیں' کردار کا جو فقدان ہو رہا ہے' ہوس مال و زر جس نے ہم سے اچھے اور برے' نیکی و بدی اور خیر و شر کی جو تمیز چھین لی ہے اس کا واحد اور مکمل علاج' عرفان قرآن اور قرآن کی تعلیمات پر عمل ہے۔

مالک دو جہاں کی اس آخری ہدایت پر مبنی کتاب عظیم نے بتایا کہ انسان کی ناکامیوں' بربادیوں نامرادیوں' تباہیوں' خوں ریزیوں اور فساد انگیزیوں کی بنیادی وجہ وہ تصور حیات ہے جو اس نے غلط نگہی اور کج فہمی کی بناء پر انسانی زندگی کے متعلق قائم کر رکھا ہے۔ یہ نظریہ وہ ہے جسے عصر حاضر کی اصطلاح میں مادی تصور زندگی "Materialistic Concept of Life" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس نظریہ کی رو سے سمجھا یہ جاتا ہے کہ انسان' حیوانات ہی کی بڑھی ہوئی یا بگڑی ہوئی کوئی شکل ہے اور اس کی ہستی اس کے مادی پیکر (جسم) سے وابستہ ہے اور بس۔ اس کی زندگی' حیوانات کی طرح' طبعی قوانین کے تابع سرگرام عمل رہتی ہے اور انہی قوانین کے مطابق ایک دن اس کے جسم کی مشینری بند ہو جاتی ہے۔ اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس فرد کا کچھ باقی نہیں رہتا لہذا انسان کے سامنے نہ حیوانی تقاضوں سے بلند کوئی تقاضہ ہے نہ طبعی مقاصد کے علاوہ کوئی اور مقصد عقل کا فریضہ یہ ہے کہ وہ ان تقاضوں کی تسکین کا سامان بہم پہنچائے اور اس کے لئے جو وسائل اور ذرائع اختیار کرے ان کے جواز کے دلائل تراشے اس نتیجے کے مطابق زندگی بسر کرنے والوں کے سامنے جنگل کے قانون (یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس) سے بلند کوئی اور

قانون ہو نہیں سکتا اور اس کا نتیجہ ظاہر ہے اس سے مختلف افراد کے مفاد میں تصادم ہوتا ہے اور جب یہی تصادم افراد سے آگے بڑھ کر اقوام تک پہنچتا ہے تو اس کی زلزلہ خیزیوں اور آتش فشانیوں سے انسانی دنیا کا گوشہ گوشہ ویران ہو جاتا ہے' یہ وجہ ہے کہ انسان نے اپنی کم تمدنی زندگی کے لیے جس قدر راستے اختیار کیے وہ اسے سکون واطمینان کی جنت کے بجائے تباہی و بربادی کے جہنم کی طرف لے گئے اور اس کے قصرِ حیات کی کوئی منزل بھی اپنی بنیادوں پر قائم نہ رہ سکی اس لیے کہ انسانی اہلیت اجتماعیہ کا کوئی نظام جس کی بنیاد باطل اصولوں پر ہو کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ خواہ اس باطل نظام کو کیسے ہی حسن تدبیر اور دانش اطواری سے کیوں نہ چلایا جائے۔ اس کی بنیادی کمزوری خارجی نظم وضبط اور اِدھر اُدھر کی جزوی مرمت سے کبھی رفع نہیں ہوسکتی۔

تصورحیات کی دوسری تصویر

اس کے برعکس قرآنی تصورحیات یہ کہ انسان صرف اس کے طبعی جسم سے عبارت نہیں۔ اسے جسم کے علاوہ ایک اور شے بھی عطا ہوتی ہے جسے انسانی ذات human personality کہا جاتا ہے انسانی ذات نشوونمایافتہ شکل میں نہیں ملتی بلکہ مضمر اور خوابیدہ شکل میں ملتی ہے۔ اسکی مضمر صلاحیتوں کو نشوونما دے کر' اس کی ممکنات کو مشہور کرتے جانا انسانی زندگی کا مقصود ہے تو اس سے انسانی زندگی موت کے بعد' مزید ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ اسے جنتی زندگی کہتے ہیں' جس طرح انسان کی جسمانی زندگی کی پرورش کے لیے قوانین مقرر ہیں۔ اسی طرح اس کی ذات کی نشوونما کے لیے بھی قوانین متعین ہیں۔ یہ قوانین وحی کے ذریعے عطا کیے گئے ہیں اور قرآن حکیم کے اندر محفوظ ہیں۔ یہ زندگی کی دوسری تصویر ہے جو مادی زندگی کے تصور سے قطعی مختلف ہے۔

انسانی معاشرہ کی تشکیل

انسانی ذات کی نشو ونما انفرادی طور پر نہیں ہوسکتی۔ بلکہ معاشرے کے اندر رہتے ہوئے ہوسکتی ہے اس لئے انسانی ذات کی نشو ونما کے لیے جو قوانین قرآن کریم میں درج ہیں' ان سے انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے بھی راہ نمائی ملتی ہے۔ جو معاشرہ ان قوانین کے مطابق مشکل ہوتا ہے' اس کے پیش نظر پوری انسانیت کی نشو ونما ہوتی ہے اس میں نہ افراد کے مفاد میں باہمی تصادم ہوتا ہے نہ اقوام کے مقاصد میں تزاحم۔ اس لیے کہ انسانی ذات کی نشو ونما کا بنیادی اصول یہ ہے کہ جو شخص جس قدر دوسروں کی نشو ونما کرے گا' اسی قدر اس کی نشو ونما ہوگی۔ ظاہر ہے کہ جس معاشرے میں ہی افراد کی یہ کوشش ہو کہ وہ زیادہ سے زیادہ دوسروں کی بھلائی اور منفعت کا کام کرے (تاکہ اس سے اس کی ذات کی نشو ونما ہو) اس میں مفاد کے ٹکراؤ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا' اور جب باہمی مفاد میں تصادم نہیں ہوگا تو وہ الجھنیں خود بخود ختم ہو جائیں گی جن کی وجہ سے انسانی تاریخ' (**یفسد فی الارض ولیسفک الدماء**) عالمگیر فساد انگیزیوں اور خونریزیوں کا عبرت انگیز صحیفہ اور اس کا ہر ورق انسانی چیرہ دستوں اور ستم کوشیوں کا بھیانک مرقع بن رہا ہے ان قوانین کو جو خدا کی اس عظیم المرتبت کتاب میں منقوش ہیں' مستقل اقدار یا غیر متبدل اصول حیات کہا جاتا ہے۔ یہ اصول انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہیں اور عالمگیر انسانیت کی ابدی راہ نمائی کے لیے کافی ہیں۔ ان میں نہ کسی تغیر وتبدل کی ضرورت ہے نہ اضافہ کی گنجائش۔ یہ ساحل حیات پر روشنی کی مینار کی طرح ایستادہ ہیں اور زندگی کی تلاطم خیزیوں اور زمانے کی طوفان انگیزیوں میں انسانی کشتی کے ناخداوں کی منزل مقصود کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ عقل انسانی کو ان روشنی کے میناروں کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح انسانی آنکھ کو سورج کے نور کی احتیاج۔

ایک مثالی معاشرہ

ان مستقل اقدار اور غیر متبدل اصولوں کے مطابق آج سے چودہ سو سال پہلے سرزمین حجاز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس ہاتھوں سے قرآنی معاشرہ یعنی ایک مثالی معاشرے کی تشکیل عمل میں آئی۔ اس معاشرے نے جس قدر انسانیت ساز اور جنت بداماں نتائج مرتب کیئے انسانی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔

دنیا کے بڑے بڑے جنگ آزماؤں اور فاتحین نے ملکوں کو فتح کیا' دنیا کے بڑے بڑے انسانوں نے صرف اسلحہ' قانون اور سلطنتیں پیدا کیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ مادی قوتوں کی تخلیق کرسکے جو اکثر اوقات خود ان کی آنکھوں کے سامنے راکھ کا ڈھیر ہوکر رہ گئیں لیکن اس انسان کامل خدا کے اس مجتبیٰ بندے (محمدؐ) نے صرف جیوش وعساکر' مجالس قانون ساز' وسیع سلطنتوں' قوموں اور خاندان ہی کو حرکت نہیں دی بلکہ ان کروڑوں انسان (کے قلوب) کو بھی' جو اس زمانے کی آباد دنیا کے ایک تہائی حصے میں بستے تھے۔ اس عظیم المرتبتؐ نے ایک ایسی کتاب کی اساس پر جس کا ایک ایک لفظ قانون کی حیثیت رکھتا ہے' ایک ایسی قومیت کی بنیاد رکھی جس نے دنیا کی مختلف نسلوں اور زبانوں کے امتزاج سے ایک امت واحدہ پیدا کردی۔ اور اس لافانی امت میں باطل کے خداؤں سے سرکشی اور تنفر اور خدائے واحد کے لئے والہانہ جذب وعشق پیدا کردیا۔ یہ ہیں دنیا میں اس عظیم ہستی کی یادگاریں بہت بڑا مفکر۔ بلند پایہ خطیب' پیغامبر' مقنن' سپہ سالار' اخلاق مجسم' معتقدات کا فاتح' صحیح نظریہ حیات کو اعلیٰ وجہ البصیرت قائم کرنے کا ذمہ دار۔ اس نظامِ کا بانی' جس میں باطل خداذہنوں کی دنیا تک میں بار نہ پاسکیں۔ بیس سے زائد دنیاوی سلطنتوں اور اس کے اوپر ایک آسمانی

بادشاہت کا بانی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

دنیاوی سلطنتوں کے اوپر یہ آسمانی بادشاہت' انہیں مستقل اقدار اور غیر متبدل اصولوں کی فرمانروائی تھی جن کی حدود کے اندر رہتے ہوئے قرآنی معاشرہ' اپنا نظم ونسق سرانجام دیتا ہے' اور جس سے انسانیت کے ہر گوشے سے حیات نو کے چشمے ابلتے اور اس کی کشت امید کو سیراب کرتے ہیں۔ جب تک یہ نظام قائم رہا نوع انسانی اسکے حیات بخش ثمرات سے فیض اٹھاتی رہی اس کے بعد جب نوع انسانی نے اس کا دامن چھوڑ دیا اور بعد رحلت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دبے پاؤں سازشوں کے کارواں چلنے لگے اور قبائلی وگروہی عصبیت کے بت پھر سے جوان ہونے لگے' خدا خوفی کا خاتمہ ہونے لگا' ہوس اقتدار نے اسلام کے زریں اصولوں کو بالائے طاق ڈال دیا۔ حجۃ الوداع کے آخری خطبے اور خطبہ غدیر کی دھجیاں اڑائی جانے لگیں۔ انسانیت کے اس عظیم HUMAN CHARTER سے انحراف کیا جانے لگا اعلان بھلا دیئے گئے اور پھیلنے والے اسلام کو ملوکیت کی راہ پر گامزن کیا جانے لگا تو کچھ عرصہ ظاہری عروج کے بعد' تلوار کے زور سے اسلام کی شکست وخریت کی داستان سنا رہے ہیں۔ شاعر مشرق یہ کہہ کہہ کر مسلمانوں کو ان کا ماضی یاد دلاتے رہے۔

اے گلستان اندلس وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں پر جب آشیاں ہمارا
ذرا قرطبہ کے کھنڈر جاکے دیکھو
مساجد کے محراب و در جا کے دیکھو

مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا تھا۔
''حکومت کفر سے زندہ رہ سکتی ہے ظلم سے زندہ نہیں رہ سکتی''

جب مسلمانوں نے تعلیمات رسولؐ اسلام کو بھلا دیا۔ وہ جو دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر گئے تھے یعنی قرآن واہلبیت' قرآن کولیا اور اہلبیتؑ کو چھوڑ دیا بلکہ بدر واحد کی دشمنی کے شعلے اس قدر بھڑکے کہ کربلا تک آ گئے۔ لیکن رسولؐ دشمنی علیؑ دشمنی کی آگ سرد نہ ہوئی رسولؐ کی اولاد آئمہ الطاہرین علیہم السلام کو اقتدار کے لئے خطرہ جان کر ایک ایک کر کے شہید کر دیا ورنہ نہ صرف انہیں بلکہ ان کی اولاد کے خون سے تاریخ اسلام کا افق خوں رنگ ہے اور آج تک بغداد کی دیواروں میں چنی ہوئی سادات کی ہڈیاں ذہن انسانی کو جھنجھوڑ رہی ہیں۔ مسلمانوں کے اندر کا حیوان پھر سے جاگ اٹھا' حیوانی سطح زندگی کے تقاضے پھر غالب آ گئے اور انسانی ذات کے تصور اس کے نیچے دب گیا۔ نتیجہ یہ کہ تباہیوں اور بربادیوں کے جس عذاب میں باقی اقوام عالم مبتلا تھیں اسی میں یہ قوم بھی ماخوذ و مبتلا ہو گئی۔ اس لیے کہ قانون خداوندی کی نگاہ میں نہ کوئی قوم چہیتی ہے نہ سوتیلی جو قوم' قرآن کی مستقل اقدار کے مطابق زندگی بسر کرے گی' خوشگواریوں اور سرفرازیوں کی جنت سے بہرہ یاب ہوگی جو ان کے خلاف ہو جائے گی۔ نکبت و زبوں حالی کی آگ میں گر جائے گی۔ مسئلہ قرآن فہمی' قرآن شناسی' شناخت قرآن اور عرفان قرآن کا ہے جب انسان قرآن کو غلط ذرائع سے سمجھے گا وارثان قرآن سے نہیں سمجھے گا تو ٹھوکر کھائے گا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

(۱) "القرآن مع علی و علی مع القرآن"

(۲) انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی

اب مسلمان خود غور فرما لیں کہ وہ قرآن کس ذرائع سے سمجھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں جناب ابن عباس سے قرآن سمجھنے والو کاش تم شاگرد کے بجائے اس کے استاد مولائے

کائنات حضرت علی ابن طالبؑ سے قرآن سمجھنے کی کوشش کرتے۔

کسی نے پوچھا ابن عباسؓ تم (حضرت) علیؑ کے شاگرد تھے تم نے ان سے قرآن کا کتنا علم حاصل کیا کہنے لگے اگر ایک پیاسا پرندہ سمندر سے چند قطرے پانی پی لے تو سمندر پر کیا اثر پڑے گا۔

سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورؐ کے بعد قرآنی نظام دنیا میں کہیں قائم نہیں ہوا لیکن خدا کا کائناتی قانون دنیا کو بتدریج' آہستہ آہستہ قرآنی اقدار کے قریب لا رہا ہے۔ آہستہ آہستہ اس لیے کہ کائناتی قانون کی رفتار بڑی سست ہوتی ہے۔ قرآن کے الفاظ میں اس کا ایک ایک دن ہمارے حساب وشمار سے ہزار ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ کائناتی قانون کی رفتار خدا کی آخری حجت' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری جانشین حضرت امام مہدی آخر الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کے وقت انتہائی تیز ہو جائے گی۔ دنیا کس طرح ان اقدار کے قریب آ رہی ہے اس کے استدلال میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ قرآن حکیم کے بارے میں جتنا کام اس صدی میں ہوا ہے اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا' قرآن پر مسلسل غور ہو رہا ہے اداروں کا قیام عمل میں آ رہا ہے' قرآن فہمی کی بڑی سنجیدگی سے کوشش کی جا رہی ہے صرف مسلمان ہی نہیں دیگر اقوام بھی خدا کی اس آخری ہدایت کا بڑی لگن ودلجمعی کے ساتھ مطالعہ کر رہی ہیں۔ اور اپنی اپنی فکر کے مطابق اس کی توجیہہ تشریح اور تفسیر میں مصروف ہیں۔ قرآن فہمی کے لئے عیسائیوں اور یہودیوں نے عربی زبان سے واقفیت حاصل کرنا شروع کر دی ہے تا کہ قرآن کو عربی زبان کی وساطت سے پوری طرح سمجھا جا سکے۔

نزول قرآن سے پہلے ذہن انسانی کا فیصلہ یہ تھا کہ ملوکیت ''عین'' انسانی فطرت کے

مطابق نظام جہاں بانی ہے۔قرآن کریم نے اس تصور کی تردید کی اور کہا کہ انسان کو اپنے معاملات باہمی مشاورت سے طے کرنے چاہیں۔ کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے انسانوں سے اپنا حکم منوائے۔قرآن نے یہ تصور دیا اور رسولؐ اسلام نے اس کے مطابق مملکت قائم کر کے دکھادیا۔اس وقت عام انسان کے لیے یہ تصور نامانوس تھا' اس لئے اس نے اسے نہ اپنایا لیکن آپ دیکھئے کہ وہی ذہن کس طرح اپنے سابقہ تصور کو چھوڑ کر قرآنی تصور مملکت کی طرف آ رہا ہے۔ سرکار ختمی مرتبتؐ کے سانحۂ ارتحال کے بعد لوگ ملوکیت کو پسند نہیں کرنے لگے تھے بلکہ کچھ لوگ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کو ملوکیت میں تبدیل کرنے کی کوشش بلکہ سازش کر رہے تھے' لوگ ملوکیت کی طرف مائل نہیں ہوئے تھے بلکہ سازش کا شکار ہوئے تھے لیکن آج پوری دنیا میں ایک بار پھر ملوکیت کے خلاف غم و غصہ کی لہر ہے لوگ پھر اسلام کی طرف رجوع کر رہے ہیں یہ صدی اسلام کے طلوع کی صدی ہے عالمی کفر اسلام کے سامنے ڈٹا ہوا ہے۔ مسلمانوں کی وہ بادشاہتیں جو اسلام دشمن قوتوں کی معاونت و آشیر باد سے چل رہی ہیں دیگر مذاہب کے لوگ اسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے اور خود وہاں کے عوام بھی اسے پسند نہیں کرتے ریاستی جبر کے آگے خاموش رہتے ہیں کہ مستضعف ہونے کی وجہ سے ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن ملوکیت کو کہیں پسند نہیں کیا جاتا۔

انسانی ذہن کا اس وقت فیصلہ یہ تھا کہ غلاموں کا وجود معاشریہ کا جزو لاینفک ہے اور فطرت کی صحیح تقسیم کا نتیجہ۔قرآن نے یہ انقلابی تصور دیا کہ تمام افراد اپنی پیدائش کے اعتبار سے یکساں ہیں اور واجب تکریم ہیں' اس لئے کسی فرد کا دوسرے کو غلام بنا لینا' خلاف انسانیت ہے۔ اس وقت کے ذہن کی عام سطح نے اس تصور کو ناقابل قبول سمجھا' لیکن اس

کے بعد' انسان نے خود اس تصور کے خلاف بغاوت کی اور غلامی کو انسانیت کے لئے لعنت قرار دیا۔

اس وقت یہ عام تصور تھا کہ رنگ و نسل کے اعتبار سے ایک انسان کو دوسرے انسان پر فضلیت حاصل ہے۔ قرآن کریم نے کہا کہ یہ محض توہم پرستی ہے۔ انسان کی قدر و قیمت اس کے جوہر ذاتی سے ہے' نہ کہ انتسابات نسبی کی بنا پر۔ اس زمانے نے اس تصور کو اپنے لئے نا آشنا پایا' لیکن اب دیکھئے کہ دنیا سے یہ قدیم تصور کس طرح اٹھتا جا رہا ہے اور قرآنی تصور اس کی جگہ لے رہا ہے۔

اس زمانے میں جاگیرداری' زمینداری' سرمایہ داری کا نظام فطرت کے عین مطابق سمجھا جاتا تھا۔ قرآن کریم نے یہ انقلاب انگیز تصور پیش کیا کہ رزق کے سرچشموں کا مقصد نوع انسانی کی نشو و نما ہے' اس لئے وسائل پیداوار تمام انسانوں کے لئے یکساں طور پر کھلے رہنے چاہئیں اور معاوضہ محنت کا ہونا چاہیئے' نہ کہ سرمایہ کا۔ اس زمانے کے انسانی ذہن نے اس عظیم انقلابی تصور کو ٹھکرا دیا' لیکن اب دنیا' رفتہ رفتہ اپنے نظامِ کہن سے تنگ آ کر قرآنی نظام کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔

اس زمانے میں دنیا مختلف قبائل اور اقوام میں بٹی ہوئی تھی۔ اور عالمگیر انسانیت کا تصور کسی کے سامنے نہیں تھا قرآن کریم نے بتایا کہ نوع انسانی ایک ہمہ گیر برادری ہے اور اس کی عملی تشکیل کا طریقہ یہ ہے کہ ساری دنیام کا نظام حکومت ایک ہو۔ اور یہ نظام وحی کی عطا کردہ مستقل اقدار کے مطابق قائم ہو یہ بات اس زمانے کے محدود ذہن میں سما نہ سکی' لیکن اب دیکھئے' دنیا کس طرح اقوام کی تفریق و تقسیم سے تنگ آ کر' ایک عالمگیر نظام کی تلاش میں مضطرب و بیقرار ہے۔ اگر چہ اسے اس کی بنیاد نہیں ملتی۔ اس کی بنیاد صرف قرآنی اقدار

سے مل سکے گی۔

اس قسم کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں' لیکن ہم بغرض اختصار انہیں پر اکتفا کرتے ہیں اس سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ زبان وحی نے صدیوں پہلے بتادیا کہ نوع انسانی کے لئے یہ صحیح نظام زندگی کون سا ہے۔ جن لوگوں نے اس کی صداقت پر یقین کیا' انہوں نے اس نظام کو متشکل کر دیا' دوسرے لوگوں نے اس سے انکار کیا اور اپنے لئے تنہا عقل کی راہ نمائی کو کافی سمجھا عقل نے بھی بالاخر اسی سمت کو صحیح پایا جس کی نشاندہی وحی نے کی تھی' لیکن اسے اس نتیجہ تک پہنچنے میں ڈیڑھ ہزار سال کا عرصہ لگ گیا' اور اس کے لئے انسان کو جن جانکاہ مشقتوں اور جگر پاش مصیبتوں اور زحمتوں سے گزرنا پڑا اس کی شہادت تاریخ کے خونچکاں اوراق دیتے ہیں۔

عقل کا تجرباتی طریقہ

عقل کا تجرباتی طریقہ یہ ہے کہ کسی عقدہ کا حل کے لئے ایک تدبیر سوچتی ہے' اس پر عمل شروع ہوجاتا ہے۔ لیکن صدیوں کے تجربے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ تدبیر غلط تھی' لہذا عقل انسانی ایک اور منصوبہ بناتی ہے ایک اور تدبیر سوچتی ہے پھر اس پر عمل شروع ہوجاتا ہے یوں تجربے کی مسلسل ناکامی کے بعد کہیں عقل انسانی صحیح نتیجے تک پہنچتی ہے۔ لیکن انسان کو اس کی جس قدر قیمت ادا کرنی پڑتی ہے' اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا' ایک طرف انسان کا اس قدر قیمتی وقت بچادیتی ہے اور دوسری طرف' اسے ان تمام ہلاکتوں اور تباہیوں سے محفوظ رکھتی ہے جو عقل کے تجرباتی طریقہ کا لازمی نتیجہ ہیں۔ گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال کی تاریخ پکار پکار کررہی ہے کہ انسان ایک نہ ایک دن اس نظام زندگی کو اختیار کرے گا۔ جسے قرآن کریم نے پیش کیا تھا۔ اس کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں۔۔۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ

انسان نے (الف لیلیٰ کی روایتی بوتل کا کارک کھول دیا جب سے بوتل کے اس جن کو آزاد کیا ہے) تباہی و بربادی کی جن مہیب عفریتی قوتوں کو فضا میں منتشر کرنا شروع کر دیا ہے' اور وہ جس تیزی سے انسانی زندگی کو لپیٹ میں لے رہی ہیں' کیا اس سے اسے اتنی مہلت ملے گی کہ یہ عقل کے تجرباتی طریق سے قرآنی نظام زندگی کی پناہ گاہ تک صحیح وسلامت پہنچ جائے۔

واقعات اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔۔

نزول قرآن کے وقت دنیائے تہذیب وتمدن کی حالت کیا ہو چکی تھی' اس کا نقشہ ایک مغربی مورخ نے اس طرح کھینچا ہے۔

''اس وقت ایسا دکھائی دیتا تھا کہ تہذیب کا عالی شان محل جس کی تعمیر میں ہزاروں سال صرف ہوئے تھے' منہدم ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا اور نوع انسانی پھر اسی بربریت کی طرف لوٹ جانے والی تھی جہاں ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کے خون کا پیاسا تھا اور آئین وضوابط کو کوئی جانتا تک نہ تھا غرضیکہ وہ وقت آ چکا تھا جبکہ ہر طرف فساد ہی فساد نظر آتا تھا۔ تہذیب کا وہ بلند وبالا درخت جس کی سرسبز وشاداب شاخیں کبھی ساری دنیا پر سایہ فگن تھیں اور آرٹ' سائنس اور لٹریچر کے سہنری پھلوں سے لدی ہوئی تھیں۔ اب لرزہ براندام تھیں' عقیدت و احترام کی زندگی بخش نمی اس کے تنے سے خشک ہو چکی تھی اور وہ اندر سے بوسیدہ اور کھوکھلا ہو چکا تھا جنگ وجدال کے طوفان نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے جو صرف پرانی رسموں کے بندھن سے یک جا کھڑے تھے اور جن کے متعلق خطرہ تھا کہ اب گرے کہ تب۔۔۔ یہاں مورخ ایک سوال کرتا ہے کیا ان لمحات میں کوئی جذباتی کلچر پیدا کیا جا سکتا تھا جو نوع انسانی کو ایک مرتبہ پھر ایک نقطہ پر جمع کر دے؟

اس کے بعد وہ خود ہی اس سوال کا جواب دیتا ہے کہ یہ امر موجب حیرت واستعجاب ہے کہ اس قسم کا نیا کلچر عرب کی سرزمین سے پیدا ہوا' اور اس وقت پیدا ہوا جبکہ اس کی سخت ضرورت تھی"

(Ref:Quoted by Allama Iqbal in his Lecture)

معاشرتی عوارض کی آخری علاج گاہ۔۔۔قرآن

معاشرتی عوارض نے پورے معاشرے کو اپنے شکنجے میں لے رکھا ہے یہ ایک ایسا تار عنکبوت ہے کہ جس سے رہائی حاصل کرنے کا خواہشمند مزید اس میں جکڑ جاتا ہے۔

انسانیت تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔اس ہولناک تباہی اور مہیب بربادی سے اگر کوئی بچا سکتا ہے تو صرف وہ قرآن ہے۔جس طرح اس نے پندرہ سو سال پہلے بچایا تھا' آج بھی اس میں اتنی قوت اور صلاحیت ہے کہ وہ گرتی ہوئی انسانیت کو سنبھال لے' اور راستے کی پرخطر گھاٹیوں سے بچا کر اسے صحیح سلامت منزل مقصود تک پہنچا دے۔اور دنیا ایک بار پھر حقیقت کو بے نقاب دیکھ لے کہ ''**من اتبع الھدی فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون**'(۳/۳۸).

(ترجمہ)''جو قوم قوانین خداوندی کا اتباع کرے گی وہ خوف وحزن سے مامون رہے گی قرآن ذہنی کرب میں مبتلا مایوس پریشان خاطر وافسردہ حال حیران وسرگردہ راہ گم کردہ انسانوں سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ تم تباہی اور بربادی کی مہیب قوتوں سے مت گھبراؤ تاریک مستقبل کی اندوہنا کیوں اور ہلاکت سامانیوں سے مت گھبراؤ' جی نہ چھوڑو' حوصلہ نہ ہارو' مایوس نہ ہو میں جو نظام پیش کرتا ہوں اس کی صداقت پر بھروسہ کر کے اسے عملاً آزماؤ اور پھر دیکھو کہ شکست وریخت کی ان تمام قوتوں پر غلبہ پا کر کس طرح خاک کی پستیوں سے آسمان کی بلندیوں تک جا پہنچتے ہو۔یہ نظام اس کے سوا کیا ہے کہ فطرت کی قوتوں کو مسخر کر کے ان کے ماحصل کو وحی کی عطا کردہ اقدار کے مطابق نوع انسانی کی نشوونما اور فلاح کے لئے صرف کیا جائے اور اس حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے کہ :

مایںفع الناس فیمکث فی الارض (۱۳/۱۷)

دنیا میں وہی نظام وباقی رہ سکتا ہے جو تمام انسانیت کے لئے منفعت بخش ہو۔

قرآنی علاج کا عملی طریقہ

قرآنی علاج کا عملی طریقہ یہ ہے کہ ایک خطۂ زمین کو اس نظام کی تجربہ گاہ بنا کر اس کے درخشندہ و تابناک' حیات بخش و انسانیت ساز نتائج کو دنیا کے سامنے لایا جائے اور یوں مضطرب و پریشان اقوام عالم کو بتایا جائے کہ ان کے لئے امن و سلامتی کا راستہ کونسا ہے ان سے کہا جائے کہ

چارہ این است کہ از عشق کشا دے طلبیم
پیش اور سجدہ گذاریم و مراد ے طلبیم

تم نے تنہا عقل کی راہ نمائی کو آزما کر دیکھ لیا۔اب ذرا وحی کی شمع نورانی کو دلیل راہ بنا کر دیکھو لیکن عملی طریقہ وہی قوم اختیار کر سکتی ہے جو ایک طرف قرآنی نظام کو اچھی طرح سمجھے اور دوسری طرف عصر حاضر کے تقاضوں پر اس کی نگاہ ہو۔

قرآنی علاج کے عملی طریقہ کار کو سمجھنے کے لئے تدبر فی القرآن ضروری ہے' مکتب اہل بیت کے علمانے تدبر فی القرآن سے ہی اس عظیم حقیقت کا اظہار کر رہے ہیں میری یہ نگارش علمائے اعلام کے دکھائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے دیگر متلاشیان حق کو یہ بتانا مقصود ہے کہ قرآن کریم نوع انسانی کے لئے کس قسم کا نظام زندگی تجویز کرتا ہے اور وہ مستقل اقدار کون سی ہیں جن کی بنیادوں پر اس فلک بوس و کہکشاں گیر نظام کی حسین و جمیل عمارت استوار ہوتی ہے۔ وہ کس طرح غلط نظامہائے زندگی کے ہاتھوں تنگ آئے ہوئے انسان کے لئے گوشہ عافیت اور مرکز حیات بنتی ہے۔ جب نوع انسانی کا یہ آخری ملجا و ماویٰ وجود

میں آئے گا تو نوامیس فطرت اس کی طرف آنے والے انسانوں کا استقبال

لکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون (۴۱/۳۱)

''اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جسے تمہارا جی چاہے اور جس کی تم آرزو کرو''

کی نشاط آور بشارتوں سے کریں گے

سلام قولا من رب رحیم (۳۶/۵۸)

خدائے رحیم کی طرف سے امن وسلامتی کی نوید جانفزا ہے یہ نوید ان کے لئے فردوس گوش بنے گی۔ اور ندائے جمال جنت سے نکلے ہوئے آدم سے بکمال شفقت ومحبت کہے گی کہ'' **تلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعلمون**

''یہ وہ جنت جس کے تم اپنے اعمال کی بدولت وارث بنائے گئے ہو (اب تمہیں اس سے کوئی نہیں نکال سکتا)''

اس ابتدائی گفتگو سے یہ حقیقت سامنے آچکی ہے کہ انسانی زندگی کے معاملات' تنہا عقل کی رو سے حل نہیں ہوسکتے اس کا حل اسی صورت میں مل سکتا ہے جب عقل تابع فرمان الٰہی ہو یعنی وحی خداوندی کی روشنی میں کام کرے۔ یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم کے اندر محفوظ ہے' اور تمام نوع انسانی کے لئے ہمیشہ کے لئے ضابطہ ہدایت ہے۔ یہ کتاب عظیم ہر فرد اور ہر قوم کو ہر زمانے میں زندگی کے دوراہے پر بتاتی ہے کہ صحیح راستہ کونسا ہے اور غلط کونسا۔ انسانیت کو اپنی منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے نہ اس کتاب کی رہنمائی سے مفر ہوسکتا ہے نہ ہی اس کا کوئی بدل ہے۔ سوال یہ ہے کہ حقائق ومعارف سے اس بے بہا خزینہ اور رشد وہدایت کے اس بے مثال گنجینہ سے عصر حاضر میں کس طرح راہ نمائی حاصل کی جائے۔

قرآن فہمی

اس تمہیدی گفتگو کے بعد میں واپس اپنے موضوع پر آتا ہوں۔ایک انسان شناس اور معاشرہ شناس عالم کے لئے قرآن کا عرفان، خدا کی آخری ہدایت کی شناخت اس لیے بہت ضروری ہے کہ اسلامی معاشرے کی سرنوشت بلکہ بشریت کی تکوینی سرنوشت میں قرآن حکیم نے ایک اہم رول ادا کیا ہے۔

تاریخ کا اگر سرسری مطالعہ بھی کیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ بشری معاشرہ تو خیر ہر انسان کی زندگی پر عملی طور سے قرآن نے جو اثر چھوڑا ہے کسی کتاب نے بھی اتنا متاثر نہیں کیا ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن نے جہانِ بشریت پر کس قسم کا اثر چھوڑا ہے آیا خدا کی اس آخری ہدایت قرآن حکیم نے تاریخ کے رخ کو بشریت کی فلاح وسعادت کی طرف موڑا ہے یا نقص وانحطاط کی طرف موڑا ہے؟ اور آیا اس کتاب نے تاریخ میں ایک نئی حرکت پیدا کر دی اور انسانی معاشرے کی رگوں میں تازہ خون دوڑا دیا، یا اس کے برعکس کام کیا؟ یہ ایسی باتیں ہیں جو فی الحال ہماری بحث کی حدود سے خارج ہیں۔

جہاں تک خدا کی اس آخری ہدایت قرآن کا تعلق ہے وہ بخود جامعہ شناسی کی بحث میں داخل ہو کر اس علم کے تحقیقاتی موضوعات کا جزو بن جاتا ہے۔میری اس گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ اس چودہ سو سال کے زائد عرصے میں دنیاوی تاریخ کی تحقیق عموماً اور اسلامی معاشرے کی شناخت خصوصاً قرآن کی شناخت کئے بغیر ممکن نہیں ہے۔قرآن کا ایک مسلمان، مومن کے لیے اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان کے دین وایمان کی بنیاد اصلی

منبع اور مرکزی فکر کے اعتبار سے مومن کی زندگی کو حرارت، حرمت اور اس کو روح بخشنے والا صرف قرآن ہے۔قرآن دوسری مذہبی کتابوں کی طرح نہیں ہے جن میں خدا کی خلقت، تکوین کے سلسلے کے مسائل اور زیادہ سے زیادہ کچھ اخلاقی نصیحتیں ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں ہے اور ان کتابوں کے ماننے والے دیگر منابع سے دستور وافکار لینے پر مجبور ہے بلکہ ہر انسان کے لیے باایمان موجود ہونے کے ناطے جن عقائد وافکار کا جاننا ضروری ہے اور جن اصولِ تربیت واخلاق اور اجتماعی وخاندانی نظام کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب قرآن نے اپنے دامن میں محفوظ کر رکھا ہے صرف تفسیر وتوضیح وتشریح کو اور کبھی کبھی اجتہاد یعنی تطبیق اصول وفروع کو علماء کے حوالے کر دیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کسی بھی منبع سے استفادہ شناخت اور عرفان قرآن سے قبل غیر ممکن ہے کیونکہ قرآن تمام دیگر منابع کا معیار و پیمانہ ہے۔حدیث وسنت کو بھی قرآنی معیار پر پرکھنا ضروری ہے، کیونکہ قرآن کے مطابق ہی جو حدیثیں یا سنن ہیں ہم صرف انہی کو قبول کریں گے، قرآن مجید کے بعد احادیث کے سلسلے میں سب سے معتبر اور مقدس ترین ماخذ ہمارے یہاں کتب اربعہ ہیں جبکہ برادران اہلسنت کے یہاں صحاح ستہ ہے (۱) کافی (۲) من لایحضر الفقیہ (۳) تہذیب (۴) اور استبصار اور خطبوں میں نہج البلاغہ اور دعاؤں میں صحیفہ سجادیہ ہے۔لیکن یہ سب قرآن ہی پر موقوف ہیں لیکن قرآن کے برابر قطعی الصدور نہیں ہیں۔کتاب کافی اس ہی قدر معتبر ہے کہ جس قدر قرآن کے مطابق ہے اور تعلیمات قرآن کے موافق ہے۔پیغمبر اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئمہ معصومین علیہم السلام کا فرمان ہے۔ہماری حدیثوں کو قرآن پر پرکھ کر دیکھو اگر قرآن کے مطابق نہیں ہیں تو سمجھ لو کہ جعلی و من گھڑت ہے اور لوگوں نے ہماری طرف غلط نسبت دی ہے۔کیونکہ ہم قرآن کے موافق کے بغیر کچھ کہتے ہی نہیں ہیں۔کوئی حدیث

خواہ کتنی ہی معتبر کیوں نہ ہو کسی کی بیان کردہ کیوں نہ ہو ہمارا معیار قرآن اور اہلبیت ہیں کیونکہ اہلبیت قرآن کے علاوہ کچھ نہیں کہتے۔ اہلبیت تو بڑی بات ہیں اس گھر کی کنیز حضرت بی بی فضہ ۲۰ سال تک قرآن کی زبان میں گفتگو فرماتی تھیں۔ کوئی سوال ہوتا آپ ہر سوال کا جواب قرآن سے دیتیں۔ سرکار ختمی مرتبت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیزی کا شرف تھا پھر وہ اہلبیت یعنی پنجتن پاک جن کی پاکیزگی کی گواہ آیہ انّما ہے جو زبان رسالت چوس کر پروان چڑھے ہوں جو قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے جس کے متعلق ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آپ نے مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام سے قرآن اور اس کی تفسیر سیکھی ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ اگر ایک پیاسا پرندہ سمندر سے چند قطرے پانی پی لے تو سمندر پر کیا اثر پڑے گا۔

عرفان قرآن کی قسمیں

جب یہ بات طے ہوگئی کہ عرفان قرآن کی ضرورت ہے یعنی قرآن شناسی ہدایت حاصل کرنے کے لئے سودمند ہے تو اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اس کتاب کا عرفان ہمیں کیسے ہو؟ ہر کتاب کے مطالعہ اور اس کی تحقیق کے لئے بطور کلی تین قسم کی معلومات کا فراہم کرنا ضروری ہے۔

(۱) اسناد

اس سلسلے میں سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ اس کتاب کو جس سے نسبت دی یا جس مولف مصنف کی رشحات ہے اس کی سند کیا ہے؟ وہ کس حد تک یقینی ہے مثلاً ہم کلیات میر تقی میر، دیوان غالب، مراثی انیس، رباعیات جوش کے بارے میں یہ معلوم کرنا چاہیں تو

سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ جو کلام میر کی طرف سے منسوب ہے وہ سب میر تقی کے ہیں یا ان میں سے کچھ غالب کے ہیں۔ لہذا ہم پہلے دونوں کی شاعری کی صفات، اسلوب خصوصیات کا اندازہ کریں گے، پھر دونوں کے دیوان دیکھنا پڑیں گے۔ یہیں سے نسخوں کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ ان میں سب سے قدیم اور سب سے معتبر نسخہ کون سا ہے؟

ماہرین شعر وادب اشعار کی خصوصیات، لب ولہجہ، انداز بیان اور حسن سے اندازہ لگا لیتے ہیں کہ یہ شعر کیسا ہے اس میں مشکل مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ جب دونوں شاعروں کا موضوع ایک ہو، میر تقی میر اور غالب کے اشعار میں فرق معلوم کرنا ذرا دشوار گذار مرحلہ ہے، دونوں کا میدان غزل دونوں ہی کا موضوع ایک لیکن ماہرین ادب اشعار دیکھ کر یہ فیصلہ دے دیتے ہیں کہ میر تقی میر کے یہاں مدہم پن ہے غالب کے بیان میں ندرت ہے لیکن اگر میر تقی میر اور نظیر اکبر آبادی کا معاملہ ہو تو با آسانی یہ کہا جا سکتا ہے کہ نظیر نظم کے شاعر ہیں ان کی نظموں میں عوامی موضوعات ہیں اسی طرح جب موازنہ انیس و دبیر سے ہوگا تو بھی زیادہ مشکل پیش نہیں آئے گی میر انیس کے یہاں سلاست ہے روانی ہے سادگی ہے اور مرزا دبیر کے یہاں شوکت لفظی ہے۔ میر انیس فرماتے ہیں۔

؎ کہتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے

اور مرزا دبیر اسی مضمون کو اس طرح نظم کرتے ہیں۔

؎ زیر قدم والدہ فردوس بریں ہے

اسی طرح اگر کوئی شخص انیس، جوش، فراق، امجد حیدر آبادی وغیرہ کی رباعیات میں فرق ڈھونڈنا چاہیے تو ماہرین شعر وادب کی گرانقدر آرا و کلیہ کے مطابق با آسانی معلوم کر سکتا ہے پھر ان کلیات کی مرتبین کی ثقاہت سے بھی نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ مثلاً حافظ کا وہ دیوان جسے مرحوم قزوینی نے مرتب کیا ہے اور جس کی صحت میں معتبر ترین نسخوں سے استفادہ کیا گیا

ہے۔ وہ حافظ کے ان عام دیوانوں سے جو ریگل صدر کے فٹ پاتھوں یا پرانی انارکلی لاہور کے ٹھیلوں پر بکتا ہے یا آرام باغ کراچی میں چھپا ہے بہت فرق ہے۔ کیونکہ وہ نسخے جو حافظ کے خاندان میں موجود ہیں ان سے کافی مختلف ہے وہ نسخے جو ۳۰' ۴۰ سال پہلے چھپے ہیں آج کے ان نسخوں کے مقابلے میں جنہیں ماہرین معتبر سمجھتے ہیں تقریباً حجم میں دوگنے ہیں' حالانکہ ماہرین نے جن اشعار کو جعلی اور حافظ کی طرف ان کی نسبت کو غلط بتایا ہے' ان میں کبھی ایسے اشعار مل جاتے ہیں جو حافظ کے اعلیٰ معیار پر پورے اترتے ہیں۔

اس لئے کسی بھی کتاب کی شناخت کے لئے سب سے پہلا مرحلہ تو یہ ہوتا ہے اور یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے باعتبار سند اس کا قائل یا اس کا لانے والا کس قدر معتبر ہے۔

آیا تمام کلام معتبر ہے یا کچھ حصہ معتبر ہے' ایسی صورت میں کتنے فیصد مطالب کی تائید ہم انتساب اور کچھ قطعاً غیر معتبر اور مشکوک ہے؟۔

اس قسم کی شناخت کا وجود قرآن میں نہیں ہے اور صرف ''قرآن'' ہی دنیا کی وہ واحد اور قدیم کتاب ہے جو صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی بغیر کسی شک وشبہ کے باقی ہے اس کے اندر ایسے مسائل کہ (فلاں سورہ مشکوک ہے' فلاں آیت فلاں نسخہ میں ہے' فلاں میں نہیں ہے) کا کہیں وجود نہیں ہے کہ ان تمام آیات کے لانے والے یعنی خدا سے پیغمبر اکرم حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانے والے جبرئیل امین ہیں قرآن الحکیم آپ پر نازل ہوا ان تمام آیات کو یعنی بسم اللہ کے ''ب'' سے لے کر والناس کی ''س'' تک آپ کے کلام الٰہی کو بندوں تک من وعن پہنچایا۔ اس سلسلے میں نہ کوئی شخص مدعی ہے اور نہ کسی

نے یہ احتمال ظاہر کیا کہ پیغمبر اکرمؐ نے کوئی ردو بدل کیا ہے یا قرآن کا کوئی دوسرا نسخہ موجود تھا یا موجود ہے۔ یہاں تک کہ دنیا میں کوئی ایسا مستشرق پیدا نہیں ہوا جو قرآن شناسی کے سلسلے میں کہے کہ قرآن کے قدیم ترین نسخوں کو تلاش کر کے دیکھنا چاہیے کہ اس میں کیا چیزیں ہیں اور کیا نہیں ہے۔ تورات' زبور' انجیل' اوستا' شاہنامہ گلستان' بوستان دوسری کتابوں میں یہ احتمالات موجود ہیں مثلاً انجیل ہی لے لیجئے' نیا عہد نامہ' پرانا عہد نامہ' لوقا کی انجیل' یوحنا کی انجیل' مرقس کی انجیل' متی کی انجیل' اس میں خاصہ فرق ہے کسے معتبر مانیں اور کسے نامعتبر مانیں۔

مگر قرآن کے بارے میں ایسا کوئی احتمال موجود نہیں ہے۔

قرآن ایک مقدس ترین کتاب ہونے کے باوجود اور اس کے باوجود کہ قرآن کے ماننے والے بھی اس نظر سے اسے دیکھتے ہیں ' پیغمبر اسلام کے دعوے پر برہان صادق اور دلیل محکم بھی ہے اور رسولؐ اسلام کا سب سے بڑا معجزہ بھی یہی ہے' ایک خصوصیت قرآن کی یہ بھی ہے کہ تورات کی طرح ایک ہی مرتبہ نازل نہیں ہوا کہ بعد میں یہ اعتراض اٹھ سکے کہ اس کا اصل نسخہ کون سا ہے بلکہ قرآن کی آئتیں ۲۳ سال تک وقتاً فوقتاً ضرورت کی بنا پر بتدریج نازل ہوتی رہیں اور پہلے ہی دن سے مسلمانوں نے قرآن کی آیتوں کو حفظ کرنا اور ضبط تحریر میں لانا شروع کر دیا تھا اور جس طرح ایک تشنہ لب ٹھنڈے اور شیریں پانی کا طلب گار ہوتا ہے مسلمانوں کی حالت قرآنی آیات کے بارے میں اس سے ہٹ کر نہیں تھی۔

اس کے علاوہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے پاس کوئی دوسری کتاب بھی نہیں تھی کہ اس کے حفظ اور اس کے ضبط تحریر پر مسلمان مجبور ہوں۔ چونکہ عموماً مسلمان لکھے پڑھے نہیں تھے

اور بالکل خالی الذہن تھے اور بے پناہ حافظے کے مالک تھے۔ اور قرآن کی فصاحت و بلاغت اور لطافت ان کے مزاج کے مطابق تھی اس لئے آیات قرآنی ان کے سینوں میں اس طرح پیوست ہو جاتی تھی جس طرح پتھر پر نقش اور چونکہ یہ لوگ قرآن کو خدا کا کلام سمجھتے تھے اس لئے اس کو مقدس سمجھتے تھے اور ایک کلمہ یا ایک حرف میں ردوبدل کے قائل نہ تھے اور نہ لاحقہ سابقہ یعنی آگے پیچھے کرنے کو جائز جانتے تھے اور مسلسل ان کی کوشش یہی رہتی تھی کہ خدا سے قربت کا ذریعہ صرف تلاوت قرآن ہے اس لئے بیشتر اوقات مشغول تلاوت رہا کرتے تھے یہی سبب تھا کہ قرآن میں کسی قسم کی تحریف نہ ہوسکی۔

اس کے علاوہ نزول قرآن کے پہلے ہی دن سے رسول اکرمؐ نے کچھ مخصوص افراد کو قرآن کی کتابت کے لئے متعین کردیا تھا جو ہر نازل ہونے والی آیت کو لکھ لیا کرتے تھے۔ ان کو کاتب وحی کہا جاتا تھا اس قسم کے اسباب حفاظت کسی بھی قدیمی کتاب کو حاصل نہیں ہوسکے اور انہیں اسباب کی بنا پر وہ تمام اقسام کی تحریف سے محفوظ رہا۔

منجملہ دیگر اسباب قبولیت کے لوگوں میں قرآن کے مقبول ہونے کا ایک سبب غیر معمولی فصاحت و بلاغت کا حامل ہونا تھا۔ قرآن کی ادبیت لوگوں کو فوراً اپنی جانب کھینچ لیتی تھی اور لوگ بڑی جلدی سے اسے حفظ کر لیتے تھے۔

برخلاف دیگر ادبی کتابوں کے مثلاً کلیات میر، دیوان غالب، دیوان حافظ، مثنوی مولانا روم وغیرہ کہ جو حضرات اس سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کو بھی یہ کلام زبانی یاد نہیں اور وہ اس میں اپنی مرضی سے اضافہ یا کمی کر دیتے ہیں تاکہ اپنی نظر میں اسے کامل تر کر دیں لیکن قرآن کے سلسلے میں کسی کی یہ ہمت نہیں تھی کہ ذرا سی ترمیم و تنسیخ کر سکے کیونکہ شعراء کا کلام انسانی ذوق کا مسئلہ ہے اور قرآن کا تعلق اس کے عقیدے اور آخرت سے ہے لہذا زیر، زبر، پیش کی

تبدیلی کو بھی جائز نہیں سمجھا جاتا۔اور پھر قرآن کی یہ آیت اس کے پیش نظر رہی ہوگی "اگر اس نے گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اوراس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔(حوالہ: سورہ الحاقہ آیت ۴۴ تا ۴۶)

اس کے علاوہ بھی بے شمار آیتیں جو قرآن کی حفاظت کے ضمن میں بیان کی گئی ہیں۔ بے شمار آیتیں خدا پر جھوٹ باندھنے کے عظیم گناہ کو آشکار کر دیتی ہیں اور اس سے ہر شخص کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی تھی اور وہ اس امر کے خیال سے بھی دوری اختیار کرتا ہے۔

اس طرح آسمانی کتاب میں تحریف ہونے سے پہلے اس کی آیتیں متواتر ہوگئیں اور اس منزل پر پہنچ گئیں کہ ان کے انکار یا ایک حرف کی بھی کمی زیادتی کا امکان ہی ختم ہوگیا۔

لہذا قرآن کے بارے میں اس قسم کی بحث کی گنجائش ہی نہیں ہے اور ہر قرآن شناس قرآن کے بارے میں اس بحث کو لغو سمجھتا ہے۔

آپ کی توجہ ایک اور نکتہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ جب اسلامی حکومت چڑھتے ہوئے سورج کی طرح تمام دنیا کو اپنے زیر نگیں کر رہی تھی اور تمام دنیا کی نظر میں قرآن کی طرف لگیں تھیں، اور مدینہ جو حفاظ قرآن و صحابہ کرام کا مرکز تھا لیکن عام مسلمان اس مرکز سے دور تھے اس وقت یہ خطرہ بہت زیادہ تھا کہ رفتہ رفتہ کم از کم دور افتادہ مقامات پر عمداً یا سہواً یا اشتباہاً قرآن کے نسخوں میں کچھ کمی وبیشی یا ردو بدل ہو جائے لیکن مسلمانوں کی ذہانت اور موقع شناسی نے قرآن کو اس سے بچالیا اور مسلمانوں نے پہلی صدی ہی کے پانچ دہائیوں تک اس سر پر منڈلانے والے خطرے کو محسوس کرلیا تھا۔اس لئے حافظان قرآن اور صحابہ کرام کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دور افتادہ مسلمانوں کے لئے مدینہ سے تصدیق شدہ قرآن کے نسخے بھیج دیئے گئے تاکہ اس میں کوئی کمی وبیشی جان بوجھ کر یا بھولے سے بھی نہ

ہونے پائے اوراس طرح قرآن کو ہمیشہ کے لئے تحریف سے بچالیا گیااور خصوصاً یہودیوں کی سازش وریشہ دوانیوں سے محفوظ کرلیا گیا جن کا مشغلہ ہی یہ تھا تورات زبورو انجیل کا جو حشر انہوں نے کیا وہ چشم تاریخ سے اوجھل نہیں کس طرح انہوں نے ان کتابوں میں ردوبدل کیااور کس کس طریقے سے ترمیم و تنسیخ کی کہ تمام صحف سماوی کو مشکوک بنا دیا۔ اور اپنی مرضی کی باتیں شامل کرادیں۔ پروردگار عالم جوانسانوں کے دلوں اور نیتوں کا بھید جانتا ہے قوموں کی ان ریشہ دوانیوں کو جانتا تھالہذا قدرت نے خوداس کی حفاظت کا ذمہ لیااور ہر دور ہر صدی میں اس کی حفاظت کی بہت سے مسلمانوں نے اس میں تحریفات کرنے کی کوشش کی اوراس کی تدوین میں بھی اپنی منطق چلانے کی کوشش کی لیکن تمام ترعقل وشعورو تیزی وتنک علمی کے باوجود انسان خدا کے آگے اپنی کیا چلائے گا' فرعون اپنی تمام تر خدائی کے بعد جب غرق دریائے نیل ہورہا تھا تو خدا کے نمائندے جناب موسیٰ علیہ السلام کوآواز دے رہا تھا کہ موسیٰ مجھے بچالو۔ مصریوں کا خدا بندے سے مدد مانگ رہا تھا تو کیا اگر موسیٰ علیہ السلام چاہتے تو فرعون کی مدد نہ کرسکتے تھے جب کہ موسیٰ کے رب نے خود موسیٰ سے کہا موسیٰ کیا تمہیں اس پر رحم نہ آیا موسیٰؑ اگر وہ ایک بار بھی مجھے مدد کے لئے آواز دے دیتا تو میں اسے بچالیتا اس واقعہ سے دو باتیں سامنے آئیں کہ جب جان کا خطرہ ہوتو انسان اپنی سطح سے کس حد تک نیچے آجاتا ہے کہ بندوں سے مدد مانگنے لگتا ہے۔ وہ خدا ہوکر خواہ وہ جھوٹا ہی کیوں نہ ہو بندے سے مدد مانگ رہا تھا۔ اور اگر موسیٰؑ چاہتے تو بندہ ہونے کے باوجود اس کی مدد کرسکتے تھے مدد تو خدا ہی کرتا ہے یعنی فرعون اوراس کی فوج کو نیل میں غرق ہونے سے بچانے والا تو خدا ہی ہوتا ہے لیکن وسیلہ خدا کے نبی اور خدا کے بندے کا ہوتا ہے۔ رب دوجہاں کا یہ کہنا کہ موسیٰؑ کہا تمہیں رحم نہیں آیا اس بات کی دلیل یہ ہے کہ موسیٰؑ اگر فرعون کے

حق میں دعا کرتے تو فرعون بچ جاتا یعنی غیر خدا سے مدد مانگتا تو بھی بچ جاتا۔

عرفان قرآن کے مطالب

☆عرفان تحلیلی سے مراد یہ ہے کہ اس بات کو طے کیا جائے کہ کتاب کن مطالب پر مشتمل ہے؟

☆کس مقصد کو پیش نظر رکھا گیا ہے؟

☆کائنات کے بارے میں اس کتاب کا کیا نظریہ ہے؟

☆ انسان کے بارے میں اس کا کیا تصور ہے؟

☆معاشرے کے بارے میں اس کا زاویہ نگاہ کیا ہے؟

☆کتاب کے مطالب کو کس انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

☆مسائل کو حل کرنے کے کیا انداز ہیں؟

☆اس کتاب کا نقطہ نظر فلسفیانہ ہے یا آج کی اصطلاح میں عالمانہ ہے؟

☆یہ کتاب واقعات کو ایک عارف کی نگاہ سے دیکھتی ہے یا اس کا خود اپنے ایک مخصوص انداز ہے؟

☆اس کے فوراً بعد دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ کتاب بشریت کیلئے کوئی ایک پیغام یا رہنمائی کا کام انجام دیتی ہے یا نہیں؟

☆اگر جواب مثبت ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ پیغام کیا ہے؟

مختصر یہ ہے کہ پہلی قسم کے سوالات اس بات سے مربوط ہیں کہ کائنات انسان' حیوان زندگی اور موت وغیرہ کے بارے میں کتاب کا کیا نظریہ ہے؟ اس بات کو جامع لفظوں میں

اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ کتاب ''جہاں بینی سے مربوط ہے یا بقول اہل فلسفہ یہ کتاب حکمت نظری سے متعلق ہے (حکمت عملی سے نہیں)

لیکن دوسری قسم کے سوالات کا مقصد ہے کہ کتاب انسانی مستقبل کے لئے کیا نظریہ پیش کرتی ہے انسان اور انسانی معاشرے کو کس انداز میں تربیت کرنی چاہیے؟ اس کو ہم'' کتاب کا پیغام'' کہتے ہیں۔

بہر حال اس قسم کی شناخت مشتملات کتاب سے مربوط ہے اور ہر کتاب کے بارے میں اس نظر سے بحث کی جا سکتی ہے چاہے خواہ وہ کارل مارکس کی ''THE CAPITOL'' یا بوعلی سینا کی کتاب شفاء یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کتاب کے اندر نہ تو کوئی نظریہ پیش کیا گیا ہو نہ کوئی پیغام! یا اس میں صرف نظریات سے بحث ہو پیغام کا نام ونشان بھی نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کتاب دونوں باتوں کی حامل ہو۔

قرآن کی عرفان تحلیلی کے سلسلے میں ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ قرآن مجموعی طور سے کن مسائل پر مشتمل ہے اور قرآن نے ان مسائل کو کس طرح پیش کیا ہے؟ مختلف چیزوں کے بارے میں قرآن کے احتجاجات استدلالات کس قسم کے ہیں؟ کیا قرآن ایمان کا محافظ و نگہبان ہے اور اس کا پیغام ایک ایمانی پیغام ہے وہ عقل کو ایک رقیب کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ عقل کے تمام حجم کی روک تھام کرے اور رقیب کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دے یا اس کے برعکس وہ عقل کو ایک مددگار اور دفاع کرنے والے کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کی طاقت سے مدد حاصل کرتا ہے یہ سوالات اور اس قسم کے سینکڑوں سوالات ہیں جو قرآن کے عرفان کے سلسلے میں پیش آتے ہیں جو ہمیں قرآن کی ماہیت سے آشنا کرتے ہیں۔

عرفان قرآن کی بنیاد

جب کسی کتاب کا استناد و انتساب صحیح طریقے سے کسی مصنف کی طرف ثابت ہو جائے اور مضامین کتاب کی باقاعدہ تحقیق ہو جائے تو پھر اس کے بعد یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ کتاب میں درج مضامین خود مصنف کے افکار و خیالات ہیں یا مصنف نے دوسروں کے مفاہیم کو اپنے لفظوں کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ مثلاً دیوان غالب ہی کو لے لیجئے اس کی مستند تحقیق اور تحلیلی شناخت کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اسد اللہ خان غالب نے جن مطالب و افکار کو کلمات، جملوں اور اشعار کے سانچے میں ڈھالا ہے اور اپنے مخصوص انداز میں بیان کیا ہے یہ سب خود غالب کی ایجاد و اختراع ہے یا صرف الفاظ، کلمات، خوبصورتی و زیبائی و سلاست تو غالب کی ہے لیکن فکر و مطالعہ، قاآنی، عرفی یا نظیری یا کسی دوسرے شاعر کی مرہون منت ہے اور غالب نے عربی یا فارسی شاعروں کے خیالات کو مشرف بہ اردو کیا ہے۔ اس بات کو یوں کہا جا سکتا ہے کہ غالب کی ہنری اصالت ثابت ہونے کے بعد ان کی اصالت فکری بھی ثابت ہونا چاہیے۔ ممکن ہے کہ غالب ایک فنکار شخص ہوں نہ مفکر ہوں نہ عارف اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ فنکار ہونے کے ساتھ ساتھ مفکر بھی ہوں اور عارف بھی ہوں۔

اسی طرح بہت سے شاعر جیسے علامہ صفی لکھنوی، مرزا ہادی رسوا، سید سبط حسن صاحب، علامہ اقبال یا حافظ شیراز کا شمار شاعر ہونے سے پہلے علماء میں ہوتا تھا وہ دوسروں کے افکار و تحریر سے پہلے واقف تھے، شعراء ادباء مفسرین فقہاء کے افکار و کتب سے خاصی واقفیت رکھتے تھے، خصوصاً عرفاء کے کلام سے بہت زیادہ واقف تھے۔ اور یہ بات مطالعہ کی مرہون نہیں تھی بلکہ تمام یا اکثر چیزوں کو اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے حاصل کیا تھا۔

غالب، عربی فارسی، فقہ اور لغت کے بہت بڑے عالم تھے مگر صرف شاعر ہونے کے ناطے سے پہچانے جاتے ہیں، بحیثیت عالم ان کو کوئی نہیں جانتا۔ ڈاکٹر علامہ اقبال بہت بڑے عالم تھے کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے اور ان کے لئے جو القاب استعمال کئے گئے وہ زیادہ تر عالم کے لئے استعمال ہوتے ہیں نہ کہ شاعر کے لئے۔

غالب اور علامہ اقبال عرفان و سیر و سلوک معنوں کے بارے میں کافی سے زیادہ معلومات رکھتے تھے غرضیکہ غالب ہوں یا علامہ اقبال، شبلی نعمانی ہوں یا ڈپٹی نذیر احمد، مولف کے افکار و خیالات کے بارے میں بنیادی مسائل کی تحقیق کا ایک طریقہ ہے اور اس قسم کی شناخت یا عرفان، تحلیلی عرفان پر موقوف ہوا کرتا ہے کہ پہلے تو بڑی باریک بینی کے ساتھ مولف کے افکار خیالات کے بارے میں شناخت حاصل کی جائے اس کے بعد بنیادی شناخت کے بارے میں اقدام کیا جائے۔

اور اگر ایسی صورت اختیار نہ کی گئی تو اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو بہت سے ایسے علوم سے ناآشنا ہونے کے باوجود علوم کی تاریخ لکھنے بیٹھ جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں بعض ان فلسفی کتابوں کے مولفین کا نام لیا جا سکتا ہے جو ابن سینا اور ارسطو اور ان کے متشابہات و متفرقات کے بارے میں سینکڑوں صفحات سیاہ کر دیتے ہیں حالانکہ نہ وہ ابن سینا کے بارے میں کچھ جانتے ہیں نہ ارسطو کے بارے میں واقفیت رکھتے ہیں ان مولفین کی حالت یہ ہے کہ ذرا سی لفظی مشابہت مل جانے پر فوراً فیصلہ کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ مقابلہ کرنے کے لئے بڑے گہرے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ اور اگر اس کے بغیر کچھ لکھا جائے گا تو وہ ظن و تخمین اور اندھی تقلید کے سوا کچھ بھی نہ ہوگا۔

قرآن کی تحقیق و عرفان، آشنائی و شناخت کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب قرآن کا تحلیلی

مطالعہ ہو جائے تو قیاس وشناخت تاریخی کا مسئلہ اٹھایا جائے۔ یعنی قرآن کے تمام مشتملات کو ان کتابوں کے مضامین کے مقابلے میں پرکھا جائے جو اس زمانے میں تھیں خصوصاً مذہبی کتابوں کا باہمی تقابل کیا جائے اور اس تقابل میں تمام شرائط وامکانات کو پیش نظر رکھا جائے مثلاً جزیرۃ العرب کا ارتباط دیگر تمام نقاط کے ساتھ کیونکر تھا؟ اس زمانے میں کتنے لوگ پڑھے لکھے تھے؟ اس کے بعد دیکھا جائے کہ قرآن میں جو باتیں ہیں وہ دوسری کتابوں میں بھی ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہیں تو اس کی نسبت کیا ہے؟ اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھا جائے تو کہ جو مطالب دیگر کتابوں سے ملتے ہیں وہ مستقل ہیں یا اقتباسی شکل کے حامل ہیں۔ یہاں تک کہ ان کتابوں کی اغلاط کی تصحیح اور ان کی تحریفات تک کو مکمل طور سے پرکھا جائے کہ یہ سب کس معیار کے ہیں؟

قرآن کے مطالب اور سچائی

قرآن کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تینوں مرحلوں میں اصالت کا حامل ہے یعنی جہاں تک پہلی اصالت۔ ''اصالت انتساب'' کا سوال ہے، وہ مسلم ہے یعنی قدیمی نسخوں کی تلاش وجستجو کے بغیر بلا جھجھک یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آج جس کتاب کو بنام قرآن پڑھا جاتا ہے یہ بعینہ وہی قرآن ہے جس کو پیغمبر اسلام نے دنیا کے سامنے پیش فرمایا تھا۔

اسی طرح دوسری اصالت یعنی قرآن کا اصلی ہونا ہے یہ بھی واضح ہے کہ قرآن کوئی اقتباسی یا نقلی کتاب نہیں ہے بلکہ اس کے تمام مضامین قابل اعتبار ہیں۔

اب رہی تیسری اصالت یعنی قرآن الٰہی کلام ہے اس کے مطالب رسول اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذہن وفکر کی مخلوق نہیں ہیں بلکہ یہ خدا

کا کلام WORD OF GOD ہے' پیغمبر اسلام کی حیثیت ''حامل وحی'' کی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صرف Messenger تھے وہ خدا کا کلام بندوں تک پہنچاتے تھے' قرآن وحکمت کی تعلیم دیتے تھے' امر بالمعروف فرماتے تھے۔ اچھائی کی دعوت دیتے تھے برائی سے روکتے تھے' آپ کی سیرت' آپ کا کردار' آپ کا اسوہ حسنہ پوری دنیا کے لئے نمونہ عمل تھا آپ سے محبت جزوایمان بلکہ کل ایمان ہے آپ کے اہلبیت سے مودت اجر رسالت ہے آپ کے اہلبیت اور کتاب خدا (قرآن حکیم) ''گراں قدر چیزیں ہیں ان کی مثال سفینہ نوح کی سی ہے جو اس میں سوار ہوگا (یعنی جو ان سے متمسک رہے گا) وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا یہاں تک کہ حوض کوثر تک پہنچ جائے اور جو ان سے تمسک نہ رکھے گا وہ غرق ہو جائے گا یعنی گمراہ ہو کر مرے گا۔

قرآن کی بنیادی تحقیق کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے جس طرح دوسری اصالت شناخت تحلیلی کا بھی یہی نتیجہ ہے۔ لیکن چونکہ قرآن کی بنیادی تحقیق دوسری قسم کی شناخت پر موقوف ہے' اس لئے ہم اپنی بحث کا آغاز شناخت تحلیلی سے کریں گے یعنی ہم پہلے یہ تحقیق کریں گے کہ قرآن کے مضامین کیا ہیں؟ کون سے وہ مسائل ہیں جو قرآن نے پیش کئے ہیں اور کون سے مسائل ہیں جن کے بارے میں قرآن بہت زیادہ حساس ہے کن موضوعات کو قرآن نے پیش کیا ہے اگر شناخت تحلیلی کا مرحلہ انجام پا گیا اور معارف قرآن سے کافی واقفیت حاصل کر لی تو پھر ہم اس اصالت تک پہنچیں گے جو عمدہ ترین اصالت کہی جاتی ہے'' یعنی اصالت الٰہی'' اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن معجزہ ہے۔

عرفان قرآن کی شرائط

عرفان قرآن کے لئے چند مقدمات کا مختصر بیان کرنا ضروری ہے۔

ا۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ عربی زبان کو بخوبی جانتا ہو کیونکہ جس طرح میر و غالب' انیس و نظیر' کے بارے میں یعنی ان کے کمال کے بارے میں کوئی آدمی اس وقت نہیں جان سکتا جب تک اردو زبان سے آشنا نہ ہو بلکہ اردو ادب پر گہری نگاہ رکھتا ہو' کوئی شخص حافظ و سعدی کے بارے میں اس وقت معقول جانکاری حاصل نہیں کر سکتا جب تک فارسی زبان کو نہ جانتا ہو۔ شاہ عبدالطف بھٹائی اور سچل سرمست کی شاعری سندھی زبان جانے بغیر سمجھ میں نہی آسکتی۔ امراء القیس اور اسمعیل حمیری کی شاعری کو سمجھنے کے لئے عربی زبان کا جاننا ضروری ہے۔ اسی طرح عربی زبان میں لکھے ہوئے قرآن سے اس وقت تک واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی جب عربی زبان نہ جانتا ہو بلکہ عربی ادب پر وقیع نگاہ رکھتا ہو۔

۲۔ دوسری شرط' تاریخ اسلام سے واقفیت ہے کیونکہ قرآن' تورات' زبور اور انجیل کی طرح کی کتاب نہیں ہے جو ایک ہی مرتبہ میں پیغمبر کے ذریعہ سے اس کی امت کے لئے بھیج دی گئی ہو بلکہ قرآن مجید بعثت سے لے کر وفات تک ۲۳ سالہ حیات پیغمبرؐ کے زمانے میں وقتاً فوقتاً نازل ہوتا رہا ہے۔ اور اسی لئے آیت قرآنی کے لئے شان نزول کا جاننا بھی ضروری ہے۔ شان نزول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آیت کے معنی کو محدود کر دے بلکہ اس کا مطلب مضمون آیت کو مزید واضح اور روشن کرنا ہے۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے بھی واقفیت رکھتا ہو کیونکہ یہ نص قرآن اس کے پہلے مفسر۔۔۔۔۔۔یعنی بیان کرنے والے۔۔۔وہی ہیں چنانچہ قرآن میں ہے۔۔۔''وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم'' (پ۱۴' س۱۶' آیت۴۴)

ترجمہ) اور تمہارے پاس قرآن نازل کیا گیا ہے تاکہ جو احکام لوگوں کے لئے ہیں تم اسے صاف صاف بنا کردو۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

ھو الذی بعث فی الامین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة (حوالہ پ۲۸' س۶۲' آیت۲)

(ترجمہ) ''وہی تو ہے جس نے مکہ والوں میں ان ہی میں کا ایک رسول (محمدؐ) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے' ان کے نفسوں کو پاک کرتے اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔''

قرآن کی نظر میں خود رسول اسلامؐ اس کتاب کے مبین و مفسر ہیں اور رسول اکرمؐ کے اقوال تفسیر قرآن میں بہت معین و مددگار ہیں۔ اور ہم چونکہ مکتب اہلبیت سے تعلق رکھتے ہیں' شیعہ ہیں اور آئمہ اطہار پر عقیدہ رکھتے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کو جو چیزیں خدا نے دی تھیں آنحضرتؐ نے اپنے اہلبیتؑ کو منتقل فرما دیا ہے' اس لئے آئمہ معصومینؑ کی جو روایات معتبر ہیں' ان کی حیثیت حدیث رسولؐ ہی کی طرح ہیں کیونکہ آئمہ الطاہرین علیہم السلام رسولؐ کے علم کے بھی وارث ہی اس لئے معصومینؑ کی حدیثیں بھی تفسیر میں بہت مددگار ہیں۔

ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے تو قرآن کو قرآن ہی سے سمجھنے کی کوشش کی جائے کیونکہ پورا قرآن ایک عمارت کی طرح ہے۔ اگر ہم صرف ایک آیت کو قرآن سے الگ کر کے یہ کہیں کہ ہم صرف اس کو سمجھنا چاہتے ہیں تو یہ صحیح طریقہ نہیں ہے۔ اگر چہ اس کا بھی امکان ہے کہ ہم نے اس ایک آیت کا مطلب جو سمجھا ہے اور جس حد تک سمجھا ہے وہ درست ہو مگر یہ طریقہ بہر حال خلاف احتیاط ہے۔ قرآن کی بعض آیتیں دوسری بعض آیتوں کی تفسیر کرتی ہیں ''**ان القرآن یفسر بعضه بعضا**''

اور جیسا کہ بعض بزرگوں نے بھی فرمایا ہے کہ آئمہ معصومین نے اس قسم کی تفسیر کی تائید فرمائی ہے... یعنی قرآن کی ایک آیت کو دوسری آیتوں کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کرنا۔۔ آیت کو لے کر'' دوسری آیتوں کو دیکھے بغیر اس کے مفہوم کو دیکھا جائے اور پھر اسی قسم کی دوسری آیتوں کے پہلو میں رکھ کر اسی آیت کو دیکھا جائے تو دونوں کے مطلب میں بہت زیادہ فرق معلوم ہوگا۔

قرآن کا اپنا خود ایک اسلوب (STYLE) ہے مخصوص انداز ہے اس مفہوم کو ثابت کرنے کے لئے بطور نمونہ متشابہ و محکم ہیں جبکہ محکم آیات ان کو کہا جاتا ہے جن میں مطالب کو بہت واضح اور بالکل سیدھے طریقے سے بیان کیا گیا ہو۔ اور متشابہ ان آیات کو کہا جاتا ہے جن میں موضوعات کو بطور مثال پہیلی کی طرح بیان کیا گیا ہو۔ یعنی ان میں ابہام معلوم ہوتا ہو اور بغیر سمجھائے ہوئے سمجھ میں نہ آئے اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس معمہ کو کون حل کر سکتا ہے اس پہیلی کو کون کون بوجھ سکتا ہے اس کے ابہام کو کون دور کر سکتا ہے کائنات میں صرف اور صرف وہ ''**راسخون فی العلم**'' ہستیاں ہیں جو قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن جن کے ساتھ ہے۔ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اولاد ہی

صرف راسخون فی العلم ہستیاں ہیں اور یہ بات ذہن میں رہے کہ خود سرکار دو عالمؐ نے فرمایا ہے کہ ہمارا اول بھی محمد ہیں' ہمارا اوسط بھی محمد ہے ہمارا آخر بھی محمد ہے ہم کُل کے کُل محمد ہیں۔ ''میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں'' قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں'' میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں قرآن اور اہلبیتؑ اب اگر اس سے ہٹ کر عرفان قرآن کی بات کی جائے گی تو گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا آج مسلمانوں میں جو گمراہی ہے' جو ہزیمت و پسپائی اور ذلت و رسوائی ہے وہ یقیناً سرکار دو عالمؐ کے فرمان کی روگردانی کا منطقی نتیجہ ہے ضرور بالضرور مسلمانوں نے قرآن اور اہلبیت میں سے کسی ایک کو چھوڑا ہے بلکہ دونوں کو چھوڑا ہے آج دنیا میں علمی دہشت گردی ہو رہی ہے اس کا سبب علم کو اس کے در سے حاصل نہ کرنا ہے اہلبیت کو تو گروہی و قبائلی عصبیت یا جہالت کے سبب چھوڑنا تو سمجھ میں آتا ہے یہ قرآن کو کیوں چھوڑا۔۔۔قرآن کو چھوڑا نہیں بلکہ سمجھا نہیں بلکہ بنوامیہ و بنوعباس کی ٹکسال میں گھڑی گئی حدیثوں کے تناظر میں سمجھنے کی سعی رائیگاں کی گئی۔ جب جہل دستار فضیلت باندھ کر علم کے مقابلے میں آئے گا یا باب مدینہ علم کے مقابلے میں آئے گا' منہ کی کھائے گا۔ کیونکہ قرآن حکم ہدایت ہے مگر متقیوں کے لئے امام المتقین کو چھوڑ کو متقی ہونے کا دعویٰ بھی ''مجذوب کی بڑ'' سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی قرآن کو سمجھنا ہے تو امام المتقین سے سمجھو ورنہ جہل مرکب کہلاؤ گے۔

محکم اور متشابہ آیات کے بارے میں ایک عوامی تصور یہ ہے کہ محکم آیات ان کو کہا جاتا ہے جن میں مطالب کو بہت واضح اور بالکل سیدھے طریقے سے بیان کیا گیا ہو۔ اس تعریف کی بناء پر لوگوں کو یہ حق ہے کہ صرف محکم اور واضح آیتوں کے بارے میں غور کریں۔ لیکن متشابہ آیتیں بنیادی طور پر شناخت کے قابل نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے بارے میں غور

وفکر کرنا چاہئے۔

اس وقت لازمی طور سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر متشابہ آیتوں کا فلسفہ کیا ہے؟ اور قرآن نے کیوں ایسی آیتوں کو پیش کیا ہے جو شناخت کے قابل نہیں ہیں۔اس کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ نہ تو محکم کے معنی صریح وسادہ کے ہیں اور نہ متشابہ کا مطلب پہیلی ومعمہ اور رمز ایسی لفظیں ہیں جن کے معنی مبہم ومجمل ہوا کرتے ہیں اور ان کو ایسے کلمات سے بیان کیا جاتا ہے جس سے براہ راست (Direct) معنی سمجھ میں نہیں آتے۔

متشابہ کو سمجھانے کیلئے استاد مرتضی مطہری اعلی اللہ مقامہ نے کیا عمدہ دلیل پیش کی ہے۔ مثلاً جب فردوسی نے انتہائی جانفشانی، لگن اور دلجمعی کے ساتھ ''شاہنامہ فردوسی'' لکھا اور اس وقت کے بادشاہ سلطان محمود غزنوی نے اس کے مقابلے میں بہت معمولی سی اجرت دینا چاہی تو فردوسی نے قبول نہیں کی اور شاہنامہ کے آخر میں ہجو کے اشعار شامل کر لئے۔جس میں سلطان محمود غزنوی کو بخیل وکنجوس کہا۔ان ہجویات میں کچھ اشعار تو صریح ہیں لیکن کچھ بطور معمہ کہے گئے ہیں مثلاً ایک شعر یہ ہے۔

اگر مادر شاہ بانو بدی

مرا سیم و زر تا بہ زانو بدی

یعنی اگر شاہ کی ماں شہزادی ہوتی تو شاہ مجھ کو سونے چاندی میں زانو تک غرق کر دیتا' مطلب یہ ہے کہ سلطان محمود کنیز زادہ ہے۔اس کنیز زادہ ہونے کو کنایتہً بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک اور شعر ہے۔

کف شاہ محمود کشور کشائی

نہ اندر نہ آمدسہ اندر چہار

فردوسی نے یہاں پر ایک معمہ سے استفادہ کیا ہے۔ پہلے ہم اس معمے کو سمجھتے ہیں اس کے بعد شعر سمجھ میں آئے گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ۳x۴=۱۲ اور ۹x۹=۸۱ اور ۱۲ کا مجموعہ ۹۳ ہوتا ہے۔اب اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ سلطان محمود کی مٹھی اس طرح مضبوطی کے ساتھ بند ہے کہ صرف انگوٹھا کھلا ہوا ہے۔اور انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی باہم ۹ کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور اس کے بعد تینوں انگلیوں کو ملایا جائے تو ۹۳ ہو جاتا ہے اس شعر سے فردوسی محمود غزنوی کی ضرورت سے زیادہ بخیل کی نشاندہی کرتا ہے۔

اب آیئے دیکھیں کہ کیا قرآن میں بھی معمے والی آیتوں کا وجود ہے؟ یہ بات قرآن کی اس آیت کے مخالف ہے جہاں یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو واضح ہے اور سب کے سمجھنے کے لائق ہے اس کی تمام آیتیں نور و ہدایت ہیں۔

درحقیقت مطلب یہ ہے کہ قرآن میں بیان کئے گئے بعض مسائل (خصوصاً جہاں پر امور غیب اور ماورائے طبیعت کا بیان ہے) بنیادی طور پر الفاظ کے جامہ میں نہیں آسکتے۔ بقول شیخ شبستری

معانی ہرگز اندر حرف ناید
کہ بحرِ بیکراں در ظرف ناید

معانی کس طرح الفاظ کے اندر نہیں آسکتے جس طرح بحر بیکراں کسی ظرف میں نہیں آسکتا۔لیکن چونکہ قرآن کی زبان انسانوں کی زبان ہے اس لئے لطیف و معنوی چیزوں کو مجبوراً ان عبارات و الفاظ سے بیان کیا گیا ہے جن کو انسان مادی چیزوں کے لئے استعمال کرتا ہے لیکن غلط فہمی سے بچانے کے لئے بعض آیتوں میں مسائل کو اس طرح بیان کردیا گیا ہے کہ دوسری آیتوں کی مدد سے اس کی تفسیر کی جاسکے اور اس کے علاوہ کوئی چارہ کار بھی نہیں

تھا اس لئے ایسے طریقہ کار کو استعمال کیا گیا مثلاً ایک مسئلہ خدا کے دیکھنے کا ہے یعنی دل کی نگاہوں سے خدا کا دیدار ممکن ہے اس مطلب کو قرآن نے اس طرح ادا کیا ہے۔ **وجوہ یومئذٍ ناضرة الی ربها ناظرة** (پ ۲۹ من قیامته آیت ۲۲-۲۳)

''اس روز بہت سے چہرے تو تروتازہ بشاش ہوں گے (اور) اپنے پروردگار (کی نعمت) کو دیکھ رہے ہوں گے''۔

اس جگہ پر قرآن نے دیکھنے (رویت) کا لفظ استعمال کیا ہے اور مناسب تر بظاہر کوئی لفظ نہیں تھا۔ لیکن اس لفظ (دیکھنے سے اشتباہ ممکن تھا کہ لوگ سمجھیں گے خدا کو آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے اس لئے رفع اشتباہ کے لے دوسری جگہ وضاحت کر دی گئی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔'' **لا تدرکه الابصار و هو یدرک الابصار**''(پ ۷ س انعام آیت ۱۰۳) اس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں (نہ دنیا میں نہ آخرت میں) اور وہ (لوگوں کی) نظروں کو خوب دیکھتا ہے۔ فطری طور سے ہر تلاوت کرنے والا دونوں آیتوں کو دیکھ کر سمجھ لے گا کہ تشابہ لفظی کے باوجود یہ امور باہم ایک دوسرے سے جدا ہیں قرآن اس بات کو روکنے کے لئے کہ کہیں وہ بلند و عالیٰ معانی مادی سے مشتبہ نہ ہو جائیں' اعلان کرتا ہے کہ متشابہات کو محکمات کی طرف پلٹاؤ' چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

هو الذی انزل علیک الکتاب منه آیات محکمات هن ام الکتاب (پ ۳' سورہ ۳' آیت ۷)

''وہی وہ خدا ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی اس میں کی بعض آیتیں تو محکم (بہت صریح) ہیں کہ وہ اصل و بنیاد ہیں''۔ یعنی وہ آیتیں اتنی مستحکم ہیں کہ ان کو ان کے معنی سے خارج نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس کے دوسرے معانی لئے جا سکتے ہیں۔ یہی ام الکتاب ہیں

یعنی آیتوں کی ماں ہیں یعنی جس طرح بچہ ماں کی طرف رجوع کرتا ہے اور ماں بچہ کی مرجع ہے یا جس طرح بڑے شہر......ام القریٰ...... چھوٹے چھوٹے شہروں کے مرجع ہوتے ہیں اسی طرح آیات محکمات متشابہ آیتوں کی مرجع ہیں' متشابہ آیتیں سمجھنے اور غور کرنے کے لئے ہیں لیکن ان میں غور وفکر آیات محکمات کے سہارے سے کرنا چاہئے' آیات محکمات کے سہارے کے بغیر متشابہ آیتوں کا جو مطلب اخذ کیا جائے گا وہ غیر معتبر ہوگا۔

کیا عرفان قرآن ممکن ہے

قرآن کے مضامین کو سمجھنے کے لئے جو سوال سب سے پہلے ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا قرآن بنیادی طور سے قابل شناخت و قابل تحقیق ہے؟ کیا عرفان قرآن ممکن ہے؟ یعنی کیا قرآن کے مطالب و مسائل غور و فکر کے قابل ہیں یا یہ کہ اس کتاب کو سمجھنے کے لئے بھیجا ہی نہیں گیا۔

اگر انسان اس کتاب کو سمجھے گا ہی نہیں تو ہدایت کیسے حاصل کرے گا' قرآن کتاب ہدایت ہے' یا پھر قرآن کو صرف ثواب حاصل کرنے اور برکت عطا کرنے کے لئے یا تلاوت کرنے کے لئے اتارا گیا ہے۔ جناب نجم آفندی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

مایوس شفا کو آسرا دیتے ہیں
قرآن کو تعویذ بنا دیتے ہیں
باہوش تو لیتے نہیں قرآں سے سبق
بے ہوش کو قرآں کی ہوا دیتے ہیں

یہاں پر ممکن ہے لوگوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ سوال بے محل ہے کیونکہ قرآن

ایسی کتاب ہے جو شناخت ہی کیلئے ہے اس میں کسی شخص کو کوئی شبہ وتردید ہی نہیں ہے' لیکن چونکہ اسلامی دنیا مین مختلف ناپسندیدہ اسباب کی بناء پر قرآن کی شناخت کے سلسلے میں ایسے حالات رونما ہوئے ہیں کہ جنہوں نے مسلمانوں کے انحطاط میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے اور افسوس کے ساتھ ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایسے واہیات وخطرناک افکار کی جڑیں ہمارے معاشرے میں اب بھی موجود ہیں۔ان کی بناء پر ہم ضروری خیال کرتے ہیں کہ اس سلسلے میں مزید وضاحت کریں۔

کچھ لوگوں نے عرفان قرآنی کے سلسلے میں یہ کہا کہ اللہ کی کتاب کو ہم جیسے کم علم وحقیر لوگ کیا سمجھیں گے یہ حق تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین کو حاصل ہے کہ قرآنی آیات پر غور کرسکیں۔ہمیں صرف تلاوت کرنے کا حق ہے۔یہ سوچ درست نہیں بلکہ قرآن پر ظلم کے مترادف ہے قرآن نے عقل استعمال کرنے اور فکر کرنے پر زور دیا ہے۔ اگر ہم خدا کی کتابوں' آسمانی صحیفوں کو اسی طرح پس پشت ڈال دیں گے تو وہ معاشرہ ہرگز قرآن کے راستے پر نہیں چل سکتا۔کچھ گروہ ہمیشہ سے ایسے رہے ہیں جو قرآن کو عوام کی دسترس سے باہر جانتے ہیں ان میں ''اخباری'' اور ''اشاعرہ'' وغیرہ شامل ہیں جو شناخت قرآن کا مطلب آیات قرآنی میں غور وفکر کرنے کو نہیں مانتے بلکہ شناخت قرآن کا مطلب تحت لفظی معانی کا جاننا قرار دیتے تھے یعنی قرآن کے ظاہری لفظ سے جو معنی سمجھ میں آتے ہیں' انہیں کو قبول کر لینا چاہئے۔اس کے باطن سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہئے یہ ان کا عقیدہ تھا۔فطری بات ہے کہ قرآن کے ساتھ اس قسم کا معاملہ کرنا بہت جلد انحراف وگمراہی کا سبب بن گیا۔کیونکہ یہ لوگ بھی آیات کی توضیح کرنے پر مجبور تھے لیکن چونکہ عقل کو معطل کرر کھا تھا اس لئے قہری طور پر قرآن سے عوامی باتیں ہی سمجھتے تھے اور اسی طریقۂ کار کی بناء

پر بہت جلد سیدھے راستے سے منحرف ہو جاتے اور غلط عقائد کے قائل ہو جاتے تھے مثلاً "تجسیم" کا عقیدہ.... یعنی خدا جسم رکھتا ہے...... خدا کو آنکھوں سے دیکھنے کا عقیدہ' بشری زبان سے خدا سے گفتگو کرنے کا عقیدہ اور اسی قسم کے دیگر باطل عقائد کے قائل ہو گئے تھے۔

ان لوگوں کے مقابلے میں جنہوں نے بنیادی طور سے قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ ایک دوسرا گروہ وہ پیدا ہو گیا۔ جنہوں نے اپنے اغراض و مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے قرآن کو ذریعہ بنا لیا۔ جس طرح بھی ان کا مقصد پورا ہوتا ہو اسی طرح قرآنی آیتوں کی تاویل کر لیا کرتے تھے اور قرآن کی طرف ایسے مسائل کو منسوب کر دیتے تھے جس سے روح قرآن واقف بھی نہیں تھی اور اسی کے ساتھ ہر اعتراض کو یہ کہہ کر ختم کر دیا کرتے تھے کہ آیات کی باطنی تفسیر صرف ہم جانتے ہیں اور جو بات ہم کہہ رہے ہیں یہ باطن آیات کو سمجھ کر ہی کہہ رہے ہیں۔

تاریخ اسلام میں اس قسم کے دو گروہوں کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ اول اسماعلیہ (ان ہی کو باطنیہ کہا جاتا ہے) دوم صوفیہ۔ اسماعیلی حضرات زیادہ تر ہندوستان اور پاکستان میں ہیں لیکن تھوڑے بہت افغانستان' ایران' افریقی ممالک اور یورپ میں بھی پائے جاتے ہیں ان لوگوں کی مصر میں ایک مدت تک حکومت بھی رہ چکی ہے جو فاطمی حکومت کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔ اسماعیلی حضرات شیعوں کی اصطلاح میں شش امامی کہلاتے ہیں لیکن اس کے باوجود حتمی اور یقینی طور سے اور تمام علماء شیعہ بارہ امامی کے اتفاق و اجماع کی بناء پر یہ لوگ یعنی شش امامی ہر غیر شیعہ فرقہ کی بہ نسبت سب سے زیادہ شیعوں سے ہی حضرات دور ہیں' انتہا یہ کہ اہلسنت جو شیعوں کے کسی بھی امام سے اس طرح کی عقیدت نہیں رکھتے جیسے کہ شیعہ رکھتے ہیں اس کے باوجود بھی اہلسنت بہ نسبت شش امامی حضرات کے شیعوں سے

نزدیک تر ہیں جبکہ اسماعلیوں کا تو سلام بھی ''یا علیؑ مدد'' ہے اور ہم شیعہ مولا علیؑ سے کتنی محبت' کتنی ارادت' کتنی عقیدت اور کتنی مودت رکھتے ہیں کہ ہمارا جینا مرنا سونا جاگنا علیؑ کے نام سے عبارت ہے وہ کون سا دل ہے جس میں مولا علیؑ کی محبت نہیں وہ کون سی زبان ہے جو روز و شب مولا علیؑ کے نام کا ورد نہیں کرتی لیکن ہماری قربت و دوری اصولوں پر ہے لہٰذا برادران اہلسنت سے بہت نزدیک ہیں۔

اسماعلیوں سے قطع نظر کرتے ہوئے صوفی فرقہ بھی آیات کی تحریف وتاویل کرنے میں اپنے شخصی عقائد کے پیش نظر کافی یدطولیٰ رکھتا ہے۔ میں یہاں پر ان کی تفسیروں میں سے صرف ایک تفسیر کا ذکر بطور نمونہ کروں گا تا کہ ان کے طریقے واضح ہو جائیں اور ہمارے قاری حضرات اس اجمال سے تفصیل کا اندازہ لگائیں۔

قرآن نے جہاں پر حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے جناب اسماعیلؑ کا قصہ بیان کیا ہے وہاں اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو چند بار اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم خواب میں دیا گیا حضرت ابراہیمؑ نے پہلے تو تعجب کیا' لیکن جب کئی بار خواب میں یہی حکم ہوا تو انہیں یقین ہو گیا اور وہ پروردگار کا حکم بجالانے پر آمادہ ہو گئے اور جناب اسماعیلؑ سے بھی صورتحال بیان کی تو اسماعیلؑ بھی خلوص دل کے ساتھ قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے اور خدا کا مقصد بھی یہی تھا کہ حکم خدا پر یہ حضرات راضی ہو جائیں' اور یہی وجہ ہے کہ جب باپ بیٹے خلوص دل سے صفائی قلب کے ساتھ خدا کا حکم بجالانے کے لئے آمادہ ہو گئے تو خدا نے اس حکم کو روک دیا اور اس کے بدلے میں فدیہ قرار دے دیا۔ اس واقعہ کو صوفی حضرات کہتے ہیں ابراہیمؑ سے مراد عقل ہے اور اسماعیلؑ سے مراد نفس ہے یعنی عقل کا ارادہ تھا کہ نفس کو ذبح کر دے۔

ظاہری بات ہے کہ یہ قرآن کو کھلونا بنانا ہےاوایک واضح قسم کا انحراف ہےاور اسی قسم کی بازی گری حسب منشا' حسب مصلحت قرآن کا ترجمہ کردینے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہہ کر روکا تھا"من فسر القرآن برائه فليتبو مقعد فى النار"

''جو شخص اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر بیان کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے'' آیات قرآنی کے ساتھ اس قسم کی بازیگری بدترین خیانت ہے۔

قرآن مجید نے اخباریوں اور اشاعرہ کے جمود وخشک فکری اور اسماعلیوں وغیرہ کے انحرافات اور من مانی کرنے پر پابند لگاتے ہوئے ایک بیچ کا راستہ پیش کیا ہےاور وہ یہ ہے کہ منصفانہ اور بے غرضانہ غور وفکر و تام کو اختیار کرنا چاہیئے۔قرآن نے صرف مومنین ہی کو نہیں بلکہ مخالفین تک کو آیات قرآنی میں غور وفکر و تامل کی دعوت دی ہے قرآن پر اعتراض کرنے کے بجائے اس کی آیتوں میں غور وفکر کرو۔ چنانچہ مخالفین کو خطاب کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے''آخر یہ لوگ قرآن میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے' یہ کیسے دل ہیں کہ معلوم ہوتا ہے ان پر مہر لگادی گئی ہے'' (س' محمد' آیت کا نشان ۲۴)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے''اے رسول کتاب (قرآن) جو ہم نے تم پر نازل کیا ہے (بڑی) برکت والی ہے (کیوں؟) تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں''۔یعنی اس کتاب کو اس لئے نہیں نازل کیا گیا ہے کہ اس کو چوم کر طاق پر رکھ دیں' خوبصورت جزدان میں سجا کر کسی اونچی جگہ رکھ دیا جائے' بلکہ اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس کی آیتوں پر غور کریں اور صاحبان عقل وخرد اور ارباب فکر ونظر اس سے آگاہی حاصل کریں۔ یہ آیت اور اس کے علاوہ بے شمار آیتیں ہیں جو انسان کو غور وفکر کرنے کی دعوت دیتی ہےاور تاکید کرتی ہیں' سب کی سب تفسیر قرآن کے مجاز ہونے کی تائید کرتی ہیں لیکن وہ تفسیر جو خواہش نفس کی بناء پر نہ

ہو بلکہ انصاف وصداقت اور کسی خودغرضی انا ونفسانیت پرستی پر مبنی نہ ہو۔ جس وقت ہم قرآن میں خودغرضی اور نفسانیت کے بغیر غور کریں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم قرآن کے تمام مسائل کا حل ڈھونڈ لیں بلکہ اس اعتبار سے قرآن فطرت کے مشابہ ہے جس طرح فطرت کے بہت سے راز ہیں جو ابھی تک حل نہیں ہو سکے اور موجودہ زمانے میں بھی ان کے حل کا امکان نہیں ہے (اسی طرح قرآن کو بھی سمجھنا چاہئے) ہاں یہی مسائل ممکن ہیں مستقبل میں حل ہو جائیں اس کے علاوہ انسانی طبیعت کی شناخت میں اپنے افکار کو جس طرح طبیعت ہے اسی کے مطابق کرنا چاہئے لیکن طبیعت کی توجیہہ وتفسیر اپنی رائے کے مطابق نہیں کرنا چاہئے اسی طرح قرآن بھی طبیعت کی طرح ایک کتاب ہے جو کسی ایک زمانے کے لئے نازل نہیں ہوئی اور اگر قرآن کسی ایک زمانے کے لئے ہوتا تو اب تک اس کے تمام رازوں سے پردہ اٹھ چکا ہوتا۔ اور اس آسمانی کتاب کی جاذبیت' تازگی اور اثر اندازی ختم ہو چکی ہوتی۔ لیکن صورتحال اس کے برخلاف ہے۔ تدبر وتفکر سے ہمیشہ قرآن کے لئے کشف جدید ہے اور اس نکتہ کی رسولؐ اسلام اور اُن کی آل پاکؑ نے توضیح وتشریح فرمائی ہے۔

ارشاد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: قرآن چاند وسورج کی طرح ہے جس طرح وہ دونوں ہمیشہ حرکت میں ہیں یعنی ایک جگہ ثابت وگڑے ہوئے نہیں ہیں (اسی طرح قرآن کے تدبر سے نئے نئے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔

سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور ارشاد گرامی ہے۔

''قرآن کا ظاہر بہت خوبصورت اور باطن بہت گہرا ہے''۔

کتاب عیون اخبار رضاؑ میں ثامن الائمہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے

کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن پر جتنا زمانہ گزرتا جاتا ہے اور جتنی زیادہ اس کی تلاوت ہوتی ہے اس کی تر وتازگی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: قرآن کسی ایک زمانے اور کچھ لوگوں کیلئے نازل نہیں کیا گیا بلکہ تمام زمانوں اور تمام لوگوں کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ قرآن کو اسی طرح بنایا گیا ہے کہ ہر زمانے میں تمام ان اختلافات کے باوجود جو طرز فکر' معلومات اور وسعت افکار میں دکھائی دیتی ہے' پھر بھی قرآن تمام زمانوں اور تمام افکار پر فوقیت رکھتا ہے' اور اسی کے ساتھ تلاوت کرنے والوں کے لئے بہت سے مجہولات رکھنے کے باوجود اتنے زیادہ معانی و مفاہیم قابل ادراک پیش کرتا ہے کہ جس سے ظرف زمان مملو ہو جاتا ہے۔

عرفان قرآن کا ایک جائزہ

عرفان قرآن کیلئے قرآن کے مضامین کی تحقیق ضروری ہے۔ لیکن اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر قرآن کے ایک ایک موضوع کو بیان کریں' ان کی وضاحت و تفصیل پیش کریں تو اس کے لئے کئی ضخیم جلدیں درکار ہوں گی۔ ہو سکتا ہے کہ موجودہ یا آئندہ صدی کے علمائے قرآن یہ عظیم کارنامہ انجام دے ڈالیں' تاہم میں صرف اس کے سرسری جائزے پر اکتفا کروں گا۔

البتہ اس سلسلے میں کچھ قاعدے اور کلیہ ضرور ہے جو میں پیش کروں گا اس کے ساتھ کچھ جزئیات پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل کروں گا۔

قرآن حکیم نے بہت سے مطالب سے بحث کی ہے اور اس سلسلے میں بعض مطالب پر زیادہ تکیہ کیا ہے اور بعض پر کم' جو مسائل قرآن میں بیان کئے گئے ہیں ان میں خداوند عالم

اور کائنات کے مسائل زیادہ ہیں۔

اب یہ غور فرمائیں کہ قرآن خدا کی معرفت کس طرح کرتا ہے کیا یہ معرفت بعنوان فلسفیانہ ہے یا بطور عرفان؟ اس طرح کیا یہ دیگر مذہبی کتابوں' تورات' زبور' انجیل کی طرح ہے یا مکاتب بندی کی شکل وصورت میں ہے؟ یا یہ خدا کی معرفت میں بالکل مستقل طریقہ کو اختیار کرتا ہے۔ اس میں کسی کی تقلید نہیں کرتا۔

ایک مسئلہ قرآن میں دنیا کا ہے اس میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کائنات کے بارے میں قرآن کا کیا نظریہ ہے؟ آیا قرآن خلقت کائنات کو عبث و بازیچۂ اطفال جانتا ہے یا اسے برحق سمجھتا ہے؟ آیا کائنات کو ایک سلسلہ سنن ونوامیس وعلل ومعلول جانتا ہے۔ یا اسے بے قاعدہ و بےہودہ شمار کرتا ہے یعنی کوئی چیز کسی چیز کے لئے شرط نہیں ہے اس طرح قرآن میں بطور کلی ایک مسئلہ انسان کا پیش کیا گیا ہے۔ انسان کے سلسلے میں قرآنی نظریہ کیا ہے یہ بات بھی تحلیل کے قابل ہے کہ آیا قرآن انسان کے بارے میں مثبت نظریہ رکھتا ہے یا منفی؟ اور انسان کو حقیر سمجھتا ہے یا اس کی عظمت وکرامت کا قائل ہے؟

ایک مسئلہ انسانی معاشرہ کا بھی ہے کہ آیا قرآن انسانی معاشرہ کی اصالت وشخصیت کا قائل ہے یا اس کی نظر میں معاشرہ کچھ بھی نہیں۔ اصالت صرف افراد کو حاصل ہے؟ اور آیا قرآنی نظریہ زندگی' موت' ترقی' تنزلی کے بارے میں یہ ہے کہ یہ چیزیں درحقیقت معاشرے کی صفات ہیں یا صرف افراد کی صفات ہیں؟ اسی جگہ سے تاریخ کا مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے اور یہ کہ تاریخ کے بارے میں قرآنی نظریہ کیا ہے؟ تاریخ کی محرک طاقتیں قرآن کی نظر میں کون ہیں؟ اور فرد تاریخ میں کس قدر موثر واقع ہوا ہے؟

ان کے علاوہ بہت سے دوسرے مسائل بھی قرآن میں پیش کئے گئے ہیں' یہاں پر بطور

فہرست میں چند کی طرف اشارہ کروں گا' منجملہ ان مسائل میں سے ایک یہ ہے کہ خود اپنے بارے میں قرآن کا کیا نظریہ ہے؟ اس کے بعد قرآن میں پیغمبر کا مسئلہ ہے اور یہ کہ قرآن پیغمبر کا تعارف کس طرح کراتا ہے۔ پیغمبر کے ساتھ کیسی گفتگو کرتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرا مسئلہ قرآن میں مومن کی کیا تعریف ہے اور مومنین کی کیا صفات ہیں وغیرہ وغیرہ

ان مباحث میں ہر بحث کے بہت سے شعبے ہیں' مثلاً جب ہم انسان کے بارے میں بحث کریں گے تو فطری طور پر اخلاق کے بارے میں بھی بحث ناگزیر ہوگی یا جس وقت معاشرے کے بارے میں بحث ہوگی تو قہری طور سے روابط افراد' مسئلہ امر بہ معروف و نہی عن المنکر' اجتماعی طبقات کے بارے میں بحث کے بغیر کوئی چارا نہیں ہے۔

کیونکہ قرآن کا مخاطب یا انسان ہے یا مومن ہے۔ اور قرآن کا پیغام اخلاق ہے اسی لئے رسول اسلامؐ کو خلق عظیم بنا کر بھیجا گیا تھا کہ وہ اخلاق کی تعلیم دیں اور علم و حکمت کی باتیں بتائیں اس کے ساتھ ساتھ' انسان' معاشرہ اور اس کی اصلاح و ہدایت کے لئے نیکی اور خیر کی تعلیم اور بدی و برائی سے روکنا۔ یہ وہ موضوعات ہیں جو قرآن کے موضوعات ہیں ان موضوعات پر علیحدہ علیحدہ بحث اپنے اپنے مقام پر ہوگی۔

قرآن کی کہانی خود اپنی زبانی

قرآن کے مضامین کی تحلیل کے سلسلے میں سب سے بہتر طریقہ کار یہ ہے کہ ہم پہلے قرآن ہی کو دیکھیں کہ وہ خود اپنے بارے میں کیا کہتا ہے' کیا رائے ہے اور کیا نظریہ رکھتا ہے؟ اور وہ اپنے کو کس طرح پہچنواتا ہے؟ سب سے پہلی بات جو قرآن اپنے بارے میں کہتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے تمام کلمات اور اس کی تمام عبارتیں خدا کا کلام ہیں۔ قرآن صریحی طور سے کہتا ہے کہ پیغمبر اسلام کا کلام نہیں ہے' بلکہ پیغمبر تو صرف ان ہی چیزوں کو بیان کرتے ہیں جو ان پر روح القدس یا جبرئیل کے ذریعہ نازل ہوتی ہیں۔

دوسری وضاحت جو قرآن اپنے بارے میں کرتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن لوگوں کی ہدایت کرنے والا اور ان کو تاریکی سے نور کی طرف لانے والا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے "(اے رسول یہ قرآن) وہ کتاب ہے جس کو ہم نے تمہارے پاس اس لئے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو (کفر کی) تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ"۔

یقیناً ان تاریکیوں کے مصادیق میں سے ایک مصداق جہالت و نادانی بھی ہے۔ قرآن بشر کو اس تاریکی سے علم کی طرف لاتا ہے لیکن اگر تاریکیاں صرف نادانی کا نام ہوتا تو فلسفی حضرات بھی یہ کام کر سکتے تھے' لیکن دنیا میں ظلمت و نادانی سے زیادہ خطرناک ظلمتیں موجود ہیں جن کا مقابلہ علم کی طاقت سے باہر ہے' مثلاً منفعت پرستی' خود پرستی' خواہشات کی پیروی' ہوس مال و زر وغیرہ ایسی تاریکیاں ہیں جو افرادی و اخلاقی تاریکیوں میں شمار ہوتی ہیں۔ اجتماعی تاریکی کی مثال ظلم و ستم وغیرہ سے دی جا سکتی ہے اور عربی زبان میں لفظ ظلم مادہ ظلمت ہی سے ماخوذ ہے (جس کا مترادف فارسی میں ستم ہے) جو اجتماعی اور معنوی تاریکی کی

نشاندہی کرتا ہے' ان تاریکیوں کا مقابلہ کرنا قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں کا کام ہے۔ قرآن جناب موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے۔ ...

ان اخرج قومک من الظلمات الی النور (پ۱۳' س۱۴' آیت ۵)

''اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی) روشنی میں نکال لائیں''۔

اس تاریکی سے مراد وہی فرعون اور فرعونیوں کا ظلم و ستم ہے اور نور سے مراد نور آزادی و عدالت ہے۔ اہل تفسیر نے ایک نکتہ یہاں پر بیان کیا ہے کہ قرآن نے ہمیشہ الظلمات کہا ہے یعنی جمع اور اسے الف ولام استعمال کیا ہے جو استغراق پر دلالت کرتا ہے اور تمام تاریکیوں کو شامل کیا ہے۔ اس کے برخلاف لفظ نور کو ہمیشہ مفرد استعمال کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صراط مستقیم صرف ایک ہے لیکن انحراف و گمراہی اور اجتماعی و اخلاقی ستم و تباہی کی زنجیروں کو توڑنا' جس کو ایک لفظ میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے' تاریکیوں کو ختم کر کے عدل و خیر روشنی و نور کی طرف ہدایت کرنا' اس سلسلے میں آیت الکرسی میں پوری وضاحت اور تشریح موجود ہے۔

عربی زبان سے آگاہی

ایک دوسرا مسئلہ قرآن جاننے کے لئے اور اس کی تلاوت کا یہ بھی ہے کہ کچھ لوگوں کے نزدیک تلاوت قرآن کا مقصد صرف حصول ثواب ہے اس کے حروف کو تلاوت کرنا ہے جس میں معنی کا سمجھنا ضروری نہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ تلاوت قرآن کرتے ہیں' پنجگانہ نماز کے بعد' فجر کے حصے میں' مرنے والوں کے سوئم' چالیسویں کے موقع پر قرآن کی تلاوت کر کے ہم

یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کا حق ادا ہو گیا۔ قرآن کا عرفان اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک ہم قرآن کو سمجھیں گے نہیں، قرآن کی تلاوت کرنے والوں سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ جو آپ تلاوت کرتے ہیں کیا اس کا مطلب بھی جانتے ہیں؟ تو شاید یہ جواب نفی میں ملے گا۔ قرآن کی تلاوت اس اعتبار سے کہ معانی قرآن سمجھنے کا مقدمہ ہے یہ بہت اچھی بات ہے لیکن صرف ثواب کی نیت سے پڑھنا ہی کافی نہیں ہے۔

روایات متواترہ سے ثابت ہے کہ صرف تلاوت کا بھی ثواب ہے چاہے معنی نہ سمجھے، ہاں اگر معنی بھی سمجھتا ہو تو نور علی نور ہے۔

قرآن کے معنی سمجھنا بھی خصوصیات کا حامل ہے اس کی طرف بھی توجہ رکھنی چاہیے۔ بہت سی کتابوں کو یاد کرنے کے لئے پڑھنے والے کو جو بات حاصل ہوتی ہے وہ تازہ افکار کا ایک سلسلہ ہوتا ہے جو قاری کے ذہن میں پہلے سے موجود نہیں تھا، پڑھنے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ یہاں صرف پڑھنے والے کی عقل اور قوت فکر ہی سے جو فعالیت میں مشغول ہوتی ہے، کیونکہ قرآن کے سلسلے میں بغیر کسی شبہ کے یہ بات طے ہے کہ اس کو سیکھنے اور سکھانے کے لئے پڑھنا چاہیے اور خود قرآن نے بھی یہی بات کہی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"(اے رسولؐ) کتاب (قرآن) جو ہم نے تم پر نازل کی ہے (بڑی برکت والی ہے (کیوں؟) تا کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں)"

قرآن کا ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ تعلیم دے اور اس سلسلے میں قرآن کا تخاطب عقل ہے اور قرآن عقل سے منطق و استدلال کے ذریعے گفتگو کرتا ہے۔ البتہ ایک بات اور ہے قرآن کے پاس ایک دوسری زبان بھی ہے جس کا مخاطب دل ہے اس دوسری زبان کا نام احساس ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس سے مانوس ہونا

چاہتا ہے تو اس کی ان دونوں زبانوں سے واقف ہونا ضروری ہے اور دونوں سے استفادہ کرنا ضروری ہے ان دونوں میں جدائی ڈالنے کا نتیجہ اشتباہ و خطا اور گھاٹے کے علاوہ کچھ نہ ہوگا۔

ہم جس چیز کو دل کہہ رہے ہیں اس سے ہماری مراد بہت ہی عظیم و عمیق احساس ہے جو انسان کے باطن میں موجود ہے جس کی تعبیر کبھی احساس ہستی سے بھی کی جاتی ہے یعنی انسان کا وہ احساس جو ہستی مطلق سے ارتباط رکھتا ہے جو شخص دل کی زبان کو جانتا ہے اور اس زبان سے انسان کو مخاطب کرتا ہے وہ اس ہستی کی گہرائی اور اس کے حقیقت وجود سے باہر لاتا ہے اور پھر اس وقت صرف انسان کا دماغ اور اس کی فکر ہی متاثر نہیں ہوتی بلکہ اس کا پورا وجود متاثر ہوتا ہے۔ بطور نمونہ احساس کی زبان کو موسیقی سے تعبیر کیا جاتا ہے یا کیا جاسکتا ہے' موسیقی کی تمام قسمیں اپنے پورے اختلاف کے باوجود ایک چیز میں سب مشترک ہیں اور وہ انسانی احساسات و جذبات کو متاثر کرنا ہے' موسیقی انسان کی روح میں ہیجان پیدا کر دیتی ہے اور اس کو احساس کی ایک مخصوص دنیا میں پہنچا دیتی ہے' اتنی بات ضرور ہے کہ موسیقی کے اختلاف سے جذبات و احساسات میں بھی فرق پڑ جاتا ہے مثلاً موسیقی کی ایک قسم وہ بھی ہے جو بزدل انسان کے اندر بھی بہادری و جوش پیدا کر دیتی ہے۔ آپ نے میدان جنگ میں دیکھا ہوگا کہ جب فوجی بینڈ بجنے لگتا ہے تو کبھی کبھی اس کا اثر اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ جو فوجی دشمن کے ڈر سے اپنا ٹھکانے سے باہر آتے ہوئے ڈرتا ہے وہ فوجی نغمہ کو سن کر دشمن کے مسلسل حملوں کے باوجود اپنے مورچے سے باہر آ کر بڑی بے جگری سے پیش قدمی کرنے لگتا ہے۔

اسی موسیقی کی ایک دوسری قسم ہوتی ہے جو انسان کے اندر جذباتی ہیجان پیدا کر دیتی ہے

اور شہوت کو بھڑکا دیتی ہے اور انسان کو اتنا سست اور بے خود بنا دیتی ہے کہ وہ شہوت کے ہاتھوں بدکاری پر آمادہ ہوجاتا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس سلسلے میں موسیقی جتنا انسانی جذبات کو ابھارتی ہے دنیا کی کوئی شے نہیں ابھار پاتی' بعض موسیقی انسان کے دلوں کے تاروں کو چھولیتی ہے اور وہ بلاوجہ غمگین ہوجاتا ہے۔شاید یہ غلط نہ ہو جب محفل رقص وسرور جوش پر آجاتی ہے تو انسان اپنی عفت وعصمت کی دیوار کو توڑ دیتا ہے۔تمام احساسات کو اس کی زبان سے ابھارا جاسکتا ہے خواہ وہ موسیقی ہو یا کوئی اور چیز اس سے احساسات پر کنٹرول بھی کیا جاسکتا ہے۔

ہر انسان کے جذبات واحساسات میں ایک حسِ مذہبی بھی ہوتی ہے اور وہ حس خدا کی تلاش میں معاون ثابت ہوتی ہے اور قرآن حکیم کا جس سے بھرپور تعلق ہے۔

مشرق ومغرب میں اس دینی حس کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ہم دنیا کے مفکرین میں سے صرف ایک دو کی رائے یہاں پیش کرتے ہیں۔سب سے پہلے اس سلسلے میں ''آئن اسٹائن'' کا نام لیا جاسکتا ہے'اس نے اپنے ایک مقالے میں مذہب کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے: میرے نظریے کے مطابق دنیا میں بطور کلی تین قسم کے مذاہب کا وجود ہے۔

(ا) خوف وڈر کا مذہب:۔یعنی ان لوگوں کا مذہب جنہیں مذہب کی طرف ابھارنے والی چیز فطرت کا ایک ڈراؤنا سلسلہ ہے جو اس کائنات میں ہے۔

(۲) مذہب اخلاق:۔اس سے مراد وہ مذہب ہے جس کی بنیادیں اخلاق صالح پر استوار کی گئی ہوں۔

(۳) مذہب ہستی:۔اس مذہب کی تشریح وتعریف اس طرح کی گئی ہے کہ انسان پر ایک

ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں انسان کی معنوی و روحانی حالت اجاگر ہو جائے گی اور اسی حالت میں اپنے حقیر و بے معنی آرزو اور امیدوں میں گھرا ہوا اور محدود و مقید ہو' دوسروں سے الگ تھلگ رہنے والا' اسی طرح اپنے اس عالم ہستی طبعی میں محصور انسان' دفعتہً اپنی اس قید و بند کی زنجیروں سے باہر آ جائے گا اور اس زندان سے چھوٹ جائے گا اور اس وقت کل ہستی کے نظارے میں مشغول ہو جائے گا اور وجود کو مثل ایک حقیقت واحدہ کے پائے گا۔ اور مابعد الطبیعات کے شکوہ و عظمت و جلال کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا اور پھر اپنی اوقات پر غور کرے گا اور یاد کرے گا اور چاہے گا کہ کل ہستی سے متصل ہو جائے۔

آئن اسٹائن کی یہ تعبیر" ہمام صحابی امام المتقین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے مومن کی صفات پوچھ رہے تھے اس کے جواب میں حضرت علی علیہ السلام نے ایک مختصر بات کہی لیکن بہت جامع اور مکمل' فرماتے ہیں' یا ھمام اتق اللہ و احسن ان اللہ مع الذین اتقوا و الذین ھم محسنون (حوالہ نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۳)

(ترجمہ) اے ہمام تم خود اپنے خدا سے ڈرو اور نیکوکار بن جاؤ کیونکہ خدا نیکوکار اور پرہیز گار بندوں کے ساتھ ہے' لیکن ہمام اتنے مختصر اور جامع جواب پر راضی نہیں ہوئے اور خواہش ظاہر کی کہ امیر المومنینؑ سے ان کے شب و روز' معاشرت و طرز عبادت و طریقہ زندگی کو بھی معلوم کریں۔ جواب میں مولاؑ نے مومن کے سلسلے میں اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا اور تقریباً ایک سو تیس صفتیں بیان فرمائیں' منجملہ ان کے یہ ہے" اگر خدا کی طرف سے معین کردہ موت کی علت نہ ہوتی تو چشم زدن کے برابر بھی ان کی روحیں ان کے بدن میں نہ ٹھہرتیں"۔ یہ وہی حالت ہے جس کی طرف آئن اسٹائن اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے' مذہبی انسان اپنے وجود کو ایک قسم کا قید خانہ خیال کرتا ہے اور اس کا جی چاہتا ہے پنجرہ جسم

سے پرواز کر جائے اور تمام ہستی کو یکبارگی بعنوان ایک واحد پائے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس حقیقت کو بہت زیادہ جامع' بزرگ اور شدید تر صورت میں بیان کیا ہے۔ حضرت علیؑ کے نظریئے کے مطابق مرد مومن اپنی پوری ہستی کو اپنے مادی بدن کے اندر جمع کئے ہوئے ہے اور یہی وجہ ہے کہ ناگہانی طور پر اپنے جسم کو چھوڑ کر اپنی روح کو آزاد کر لیتا ہے۔ ھمام کے واقعہ میں لکھا ہے کہ جب امیر المومنین حضرت علیؑ کی گفتگو ختم ہوئی تو ھمام کی روح بھی قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انسان کی حس معنوی کے بارے میں علامہ اقبال نے بڑی اچھی بات کہی ہے وہ کہتے ہیں: یہ بات بہت واضح ہے کہ دعا و پرستش ایک اشراق نفسانی کے عنوان سے ایک حیاتی متعارف عمل ہے کہ اس چھوٹے سے جزیرے کے طفیل ہماری شخصیت اپنی وضعیت کا ایک ایسے کل میں انکشاف کرتی ہے جو حیات سے بزرگ تر ہے۔

"Willam James" نے بھی اس سلسلے میں ایک بات کہی ہے' پرستش کی تڑپ اس امر کا ضروری نتیجہ ہے کہ ہر شخص کے خود اختیاری و عملی کے عمیق ترین حصہ ہونے کے باوجود ایک قسم کی اجتماعی خودی ہے جو ان تمام مصیبتوں کے باوجود اپنے کو دنیائے فکر کے اندر تلاش کر سکتی ہے۔ زیادہ تر لوگ خواہ مسلسل یا اتفاقی طور سے دل ہی دل میں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ روئے زمین کی حقیر ترین مخلوق اس بلند و برتر توجہ کے ساتھ اپنے کو ایک واقعی اور قیمتی شے محسوس کرتی ہے (یہ بھی) احتمال ہے کہ لوگ تاثر پذیری کے درجے کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ بعض لوگوں کے لئے دوسروں سے زیادہ یہی توجہ خود آگہی کی بنیادی قسمت کی تشکیل کرتی ہے اور وہ لوگ بھی جو بطور کلی اس کے ناقد ہیں وہ اپنے کو فریب دیتے ہیں اور واقعاً وہ بھی کسی نہ کسی حد تک ایمان رکھتے ہیں۔

تلاوت قرآنی وخوش الحانی

قرآن نے خود تعلیم دی ہے کہ قرآن کو خوش الحانی سے پڑھا کرو اور یہ وہی آسمانی صدا ہے کہ قرآن اپنی فطرت الٰہی کی بناء پر انسان سے گفتگو کرتا ہے اور اسے مسخر کر لیتا ہے۔ (حضرات آئمہ معصومین علیھم السلام کے لئے اتفاقی و اجتماعی طور سے ثابت ہے کہ جب آپ حضرات قرآن کی تلاوت فرماتے تھے تو اس خوش الحانی سے فرماتے تھے کہ راستہ چلتے ہوئے لوگ ان کی آواز سن کر بے اختیار ٹھہر جاتے تھے' ان کی حالت دگرگوں ہو جاتی تھی اور وہ بے تحاشہ رونے لگتے تھے۔

خاتون محشر انیسہ خورا' بتول العذرا' حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا نے وقت آخر حضرت علی علیہ السلام سے فرمائش کی تھی کہ ابوالحسن کبھی کبھار میری قبر پر تلاوت قرآن کے لئے آجانا مجھے تمہارا قرآن پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے)

قرآن اپنی توصیف کے لئے دو زبان کا قائل ہے' کبھی تو اس نے اپنے کو کتاب تفکر و منطق کہا ہے اور کبھی اپنا تعارف احساس و عشق کے ذریعے کرایا ہے۔ یعنی یوں سمجھئے کہ قرآن صرف عقل و فکر کے لئے غذا نہیں مہیا کرتا بلکہ روح کے لئے بھی غذا فراہم کرتا ہے قرآن اپنی مخصوص موسیقی کے لئے بہت تاکید کرتا ہے' جس موسیقی کے عمیق و بلند احساسات کو تمام موسیقیوں سے زیادہ ابھارتا ہے' خود قرآن اس موسیقی کی تعلیم مومنین کو دیتا ہے تا کہ رات کے کچھ حصے تک مومنین تلاوت قرآن میں مشغول رہیں اور اپنی نمازوں میں خدا کی طرف توجہ رکھتے ہوئے قرآن کی تلاوت کریں۔

میں نے قرآن کے سلسلے میں مخصوص موسیقی کا لفظ عمداً استعمال کیا ہے کیونکہ خوش الحانی

سے قرآن پڑھنے کا اپنا ایک انداز ہے جو سب سے جدا ہے اس لحن میں جو غنائیت ہے وہ حرام موسیقی کے زمرے میں نہیں آتی۔ تلاوت قرآن حکیم' قصیدہ خوانی' منقبت خوانی' نعت خوانی' سوز خوانی اور نوحہ خوانی میں جو لحن استعمال ہوتا ہے وہ قطعی جائز ہے بشرطیکہ وہ گانے بجانے کے انداز میں نہ ہو' علاوہ ازیں جنگی ترانے' ملی نغموں وغیرہ میں بھی جو لحن یا موسیقی استعمال ہوتی ہے مجتہدین کرام نے اسے بھی جائز قرار دیا ہے۔ اسی لئے اب ''قرأت'' با قاعدہ ایک علم وفن کی صورت اختیار کر گیا ہے اور پوری دنیا میں اس کے اسکول و اکیڈمی قائم ہے مصر کے قاری باسط وغلوش' ایران کے قاری خوش دل۔ پاکستان کے قاری خوشی محمد ازہری' قاری عابد حسین' قاری وحید ظفر قاسمی وغیرھم کا نام قرآن کے حوالے سے خاصہ محبوب ومعروف ہے' آج اس سلسلے میں بڑی کوشش ہو رہی ہیں' خصوصاً اسلامی جمہوریہ ایران میں حفظ قرآن اور قاری بنانے کے لئے بے شمار ادارے موجود ہیں اور اب ماشاءاللہ پاکستان میں بھی اس سلسلے میں خاصہ کام ہو رہا ہے' معروف تعلیمی ادارے تنظیم المکاتب پاکستان کے پچاس سے زائد طالبعلم حافظ کل قرآن بن چکے ہیں۔ اس سلسلے میں مبلغ سندھ مولانا صوفی سید ابن حسن رضوی مرحوم نے اپنے گاؤں کے مدرسہ میں بچیوں کے حفظ قرآن کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ ہماری بھتیجی سیدہ معصومہ بتول بنت مولانا شہنشاہ حسین نے قرآن حفظ کیا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کو قرآن مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے: ''اے کملی اوڑھنے والے (رسولؐ) راتوں کو (عبادات کیلئے) کھڑے رہا کرو مگر کم۔ آدھی رات یا کچھ زیادہ۔ اور قرآن کو ترتیل سے پڑھا کرو''۔ ترتیل کا مطلب یہ ہے کہ اتنی جلدی جلدی نہ پڑھو کہ الفاظ ہی سمجھ میں نہ آئیں اور نہ اتنی سست رفتاری سے پڑھو کہ باہم الفاظ کا رابطہ ہی ٹوٹ جائے۔ یعنی آہستہ و سکون کے ساتھ آیتوں کے معانی پر غور کرتے ہوئے پڑھو۔ پھر اسی سورۃ میں بعد کی آیات

میں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر روزانہ کے کاموں کے لئے مثلاً تجارت و جہاد وغیرہ کے لئے زیادہ آرام کی ضرورت ہو تو بھی خلوت میں یاد خدا اور عبادت خدا سے غافل نہ رہو۔

مسلمانوں کے درمیان جو چیز مایہ نشاط اور قدرت روحی اور خلوص وصفائے باطن پیدا کرنے کی تھی وہ صرف قرآن کی موسیقی تھی، قرآن کی آسمانی آواز نے بہت ہی مختصر سی مدت کے اندر جزیرۃ العرب کے وحشی لوگوں کو ایسا ثابت قدم مومن بنا دیا جنہوں نے اپنے زمانے کے بڑی بڑی طاقتوں کے چھکے چھڑا دیئے اور ان کو شرمناک شکست دی۔ اس زمانے کے مسلمان قرآن کو صرف ایک کتاب درس و تدریس ہی نہیں سمجھتے تھے کہ جو غذائے روح اور ایمان کی قوت میں اضافے کا سبب ہو بلکہ راتوں کو بڑے خلوص کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے۔ (امامت کے چوتھے آفتاب درخشانی سید الساجد بن امام زین العابدین نے ختم قران کی جو دعا تعلیم کی ہے اس میں اس نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"خدایا رات کی تاریکیوں میں قرآن کو ہمارا مونس قرار دے ہمیں ایسا عشق اور ایسی سمجھ عطا فرمادے جس سے رات کی تاریکیوں میں اس کتاب سے انس والفت پیدا ہو جائے)

راتوں کو اپنے خدا سے راز و نیاز کیا کرتے تھے۔ اور دن کو شیر کی مانند دشمنوں پر حملہ کرتے تھے۔ قرآن بھی مومنین سے اسی چیز کی توقع رکھتا تھا۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کر کے کہتا ہے" فلا تطع الکفرین و جاهد هم به جهاداً کبیراً (حوالہ سورہ فرقان آیت ۵۲)

کافروں کی باتوں کو نہ سنیئے ان سے زبردست طریقے سے جنگ کیجئے، اور پیغمبر کی پوری زندگی اس قول کی سچائی کی تصدیق کرتی ہے۔ پیغمبر کا جب کوئی مددگار نہ تھا، اس وقت بھی آپ تن تنہا قرآن کو ہاتھ میں لے کر قیام کرتے تھے اور یہی قرآن آپ کے لئے سب کچھ

تھا یہی قرآن رسولؑ کے لئے فدائی پیدا کرتا تھا' اسلحہ جنگ مہیا کرتا تھا' طاقت اکٹھا کرتا تھا دشمن کو آپؐ کے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور کرتا تھا۔ دشمنوں کو آپؐ کی طرف کھینچ کر لاتا تھا اوران کو رسولؑ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کرتا تھا اور اس طرح کے وعدہ کی صداقت کا اثبات کرتا تھا۔ جب قرآن اپنی زبان کو دل کی زبان کہتا ہے تو اس سے مراد وہ دل ہوتے ہیں جو آیات خدا سے اپنے اوپر صیقل کرنا چاہتے ہیں اور اپنی صفائی کرنا چاہتے ہیں' اور یہ زبانی موسیقی کی زبانی کے علاوہ ہے کیونکہ موسیقی کی زبان کبھی کبھی انسان کے شہوانی جذبات کو بھی ابھار دیتی ہے اور فوجی زبان و جنگی زبان کے بھی علاوہ ہے کیونکہ جنگی زبان سے جس شجاعت کو ابھارتے ہیں یہ اس سے مختلف ہے یہ وہ زبان ہے جو بدو عرب سے ایسے مجاہد پیدا کردیتی ہے جن کے بارے میں کہا گیا ہے **حملو الصائر هم علیٰ اسیافهم**. ایسے لوگ جنہوں نے اپنی پہچان اپنی بنائی اپنے روشن افکار' الٰہی معلومات اور اپنی معنویت کو اپنی تلواروں پر رکھ دیا تھا اور جن کی تلواریں اسی آئیڈیا وافکار پر کام کرتی تھیں۔

ان لوگوں کی نظروں میں انفرادی مسائل اور شخصی منافع کبھی نہیں تھے حالانکہ یہ لوگ معصوم نہیں تھے بلکہ خطا کار تھے لیکن قائم اللیل اور صائم النھار (رات بھر عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے) کے سچے مصداق تھے۔ ہر وقت ہستی کی گہرائیوں کے بارے میں سوچا کرتے تھے۔ راتوں کو عبادت کرتے تھے' دنوں کو جہاد میں مشغول رہتے تھے۔ قرآن اپنی اسی خاصیت کی وجہ سے دل و روح کی کتاب ہے' ایسی کتاب ہے جس سے روح تڑپ پیدا ہوتی ہے' آنکھوں سے اشک جاری ہونے لگتے ہیں' دلوں میں کپکپی پیدا ہوجاتی ہے۔ قرآن ایک اور گروہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب ان کے سامنے آیات قرآنی کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان پر خضوع و خشوع کا عالم طاری ہوجاتا ہے اور وہ کہتے ہیں جو کچھ اس کتاب میں ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ یہ سب کا حق ہے۔ یہ

کہتے ہیں اوران کے خضوع میں اوراضافہ ہوجاتا ہے۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ اہل کتاب میں سے عیسائی مسلمانوں سے بہت قریب ہیں اور یہودی بہت دور ہیں چنانچہ سورہ مائدہ آیت ۸۲ میں ارشاد ہوا" اے میرے رسولؐ لوگوں میں مسلمانوں کے سب سے زیادہ دشمن یہودی اور مشرکین ہیں اور مومنین سے ازروئے محبت سب سے زیادہ نزدیک وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔اس کے بعد عیسائیوں کے ایک گروہ کی توصیف بیان کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے کہ یہ قرآن کو سنتے ہی ایمان لاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔

"جب یہ لوگ رسولؐ پر نازل شدہ آیتوں کو سنتے ہیں تو تم دیکھو گے کہ حق کو پہچاننے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے اشک جاری ہو جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں پروردگار! ہم ایمان لائے ہمیں بھی اپنے پیغمبر کے سچے گواہوں میں قرار دے (حوالہ سورہ مائدہ آیت ۸۳)

دوسری جگہ پر جہاں براہ راست مومنین سے خطاب کر رہا ہے ان لوگوں کے تعارف اس طرح کرا رہا ہے۔یعنی خدا نے بہترین کلام کو نازل فرمایا۔ایسا کلام جو سراسر ایک ہے اور ایک دوسرے کے مشابہ ہے اور اس کے ساتھ یہ صرف بشارت نہیں بلکہ نصیحت بھی ہے۔خدا پرست و خداترس لوگ جب کلمات خدا کو سنتے ہیں تو ان کے جسموں پر کپکپی پیدا ہو جاتی ہے اور ان پر خوف طاری ہو جاتا ہے اور اس وقت ان کی حالت پر یاد خدا سکون اور محبت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ان آیات میں اور ان کے علاوہ دوسری آیتوں (جیسے سورہ مریم کی ۵۸ ویں آیت اور سورہ صف کی ابتدائی آیت) میں قرآن اس بات کی بھی وضاحت کرتا ہے کہ یہ محض علمی وتحلیلی کتاب نہیں بلکہ جس طرح یہ منطقی استدلال سے پر ہے اسی طرح انسان کے احساس و ذوق اور لطائف روح سے بھی پر ہے اور انسان کی روح کو متاثر کرتی ہے۔

قرآن کس کے لئے ہدایت ہے

قرآن کس لئے ہدایت ہےاور قرآن کے مخاطبین کون ہیں اس بات کی تحقیق، تشخیص اور تعین ضروری ہے مثلاً ''ھدی للمتقین'' (یہ قرآن) پرہیز گاروں کے لیے ہدایت ۔ ہے یہ قرآن مومنین کے لئے ہدایت وبشارت ہے۔ (یہ قرآن) زندوں کے ڈرانے کے لئے ہےاوراسی طرح کی بہت سے تعبیرات قرآن نے کی ہیں۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پرہیز گاروں کے لئے ہدایت کوئی ضروری چیز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ لوگ تو خود پرہیز گار ہیں۔ دوسری طرف قرآن اپنا تعارف اس طرح کراتا ہے۔

''یہ قرآن ساری دنیا کے لئے دولت بیداری ہےاوراس کی خبر تم بعد کو سنو گے''۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کتاب تمام دنیا کے لئے یا صرف مومنین کے لئے؟

ایک اورآیت میں قرآن رسول کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے۔ **وما ارسلنک الا رحمته اللعالمین** (سورہ انبیاء آیت ۱۰۷) (ترجمہ) اے رسول ہم نے تمہیں سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اس مطلب کی تفصیل وہاں بیان کی جائے گی جہاں قرآن میں مبحث تاریخ کا ذکر کیا جائے گا۔ یہاں پراجمالاً عرض ہے کہ جن آئیتو ں میں قرآن نے دنیا کے تمام لوگوں کو مخاطب کیا ہے وہاں قرآن کا مقصد ہے کہ قرآن کسی قوم یا مخصوص لوگوں کے لئے نہیں بلکہ پوری کائنات کے لئے آیا ہےاور جہاں پر قرآن کو مومنین کے لئے ہدایت کرنے والا یا متقین کے لئے ہدایت کرنے والا کہا ہےاس سے مراد یہ ہے کہ انجام کار وہ کون لوگ ہوں گے جو قرآن سے دوری اختیار کریں گے قرآن کسی خاص قوم یا معین قبیلہ کو اپنے عقیدتمند و ارادتمند کے عنوان سے ذکر نہیں کرتا' قرآن نے یہ

کبھی نہیں کہا ہے کہ وہ اس قوم یا اس قوم کی ملکیت ہے' دوسرے مکاتب فکر کی طرح قرآن کسی مخصوص طبقہ کے منافع کے لئے نہیں ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ میں صرف فلاں طبقہ کی ضمانت کرتا ہوں مثلاً قرآن یہ نہیں کہتا ہم صرف کاریگروں کی حمایت کرنے آئے ہیں یا ہم تو صرف کسانوں کی پشت پناہی کے لیے آئے ہیں' اس کے برخلاف قرآن اپنی جگہ بطور تاکید کہتا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جس کا مطلب عدالت کا رواج دینا ہے' انبیاء کے بارے میں اعلان کرتا ہے۔ "ہم نے انبیاء کے ساتھ کتاب اور انصاف کی ترازو اتاری تاکہ وہ لوگوں کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں"۔ (حوالہ سورہ حدید آیت ۲۵)

قرآن تمام انسانی معاشرے کے لئے عدالت و انصاف چاہتا ہے نہ کہ صرف اس طبقہ یا اس طبقہ اور اس قبیلہ و قوم کے لئے انصاف کا متقاضی ہے۔ نازی ازم کے برخلاف قرآن اپنی طرف تعصب کی بنیاد پر دعوت نہیں دیتا اور نہ ہی مارکسزم کی طرح منفعت طلبی اور نفع پرستی پر بھروسہ کرتا ہے اور نہ لوگوں کو ان کی دنیاوی منفعت کی لالچ دے کر اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اپنے ماننے والوں کے لئے عدالت و حق کا نظریہ پیش نظر رکھے گا۔

قرآن جس طرح انسان کے وجدان عقلی کی اصالت کا قائل ہے اسی طرح اس کے لئے ایک فطری وجدانی اصالت کا بھی قائل ہے اور اسی حق جوئی و عدالت طلبی کی بنیاد پر انسان کو ابھارتا ہے اور آمادہ کرتا ہے۔ اسی لئے اسلام کا پیغام نہ مزدوروں کے لئے منحصر ہے اور نہ کسانوں کے لئے۔ قرآن ظالم و مظلوم دونوں کو مخاطب کرتا ہے کہ حق کا راستہ اپناؤ۔ قرآن نے جس طرح حضرت موسیٰؑ کا قصہ نقل کیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل اور فرعون دونوں کو خدا کا پیغام دیتے تھے اور دونوں سے چاہتے تھے کہ خدا پر ایمان لائیں اور اس کی راہ پر

گامزن رہیں۔اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ نے اپنی رسالت ودعوت کو جس طرح سرداران قریش کے لئے پیش کیا اسی طرح ابوذر غفاریؓ اور عمار یاسرؓ کے لئے پیش فرمایا۔قرآن نے متعدد ایسے واقعات بیان کئے ہیں جن میں انسان گمراہی کو چھوڑ کر راہ حق پر آ گیا ہے۔ہاں قرآن نے اس نکتے کی طرف بھی لوگوں کی توجہ ۰ ۰ ول کر ں کہ عیش وعشرت میں پلنے والوں کا حق کی طرف پلٹنا بہ نسبت غریبوں اور مظلوموں کے بدرجہا مشکل ہے مظلوم اور غریبوں کا طبقہ اپنی فطرت کے تقاضوں کی بناء پر عدالت وانصاف کا راستہ اختیار کرتا ہے لیکن ثروت مندوں اور مالداروں کے طبقے چونکہ شخصی منافع اور گروہی منافع کو چھوڑنا پڑتا ہے اس لئے وہ بڑی مشکل سے حق وعدالت کو قبول کرتا ہے۔

قرآن اعلان کرتا ہے کہ ہمارے ماننے والے وہی لوگ ہیں جن کی روح پاکیزہ ہے اور یہ لوگ صرف حقیقت جوئی اور عدالت طلبی کی بنا پر جو ہر انسان کا فطری حق ہے قرآن کے گرویدہ ہوجاتے ہیں دنیاوی جذبے اور مادی خواہشات' طلب منفعت کی خاطر ایسا نہیں کرتے۔

قرآن حکیم ہر طبقہ' ہر شعبہ اور ہر طرح کے انسان کو ہدایت کی دعوت دیتا ہے لیکن اس کا اصل ہدف اور موضوع متقین ہیں۔

قرآن اور عقل

اس سے پہلے ہم قرآن اور اس کے مخاطبین اور قرآن کی زبان کے بارے میں تحریر کر چکے ہیں اور مختصر طور اپنا نقطہ نظر پیش کر چکے ہیں کہ قرآن اپنا پیغام پہچانے کے لئے دو زبانیں استعمال کرتا ہے۔ ایک منطقی استدلال اور ایک احساس کی زبان۔ اور دونوں زبانوں کے مخاطب جدا جدا ہیں۔ منطقی استدلال کی مخاطب عقل ہے...... اور احساس کا مخاطب دل ہے۔ اس بحث میں عقل کے بارے میں قرآنی نظریئے کی تحقیق کریں گے۔

لیکن پہلے ہمیں یہ طے کرنا ہے کہ قرآن کی نظر میں عقل سند ہے بھی یا نہیں؟ یعنی علمائے فقہ و اصول کی زبان میں عقل حجت ہے کہ نہیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عقل واقعتاً کوئی صحیح دریافت ہے تو کیا انسان کو اس کا احترام کرنا چاہیے اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور اگر عمل کیا اور اتفاقاً کسی جگہ پر غلطی ہوگئی تو خدا اس کا معاف کر دے گا اور معذور سمجھے گا یا اس پر عذاب و عتاب کرے گا اور اگر اس کے مطابق عمل نہ کرے تو خدا اس بنا پر کہ حکم عقل کی مخالفت کی ہے اس کو سزا دے گا یا نہیں؟

عقل حجت ہے یا نہیں؟

اسلام میں عقل کی حجت کا مسئلہ اپنی جگہ پر مسلم ہے اور علمائے اسلام میں سے کسی نے بھی سوائے چند لوگوں کے عقل کے حجت ہونے میں شک نہیں کیا اور فقہ کے چاروں ماخذوں قرآن حدیث، عقل اور اجماع میں عقل کو ایک ماخذ تسلیم کیا ہے۔

قرآن کی معاشرتی تعلیمات

اسلام نے معاشرت کے جو اصول وضع کئے ہیں وہ نہایت وسیع اور ہمہ گیر بنیادوں پر استوار کیے گئے ہیں۔ مثلاً

ا۔ اسلام نے معاشرتی تعلیمات میں' سب سے زیادہ اہمیت عقیدہ وخیال اور نصب العین و مقاصد کی ہم آہنگی کو دی ہے۔ دو مختلف انسانوں کے درمیان تعلقات اسی وقت استوار ہو سکتے ہیں یا قائم رہ سکتے ہیں جب ان کے درمیان عقیدہ وخیال اور عمل و کردار کا اتحاد پایا جاتا ہو۔ اس لیے قرآن نے انسانی سوسائٹی کو صرف دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ مومن اور کافر۔'' هو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مومن.... (التغابین۔۲) مومنین کو ایک دوسرے کو بھائی قرار دیا گیا ہے'' انما المومنون اخوضوة'' بے شک مومن بھائی بھائی ہیں'' (الحجرات' ۱۰ دوسری جگہ قرآن کریم نے یہ حکم دیا ہے کہ کوئی مومن دوسرا مومن کو چھوڑ کر کافر سے دوستی نہ پیدا نہ کرے۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان عقیدہ اور مقاصد کسی میں بھی یگانگت نہیں پائی جاتی۔ الا یتخذ المومنون الکفرین او لیا من دون المومنین۔'' مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا ہمدرد و ہمساز ہرگز نہ بنائیں'' (آل عمران' ۲۸)

۲۔ اسلام نے انسانی زندگی کی تنظیم کرتے وقت خاندان کو خشت اول قرار دیا ہے۔ اس طرح وہ معاشرت کی بنیاد مرد اور عورت کے تعلقات کے توازن پر رکھتا ہے۔ قرآن نے عورتوں اور مردوں کے دائرہ کار کو علیحدہ علیحدہ کر دیا ہے۔ مرد کے لیے جو دائرہ کار موزوں تھا وہ اس کے لئے' اور عورت کے لیے جو دائرہ کار فطری طور پر مناسب تھا وہ اس کے لیے مقرر کر دیا۔ اس سلسلے میں گھر کی دیکھ بھال' بچوں کی پرورش اور دیگر امور خانہ داری کو سرانجام

دیناعورت کا سب سے بڑا فریضہ ہے۔اس فریضے کی خاطر خواہ تکمیل اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ عورت گھر کے دائرہ کو اپنی مملکت سمجھے یہ دائرہ محدود نہیں بلکہ وسیع ہے' اور انسانی معاشرہ کی بنیاد ہے کیونکہ خاندان انسانی معاشرہ کی اکائی ہے۔

۳۔قرآن کریم کا یہ مسلمہ اور زریں اصول ہے کہ تمام انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کے درمیان' نسل اور زبان وغیرہ کی بنیادوں پر فرق و امتیاز جائز نہیں' ایمان اور عمل صلح یعنی تقویٰ ہی وہ بنیاد ہے جس کی رو سے ایک انسان دوسرے انسان کے مقابلے میں فضلیت اور برتری حاصل کرسکتا ہے۔قرآن نے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے:

یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ و جعلنکم شعوباً و قبائل لتعارفوط ان اکرمنکم عنداللہ اتقکم. (الحجرات:۱۳)۔

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔خدا کے نزدیک تم سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔''

اور اس نکتہ کی وضاحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمائی۔

لا فضل العربی علی عجمی و لا لعجمی علی عربی الابالتقویٰ

(کسی عربی کو عجمی پر فضلیت نہیں ہے اور عجمی کو عربی پر کوئی فضلیت نہیں ہے مگر صرف تقویٰ کے لحاظ سے

۴۔قرآن کریم نے اپنی معاشی تعلیمات کی بنیاد تمام انسانوں کی مساوات اور انسانی شرافت پر رکھی ہے۔پوری انسانیت کے فطری شرف کا رکھی ہے۔'' **لقد کرمنا ادمہ**''

بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی' اور فضلنھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا" اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت میں قرآن کی رو سے۔ مرد اور کو عورت اور عورت دونوں شامل ہیں۔ قرآن اس بات کا انکار کرتا ہے کہ عورت اولین گناہ کا سبب بنی یا صنف نازک انسانی نقطہ سے مرد کے مقابلے میں فروتر ہے یا وہ کوئی ناگزیر برائی ہے'' جیسے فلاسفرا سے اسی طرح پیش کرتے ہیں۔ اسلام تمام مخلوق کو عیال اللہ سمجھتا ہے جس سے اللہ کو یکساں محبت ہے۔

۵۔ مرد اور عورت کے باہمی تعلق سے ایک خاندان کی بنیاد پڑتی ہے۔ خاندان اسلامی معاشرت میں ایک اہم اور مستقل یونٹ قرار پاتا ہے اور اس کی تشکیل رشتہ ازدواج سے ہوتی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے رشتہ ازدواج معاشرتی زندگی کی اولین بنیاد ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلم معاشرے میں نکاح کو سہل بنایا جائے۔ رنگ ونسل زبان اور جغرافیائی حالات کو نظرانداز کر کے اسلام نے نکاح کی وسیع سہولتیں فراہم کی ہیں۔ چند مخصوص قریبی رشتہ دار عورتوں اور مشترکات کو چھوڑ کر باقی تمام عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا گیا۔ اگر ازدواجی زندگی میں کشیدگی ہو تو مرد کے لئے طلاق اور عورت کے لئے خلع کا راستہ کھلا رکھا گیا۔ اس طرح مرد وعورت کے آزادانہ اور بے لگام میل جول کی جڑ کاٹ دی گئی اور اگر ان سہولتوں کے باوجود پھر بھی کوئی جنسی بے راہ روی اختیار کرتا ہے تو اس کے لئے سخت ترین سزا تجویز ہوئی۔ یعنی ایسے لوگوں کے لئے کوڑے اور رجم کی سزائیں تجویز ہوئیں۔

۶۔ خاندانی زندگی کے بارے میں قرآن کریم نے جو خصوصی ہدایات دی ہیں یا مرد اور عورت کے لئے جو حدود کار' فرائض اور حقوق مقرر کئے ہیں وہ مختصراً حسب ذیل ہیں۔

(الف) مرد کو خاندان کے معاشی' تمدنی زندگی اور سیاسی زندگی کا نگراں مقرر کیا گیا ہے

اور عورت کو خاندان کی گھریلو زندگی بچوں کی تربیت' نشوونما' ان کی تعلیم اور دوسری ضروریات کا نگہبان مقرر کیا گیا ہے۔ عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ پردہ کریں اور اندرون خانہ کے فرائض سرانجام دیں اور حتی الامکان' عام حالات میں مردوں کے ساتھ' گھر سے باہر کی تگ ودو میں شریک نہ ہوں اپنی آرائش وزیبائش کا برملا اظہار نہ کریں' اگر انہیں کسی کام کے لئے باہر جانا بھی پڑے تو پردہ کریں۔

و قرن في بيوتكن و لا تبرجن تبرج الجاهليه الاولى (الاحزاب۳۳)

''اور اپنے گھروں میں ٹھہر رہو اور جس طرح پہلے جاہلیت کے دنوں میں اظہار تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ''۔

(ب) مرد اور عورت کا باہمی تعلق نہایت مقدس ہے۔ مرد اور عورت دونوں کو حکم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مخلص اور وفادار رہیں۔ بلکہ ایک جان دو قالب ہوں۔ **هـن لبـاس لكم و انتم لباس لهن** (بقرۃ۔۱۸۷)

''وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو''۔

و من ايته ان خلق لكم من انفسكم ازواجاً لتسكنوا اليها و جعل بينكم مودة و رحمته (الروم۲۱)

''اور اس کے نشانات میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جیسی عورتیں پیدا کیں تا کہ تم ان کی طرف مائل ہو کر آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی''۔ (الروم۲۱)

بیویاں اپنے شوہروں کے لئے وجہ تسکین ہوتی ہیں۔

(ج) مرد اور عورت کے ازدواجی تعلق کا مقصد محض تعیش، شہوت اور تسکین نفس نہیں قرار

دیا گیا بلکہ اسے ایک تمدنی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ جس سے نسل انسانی کا تحفظ مطلوب ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب عورت کا کام محض بچے پیدا کرنے ہی نہ ہو بلکہ ان کی تعلیم و تربیت اور ان کی مناسب پرورش بھی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے عورت کے لئے ''حرث'' یعنی کھیت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس طرح ایک کھیت کے دامن سے ایک خاص ترتیب اور عمل سے فصل تیار ہو کر نکلتی ہے۔ اسی طرح صنف نازک کے دامن سے بھی نسل انسانی کو مکمل طور پر تیار ہو کر نکلنا چاہئے۔

(د) اسلام نے وسیع تر انسانی مفاد اور ضروریات کے تحت ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہے اسی صورت میں حکم دیا ہے کہ اگر بیویاں ایک سے زیادہ ہوں تو مرد کو چاہیے کہ ان کے درمیان ممکنہ حد تک انصاف و عدل کا رویہ اختیار کرے۔ ایک ہی طرف نہ جھک جائے۔ فلا تمیلو کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ (النساء ۱۲۹)

اور ایک بیوی کی طرف اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر لٹکتا ہوا چھوڑ دو۔

(ہ) اگر مرد اور عورت کے درمیان جدائی ناگزیر بھی ہو تو بھی شرافت اور ہمدردی کے ماحول میں ہو۔ اور اس سے قبل عورت کو جو ہدایا اور تحائف دیے گئے ہوں وہ واپس نہ لیے جائیں۔ و لا یحل لکم ان تاخذو مما اتیتموھن شیئا

(اور نہ لو اس میں سے کچھ بھی جو تم ان کو دے چکے) بلکہ تمھیں چاہیے کہ مزید کچھ انھیں دے دو۔ فمتعوھن سراحا جمیلا ''ان کو کچھ متاع اور کوئی فائدہ دے کر اچھی طرح سے رخصت کرو''۔ (الاحزاب ۴۹)

۷۔ میاں بیوی کے دائرہ کار کی علیحدگی اور باہمی تعلقات کے انضباط کے بعد ان کا اور ان کی اولاد کا تعلق سامنے آتا ہے۔ والدین کے بارے میں قرآن نے واضح تعلیمات دی

ہیں اور کہا ہے کہ انھیں اف تک نہ کہو یعنی انھیں اپنے قول یا عمل سے ذرا بھی دکھ نہ پہنچاؤ اور جب تک وہ صریح اسلامی تعلیمات کے خلاف حکم نہ دیں ان کی حکم عدولی نہ کی جائے۔ دوسری طرف والدین کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کا خاص خیال رکھیں۔ بھوک وافلاس اور جاہلیت کے عار کی بنا پر بچوں کو قتل نہ کریں۔ اور ان کی تربیت کریں کہ وہ معاشرہ کے معزز فرد بن سکیں و اجعلہ رب رضیا "اے رب اس (ہونے والے بچے) کو خوش اطوار بنادے"۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں و کان یامر اهله بالصلوة و الزکوة۔ "اور وہ (اسماعیل) اپنے اہل وعیال کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے تھے"۔ (۱۹۔۵۵) اور سورہ الفرقان کے آخر میں مومنین خاص کی یہ دعا ہے "اے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا"۔ (فرقان ۷۴) مفسرین کے نزدیک ان آیات میں متقین سے مراد افراد خاندان ہیں۔

۸۔ خاندان کی تنظیم کے بعد اسلام نے تمام رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔ صلہ رحمی میں تمام رشتہ دار شریک ہیں۔ اس دائرے میں ایک خاندان سے آگے بڑھ کر کئی خاندان شریک ہو جاتے ہیں جن میں باہمی خونی تعلق ہوتا ہے یا رشتے ناطے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے ایک خاندان کے افراد کے باہمی تعلق کے لئے احسان کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس کے بعد حکم دیا ہے کہ اپنی خوشیوں میں ذوالقربیٰ کو یاد رکھا جائے۔

بالوالدین احسانا وبذی القربی

"والدین اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرو"۔ (النساء۔۳۶)

واتی المال علی حبه ذوی القربی "اور باوجود عزیز رکھنے کے مال اپنے رشتہ

داروں کو دے''۔(البقرۃ۔۱۷۷)

۹۔ایک خاندان اور اس کے قریبی رشتہ داروں کے بعد' اس خاندان اور اس کے ہم سایہ اہل محلّہ اور جان پہچان والے دوسرے لوگوں کا باہمی تعلق سامنے آتا ہے۔قرآن کریم نے ہمسائے سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور یہی حکم ان لوگوں کے بارے میں بھی ہے جن سے معمولی میل جول ہو۔اس دائرے میں اہل محلّہ آ جاتے ہیں۔**والجار ذی القربی والجار الجنب والقاحب بالجنب وابن السبیل**

''اور احسان کرو ہمسایوں' اجنبی ہمسایوں' پاس بیٹھنے والوں کے لئے'' مسجد کو پورے محلے کا محور بنایا گیا جہاں وہ پنج وقتہ نماز کے لئے جمع ہوتے ہیں اور باہم خوشیوں اور غم و درد میں شریک ہوتے ہیں۔

۱۰۔حکم دیا گیا ہے کہ عام مسلمانوں سے ملاقات کی ابتدا اسلام سے کی جائے۔اس طرح یہ تعلیم دی گئی ہے کہ آپ سے بات کرنے والا جس انداز سے بات کرتا ہے آپ کا فرض ہے کہ آپ بھی اسی انداز سے بات کریں یا اس سے بھی اچھے انداز سے بات کریں۔سلام کے لئے یوں تعلیم دی گئی **و اذاحیتیم بتحیته فحیوا باحسن منها اوردوها** (۴۔۸۶)

''جب کوئی احترام کے ساتھ سلام کرے تو اس کو اس سے بہتر طریقہ کے ساتھ جواب دو یا کم از کم اس کی طرح''۔

۱۱۔معاشرے کے اندر نادار' اپاہج' یتیم اور بیوہ افراد کی نگہبانی کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔سورۃ الماعون میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ شخص خوف آخرت نہیں رکھتا جو **یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین** ''جو یتیموں کو دھکے دیتا ہے اور ناداروں کو کھانا کھلانے کے لئے ترغیب نہیں دیتا'' اور دوسری جگہ ہے **و فی اموالهم حق للسائل والمحروم**

(۹۱:۵۱)

ان کے اموال میں سائل اور نادار کا حق ہوتا ہے''۔اس مقصد کے لئے شریعت نے زکواۃ اور صدقات کو مشرع قرار دیا اور حکم ہوا کہ یہ فقراء و مساکین کا حق ہے۔ انما الصدقت للفقراء و المسکین (٦:٩)

''بے شک صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہیں''۔

۱۲۔غرض اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیاد عالم گیر انسانی برادری' رنگ و نسل کے بجائے عقائد و اخلاق' خاندانی نظام کی مضبوطی' جنسی تعلقات کے انضباط' مرد و عورت کے دائرہ کار کی علیحدگی اور عام انسانی دوستی کے جذبات اور اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ایک مسلمان جس طرح اپنا' اپنے خاندان اور اپنے محلے کا ہمدرد ہوتا ہے اسی طرح پوری انسانیت کا ہمدرد ہوتا ہے۔قرآنی نقطہ نظر سے وہ معاشرہ اسلامی معاشرہ نہیں ہے جس میں پڑوسی ایک دوسرے کے دشمن اور ایک ہی منزل کے دو مختلف حصوں میں۔رہنے والے ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہوں اور ہوں دونوں مسلمان۔

۱۳۔یہ ہے ایک مجمل خاکہ قرآنی نظام معاشرت کا۔اس کی جھلکیاں آج بھی کسی حد تک مسلمانوں کے معاشرے کے آثار موجود ہیں اور انہیں نہیں مٹایا جاسکا۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ قرآن نے اسلامی نظام معاشرت کے ئے کچھ ایسی خاص اور مستحکم حفاظتی تدابیر اختیار کیں جن کی بدولت انتہائی نامساعد حالات کے باوجود آج اسلامی معاشرہ زندہ ہے۔ وہ تدابیر مختصراً حسب ذیل ہیں۔

(الف) اسلام نے قرآن و سنت کی شکل میں اسلامی نظریہ حیات کے تصور کو زندہ رکھا۔ مسلمانوں کے عقائد درست رہے اور سنت رسولؐ نے ہمیشہ انہیں حسن سلوک اور حسن

معاشرت پر ابھارے رکھا۔ حضورؐ کی ایک حدیث ہے کہ

من سن سنة اله اجرها اجر من عمل بها

''جس نے بھی کسی اچھی روایت کی بنیاد رکھی ہے اسے اس کا اجر ملے گا۔ اور اس پر قیامت تک جو بھی عمل کرے گا اس کا اجر بھی' اچھی روایت قائم کرنا بھی اسلامی معاشرت کے بقا کا ضامن ہوا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ہمیشہ ایسی روایات کو سینے سے لگائے رکھا جن کا تعلق حسنِ تعلق سلوک فیاضی' مہمان نوازی بڑوں اور اساتذہ کا ادب اور دوسرے آداب سے تھا۔ اب' تعلیم کی وسعت اور اشاعت بھی اسلامی نظام معاشرت کے تحفظ کا اہم ذریعہ رہی۔ قرآن نے علم' تدبر اور حکمت کو حد درجہ اہمیت دی۔ حضورؐ نے حصول علم کو انسانی فریضہ قرار دیا اور مسلمان ہمیشہ علم دوست رہے۔

(ج) مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھلائی کا حکم دیں' اسے پھیلائیں اور برائی سے روکیں۔ یہ کام ہر شخص پر اس کی استطاعت کے مطابق فرض ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنے معاشرے میں ہمیشہ منکر پر نکیر کیا اور اسے پنپنے نہیں دیا۔ اور معروف کی حوصلہ افزائی کی اور یہ شعور اس حد تک آج بھی موجود ہے کہ جو لوگ بذات خود منکر ہیں مبتلا ہیں ان کی اکثریت بھی معروف کو پسند کرتی ہے۔ اور اسی کا احترام کرتی ہے۔

(د) شریعت نے قرآنی نظام معاشرت کی اولین بنیاد' خاندان کو اس حد تک مضبوط کیا ہے کہ مسلمانوں میں خاندانی نظام اور خاندان کی گرفت آج تک مضبوط ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کے سیاسی' معاشی' قانونی اور تعلیمی نظام کے اضمحلال کے باوجود اسلامی معاشرہ کسی قدر زندہ ہے۔

تفسیر وتاویل

تفسیر وہ علم ہے جس میں نظم قرآن کے معنی سے عربی قواعد کے مطابق' آیات کے سبب نزول' ان کی کیفیت اور ان کی سند اور ان کے طرز استدلال وغیرہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے بحث کی جاتی ہے۔ تاکہ احکام شرعیہ کے استنباط کرنے پر قدرت حاصل ہو' جن پر عمل کرنے ہی سے دنیا و آخرت کی فلاح و سعادت وابستہ ہے۔ اس سلسلے کے چند ضروری مباحث پیش کئے جاتے ہیں۔

علم تفسیر کے اس تعارف کے بعد اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تفسیر اور تاویل ایک ہی مفہوم و مدعا کے دو تعبیری الفاظ ہیں یا ان دونوں میں کوئی فرق ہے اور فرق ہے تو وہ کیا ہے تو اس باب میں علمائے سلف کے درمیان اختلاف رائے رہا ہے' ابوعبیدہ اور ان کے ہم خیال حضرات کا موقف یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسولؐ سے خطاب فرماتے ہوئے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''جب کبھی یہ لوگ تمہارے سامنے کوئی نرالی بات لے کر آتے ہیں تو اس کا ٹھیک ٹھیک جواب ہم تمہیں بروقت دے دیتے ہیں'' **و احسن تفسیراً** '' (اور بات کی بہترین طریقے سے تشریح کر دیتے ہیں) اور قرآن کے مفہوم اور مراد کو تاویل کے لفظ سے بھی اللہ نے تعبیر کیا ہے۔ **و ما یعلم تاویلہ الا اللہ** یعنی اس (متشابہ) کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ تفسیر و تاویل دونوں' مدعا و مفاد کے لحاظ سے ایک ہی ہیں۔

لیکن اس کا مقابلہ میں ابن حبیب نیشاپوری، راغب اصفہانی اور علامہ قشیری وغیرہم جیسے آئمہ فن کا قول ہے کہ تفسیر و تاویل کے درمیان فرق ہے اور ابن حبیب تو اس موقف پر اس قدر سختی سے قائم ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کو مفسر ماننے ہی سے کے لئے تیار نہیں، جو تفسیر و تاویل کے درمیان کوئی فرق نہیں سمجھتے، چنانچہ ان کا کہنا تھا کہ

''ہمارے زمانے میں ایسے مفسر پیدا ہو گئے ہیں کہ اگر ان سے تفسیر و تاویل کے درمیان جو فرق ہے وہ پوچھا جائے تو انہیں اس کا کوئی جواب ہی نہ سوجھے''۔ (الاتقان۔ نوع ۷۷

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جن آیتوں میں تفسیر اور تاویل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے استعمال ہوئے ہیں، اور لغوی معنی کے اعتبار سے دونوں کا مفاد مآل چاہے ایک ہو لیکن یہاں گفتگو اس امر میں ہے کہ علمی وفنی اصطلاح کی رو سے ان دونوں کے درمیان فرق ہے یا نہیں؟

ان دونوں کے درمیان کیا فرق ہے؟ تو اس سلسلہ میں مختلف علماء نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے مختلف طریقہ پر فرق بیان کیا ہے۔ کسی نے یہ کہا کہ تفسیر کا انحصار سماع اور پیروی میں ہے اور تاویل کا تعلق احکام کے استنباط و استخراج سے ہے۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ تاویل حقیقت مراد کی خبر دیتی ہے اور تفسیر دلیل مراد کا بیان کرنا ہے اور کسی کے نزدیک ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ تفسیر کا تعلق روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق درایت سے ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الاتقان نوع ۷۷)

تفسیر کی ضرورت اور اس کے لوازمات

بہر حال یہ تو ایک ضمنی سی بات تھی، کہنا یہ ہے کہ علم تفسیر کے مذکورہ بالا تعارف ہی سے ضرورت تفسیر پر روشنی پڑتی ہے جو مختصر طور پر یہ ہے کہ ہر گفتگو اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ سمجھی

جائے نہ کہ محض الفاظ سن لئے جائیں' لٰہذا قرآن کا معاملہ تو بدرجہ اولیٰ فہم و تدبر کا طالب ہے۔ اسی طرح ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ لوگ کسی علم وفن کی کتاب پڑھیں اور اسے سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ تو جب عام کتابوں کا یہ حال ہے تو کتاب اللہ کا فہم کس قدر ضروری ٹھہرتا ہے۔ وہ کتاب اللہ جو مسلمانوں کے لئے واحد دستور حیات ہے جس میں ان کی فوز وفلاح مضمر ہے اور جس سے ان کی دنیا وآخرت کا قیام وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی متعدد آیات میں تدبر قرآن کا مطالبہ کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ تدبر کا تعلق معانی ومطالب ہی سے ہے نہ کہ محض الفاظ کے سن لینے یا دیکھ لینے سے۔ (علامہ ابن تیمیہ بحوالہ الاتقان نوع ۷۷)

اور دوسری بات جو انتہائی اہم ہے' علم تفسیر کے مذکورہ بالا تعارف سے یہ سامنے آتی ہے کہ تفسیر قرآن کی جرأت کرنے سے پیشتر عربیت میں مہارت تو ہونی ہی چاہئے۔ لیکن اسی کے ساتھ اسباب نزول' ناسخ ومنسوخ' محکم ومتشابہ اور اعجاز القرآن وغیرہ سے بھی اچھی طرح واقف ہونا لازمی ہے اور یہی وہ علوم ہیں جنہیں ''علوم القرآن'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے

نیز واضح رہے کہ محض عربیت اور ''علوم القرآن'' سے اپنے آپ کو آراستہ کر لینا ہی تفسیر قرآن کے باب میں زبان کھولنے اور قلم چلانے کے لئے سندِ جواز فراہم نہیں کرتا' بلکہ حدیث وسنت پر بھی وسیع اور گہری نظر ہونی چاہئے۔ کیونکہ یہ بہر حال ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات وافعال ''تعلیم کتاب'' کے دائرے میں داخل ہیں جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مومنوں پر یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے خود انہیں میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان (مومنین) کو قرآنی آیات سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے "و یعلمهم الکتاب و الحکمة" (سورۂ آل عمران)

(اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے) نیز رسول کریمؐ کے ارشادات واعمال وہ "تبیین قرآن (قرآن کی تشریح وتوضیح) ہے جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ "ہم نے قرآن تم پر نازل کیا" لتبین للناس مانزل الیھم (سورۂ نحل) تاکہ لوگوں کے سامنے تم اس چیز کو وضاحت سے بیان کردو جوان کی طرف نازل کی گئی ہے۔ لہٰذا محض زبان دانی اور عربیت سے واقفیت کو تفسیر قرآن کے لئے کافی تصور کرنے کا نتیجہ قدم قدم پر ٹھوکر کھانے کے سوااور کچھ نہیں نکل سکتا۔

اب ہم چند اہم علوم القرآن کا نہایت مختصر طور پر تعارف کراتے ہیں اور ان کی چند افادیتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان سے متعلق چند ایسی مشہور ترین تالیفات کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو خاص ان علوم میں سے کسی علم پر کی گئی ہیں۔

اسباب نزول

اسباب نزول سے مراد وہ واقعہ یا وہ معاملہ ہے جس کے پیش آنے پر کوئی حکم نازل کیا گیا۔قرآن مجید کے احکام کم ہی ایسے ہیں جو کسی سوال یا واقعہ یا کسی پیش آمدہ معاملہ کے بغیر نازل ہوئے ہیں۔اس واقعہ اور پیش آمدہ صورتحال کو ''سبب نزول'' کہا جاتا ہے اور سمجھنے کے لئے اسے ''پس منظر'' بھی کہا جاسکتا ہے۔

بعض اوقات قرآن کی ایسی آیات جن کا تعلق احکام سے نہیں ہے مسلمانوں یا غیر مسلموں کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہیں' ان سوالات کو بھی ''اسباب نزول کہا جاتا ہے۔

یہ تو بالکل صحیح ہے کہ قرآن قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا' ضابطہ حیات ہے اور رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لئے ہدایت نامہ ہے' لہٰذا اس کے احکام اور اس کی تعلیمات کسی خاص موقع ومحل سے وابستہ نہیں اگر چہ کسی خاص موقع ومحل پر وہ آیات نازل ہوئی ہیں مگر ان کے الفاظ عام ہیں جو اس موقع ومحل جیسی نوعیت کے قبیل کے تمام نوعیتوں میں شامل ہوں گے لیکن یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اسباب نزول کی معرفت کا کوئی خاص فائدہ نہیں اور اگر کچھ ہے تو بس اس اتنا کہ اس سے قرآن کی تاریخ معلوم ہوجاتی ہے کیونکہ اسباب نزول کا علم اپنے اندر بہت سی اہم اور دوررس افادیت رکھتا ہے' مثلاً

اس کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ اسباب نزول کے علم سے آیتوں کے

معنی واضح ہوتے ہیں اوران کے سمجھنے میں الجھن نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات تو سبب نزول کی معرفت کے بغیر آیت کے اصل مفہوم ومدعا کا سمجھنا ناممکن ہوتا ہے۔

کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ لفظ تو عام ہے مگر مفہوم میں بالاتفاق خصوصیت ہوتی ہے۔اس خصوصیت کی وجہ کا علم سبب نزول جانے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔

بعض مواقع پر بظاہر آیت سے تحدید وحصر کا گمان ہوجاتا ہے' ایسے موقع پر سبب نزول کے علم ہی سے حصر کا گمان دور ہوتا ہے۔

اس کا ایک فائدہ یہ بھی کہ سبب نزول ہی کے ذریعہ اس شخص کا نام معلوم ہوتا ہے' جس کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے یا اس واقعہ کا علم حاصل ہوتا ہے جس کی طرف کسی آیت میں اشارہ موجود ہے' اور اس طرح اس ذریعہ سے آیت کے مبہم حصہ کی وضاحت ہوتی ہے۔

اسباب نزول پر اہم تالیفات

اسباب نزول سے متعلق متقدمین نے بھی متاخرین نے بھی بکثرت تالیفات کی ہیں' جن میں سے جامع اور مشہور ترین یہ ہیں:۔

۱۔اسباب النزول۔مولفہ ابن مطرب اندلسی متوفی ۴۰۲ھ

۲۔اسباب النزول۔مولفہ علامہ واحدی متوفی ۴۶۸ھ

۳۔الباب العقول فی اسباب النزول۔مولفہ علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

ناسخ ومنسوخ

نسخ زائل کرنے اور ایک چیز کو ہٹا کر اسکی جگہ دوسری چیز کے لانے کو کہتے ہیں۔اصطلاحی

الفاظ و قیود میں پڑے بغیر اس کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم کسی خاص زمانے اور مدت تک کے لیے تھا' پھر اس کی جگہ کوئی دوسرا حکم نازل کیا گیا۔ اول الذکر کو منسوخ اور دوسرے کو ناسخ کہتے ہیں۔

یہاں ایک تو یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ نسخ کا تعلق صرف امر و حکم سے ہے' احبار و قصص سے نہیں اور امر و حکم بھی اس چیز سے متعلق ہو جو ممکن ہو' واجب یا ممتنع نہ ہو مثلاً اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم اور شرک سے بچنے کا حکم کہ اللہ تعالیٰ کا وجود واجب ہے اور شریف محال و ممتنع ہے' لہٰذا اللہ پر ایمان کے حکم میں یا شرک سے بچنے کے حکم میں نسخ جاری ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ اور دوسری بات یہ مدنظر رکھنے کی ہے کہ نسخ کے لیے چند شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ ان کے بغیر نسخ کے قول کو قبول نہیں کیا جا سکتا' جن میں سے اہم شرطیں یہ ہیں۔

(الف) منسوخ مقدم ہو اور ناسخ موخر اور ان کے درمیان زمانے کے فصل ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ناسخ اگرچہ متاخر تو ہو مگر شرط یا قید وغیرہ کی صورت میں منسوخ سے متصل ہو۔

(ب) دونوں حکموں میں حقیقی تعارض اور تضاد ہو اور دونوں کے درمیان تطبیق نہ دی جا سکے۔

(ج) ناسخ دلیل شرعی ہو' عقل دلیل نہ ہو۔

نسخ کی حقیقت نہ سمجھنے کی بناء پر بعض اذہان اس کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ یہ تو ''بدا'' ہو گیا۔ ''بدا'' یہ ہے کہ کسی کے خیال میں ایک بات آئی' پھر اس کی نسبت اس نے دوسری رائے قائم کر لی۔ گویا نسخ کا نام سن کر ہمارے ذہن میں دو باتیں ابھرتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ پہلا حکم غلط تھا' اس لیے اس کے خراب نتائج سامنے آئے تو اس جدید انکشاف کے بعد

اس کومنسوخ کر دیا گیا۔دوسری یہ کہ حکم دینے والے اپنی لاعلمی کی بنا پر پہلے حکم کی غلطی سے آگاہ نہ تھے۔ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا ادنیٰ بدگمان باندھنا بھی گمراہی ہے۔

لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس طرح کا شبہ پیدا نہیں ہوتا۔نہ پہلا حکم غلط تھا اور نہ دوسرا حکم خراب نتائج کے سامنے آنے پر دیا گیا۔جس وقت تک کے لیے پہلا حکم تھا' وہی موزوں' برمحل اور صحیح تھا۔اور نسخ کوئی جدید انکشاف نہیں ہے' بلکہ کسی کی مدت کا بیان ہے۔انسان اپنی ناقص فہم وعقل کی بناء پر یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ پہلا حکم مستقل اور دائمی ہے اور جب اس کی جگہ دوسرا حکم آیا تو چونک پڑا کہ یہ کیا ہوا؟ کیا اللہ تعالیٰ کو پہلے سے یہ معلوم نہ تھا کہ اس حکم میں یہ غلطی یا ضعف یا خلا ہے؟ تو یہ سارا قصور فہم انسانی کا ہے' ورنہ علم الٰہی میں پہلے ہی یہ بات تھی کہ اس مدت تک کے لیے یہ حکم ہوگا اور پھر اس کی جگہ یہ حکم دیا جائے گا' گویا نسخ کا معاملہ ایک طرح کا خدائی منصوبہ ہے جو ازلی اور اسی کے مطابق رفتہ رفتہ کی مناسبت سے احکام نازل کیے جاتے رہے۔

اس کو اس زاویہ نگاہ سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر شخص اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ شریعت محمدی سے پیشتر کی شریعتیں مکمل نہ تھیں' تکمیل دین کا مرحلہ بعثت محمدی پر موقوف تھا اور ان میں یہ صورت حال رہی کہ مثلاً حضرت ابراہیمؑ کی شریعت میں نماز کو جو اوقات اور اس کی جو ہیئت تھی اس کی جگہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں کوئی اور اوقات اور ہیئت مقرر ہوئی یا مثلاً حضرت ابراہیمؑ کی شریعت میں زکوٰۃ کی جو نوعیت تھی' اس کی جگہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں دوسری نوعیت ہوگئی۔تو جب شریعت محمدی سے پیشتر کی شریعتوں میں ایک خاص ارتقائی تدریج کے ساتھ احکام آتے رہے' یہاں تک کہ تکمیل دین کا مرحلہ آیا اور شریعت محمدی نے اگلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔تو یہی صورت حال اس ۲۳ برس کے اثنا

میں اللہ تعالیٰ نے کیوں نہیں اختیار فرمایا جو نزول قرآن کی مدت ہے' کہ معاشرے کی ایک خاص حد تک اصلاح کے لیے جس وقت جو حکم موزوں تھا' دیا گیا' یا کسی وقتی ضرورت و مصلحت کی بنا پر کوئی حکم دیا گیا پھر جو دائمی حکم تھا وہ دے دیا گیا۔ لہٰذا جب شریعت محمدی سے پیشتر کی شریعتوں میں کوئی ''بدا'' لازم نہیں آتا اور اللہ تعالیٰ پر (نعوذ باللہ) لاعلمی اور غلط اندیشی کا الزام عائد نہیں ہوگا تو پھر اس ۲۳ سالہ مدت کے دوران کیوں ''بدا'' لازم آئے اس سے اللہ تعالیٰ کے علم و کمال پر کیوں کوئی حرف آئے؟

یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء قرآن میں نسخ کے قائل ہیں۔ ان کے درمیان اگر اختلاف ہے تو تفصیلات میں ہے' ورنہ بجائے خود قرآن کے بعض احکام سے اس بات کی واضح شہادت ملتی ہے کہ ایک حکم ایک زمانے تک کے لیے تھا' پھر اس کی جگہ دوسرا حکم آیا۔ مثلاً قتال فی سبیل اللہ کے لیے پہلے ایک اور دس کی نسبت تھی پھر ایک اور دو کی نسبت قرار دی گئی یا مثلاً مکی دور میں اور مدنی دور کے ابتدائی ۱۶۔۱۷ مہینوں تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا' پھر اسکی جگہ کعبہ کی طرف کر کے نماز پڑھنے کا حکم آیا۔

افادیت

رہی یہ بات کہ ناسخ و منسوخ کا علم اپنے اندر کون سی افادیتیں رکھتا ہے اس باب میں واضح طور پر دو باتیں سامنے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ناسخ و منسوخ کے علم سے حکمت تشریع معلوم ہوتی ہے' یعنی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ کون کی مصلحتیں اور حکمتیں تھیں جن کی بناء پر شریعت کے قوانین کے اجراء میں تدریک سے کام لیا گیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے اوامر و احکام کے اس طرح تدریجی طور پر مشروع ہونے کی حکمتوں پر نظر رہے گی تو پھر اسلامی نظام قائم کرنے کی توفیق پانے والے اشخاص دراصل کے لئے یہ مرحلہ آسان ہوگا کہ وہ اپنے

زمانے کے حالات واقتضاءات کوملحوظ رکھ کر دیکھیں کہ ان نت نئے مسائل کو کس طرح تدریجاً حل کر سکتے ہیں جو اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اوران نئ قسم کی خرابیوں کی اصلاح کے لیے کب کونسا قدم اٹھائیں' جن کی اصلاحی تدبیروں کی صراحت کتاب وسنت میں نہیں ملتی' کیونکہ اس زمانے میں یہ خرابیاں موجود نہ تھیں۔

دوسرا اہم فائدہ ناسخ ومنسوخ کے علم کا یہ ہے کہ اس سے اس تدریجی نظام وتربیت پر روشنی پڑتی ہے جو نزول قرآن کے زمانے میں اختیار کیا گیا تھا' اور جب اس نظام پر نظر رہے گی تو اسلام کو سربلند کرنے کی تحریک کے قائدین اپنی تنظیم سے منسلک افراد کے عمل پیرا ہونے کے لئے جو قواعد وضوابط مرتب کریں گے' ان میں اس تدریجی نظام سے پوری طرح رہنمائی حاصل کریں گے۔

بحث نسخ پر تالیفات

اس موضوع پر بھی بکثرت علمائے سلف نے کتابیں لکھی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) ابن واقد المروزی متوفی ۱۵۷ھ

(۲) امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ

(۳) ابوعبید قاسم ب سلام متوی ۲۲۴ھ

(۴) ابوجعفر النحاس متوفی ۳۳۸) ھ

(۵) ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ

(۶) ابن ہلال النحوی متوفی ۵۲۰ھ

(۷) ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ

(۸) برھان الدین الناجی متوفی ۹۰۰ھ

اعجاز القرآن

قرآن مجید نے سورہ بنی اسرائیل میں دعویٰ کیا ہے کہ اگر دنیا کے سارے انس و جن جمع ہوکر باہمی تعاون سے بھی قرآن کی طرح کا کلام بنانا چاہیں تو وہ کبھی اس جیسا نہیں بنا سکتے۔ اور سورہ ہود میں ان لوگوں کو چیلنج کیا گیا ہے جو قرآن کو کلام الٰہی نہیں مانتے تھے۔ بلکہ کہتے تھے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اپنا گڑھا ہوا کلام ہے۔ فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنے ادعا میں سچے ہیں تو اے رسولؐ ان سے کہو کہ (تم بھی اہل زبان ہو' لہٰذا) اپنے ادعا کی سچائی ثابت کرنے کے لیے زیادہ نہیں' قرآن کی دس ہی سورتوں جیسی سورتیں بنا کر دکھا دو اور اس کام کے لیے جتنے مددگار فراہم کر سکتے ہو ان سب کو اپنی مدد کے لیے بلا لو۔ پھر سورۂ بقرہ میں قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک وشبہ کرنے والوں کو یہ چیلنج دیا گیا کہ اگر تمہارے خیال کے مطابق یہ کتاب اللہ نہیں ہے تو چلو' قرآن کی سورتوں میں سے کسی ایک ہی سورہ جیسی سورہ بنا کر دکھا دو اور جو تمہارے حمایتی ہیں ان سب کو اپنی مدد کے لیے بلا لو۔

لیکن منکرین حق نے اسلام کو مٹانے کے لیے سارے جتن کئے یہاں تک کے جنگیں کیں جن میں بہر حال خود ان کے لیے جان و مال کا نقصان تھا جو ہوا۔ قرآن و نبوت محمدیہ کے خلاف ہر طرح کی سازشیں کیں' شرمناک سے شرمناک تر پروپیگنڈا کیا' لیکن اپنی فصاحت و بلاغت پر نازاں اور اپنے مقابلہ پر ساری دنیا کو عجم (گونگے) کہنے والے ان منکرین حق سے اتنا نہ ہو سکا کہ قرآن کی سورتوں میں سے چھوٹی سے چھوٹی ایک سورہ جیسی بھی سورہ بنا کر دکھا دیتے' حالانکہ وہ اگر ایسا کر سکتے تو ضرور کرتے' بالخصوص جب انہیں چیلنج دیا جا رہا تھا' کیونکہ پھر نہایت آسانی سے قرآن کے خلاف ایک ایسا زبردست ثبوت ان کے ہاتھ آ جاتا جس کی موجودگی میں انہیں نہ سازش کرنے کی ضرورت پیش آتی' نہ جنگیں

کرنے کی اور نہ انہیں اپنی بے بسی اور بے چارگی پر پردہ ڈالنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کبھی ساحر اور کبھی مجنون اور کبھی شاعر کہنے کی گستاخی کا وبال مول لینا پڑتا۔ بس ایک سورہ بنا کر دیوار کعبہ پر آویزاں کر دینا ہی کافی تھا۔ پھر جو کسی نے اس پر سورۃ الکوثر لکھ کر آویزاں کر دیا تھا اسے لوگ نوچ کر پھینک دیتے اور کوئی نہ ہوتا جو اس کے نیچے یہ لکھ سکتا کہ " ماھذا قول لبشر "(یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے) معلوم ہوا کہ قرآن مجید ایک معجزہ ہے' کیونکہ معجزہ نام ہی ہے اس چیز کا جس کے ساتھ چیلنج ہو اور جس کا مثل پیش کرنے سے لوگ قاصر ہوں اور جو نبی کی نبوت کے لیے دلیل کی حیثیت سے سامنے لایا جائے۔

افادیت وضرورت

لہٰذا ضروری ٹھہرتا ہے کہ ہم ان ساری جہات اور ان ساری وجوہ کو جانیں جن کا تعلق اعجاز القران سے ہے تا کہ قرآن کا اعجاز پورے دلائل و براہین کے ساتھ واضح طور پر ہمارے سامنے آجائے کیونکہ قرآن جس طرح ایک دائمی ضابطہ حیات ہے اسی طرح اس کا یہ چیلنج رہتی دنیا تک کے لیے ہے۔ اس میں نہ کسی خطہ کی کوئی تخصیص ہے اور نہ کسی زمانے کی کوئی خصوصیت ہے۔ عرب ہو یا عجم' شمال ہو یا جنوب' مشرق ہو یا مغرب۔ آج بھی قرآن سب سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر تمہیں قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک وشبہ ہے تو " فاتو بسورۃ من مثلہ" (اس کی ایک ہی سورہ جیسی سورہ بنا لاؤ) نیز اعجاز قرآن کی وجوہ سے واقف ہونے کے بعد ہم ایک بڑی حد تک ان امتیازات وخصوصیات کو بھی سمجھ سکتے ہیں جو قرآن کو اپنے سے پیشتر کی کتب آسمانی کے مقابلہ میں حاصل ہیں۔ ساتھ ہی اس ضمن میں ہم ہر اس فرق کو جان سکتے ہیں جو معجزہ اور سحر کے درمیان ہے پھر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ منکرین قرآن نے اپنی جو خوئے بد کی پردہ پوشی کے لیے قرآن کو سحر کہنے کا جو بہانہ تراشا

تھاتو کیاوہ خود کسی غلط فہمی میں مبتلا تھے یا جانتے بوجھتے دوسروں کوفریب دینا چاہتے تھے؟

اعجاز القرآن پر تالیفات

اس موضوع پر بھی ہمارے علمائے سلف نے بہت سی چھوٹی بڑی ہر قسم کی تالیفات کی ہیں۔جن میں سے چند مشہور ترین یہ ہیں:۔

(۱) اعجاز القرآن مولفہ ابن یزید الواسطی متوفی ۳۰۶ھ

(۲) النکت فی اعجاز القرآن مولفہ ابوالحسن رمانی متوفی ۳۸۴ھ

(۳) اعجاز القرآن مولوفہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ

(۴) اعجاز القرآن مولفہ ابوبکر باقلانی متوفی ۴۰۳ھ

(۵) اعجاز القرآن مولفہ عبدالقاہر جرجانی متوفی ۴۷۴ھ

(۶) اعجاز القرآن مولفہ زملکانی متوفی ۷۲۷ھ

امثال القرآن

قرآن مجید میں باطل اور باطل پرستوں کے عقیدے اور بہت سے اعمال اوران کی چند سرگرمیوں اورحق اورحق کے خوشگوار نتائج وغیرہ سے متعلق بہت سی جگہوں پر تمثیلات بیان کی گئی ہیں۔مثلاً عقیدہ شرک کے ضعف کومکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے'یا مثلاً دل و دماغ اور آنکھ رکھتے ہوئے حق سے روگردانی کرنے والوں کو چوپایوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔یا مثلاً انفاق فی سبیل اللہ کے خوشگوار نتائج کوایک بیج سے پھوٹی ہوئی سات بالوں اور ہر بال سے نکلے ہوئے سودانوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

قرآنی تمثیلات میں سے بعض تمثیلات پراعتراض کرنے والوں نے متعجبانہ لب ولہجہ

میں کچھ اعتراض بھی کیا تھا اور قرآن نے اس کا جواب بھی دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ قرآن کا مطالعہ کرنے والے کے سامنے جب یہ تمثیلات آتی ہیں تو وہ ہر اس مقام پر اس مدعا کو سمجھنا چاہتا ہے جو اس جگہ بیان کردہ تمثیل کا ہے۔

افادیت

قرآنی تمثیلات کی حقیقت و حکمت کے علم سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے اپنی تعلیمات اور اپنے پیغام کی تفہیم کے لیے جس طرح دوسرے بہت سے دلائل بیان کئے ہیں اسی طرح تمثیلات کے ذریعہ بھی لوگوں کے ذہنوں میں حق کو راسخ کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ پھر ہم کو اس بات سے واقفیت ہوتی ہے کہ یہ تمثیلات دلائل کس طرح بنتی ہیں اور یہ کہ کن مقاصد اور کن حکمتوں کی بنا پر اور کس سطح کے اذہان کی تفہیم کی خاطر اثبات مدعا کے لئے تمثیل کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور پھر ان معلومات سے ہم اسلام کی دعوت و تبلیغ میں بڑے مفید کام لے سکتے ہیں۔ کیونکہ اولاً تو ہر زبان میں اظہار مافی الضمیر اور اثبات مدعا کے لیے تشبیہات و تمثیلات استعمال کرنے کا طریقہ رائج ہے' ثانیاً یہ کہ کیسے افراد کو سمجھانے کے لیے کس قسم کی تشبیہ سے کام لینا چاہیے' اور ثالثاً یہ کہ تشبیہ و تمثیل سے کام لے کر تذکیر' وعظ و نصیحت' ترغیب و تحریص' زجر' عبرت دلانے' مراد کو فہم سے قریب لانے اور عقلی باتوں کو محسوس شکل میں سامنے رکھنے کا اصل موقع کب اور کہاں ہوتا ہے اور اس کے حدود و شرائط کیا ہیں۔

تمثیلات کے متعلق تالیفات

ہمارے علمائے سلف نے اس موضوع کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ چنانچہ ایک خاص تعداد ایسے علماء کی بھی ہے جس نے اس موضوع پر تالیفات کی ہیں جن میں ابوعبدالرحمان السلمی متوفی ۴۱۲ھ اور ابوالحسن ماوردی متوفی ۴۵۰ھ کی تالیفات بہت مشہور ہیں۔

محکم و متشابہ

قرآن مجید کی سورہ آل عمران کے پہلے رکوع سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اللہ کی تعلیم دو قسموں پر مشتمل ہے۔ ایک محکم' دوسری متشابہہ' چنانچہ اپنے رسول کو مخاطب فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہی الحی القیوم ہے جس نے تم الکتاب نازل کی۔ "منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب و آخر تمشابھات (جس میں ایک قسم تو محکم آیتوں کی ہے اور وہ کتاب کی اصل و بنیاد ہے دوسری متشابہات کی ہے) محکم یعنی ایسی آیتیں جو اپنے ایک ہی معنی میں اٹل اور ظاہری ہیں اور متشابہ وہ آیتیں جن کا مفہوم و مدعا واضح اور قطعی نہیں۔

بات بالکل صاف ہے۔ اس لیے کہ قرآن کی ساری تعلیمات دو قسموں میں بٹی ہوئی ہیں۔ ایک وہ جس کا تعلق توحید و رسالت' اوامر و نواہی اور حلال و حرام سے ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کو انسانی ذہن پورے طور پر سمجھ سکتا ہے۔ اور دوسری وہ قسم جس کا تعلق ماورائے عقل حقائق سے ہے اور انسان اپنی ناقص عقل کے ذریعے ان کا صحیح ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ مثلاً خدا کی ہستی' زندگی بعد موت' عالم آخرت کے احوال' عذاب و ثواب کی حقیقت۔ یہ چیزیں خلاف عقل نہیں مگر ماورائے عقل ضرور ہیں لہٰذا ضروری تھا کہ ایسی

چیزوں کا بیان ایسے پیرائے میں کیا جاتا جو فہم انسانی سے ممکن حد تک قریب لانے کے لیے تشبیہ ومجاز سے کام لیا گیا ہے۔اوران کی اصل حقیقت کا علم اللہ کو ہے۔اب اگرایک شخص کج فہمی سے کاوش کرنی چاہے تو طرح طرح کے معانی ومباحث کے احتمالات پیدا کرسکتا ہے۔ چنانچہ آگے ارشاد ہوا ہے کہ:

وما یعلم تاویله الا الله. والراسخون فی العلم یقولون امنا به کل من عند ربنا (ال عمران۔۷)

اس (کتاب اللہ کی قسم متشابہ) کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم میں جو لوگ راسخ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

لیکن کچھ تو اس آیت کے مفہوم ومعنی میں فکری اختلاف کے سبب اور کچھ یونانی فلسفہ کے اثرات نے ذہنوں میں جو تشویش پیدا کردی تھی اسے دور کرنے اس فلسفہ سے متاثر دماغوں کو مطمئن کرنے کے لیے محکم ومتشابہ کے باب میں دقیق اور وسیع بحثیں کی گئی ہیں اور یہ موضوع علوم قرآن کا ایک نہایت اہم' نازک اور وسیع موضوع بن گیا' چنانچہ مفسرین کی ایک جماعت کا اس باب میں موقف یہ ہے کہ محکم ومتشابہ کا معاملہ اس قدر آسان نہیں کہ اس طرح سرسری طور پر گذرجایا جائے۔ کیونکہ مذکورہ آیت کریمہ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ:۔

''متشابہ کی تاویل اللہ تعالیٰ اور ایسے راسخین فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا جن کی حالت یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ہمارا یقین واذعان ہے کہ سب اللہ کی جانب سے ہے۔''

اس طرح ان حضرات کے نزدیک محکم تو وہ آیت قرار پاتی ہے جس کے سمجھنے کے لیے محض عربی زبان کا جاننا کافی ہے۔ اور متشابہات کے فہم کے لیے محض عربیت سے واقفیت کافی نہیں بلکہ ''رسوخ فی العلم'' ہونا چاہیے' اور ظاہر ہے کہ رسوخ فی العلم محض عربی جاننے کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے لیے کچھ اور بھی شرائط کی تکمیل کرنی ہوتی ہے۔ تب کہیں جا کر چمن میں دیدہ وری کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ موقف رکھنے والے علماء کے نزدیک محکم وہ آیت ہے جو اس قدر واضح اور بین ہو اور اتنی صریح ہو جس کے لیے کسی تفسیر اور بیان کی حاجت نہ ہو اور جس کے مفہوم کے متعلق عربی زبان کے ماہر شخص کو کسی قسم کا تردد یا تذبذب نہ ہو' اور متشابہ وہ آیت ہے جو محتاج بیان ہو' کیونکہ اس سے بیک وقت ایک سے زائد معنی مراد لیے جا سکتے ہیں ۔ پھر ان حضرات کے نزدیک متشابہات کی دو شاخیں ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ جن کا تعلق احکام و قوانین سے نہیں ہے بلکہ ایسی صفات باری تعالیٰ سے ہے جو بظاہر اللہ کی تنزیہ کے خلاف جاتی ہیں۔ مثلاً اللہ کے لیے ید (ہاتھ) اور '' ساق'' (پنڈلی) کے جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور متشابہات کی اس قسم ثانی میں حروف مقطعات بھی داخل ہیں۔ پھر ہر ایک سے متعلق مختلف مباحث ہیں۔

اس کے علاوہ محکم و متشابہ کی چند دوسری تعریفیں بھی کی گئیں ہیں جن کی تعداد چودہ تک پہنچتی ہے۔ اس طرح محکم و متشابہ کی بحث نے پھیلتے پھیلتے گویا ایک مستقل علم کی نوعیت اختیار کر لی ہے۔

افادیت و ضرورت

ظاہر ہے کہ جب قرآن کا مطالعہ کیا جائے گا تو اس میں محکم و متشابہ کے الفاظ سامنے آئیں گے اور انسانی ذہن میں مختلف سوالات ابھریں گے۔ مثلاً یہ کہ اگر متشابہ سے مقصود وہ

مطالب ہیں جن کا علم اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں اور نہ جن تک انسانی فہم و عقل کی دسترس ہو سکتی ہے تو پھر ایسی آیتوں کے نازل کئے جانے کا مقصد اور ان کی تنزیل میں حکمت کیا ہے جبکہ وہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں اور دوسری طرف قرآن میں تدبر کا مطالبہ بھی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ متشابہات بھی قرآن کا ایک حصہ ہیں' اور اگر متشابہات سے مراد وہ آیت ہے جس میں ایک سے زائد معنی و تعبیر کا احتمال ہو اور جس کی مذکورہ دو شاخیں ہیں۔لہٰذا اس موضوع سے واقفیت بہم پہنچانے کے بعد انسان کو بہت سی فکری غذائیں حاصل ہوتی ہیں۔ اور ذہن کو بہت سے سوالات کے جوابات ملتے ہیں اور اس صحیح روش کا پتہ ملتا ہے جسے اس باب میں اختیار کرنا چاہیے۔

اس سلسلے کی تالیف

ویسے تو امام راغب نے اپنی ''مفردات القرآن'' میں اور امام رازی نے اپنی تفسیر میں اور دوسرے مفسرین نے بھی اپنی اپنی تالیفات میں اس موضوع پر خاص طور پر طویل بحثیں کی ہیں لیکن خاص اس موضوع پر بھی بکثرت علماء نے مستقل کتابیں تالیف کی ہیں مثلاً مشہور امام نہو و قرات کسائی متوفی ۱۸۹ھ نے ابرھان فی توجیہ متشابہ القرآن'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے' اسی طرح ابن حبیب نیشا پوری متوفی ۲۳۸ھ نے اس موضوع پر ایک تالیف کی ہے۔ نیز علامہ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کی ایک کتاب'' الاکلیل فی المتشابہ والتاویل'' کے نام سے ہے۔ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ کی بھی ایک تالیف ہے۔

اقسام القرآن

قرآن مجید میں مختلف چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں کہیں انجیر اور زیتون کی، کہیں آسمان اور ستارے کی، کہیں بکھیر دینے والی ہواؤں کی، کہیں طور کی اور کہیں سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی۔

ان قسموں کو دیکھ کر بہر حال ذہن میں سوالات گزرتے ہیں:

ان قسموں سے مقصود کیا ہے؟

قسم فی نفسہ الٰہی شان اور عظمت الٰہی کے خلاف ہے قسم وہ کھاتا ہے جسے اپنی بات کے متعلق یقین نہ ہو کہ لوگ بھروسہ کریں گے۔

بنیادی عقیدوں (توحید۔رسالت۔آخرت) پر قسمیں کھائی گئی ہیں۔اوران مسائل کا حل قسموں سے نہیں ہوسکتا کیونکہ مخالف طالب حجت ہوتا ہے تو کیا قسم کسی طرح کی دلیل ہے؟ اور جو ان عقیدوں کو مان رہا ہے اس کے لئے اس کی حاجت نہیں وہ تو ایمان لا ہی چکا ہے۔

عام طور پر قسم بلند مرتبہ چیز کی کھائی جاتی ہے۔

قرآن میں جو قسمیں ہیں ان میں انجیر وزیتون جیسی چیزیں بھی ہیں اور پھر کوئی قسم چاہے جس قدر بلند مرتبہ چیز کی ہو، وہ رہے گی تو مخلوق ہی اور قسم کھانے والا خالق ہے۔لہٰذا اسے کس طرح زیبا ہے کہ اپنی مخلوق کی قسم کھائے؟ یہ اور اسی طرح کے بعض دوسرے شبہات کے ازالہ کے لئے ہمارے مفسرین نے اس موضوع پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں ان کو اصل میں شہادت کے طور پر سامنے لایا گیا ہے۔یوں قسم کا مطلب جب شہادت پیش کرنا ٹھہرا تو یہی شہادت دوسرے

لفظوں میں استدال بن جاتی ہے مثلاً قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ و العصر ان الانسان لفی خسر ''زمانے کی قسم کہ انسان گھاٹے میں ہے''۔ مطلب یہ کہ زمانہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ انسان ہمیشہ گھاٹے ہی میں رہا ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کی زندگی بسر کی۔

افادیت وضرورت

ظاہر ہے کہ جب قرآنی قسموں کے باب میں قدرتاً متذکرہ بالا نوعیّتوں کے سوالات ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں تو ایک ایسا موضوع ٹھہرا جس پر گفتگو سے ان سارے شبہات کا حل سامنے آجاتا ہے جن سے ذہن کو واسطہ پڑتا ہے اور ذہن کے دریچے کھلتے ہیں جن سے قرآن کے طرز استدلال کی ایک عجیب اور نادر دنیا سامنے آتی ہے۔

قسموں کے متعلق تالیفات

ویسے تو امام رازی نے اپنی تفسیر میں اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور بڑی دقیق بحثیں کی ہیں، لیکن مستقلاً اس موضوع پر آج ہمارے سامنے جو کتابیں ہیں ان میں ایک تو علامہ ابن قیم کی ''التبیان فی اقسام القرآن'' ہے اور دوسری جو حرف کی حیثیت رکھتی ہے وہ علامہ حمید الدین فراہی متوفی ۱۳۴۹ھ کی ''الامعان فی اقسام القرآن'' ہے جس کا اردو ترجمہ ان کے تلمیذ خاص مولانا امین احسن اصلاحی کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔

قصص القرآن

قرآن مجید میں انبیائے سابقین اور ان کی دعوت وتبلیغ سے متعلق متعدد مقامات پر

واقعات بیان ہوئے ہیں نیز گذشتہ قوموں کے حالات وواردات بیان کئے گئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ قرآن تاریخ کی یا قصوں اور کہانیوں کی کوئی کتاب نہیں ہے، بلکہ یہ ہدایت نامہ ہے، یہ ضابطہ عمل ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ اپنے بندوں کے پاس بھیجا ہے۔لہٰذا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کن فوائد کے پیش نظر علوم القرآن میں ''قصص القرآن'' کا شمار بھی کیا گیا ہے۔تو اس سلسلہ میں چار بنیادی باتیں ہیں جو قصص القرآن میں فکر وتدبر سے ہمیں حاصل ہوتی ہیں۔

ا۔سورۂ فاتحہ میں بندے نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ:۔

اِھدنا الصراط المستقیم صراطَ الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین.

اے اللہ ہمیں صراط مستقیم (سیدھے راستے) کی ہدایت دے۔۔۔۔۔ان لوگوں کا راستہ جنہیں تونے اپنے انعامات سے نوازا، نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہوئے۔

گویا جواب میں اللہ تعالیٰ نے سامنے رکھ دیں وہ ساری راہیں جن کا تذکرہ اس دعا میں تھا۔اور بتا دیا کہ یہ ہیں وہ لوگ جن پر انعامات الٰہی کی بارشیں ہوئیں اور ان کا راستہ یہ ہے اور یہ ہیں وہ لوگ جو غضب الٰہی میں گرفتار ہوئے اور ان کا راستہ یہ ہے اور یہ ہیں وہ لوگ جو گمراہ ہوئے اور ان کا راستہ یہ ہے۔

۲۔دوسری تعلیم جو قصص القرآن سے ہمیں ملتی ہے وہ یہ کہ اسلام کوئی نیا دین نہیں جس کو لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے بلکہ یہ اللہ کا وہ واحد دین ہے جس کی طرف دعوت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسالت کا سلسلہ قائم فرمایا اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ تہذیب وتمدن اور علم وعقل کے لحاظ سے قومیں جیسے جیسے ترقی کرتی گئیں یہ دین مختلف

رسولوں کے ذریعہ شریعت اور منہاج کے لحاظ سے تکمیل کو پہنچتا رہا، یہاں تک کہ نبوت محمد یہ کہ وقت وہ کمال کی آخری حد کو پہنچ کر تمام ہوگیا اور وحی و نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

۳۔ تیسری تعلیم یہ ملتی ہے کہ جس طرح سارے انبیاء کا اصل دین یہی اسلام تھا اسی طرح ان کی دعوت کے ساتھ لوگوں نے جو برتاؤ کیئے ان میں بھی پوری یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ماننے والوں کے سامنے آزمائشیں آئیں وہ ان میں پورے اترے اور بالآخر کامیاب رہے۔ نہ ماننے والوں کو مہلت دی گئی مگر آخر کار وہ نامرادی و بربادی سے دوچار ہوئے۔

۴۔ اور چھٹا سبق یہ ملتا ہے کہ جو لوگ دعوت حق کا انکار کرتے ہوئے خدا کی مرضی کے خلاف اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے راہیں تلاش کرتے ہیں انہیں آخر کار اسی تباہی اور بربادی سے دوچار پڑے گا جو ہمیشہ سے گمراہی اور فساد پر اصرار کرنے والی قوموں کے حصہ میں آتی رہی ہے۔ اس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ اللہ کی سنت اور فطرت کا اٹل قانون ہے۔

سنة من قد ارسلنا قبلک من رسلنا و لا تجد لسنتنا تحویلا (بنی اسرائیل)

''یہ ہماری سنت ہے جسے ہم نے ان سب رسولوں کے معاملہ میں برتا ہے جنہیں تم سے پہلے ہم نے بھیجا تھا اور ہماری سنت میں تم کبھی تغیر نہ پاؤ گے''۔

ضمناً قرآن اپنے ماننے والوں کو بھی متنبہ اور خبردار کررہا ہے کہ اگر تم نے قرآن کے مطالبات اور ایمان و اسلام کے تقاضے پورے نہ کیئے تو یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ سے تمہاری کوئی رشتہ داری ہے اس لئے تمہاری معاملہ میں وہ اپنی سنت کو بدل دے گا۔ انجام کار تمہیں بھی اس چکی میں پسنا پڑے گا' جو اخلاقی گراوٹ کے نتیجہ میں چل پڑتی ہے۔

قصص پر تالیفات

اس موضوع پر زیادہ تر مفسرین نے اپنی کتب تفسیر میں گفتگو کی ہیں اور ''قصص القرآن'' کے موضوع پر مستقل کتابیں کم تالیف کی گئی ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) ابوالقاسم عبدالرحمان السہیلی متوفی ۵۸۱ھ نے ''التعریف والاعلام بما ابھم فی القرآن من الاسماء والاعلام'' کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے۔

(۲)''ضبط اسماء الانبیاء علیھم السلام الذین ذکروا فی القرآن الکریم'' مولفہ علامہ احمد العددی۔

(۳) ''فتح المنان فی بیان مشاہیر الرسل فی القرآن۔ مولفہ احمد السجاعی متوفی ۱۱۹۷ھ

(۴) ''التقریر فی التکریر'' مولفہ محمد ابوالخیر عابدین متوفی ۱۳۴۳ھ اس کا اصل موضوع تو یہ ہے کہ قرآن میں گذشتہ قوموں کے جو واقعات ایک سے زائد جگہوں پر مکرر بیان ہوئے ہیں اس کی کیا حکمت ہے لیکن ضمناً بجائے خود قصص القرآن کی افادیتوں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

(۵) حکایات قرآن

علوم القرآن پر تالیفات

یہ تو تھے علوم القرآن سے متعلق چند مشہور اور اہم علوم۔ ان کے علاوہ بھی متعدد ایسے اہم علوم ہیں جن کا تعلق علوم القرآن ہے مثلاً تجوید۔ قرآن کے وجود و نظائر۔ قرآن کے وجوہِ مخاطبات۔ اعراب القرآن۔ اسلوب القرآن اور قرآن کی تشبیہات و استعارات وغیرہ۔ لہٰذا علوم القرآن سے متعلق سارے علوم کے بارے میں معلومات کے لئے ان کتابوں کی

طرف رجوع کرنا چاہئے۔جن کا موضوع علوم القرآن ہے جن میں سے اہم اور مشہور یہ ہیں:

۱۔فنون الافنان فی عجائب علوم القرآن مولفہ علامہ بن جوزی متوفی ۵۹۷ھ

۲۔البرھان علوم القرآن مولفہ علامہ بدرالدین زرکشی متوفی ۷۹۴ھ

۳۔الاتقان فی علوم القرآن مولفہ علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۴۔مناھل العرفان فی علوم القرآن مولفہ علامہ عبدالعظیم الزرقانی۔متوفی ۱۳۶۷ھ

۵۔تاریخ قرآن ۔سید انوار احمد بلگرامی

۶۔توحید القرآن۔مولانا ہارون زنگی پوری

۷۔ولایت اور قرآن۔آیت اللہ جواد

۸۔قرآن فہمی۔شہید مرتضیٰ مطہری آملی

۹۔پیغام قرآن۔آیت اللہ جواد آملی

۱۰۔حقائق قرآن۔آیت اللہ جعفر مرتضیٰ

۱۱۔علوم القرآن۔مولانا ہارون زنگی پوری

تفسیر کی تعریف وضرورت

قرآن علوم کا سرچشمہ اور بصائر و حکم کا خزینہ ہے۔لیکن اس کے تمام علوم کا احاطہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔یوں اپنی اپنی سمجھ اور استعداد ذہنی کے مطابق شمار کرنے والے شمار کرتے ہیں۔تو بقول ابن عربی ’’اس کتاب میں ستّر ہزار علوم ہیں‘‘۔

علم تفسیر فی الحقیقت قرآن کے بے شمار علوم کا ایک جزو اور حصہ ہے۔لیکن یہ ایک علم بھی اپنے دامن میں بہت سے علوم سمیٹے ہوئے ہے۔جو صحیح تفسیر کرنے کے لئے ضروری ہیں یا یہ

کہ تفسیر کے تقاضے سے پیدا ہوئے ہیں۔مثلاً علم آیات متشابہات، سبب نزول، اسماء قرآن وسور، ضمائر، محکم متشابہ، ناسخ ومنسوخ، امثال القرآن، اعلام القرآن، ارض القرآن وغیرہ۔

تفسیر کے لغوی معنی

تفسیر کا مادہ ف۔س۔ر (فسر) ہے اور اس مادہ سے جو الفاظ بنتے ہیں ان میں بالعموم شرح وایضاح کے معنی شامل ہوتے ہیں۔چنانچہ فسر (ماضی) کے مصدری معنی ہیں: ''واضح کرنا، تشریح کرنا، مراد بتانا، پردہ ہٹانا'' جبکہ فسرا کے معنی بھی واضح کرنے اور کھولنے کے آتے ہیں۔فسر الامر کے معنی ہوں گے معاملہ کی وضاحت کرنا۔مراد بتانا۔اسی سے تفسیر ہے۔کیونکہ اس میں عبادت کو کھول کر معانی کی وضاحت کی جاتی ہے۔اسی سے ایک اور لفظ تفسرۃ ہے۔تفسرۃ اس (قارورہ) کو کہتے ہیں۔جس کے ذریعہ طبیب مرض کی شناخت کرتا ہے۔اسی وجہ سے اس کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جس سے دوسری چیز پر استدلال کرسکیں۔اسی طرح ایک اور قریبی (س۔ف۔ر) ''سفر'' کے معنی بھی پردہ ہٹانے اور متفرق کرنے کے ہیں۔چنانچہ عربی کا محاورہ ہے۔''سفرت المرا عن وجهصا''۔یعنی عورت نے چہرہ کھولا ''سفر الصبح'' . کے معنی میں روشن ہونا۔اور ''سفر الشی'' کے معنی ہیں جدا جدا کرنا۔پراگندہ ومنتشر کرنا۔''سفر الریح السحاب'' کے معنی ہوں گے۔ہوا نے بادل کو کھول دیا۔اور سفرۃ جھاڑو کو کہتے ہیں۔کیونکہ مٹی کو جھاڑ کر زمین کو کھول دیتی ہے۔اسی (سفر) سے سفر ہے یعنی راستہ طے کرنا۔قطعِ مسافت کے لئے سفر کا نام اس لئے پڑا کہ وہ مسافروں کے رخ اور ان کے اخلاق کو ظاہر کرتا ہے اور جو بات ان میں چھپی ہوتی ہے اسے کھول دیتا ہے۔(اسی کے برعکس صورت بھی امکانی ہے، یعنی سفر، مسافر پر زمینوں اور راستوں اور منزلوں کے حقائق واضح کرتا ہے۔مرتب) اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوجاتا

ہے کہ سفر۔ظاہری اور مادی اشیاء کوکھول کر سامنے لانے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔اور فسر کا استعمال معنوی اور باطنی اشیاء کوکھول کر بیان کرنے کیلئے ہوتا ہے۔

عام تعریف

تفسیر ''فسر'' سے بابِ تفصیل کا مصدر ہے اور اس کے معنی کسی عبادت کے مطلب کو واضح کرنے یا کلام کے معنی بیان کرنے کے ہیں۔

بہر حال تفسیر کی عام اور سیدھی تعریف یہ ہوگی کہ۔

''وہ علم ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب (قرآن) سمجھی جاتی ہے جسے اس نے اپنے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل فرمایا ہے۔اور اس علم کے ذریعہ قرآن کے معانی کا بیان، اس کے احکام کا استخراج معلوم کیا جاتا ہے۔اور اس سلسلے میں لغت نحو،صرف، معانی و بیان وغیرہ سے مدد لی جاتی ہے۔اس میں اسبابِ نزول اور ناسخ ومنسوخ کی بھی حاجت پیش آتی ہے۔''

تفسیر سے ملتا جلتا ایک لفظ اور ہے جو کم وبیش یہی معنی رکھتا ہے۔اور وہ ہے لفظ ''تاویل''۔

تاویل

''تاویل'' کا مادہ ''اول'' (آل یوول) ہے۔اس کے لغوی معنی ہیں تعبیر بتانا، کل بٹھانا، بیانِ حقیقت، اپنی اصل کی طرف لوٹنا۔اس لئے مرجع اور جائے بازگشت کو مؤ ول کہتے ہیں ۔کسی شے کو خواہ وہ شے علم ہو یا فعل اس کی اصل مراد کی طرف لوٹانے کا نام تاویل ہے۔

تاویل چونکہ باب تفصیل سے مصدر ہے۔اس لئے اس کے لغوی معنی ہوں گے ''اصل

کی طرف لوٹانا"۔کلام عرب میں اور خصوصاً قرآن مجید میں یہ لفظ بیان حقیقت، حقیقی معنوں کی طرف رجوع کرنا، توضیح معانی، یا تفسیر، یا تبیین یا اس کے مترادف معنی میں استعمال ہوا ہے۔مثلاً سورۂ آل عمران میں ہے:۔

فیتبعون ما تشابه منه ابتغآء الفتنة (آل عمران۔۷)

"(توجن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے) وہ مشابہات کا اتباع کرتے ہیں۔"

وابتغآء تاویله وما یعلم تاویله الاالله (آل عمران آیت نمبر۷)

"تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔سورۂ یوسف میں ہے:۔

وکذلک یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث (سورۂ یوسف آیت۶)

"اور اسی طرح تمہارا رب تم کو منتخب کرے گا اور خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا۔"

وما نحن بتاویل الاحلام بعلمین (سورۂ یوسف آیت۴۴)

"اور ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم نہیں رکھتے۔"

وقال یابت هذا تاویل رءیای من قبل (سوۂ یوسف آیت۱۰۰)

"(یوسفؑ نے) کہا ابّا جان یہ میرے خواب کی تعبیر ہے۔پہلے والے کی (جو بچپن میں دیکھا تھا)"

سانبئک بتاویل مالم تستطع علیه صبرا (آیت۷۸)

"میں تمہیں ان کا بھید (اندرونی تفصیل بتائے دیتا ہوں"۔

اس بیان کی روشنی میں "تفسیر اور تاویل" مترادف الفاظ ہوجاتے ہیں۔تاریخ کے اعتبار

سے بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً تیسری چوتھی صدی ہجری تک لفظ ''تاویل'' تفسیر کے معنوں میں استعمال ہوتا رہا۔ چنانچہ ابن قتیبہ (متوفی ۲۷۶ھ) کی کتاب ''تاویل مشکل القرآن'' اور ماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ) کی ''تاویلات القرآن'' تفسیر کی معروف کتابیں ہیں، جو سند کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔ اور علماء کا ایک گروہ تفسیر و تاویل کے فرق کے سلسلے میں اسی طرف گیا ہے۔ یعنی یہ کہ تفسیر و تاویل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اپنی اس بات کی دلیل میں وہ قرآن کی دو آیات پیش کرتے ہیں۔ ایک آیت میں تفسیر کا لفظ اور دوسری آیت میں تاویل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ پہلی آیت سورۂ فرقان کی ہے:۔

ولا یاتونک بمثل الا جئنک بالحق واحسن تفسیرا (آیت ۳۳)

اور دوسری آیت آل عمران کی ہے۔

وما یعلم تاویله الاالله (آیت ۷)

''اور اسکی مراد حقیقی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

ان دونوں آیات میں تاویل و تفسیر ایک ہی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس بنا پر ایک جماعت نے کہا کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

تفسیر و تاویل میں اصطلاحی فرق

جب تک لفظ ''تاویل'' تفسیر کے تقریباً مترادف رہا، عام طور پر علماء ان دونوں لفظوں کے مفہوم میں تھوڑا سا یہ فرق کرتے تھے کہ لفظ ''تفسیر'' کا استعمال مشکل الفاظ اور مفردات کی تشریح کے لئے اور ''تاویل'' کا استعمال جملوں اور معانی کی توضیح کیلئے ہوتا تھا۔ لیکن یہ فرق تمام علماء کے نزدیک مسلم نہیں تھا۔

پھر جب بعد میں علوم کی باقاعدہ ترتیب و تدوین عام ہوگئی تو تفسیر و تاویل کے اصطلاحی

معانی بھی مقرر ہوئے اور دونوں میں واضح فرق کیا جانے لگا،اور فنی واصطلاحی حیثیت سے تفسیر وتاویل دو الگ الگ چیزیں ہوگئیں۔

چنانچہ ابوحیان الاندلسی صاحب بحر المحیط نے تفسیر کی یوں تعریف کی ہے:۔

"هو علم يجث عن كيفية النطق با لفاظ القرآن ومد لو لا لهار و احكلمها الافردية و التركيبية ،ومعانيها التى يحمل عليها حالة التركيب و نتمات ذلک".

"اور یہ لوگ تمہارے پاس جو اعتراض کی بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اسکا معقول اور خوب مشرح جواب بھیج دیتے ہیں"۔

ضرورت تفسیر

یہ ایک امر واقعی ہے کہ تمام انسان یکساں عقل و قابلیت نہیں رکھتے' ان کی استعداد اور صلاحیتوں میں بڑا فرق ہوتا ہے کوئی کج فہم ہوتا ہے کوئی زود فہم' کوئی زکی ہوتا ہے تو کوئی بالکل غبی اس لئے کسی کلام کو سمجھنے میں ہر شخص یکساں نہیں پھر عام لوگوں کا کلام تو الگ رہا لیکن جہاں معاملہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا ہو جس کی جامعیت ہمہ گیری' بسط اور وسعت کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ جس نے بے شمار مطالب فصاحت و بلاغت اوصاف کلام اور معنی و بدیع کی ایک دنیا آباد ہو۔

قرآن کی تفسیر وتشریح اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داریوں میں سے ایک تھی اس لئے قرآن مجید میں فرمایا گیا اور وہ قرآن کی تعلیم دیتے اور سکھاتے ہیں۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفسیر کے سیکھنے کا حکم بھی دیا تھا۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سورۃ حدید کی تفسیر سیکھو ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ

کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ تو قرآن کا اچھا ترجمان ہے۔ حضرت ابن عباس مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام کے شاگرد تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام نے ابن عباس کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر اس طرح تعلیم فرمائی کہ سپیدہ سحر نمودار ہو گیا۔ مولا نے کہا افسوس ابن عباس کو دامن وقت میں گنجائش نہیں ورنہ کہنے کو ابھی بہت کچھ تھا۔ کسی نے ابن عباس سے پوچھا کہ آپ مولائے متقیان کے شاگرد ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر ایک پیاسا سمندر سے چند قطرے پی لے تو سمندر میں کیا کمی واقع ہو جائے گی۔ آپ کے بعد آئمہ الطاہرین علیہم السلام کے دور میں بھی تفسیر و تشریح کلام خداوندی کا فریضہ آئمہ طاہرین علیہم السلام انجام دیتے رہے اس لئے آل محمد علیہم السلام ہی باب مدینۃ العلم اور شہر مدینہ علم سے وابستہ اور ان کے وارث رہے ان کے ہوتے ہوئے کسی کا یہ دعویٰ عبث معلوم ہوتا ہے کہ فلاں صاحب قرآن کے بڑے عالم تھے۔ آئمہ طاہرین کے سامنے زانوائے ادب تہہ کرنے والے یا فیض حاصل کرنے والے اصحاب کرام بھی قرآن کے عالم اور مفسر ہوئے ہیں لیکن یہ فیض محمدؐ و آل محمدؑ کا ہے جس نے ان سے ہٹ کر کوئی تفسیر کی تو وہ تفسیر بالرائے ہوگی اور مسلمانوں کی گمراہی کا سبب بنے گی اور بنی ہے' آئمہ کے بعد ان کے مکتب کے علماء و مفسرین اور اصحاب اور اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین اور اس کے بعد پھر ہر دور میں تفسیر قرآن کا رواج برابر قائم رہا۔

چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ تفسیر کا علم ایک مقدس اور معتبر علم ہے جو ہر شخص سے تمام احتیاطوں اور ذمہ داریوں کا مطالبہ کرتا ہے اور جس کا موضوع اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے اس کی غایت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کا پورا علم حاصل کر سکے۔

تفسیر کا ارتقاء

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے "بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا مومن پر احسان عظیم ہے کہ اس نے اس کے پاس خود انہی میں سے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے"۔

مندرجہ بالا ارشاد الٰہی سے واضح ہوتا ہے ہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری محض یہ تھی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب پر ایمان لے آئیں آپ صرف ان تک قرآنی آیت پہنچا دیں بلکہ ان کا تزکیہ اور انہیں اس کتاب کی تعلیم دینا بھی آپ کی ذمہ داری میں شامل تھا نیز تعلیم دینا سے مراد صرف الفاظ کا دہرانا نہیں تھا بلک قرآن مجید کے اس ارشاد کے مطابق ہم نے اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم پر قرآن نازل کیا تا کہ لوگوں کے سامنے اس چیز کی وضاحت کرو جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے اس کی تشریح وتوضیح تھی۔ چنانچہ یہی تعلیم کتاب وحکمت ہے جو قرآن مجید کی تفسیر نبویؐ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ارشاد اور آپؐ کا ہر عمل قرآن مجید کی تفسیر وتشریح تھا۔ عہد نبوی میں تفسیر کی نوعیت یہ تھی کہ اگر کسی آیت کے متعلق آنحضورؐ نے ضرورت محسوس کی تو خدا کی منشاء ومراد بتا دی یا کسی کو کوئی شکل پیش آئی تو اس نے سرکار دو عالمؐ سے پوچھ کر اپنی تشفی کر لی اور وہ آیات جن کا تعلق عمل سے ہے سرکار دو عالم نے عملاً ان کی تفسیر کر دی۔ سرکار کے بعد آئمہ طاہرینؑ اور صحابہ کرامؓ قرآن کی تفسیر اور تشریح میں بڑی شدت سے احتیاط برتتے رہے اور حدیث میں تفسیر بالرائے کے متعلق جو وعید آئی ہے اس کی وجہ سے انہیں دھڑکا لگا رہتا لیکن احساس فرض اور

تمدنی ضروریات کی بناء پر آئمہ کرام اوران کے شاگردوں کی ایک تعداد ایسی تھی جو قرآن کی تشریح وتفسیر کرتی رہتی تھی ان کی تفسیر کا تعلق صرف ان آیات سے تھا جو امر ونہی پر مشتمل ہے ان مفسیرین نے صحابہ کرام میں حضرت عثمان، حضرت علی ابن مسعود، ابن عباس، ابوموسیٰ اشعری خاص طور پر مشہور ہیں اس کے بعد ہم تفسیر کے بارے میں مکتب اہلبیت کا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ملت اسلامیہ کے دونوں فرقوں کے زاویہ نگاہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے تفسیرہ شناسی میں آسانی ہوجائے۔

اصول تفسیر

قرآن کی تفسیر کی مختلف صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ کتاب اللہ پر اس کے اسلوب وطرز ادا اور معانی و بلاغت کی رو سے نظر کی جائے تا کہ اس سے کلام اللہ کی بلندی اور دوسرے کلاموں سے ممتاز ہونے کی معرفت حاصل ہو۔ علامہ زمخشری نے اسی مسلک کو اختیار کرکے پورا زور اسی پر صرف کردیا اور دوسرے مقاصد کی طرف کم توجہ دی ہے۔ پھر ایک جماعت اسی روش پر چل پڑی۔

دوسری صورت اعراب کا بیان ہے۔ بہت سے لوگ اس طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے اعراب کی شکلوں کو خوب کھول کھول کر رکھ دیا۔ اور جتنے احتمالات الفاظ میں نکلتے تھے کسی کو نہ چھوڑا۔

تیسرا طریقہ قصوں کا بیان ہے۔ اس کے پیچھے جو لوگ پڑے۔ تاریخ واسرائیلیات میں سے جو چاہا قصص قرآنی میں بڑھا کر تفسیر کو بھر دیا۔ نیز توراۃ وانجیل یا جو اہل کتاب کے یہاں معتبر کتابیں ہیں، انہیں پر بس نہیں کیا، بلکہ جو کچھ ان کی زبانی سنا اسے بھی بلا امتیاز صحیح و غلط اور بغیر لحاظ اس امر کے کہ شرع وعقل کے مخالف ہے، تفسیر میں لکھ دیا۔

چوتھا طریقہ غریب ونادر کلمات کا بیان ہے۔اوران سے جو امور مستنبط ہوتے ہیں'ان کا بیان ہے۔اس باب میں بعضوں نے صرف احکام کی آیتوں کو جمع کر کے تفسیر لکھی۔ان میں ابوبکر العربی مشہور ترین شخص ہیں اور کل وہ حضرات جن پر فقہ کا غلبہ رہا' انہوں نے بادات و معاملات کے احکام کی تفسیر کا زیادہ اہتمام کیا اور دوسرے مضامین کی طرف کم اعتنا کی۔

چھٹا اصول عقائد ہیں۔ بحث وکلام اور کج رو مسلمانوں سے منازعات ان کے مقابل میں حجت پیش کرنا ان کی حجتوں کو رد کرنا۔اوراس روش میں امام رازیؒ پیش پیش ہیں۔

ساتواں طریقہ مواعظ اور رقت پیدا کرنے والے مضامین کا بیان اور اس کے بعض شیدائیوں نے صوفیوں اور عابدوں کے ایسے ایسے قصے نقل کر دیئے کہ قرآنی آداب وفضائل کے حدود سے تجاوز کر گئے۔

آٹھواں طریقہ ایسے امور کا بیان ہے جو اشارہ کے نام سے موسوم ہے اور لوگوں کو اس میں فرقہ باطنیہ کے کلام پر صوفیوں کے کلام ہونے کا اشتباہ ہو گیا۔اوراسی قسم میں سے وہ تفسیر ہے جس کو شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حقیقت میں وہ مشہور قاشانی باطنی کی کتاب ہے اوراس میں ایسی باتیں ہیں کہ اللہ کا دین اوراس کی کتاب عزیز ان سے بر' ہے۔

ہاں' ایک درجہ قرآن فہمی کا اس سے بہت اونچا اور بلند ہے جو فرض کفایہ میں سے ہے۔

اصل میں تفسیر کے چند درجے ہیں۔ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ مجمل سے ایسا بیان ہو جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت وتنزیہ اور بزرگی و پاکی دلوں میں پیوست ہو جائے اور نفوس کو برائی سے پھیر دے اور بھلائی کی طرف کھینچے۔یہ ہر شخص کے لئے آسان ہے"ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر" (سورہ قمر)(اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے

کے لئے آسان کردیا ہے پس کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے) اور تفسیر کا ایک اعلیٰ درجہ ہے جو بغیر چند امور کی معرفت کے حاصل نہیں ہوتا۔ اول یہ ہے کہ اہل زبان کے استعمال کئے ہوئے الفاظ سے قرآن حکیم کے مفرد الفاظ کی حقیقت دریافت کرنا اس میں کسی کے قول اور فہم پر اکتفا نہ کی جائے' اس لئے کہ بہت سے الفاظ نزول قرآن کے وقت جن معانی میں مستعمل تھے' تھوڑی بہت مدت کے بعد دوسرے معانی میں مستعمل ہونے لگے۔

پس جو چاہتا ہے کہ قرآن کا فہم ادراک صحیح حاصل ہو اس کو چاہیے کہ کہ اصطلاحی معنی اور کتاب اللہ کے لغوی معنی میں فرق کر سکے' اس واسطے کہ ایسا بہت ہوا ہے کہ مفسرین نے اکثر قرآنی کلمات کی تفسیر جدید اصطلاحی معنی میں کر دی ہے جن کا وجود قرون ثلثہ کے بعد ہوا ہے اس واسطے دقت نظر والے محقق کو چاہیے کہ قرآن کی تفسیر ان معانی کے اعتبار سے کرے جو نزول قرآن کے وقت مستعمل تھے۔

اور بہتر یہ ہے قرآن کے الفاظ نفس قرآن سے سمجھے جائیں' اس طرح کہ جو لفظ مختلف مقام میں آیا ہے سب کو جمع کر کے دیکھا جائے کہ کون معنی آیت کے جملہ کے ساتھ مناسب ہے۔

اور سب سے عمدہ قرینہ معنی کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے یہ ہے کہ لفظ کے معنی کا اس کے پہلے کلام کے موافق ہونا اور جملہ معنی ہدایت کے ساتھ اتفاق کرنا اور کتاب کے مقصود سے مناسبت رکھنا۔

دوسرا اعلیٰ درجہ تفسیر دانی کے اسلوب کلام وطرز ادا کا علم ہے۔ اس واسطے اسالیب کلام کا اتنا علم ہونا چاہیے کہ اس سے قرآن کے عالی شان طرز ادا کو سمجھ سکے اور علم کلام بلیغ کے مسلسل مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے' شرط یہ ہے کہ مماثلت رکھنے والا اپنی ذہانت سے کلام

بلیغ کی باریکیوں اور خوبیوں کو سمجھ سکے۔

تیسرا امر انسانی تاریخ کا علم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب' قرآن مجید کو نازل فرما کر اسے سب سے آخری کتاب قرار دیا اور اس میں ایسی باتیں بیان کیں کہ دوسری کتابوں میں نہیں ہیں۔ مخلوق کے بہت سے سارے احوال و طباع بیان کئے' بشر کے متعلق سنت الٰہی کا ذکر فرمایا' اور دنیا کی امتوں کے اچھے اچھے قصے اور ان کی سیرتیں اپنی سنت جاریہ کی موافقت میں کہہ کر سنائیں۔ اس واسطے کا۔ اس کتاب کے دیکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ انسانی احوال و تاریخ پر نظر رکھے' ان کے طور طریقے اور ان کے دور عزت و ذلت' قوت و ضعف' علم و جہالت' ایمان و کفر اور ان مختلف احوال کے اسباب اور بناؤں پر غور کرے اور اس عالم کے علویات و سفلیات کے احوال کا علم حال کرے اس سلسہ میں بہت سے فنون کی حاجت ہے اوان سب میں تاریخ اپنی تمام اقسام کے ساتھ اس سے اہم ہے۔ استاذ الامام مفتی عبدہ) نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''كان الناس امة واحدة فبعث الله النبين مبشرين و منذرين. آلاية (سورہ البقرہ ع ۲۶) کی تفسیر کوئی کیونکر کرسکتا ہے۔ جب کہ وہ انسانوں کی تاریخ سے کہ وہ کیسے متحد تھے اور کیسے الگ ہوئے' محض بے خبر ہے۔ اور جس واحد پر تھے اس کے کیا معنی ہیں۔ اور یہ وحدت بخش تھی یا ضرر رساں' اور پیغمبروں کی بعثت کے بعد کیا آثار نمایاں ہوئے۔ (مفتی صاحب راسخون فی العلم کا در چھوڑنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے)

اصل یہ ہے کہ قرآن نازل فرمانے والا جس کا علم ساری چیزوں کو محیط ہے اس نے قرآن میں مختلف امتوں اور اپنی سنتوں کو بیان اور آسمان و آفاق کی نشانیوں کا بیان اور آسمان و زمین اور انفس آفاق کی نشانیوں سے اجمالی بحث کی ہے اور ہم کو حکم دیا ہے کہ اب

سب میں غور فکر کریں اور ملک ملک سیر کر کے دیکھیں تا کہ اس اجمال کو تفصیلی طور سے سمجھیں اور کمال و ارتقاء میں بڑھیں اور اگر ہم موجودات عالم کے سرسری علم اور ظاہری نظر پر بس کرلیں تو اس کی مثال ٹھیک اس شخص کی ہوگی جو کتاب کی رنگین جلد کو دیکھ کر فریفتہ ہو جائے مگر اس کے اندر کے علم وحکمت کے اصل رنگ وروپ سے ناآشنا ہو۔

چوتھا امر اعلیٰ تفسیر دانی کے لئے معلوم کرنا ہے کہ یہ سارے لوگوں کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ اس سلسلہ میں ایسے مفسر کے واسطے ضروری ہے کہ زمانہ نبوت کے عرب وغیر عرب لوگوں کی حالت کا اسے علم ہو کیونکہ قرآن پکار پکار کر کہتا ہے کہ جب سرے سے لوگ ضلالت وشقاوت میں تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کی ہدایت وسعادت کے واسطے قرآن دے کر بھیجے گئے۔

پس مفسر جب تک لوگوں کے احوال وخصائل' رسوم ورواج سے واقف نہ ہوگا کیسے ان آیتوں کے حقیقی مطلب یا اس کے قریب تک پہنچے گا جن میں ان لوگوں کی عادات واعیان دین اور مناظر اسلام کے لیے دوسروں کی تقلید میں صرف اتنا جان لینا کافی ہوگا' کہ مذکورہ لوگ باطل پر تھے اور قرآن نے ان کے اباطیل کا ابطال کر دیا ہے؟ ہرگز نہیں!

قرآن حکیم کے حکیمانہ احکامات

قرآن حکیم کی معرفت یعنی عرفان قرآن کے لئے قرآن کا شعوری مطالعہ ضروری ہے جیسے جیسے ہم اس سے روشناسی حاصل کرتے جائیں گے ہمارا عرفان قرآن بڑھتا جائے گا قرآنی معارف و رموز و اسرار سے آشنائی و آگاہی ہم جیسے کم علم اور تہی فکر انسان کے بس کی بات نہیں۔ ہم ایک خاطی انسان ہیں جو سہو و نسیان کا شکار ہیں یہ محض ہماری انکساری نہیں' ہمارا قرآن فہمی سے فرار نہیں' بلکہ ایک پیش پا افتادہ حقیقت ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔

''اسے ایک پوشیدہ کتاب میں رکھا گیا ہے''۔ (حوالہ سورۃ واقعہ ۵۶ آیت نمبر ۷۸)

لٰہذا ہم اپنے رب کی بارگاہ میں کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ پروردگار! اپنے کلام کی معرفت کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں ان لوگوں میں شمار و قرار فرما جنہوں نے قرآن کی رسی کو مضبوطی سے تھام رکھا ہو۔ قرآن کے چراغ سے ہم اپنے فکر کے چراغ روشن کر سکیں۔ ذیل میں ہم قرآن کریم کے بارے میں مسلمانوں کے فرائض اور اس کو کلمہ گویوں کے ساتھ مربوط کرنے اور انسانوں کے فرائض اور مسلمانوں کے فرائض اور اس کے ساتھ اپنے آپ کو مربوط رکھنے کے بارے میں احکامات خداوندی پیش کرتے ہیں۔ تاکہ قرآن کے جامعیت و منزلت کا اندازہ ہو سکے۔ یہ احکامات ہر قدم' ہر مذہب اور ہر ملک کے مسلمانوں کے باشندوں کے بارے میں ہیں اور قیامت تک کے لئے ہے۔

قرآن کی منزلت

قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم

یا علی: سید الکلام القرآن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! قرآن کلام کا سردار ہے (تفسیر ابی الفتوح ۳۱۹/۲)

قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم

القرآن غنی لا غنیٰ دونه و لا فقر بعده

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن ایک ایسی تونگری ہے جس سے بڑھ کر کوئی تونگری نہیں ہوسکتی اور نہ اس کے بعد کوئی احتیاج رہ جاتا ہے۔ (تفسیر ابی الفتوح ۱/۱۰۔۱۱)

قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم

فضل القرآن علی سائر الکلام، کفضل الله علی خلقه

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، قرآن کو دوسرے تمام کلاموں میں اسی طرح برتری اور فضیلت حاصل ہے جس طرح اللہ کو مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے۔ (جامع الاخبار ۱۷۴، وتفسیر ابی الفتوح ۱/۱۰)

قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم

اصدق القول و ابلغ الموعظة و احسن القصص، کتاب الله (امالی الصدوق . ۳۹۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام باتوں سے سچی، بلیغ ترین موعظہ اور

بہترین قصہ اللہ کی کتاب ہے۔

قال علی علیه السلام

افضل الذکر القرآن' به تشرح الصدور و تستنیر السرائر (شرع غرر الحکم ۲/۴۵۰)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا' افضل ترین ذکر قرآن ہے اس کے ذریعے سینے کھل جاتے ہیں اور انسان کے اندر نور آ جاتا ہے۔

قال علی علیه السلام

فیه ربیع القلوب و ینابیع العلم و ما للقلب جلاء غیره (نہج البلاغہ/۳۵۷' خطبہ ۱۷۶)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: قرآن دلوں کی بہار ہے اور علوم کے چشمے ہیں اور دلوں کو اس کے علاوہ اور کسی چیز سے جلا نہیں ملتی ہے۔

عرفان قرآن کے قرآنی اصول وقواعد

خالق ارض وسماء نے قیامت تک نوع انسانی کی ہدایت کے لئے اپنی آخری ہدایت قرآن کو ضابطۂ حیات کے طور پر رسول اسلام خاتم النبین سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے نازل فرمایا۔ اس کی تفصیل وتفسیر قرآن صامت کے اندر موجود ہے۔ یہاں ہم صرف قرآن صامت کا تذکرہ کر رہے ہیں قرآن ناطق کا نہیں کر رہے۔ قرآن کے ساتھ اہلبیتؑ کا تذکرہ عمداً نہیں کر رہے ہیں کیونکہ خود قرآن کے اندر اہلبیتؑ کا تذکرہ موجود ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف قرآن ہی مسلمانوں کے لئے چھوڑ کر نہیں گئے تھے بلکہ قرآن کے ساتھ اہلبیتؑ کو بھی چھوڑا تھا ہم حسبنا کتاب پر یقین نہیں رکھتے اور اس پر یقین کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتب روایات اس کی نہ تفسیر ہیں نہ تفصیل۔ مروجہ تراجم و تفاسیر میں باہمی اختلا ت ہر ایک کے اندر شکمی تضاد کی وجہ یہ ہے کہ پروردگار عالم نے فہمید قرآن کے جو اصول وقواعد خود بتائے ہیں اور سرکار دو عالمؐ نے جن ہستیوں کو قرآن کے ساتھ بتایا جنہیں راسخون فی العلم کی منزل پر قرار دیا ہے اور جن کو مسلمانوں کی ہدایت کے لئے چھوڑا ہے مسلمانوں نے قرآن کی تفسیر کے سلسلے میں یا تو حدیث کا سہارا لیا یا تفسیر بالرائے کا۔ یا ان کا جن کا علم قرآن مشکوک ہے بیشتر احادیث حکمرانوں کے زیر سایہ گھڑی اور ڈھالی گئی ہیں اس سلسلے میں بنوامیہ اور بنو عباس کے حکمران سبقت لے چکے ہیں لہٰذا ہزاروں حدیثوں میں چند سو حدیثیں ہی اقوئی ہیں باقی یا ضعیف ہیں یا حسن ہیں اور پھر اہلبیت الطاہرین آئمہ معصومینؑ کے ہوتے ہوئے کسی اور سے حدیث کے بارے میں پوچھنا عبث معلوم ہوتا ہے کیونکہ آئمہ طاہرین وارث علم رسولؐ ہیں۔ افسوس دنیا نے قرآن کے بارے میں سب سے رجوع کیا سوائے اہلبیتؑ کے جس کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ حاصل

نہ ہوا۔ سرکار ختمی مرتبتؐ سے لیکر ان کے آخری جانشین اور خدا کی آخری حجت تک کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔ قرآن فہمی کے قرآنی اصول وقواعد کے متعلق ایک طبقے کی سوچ ہم عرفان قرآن کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کررہے ہیں لیکن اس سے کلیتہً ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں بلکہ شاید جزوی طور پر بھی نہ ہو یہ وہی حسبنا کتاب اللہ والی سوچ ہے۔

قرآن فہمی کے قرآنی اصول وقواعد

ا۔ قرآن کی زبان عربی مبین ہے

ارشاد باری ہے۔

انا جعلنه قرء نا عربیا لعلکم تعقلون (۴۳/۳)

(مفہوم) بے شک ہمنے اس (اپنی نازل کردہ کتاب) کا پڑھنا عربی (شستہ) زبان میں ٹھہرایا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔

نیز فرمایا

و انه لتنزیل رب العلمین o نزل به الروح الامین o علی قبلک لتکون من المنذرین o بلسان عربی مبین o (۱۹۲تا۱۹۵/۲۶)

''اور بے شک قرآن کریم کا نازل کیا جانا' واضح اور شستہ عربی زبان میں رب العالمین کی طرف سے ہے۔ روح الامین اسے لے کر آپ کے قلب اطہر پر نازل ہوا۔ تاکہ آپ انبیاء کی اس مقدس جماعت میں سے ہوجائیں جو نوع انسانی کو ان کے فرائض منصبی سے

آ گاہ کرنے والی تھی"۔

لہٰذا قرآن فہمی کا پہلا اصول یہ ہے کہ عربی زبان کے اصول وقواعد اس کے سہ حرفی مادوں اور عربی گریمر کو ہرگز ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے۔اس ترجمہ اور تفسیر میں ان امور کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

قرآن کریم زمانہ جہالت کے لٹریچر کا محتاج نہیں

آیات بالا کے ان الفاظ سے کہ قرآن ایسی واضح عربی میں نازل ہوا ہے جو خود مبین ہے یہ امر نکھر کر عیاں ہو رہا ہے کہ قرآن کی عربی میں نہ کوئی ابہام ہے نہ لسانی پیچیدگی ہے۔ ایسی زبان مرکزی شہروں کی ہوتی ہے۔ جہاں علم وادب کے چرچے رہتے ہیں۔ دیہاتی اور بدوانہ زبان کو لسان عربی مبین ہرگز ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ قرآن کریم نازل ہوا تھا ام القریٰ مکہ معظّمہ کی مرکزی بستی میں۔ لہٰذا شہری (مرکزی) زبان ہی عربی مبین' شستہ اور واضح کہلا سکتی ہے۔ اس کے برعکس بدوانہ زبان کی حالت آج کے ترقی پذیر دور میں بھی یہ ہے کہ ہر دیہاتی زبان میں شستگی کی بجائے اکھڑ پن پایا جاتا ہے اور تبیین کی بجائے ابہام ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ نظریہ قرآن کریم کی میزان پر پورا نہیں اترتا کہ فہم قرآن زمانہ جہالت کے بدوانہ لٹریچر اور اشعار کا محتاج ہے۔

قرآن کریم کے سات قرتوں میں نازل ہونے کا تصور قابل قبول نہیں

کتاب خداوندی کی ایک ہی زبان ہے عربی مبین ۲۶/۱۹۵' جو اپنی صفت مبین کے مطابق سو فیصدی فصیح و بلیغ اور ہر قسم کی لسانی پیچیدگیوں سے مبرا اور منزہ ہے لہذا روایات کا دیا ہوا یہ تصور بھی قابل قبول نہیں کہ قرآن کریم عربوں کے سات قبیلوں کی الگ الگ سات زبانوں یعنی سات قرأتوں میں نازل ہوا تھا۔ اور ان قرأتوں میں معاذ اللہ اس قدر لفظی اور

معنوی اختلافات موجود تھے کہ ایک قرت والے دوسری قرأت کو سننے کی تاب بھی نہیں لا سکتے تھے جیسے کہ بخاری شریف کتاب التوحید باب قال اللہ تعالیٰ فاقرء و اما تیسر من القرآن ۲۰/۳ ۷ کی رسولی تفسیر' حضرت عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ہشام کو سورۂ فرقان کی تلاوت ایسے الفاظ میں کرتے ہوئے سنا کہ نماز ہی میں ان پر حملہ کرنے کو تیار ہو گئے۔ روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں:

یحییٰ بن بکیر' لیث' عقیل ابن شہاب' عروہ' مسور بن مخرمہ' عبدالرحمٰن بن عبدالقادری' دونوں حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے ہشام بن حکیم کو آنحضرت ؐ کی زندگی میں سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا تو دیکھا کہ وہ بہت سے ایسے حروف کے ساتھ پڑھ رہے تھے جو رسول اللہؐ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر حملہ کر دوں لیکن میں نے صبر کیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے چادر ان کے گلے میں ڈال دی اور کہا تجھے یہ سورۃ کس نے پڑھائی ہے انہوں نے کہا رسول اللہ سلام اللہ علیہ نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا جس طرح تم پڑھتے ہو مجھے تو اس طرح نہیں پڑھایا ہے چنانچہ میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا کہ میں نے ان کو سورۂ فرقان ان طریقوں پر پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ پھر فرمایا کہ اے ہشام پڑھو جس طرح میں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ انہوں نے اسی طرح پڑھا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ قرآن اسی طرح نازل کیا گیا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر تم پڑھو۔ چنانچہ جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا تھا اس طرح میں نے پڑھا۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن اسی طرح نازل کیا گیا ہے۔ یہ قرآن سات

طریقوں پر اترا ہے جو تم سے آسانی سے ہو سکے پڑھو۔ (بخاری شریف مطبوعہ قرآن محل' کراچی' جلد سوم' صفحہ ۹۲۳)

برادران عزیز! کرۂ ارض کے گرد گھوم جائیے۔ آپ دیکھیں گے کہ ہر زبان میں شہری اور دیہاتی کا فرق موجود ہے ہر تیس چالیس میل کے بعد زبان کے صرف لب ولہجہ اور طرز بیان ہی میں فرق نہیں آتا بلکہ الفاظ وحروف بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔ لیکن کسی زبان میں الفاظ و حروف کا لاکھ اختلاف موجود ہو مگر اس زبان والوں کی تعزیرات وقوانین اس اکلوتی مرکزی زبان ہی میں ہوتے ہیں جس کے گرد اس زبان کا علم وادب گردش کرتا ہے یہی حال عربی زبان کا ہے اس میں بھی مدنی اور بدوی یعنی شہری اور دیہاتی کا فرق موجود ہے وہاں بھی ہر تیس چالیس میل کے بعد لب ولہجہ اور الفاظ وحروف تک کا تغیر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ آیات بالا ۴۳/۲ اور ۱۹۲ تا ۲۶/۱۹۵ میں اسی چیز کی خبر دی گئی ہے کہ عربی زبان اگرچہ سنت اللہ کے مطابق مختلف زبانوں میں بٹی ہوئی ہے لیکن ہم نے اپنے قانون کی کتاب عربی مبین' شستہ اور واضح مرکزی زبان میں نازل فرمائی ہے۔ لہٰذا مندرجہ بالا روایت کا مقصد عیاں ہے کہ اگر اسے حدیث رسولؐ مانا جائے تو قرآن کریم پایہ اعتبار سے گر جاتا ہے کہ یہ سات قسم کے مختلف ومتضاد الفاظ میں نازل ہوا تھا' جو الفاظ تم خود چاہو' اختیار کرلو۔ حالانکہ جعلنه قرء نا عربیا ۴۳/۳ اور لتنزیل رب العالمین بلسان عربی مبین ۱۹۲۔ ۲۶/۱۹۵ کی قرآنی شہادت کے مطابق ثابت وبین ہے کہ قرآن کے الفاظ نزولی ہیں خود اختیاری نہیں۔ اور ایک ہی زبان عربی مبین میں نازل ہوئے ہیں۔ تو پھر یہ نظریہ کس طرح صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ قرآن سات قسم کے مختلف الفاظ میں نازل ہوا تھا یعنی روح الامین' قرآنی آیات کریمات کو سات قسم کے الگ الگ الفاظ میں آنحضورؐ کے پاس لاتے

تھے اور حضورؐ ایک ہی آیت حضرت ہشام کو کسی اور الفاظ میں پڑھاتے تھے اور حضرت عمر کو کسی اور الفاظ میں۔ العیاذ باللہ۔

۲۔ الفاظ کی حاکمیت ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھی جائے گی

جیسا کہ اوپر ثابت کیا جاچکا ہے کہ ۲/ ۴۳ اور ۱۹۲۔۱۹۵ /۲۶ کے مطابق قرآن کا نزول عربی زبان میں ہوا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ زبان مشتمل ہوتی ہے الفاظ پر اور قرآن کے الفاظ خود اختیاری نہیں بلکہ نزولی ہیں۔ نیز ظاہر ہے کہ معانی اور مفہول الفاظ ہی کے ہوتے ہیں۔ اور وہ خود الفاظ ہی کے اندر موجود محفوظ ہوتے ہیں۔ لہٰذا قرآن فہمی کا دوسرا اصول یہ ہے کہ ہر مقام پر خداوند حکیم وحاکم کے نازل کردہ الفاظ کی حاکمیت قائم رکھی جائے۔ بحمد اللہ کہ اس ترجمہ وتفسیر میں کسی ایک لفظ کے ترجمہ اور مفہوم سے پہلو تہی نہیں کی گئی۔ سوائے ان حروف جارہ کے جو عربی ادب میں قواعد عرب کے مطابق زائد لائے جاتے ہیں' مثلاً

لست علیهم بمصیطر ۸۸/۲۲ میں **بمصیطر** کی ب' قاعدہ عرب کے مطابق زائد ہے اس کا صحیح مفہوم یہ نہیں کہ اے رسول آپ لوگوں کے لئے کسی درواغہ کے ساتھ نہیں؟ بلکہ صحیح مفہوم یہ ہے کہ آپ لوگوں کے لئے کوئی دراوغہ نہیں ہیں۔ نیز قرآن کی زبان میں جو ضمائر کا تکرار ہے' ان کا ترجمہ بلا تکرار کیا گیا ہے۔ مثلاً **انا نحن نزلنا علیک القرآن** ۷۶/۲۳ میں ضمیر جمع متکلم کا سہ گانہ تکرار تاکیدی ہے۔ اس کا ترجمہ اس طرح نہیں کیا گیا کہ قرآن کو بے شک ہم نے' ہم نے' ہم نے نازل کیا ہے بلکہ غرض تکرار کو نمایاں کرتے ہوئے' ترجمہ لکھا گیا ہے' بلاشبہ قرآن کو ہم ہی نے نازل کیا ہے۔

نیز الفاظ کی حاکمیت کو قائم رکھتے ہوئے اس ترجمہ اور تفسیر میں کسی لفظ کا وہ مفہوم بھی ہرگز نہیں لیا گیا جو الفاظ کی حدود و قیود سے بے نیاز ہو کر لفظی حدود کو توڑ کر رکھ دے۔ مثلاً

سابقہ تراجم میں ۴/۱۱ کے الفاظ ''فوق اثنتین'' کا معنی لیا گیا ہے دو یا دو سے زائد لڑکیاں۔

۳۔ قرآن کریم اہل عرب کی روزمرہ کی بول چال کے عین مطابق ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فو رب السماء و الارض انه لحق مثل ما انكم تنطقون ۵۱/۲۳

(مفہوم) آسمان اور زمین (بلندی اور پستی) کے پروردگار کی شہادت ہے کہ بلاشبہ قرآن حق ہے اس کا انداز کلام اس طرح کا ہے جس طرح تم آپس میں گفتگو کرتے ہو۔ لہٰذا اس آیت مجیدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح روزمرہ کی عام بول چال، حقیقت ومجاز اور استعارات وتشبیہات ہر چیز کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم میں حقیقت ومجاز اور استعارہ وتشبیہ سب کچھ موجود ہے۔

پس قرآن فہمی کا تیسرا اصول یہ ہے کہ قرآن کریم کو روزمرہ کی بول چال کے عین مطابق تسلیم کیا جائے۔ (اس اصول کی تشریح چوتھے پانچویں اور چھٹے اصول میں ملاحظہ فرمائیں)

۴۔ الفاظ کا استعمال بانداز مجاز

فہم قرآن کے سلسلے میں عموماً حقیقت ومجاز کے عدم امتیاز کی بدولت ٹھوکر کھائی گئی ہے حالانکہ معارضہ مشاہدات اس کی بہترین کسوٹی ہے جیسے کہ بنی اسرائیل کے متعلق آیا ہے۔

واشربوا فی الارض العجل ۲/۹۳

(لفظی ترجمہ) ''ان کے قلوب میں بچھڑا پلا دیا گیا''۔

اب ظاہر ہے کہ اگر ان الفاظ کو حقیقت پر محمول کیا جائے تو تجربہ اور مشاہدہ معارض ہے

کیونکہ حقیقت یہ نہیں ہے کہ بچھڑے کو گھول کر یا اس کی یخنی بنا کر اور بنی اسرائیل کے قلوب کا آپریشن کر کے اس میں یخنی انڈھیل دی گئی تھی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ سامری کے عقیدے کے طور پر بچھڑے کی معبودیت بنی اسرائیل کے ذہنوں میں جاگزیں کر دی تھی پس ثابت ہوا کہ

قرآن کریم میں الفاظ کا استعمال حقیقت کے علاوہ باندازِ مجاز بھی موجود ہے

لہٰذا قرآن فہمی کا چوتھا اصول یہ ہے کہ جہاں الفاظ کے حقیقی معنی مشاہدات سے معارض ہوں وہاں دیکھ لیا جائے کہ یہ الفاظ باندازِ مجاز تو استعمال نہیں ہوئے؟ تاکہ قرآن کریم کے اصل مفہوم سے ہٹ کر کسی چیستانی مفہوم کی لق و دق وادیوں میں ٹھوکریں نہ کھانی پڑیں۔

۵۔ تشبیہات حرف تشبیہ مذکور اور محذوف کے ساتھ

عربی زبان میں کاف حرف تشبیہ ہے جو مشبہ کے ساتھ آ کر کسی ایک صفت میں مشبہ بہ کے ساتھ اس کی مشابہت کا اظہار کرتا ہے۔ جیسے کہ سورۂ مدثر میں منکرین ضابطہ خداوندی کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔

فمالهم عن التذكره معرضين ٥ كانهم حمر مستفرة ٥ من قسورة ٥ ۴۹ تا ۵۱ / ۷۴ (مفہوم) ”انہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ قرآن سے جو ایک نصیحت نامہ ہے اس طرح اعراض کرتے ہیں گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں جو شیر سے بھاگتے ہیں“۔

دیکھئے یہاں قرآن کو تشبیہاً شیر اور منکرین قرآن کو گدھے کہا گیا ہے۔ نہ وہ فی الحقیقت چار ٹانگوں اور لمبے کانوں والے گدھے تھے اور نہ قرآن کریم چنگھاڑنے اور پھاڑ کھانے والا شیر ہے۔ چونکہ گدھا شیر سے بدکتا ہے اور منکرین ضابطہ خداوندی قرآن کریم سے بکدتے ہیں اس لئے اس مشابہت کی بناء پر کاف حرف تشبیہ لا کر انہیں گدھے اور قرآن کو شیر کہا گیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ بعض مقامات پر قرآن کریم میں حرف تشبیہ محذوف و مقدر رکھا جاتا ہے

جیسے کہ منافقوں کے متعلق ارشاد ہوا ہے:

صم بکم عمی فھم لا یرجعون (۲/۱۸) اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "وہ گونگے ہیں' بہرے ہیں' اندھے ہیں"۔ حالانکہ فی الحقیقت نہ وہ گونگے ہوتے ہیں' نہ بہرے' نہ اندھے' چونکہ وہ گونگوں بہروں اور اندھوں کی طرح حقائق سے بے خبر رہتے ہیں اس لئے اس مشابہت کی بناء پر انہیں گونگے بہرے اور اندھے کہا گیا ہے اور اس کی وضاحت آیت ذیل میں کر دی گئی ہے۔

لھم قلوب لا یفقھون بھا و لھم اعین لا یبصرون بھا و لھم اذان لا یسمعون بھا (۷/۱۷۹)

(مفہوم) ان کے پاس قلوب ہیں مگر ان کے ساتھ تفقہ نہیں کرتے۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں' ان سے دیکھتے نہیں۔ ان کے پاس کان ہیں ان سے سنتے نہیں' اس آیت مجیدہ نے اس امر کی تفسیر و تشریح کر دی ہے کہ ۲/۱۸ میں جنہیں گونگے بہرے اور اندھے کہا گیا ہے وہ فی الحقیقت گونگے' بہرے اور اندھے نہیں' انہیں گونگوں بہروں اور اندھوں کے ساتھ مشابہت کی بناء پر کاف تشبیہ محذوف رکھ کر کہا گیا ہے کہ وہ گونگوں جیسے ہیں' بہروں جیسے ہیں اور اندھوں جیسے ہیں' پس قرآن فہمی کا پانچواں اصول یہ ہے کہ

قرآن حکیم میں تشبیہات کا انداز حرف تشبیہ مذکور کے ساتھ بھی ہے اور محذوف کے ساتھ بھی

۶۔ استعارات کا استعمال

روزمرہ کی بول چال میں جہاں حقیقت کا مجاز اور تشبیہات کا ستعمال کیا جاتا ہے وہاں الفاظ استعارات کے طور پر بھی بولے جاتے ہیں سورۂ دہر میں جنتی معاشرہ کے نوخیز بچوں

کے لئے یہ الفاظ آئے ہیں اذا رایتھم حسبتھم لولو ء منشورا (۷۶/۱۹)

(مفہوم) اے مخاطب جب تو ان (مسرور' خوش باش اور تابندہ چہروں والے) بچوں کو چلتا پھرتا دیکھے تو گمان کرے کہ یہ درخشندہ اور تابناک جواہرات بکھرے ہوئے ہیں۔ یعنی ان کے چہرے ناہموار معاشرہ کے بچوں جیسے مضمحل اور اداس و پریشان نہیں ہوں گے۔ دیکھئے گا' یہاں لولوء منشورا سے تازگی' شگفتگی اور درخشندگی مستعار لی گئی ہے ورنہ ان الفاظ کے حقیقی معنوں کے مطابق ان بچوں کے متعلق یہ نہیں کہا گیا کہ وہ فی الحقیقت جواہرات یعنی پتھر کے بنئے ہوئے ہوں گے۔ پس قرآن فہمی کا چھٹا اصول یہ ہے کہ

قرآن حکیم میں حقیقت مجاز اور تشبیہات کے ساتھ ساتھ استعارات بھی موجود ہیں

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے خود واضح کردہ اصول کے مطابق کہ قرآن کریم روزمرہ کی بول چال کے عین مطابق ہے ۵۱/۲۳۔ اس ترجمہ وتفسیر میں ہر اس مقام پر جہاں الفاظ کے حقیقی معنی مراد لینے میں مشاہدات معارض ہیں' وہاں مجازی تشبیہی یا استعاراتی معنی لئے گئے ہیں اور کسی بھی مقام پر کسی چیستانی تصور کر قریب تک پھٹکنے نہیں دیا گیا۔ جو مشاہدات و تجربات کے خلاف ہو۔

۷۔ قرآن حکیم اللہ کا قول اور کائنات اس کا فعل ہے اللہ کے قول و فعل میں تضاد وتخالف ہرگز نہیں

یہ ایک عالمگیر مسلمہ ہے کہ خود انسانوں میں بھی معقول انسان کی پہچان یہ ہے کہ اس کے قول اور فعل میں تضاد وتخالف نہیں ہوتا تو اس طرح خداوند عالم' صاحب شرف و مجد کے متعلق تو اس امر کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا کوئی قول اس کے کسی فعل کے خلاف ہو۔ قرآن کریم میں اس امر کی وضاحت بانداز ذیل کی گئی ہے۔

خلق السموات والارض بالحق (۶۴/۳)

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بالحق پیدا فرمایا ہے''۔

نزل علیک الکتب بالحق(۳/۳)

''اے رسول! اللہ نے آپ پر اپنی کتاب بالحق نازل فرمائی ہے''۔

دیکھئے گا! ان آیات کریمات میں بالصراحت بتا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فعل کائنات بھی بالحق ہے اور اس کا قول قرآن بھی بالحق ہے اب چونکہ حق، حق کا مخالف ہرگز ہرگز نہیں ہوتا پس ثابت ہوا کہ قرآن اور کائنات یعنی اللہ تعالیٰ کا قول و فعل باہم موافق ہیں مخالف نہیں بالفاظ دیگر قرآن کریم کی کوئی آیت، کتاب کائنات کی کسی آیت کے خلاف ہرگز نہیں اور اسی طرح کتاب کائنات کی کوئی آیت قرآن کریم کی کسی آیت کی مخالف نہیں۔

مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے: **الم تر ان اللہ انزل من السماء ماءفاخرجنا بہ ثمرات مختلفا الوانھا (۳۵/۲۷)**

اے مخاطب کیا تو نے غور نہیں کیا، یعنی تجھے غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل کرتا ہے پھر ہم اس کے ساتھ مختلف رنگوں کے میوہ جات پیدا کرتے ہیں۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا قول جو **نزل علیک الکتب بالحق** (۳/۳) کی قرآنی شہادت کے مطابق حق ہے۔ اور آسمان سے عملی طور پر پانی برسانا اور اس کے ساتھ انواع و اقسام کے میوہ جات پیدا کرنا۔ جو اس کائنات میں بشکل مشہور موجود ہے۔ **خلق السموات والارض بالحق**(۶۴/۳) کے مطابق حق ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہ اس کا فعل ہے اور یہ باہم موافق ہیں ایک دوسرے کے مخالف نہیں۔

پس قرآن فہمی کا ساتواں اصول یہ ہے کہ اس کی کوئی آیت کتاب کائنات کے مخالف

ہرگز نہیں۔

لہٰذا اس ترجمہ و تفسیر میں قرآن کریم کی کسی بھی آیت کا مفہوم کتاب کائنات کی کسی آیت کے خلاف نہیں لیا گیا۔ اور قرآن کریم کے جن الفاظ کے حقیقی معنی کتاب کائنات کے مخالف جاتے ہیں۔ اصول نمبر۳ کے مطابق ان کے وہ مجازی، تشبیہاتی یا استعارتی معنی لئے گئے ہیں۔ جو کتاب کائنات کے عین موافق ہیں۔ پس قرآن فہمی کے اصول زیر نظر کے مطابق قرآن کریم میں کسی چیستانی تصور کو داخل نہیں ہونے دیا گیا، جس سے قرآن و کائنات میں تضاد پایا جائے۔

۸۔ قرآن ایک مفصل کتاب ہے مجمل نہیں

اللہ تعالیٰ نے اسی ذات اقدس و اطہر کی زبان فیض ترجمان سے جس کے قلب اطہر پر قرآن کریم نازل ہوا تھا۔ (۲/۹۷) اس امر کا اعلان کروا دیا ہے کہ یہ کتاب مجید مفصل ہے مجمل ہرگز نہیں۔

افغیر اللہ ابتغی حکما و ھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا ٥ (۶/۱۱۴) (مفہوم) (صاحب قرآن! کہہ دیجئے گا کہ لوگو!) کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور حاکم تلاش کروں۔ حالانکہ اس نے اپنا حکم نامہ تمہاری طرف ایک مفصل کتاب کی صورت میں نازل کر دیا ہے۔ نیز اس امر کا اعلان بھی صراحتاً کر دیا گیا ہے اس کتاب مقدس کی تفصیل و تشریح بھی خود ہم نے کر دی ہے۔

قدفصلنا الایت لقوم یفقھون ٥ (۶/۹۸) بے شک ہم نے تفقہ کرنے والوں کے لئے اپنی آیتوں کی تفصیل خود کر دی ہے اپنی کتاب کی خود تفصیل کرنے کے ضمن میں یہ مسلمہ آپ دیباچہ کے شروع میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ کسی کتاب کی تفسیر و تفصیل وہ شخص کر سکتا

ہے جو علم کے لحاظ سے یا تو صاحب کتاب سے افضل ہو اور یا کم از کم صاحب کتاب کی علمی سطح کا مالک ہو لیکن قرآن حکیم چونکہ کتاب ہے اللہ تعالیٰ کی اور دنیا کے کسی فرد یا بشر کا علم کی رو سے اللہ تعالیٰ سے افضل ہونا تو درکنار اس کی علمی سطح تک پہنچنا بھی ناممکن ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی تفصیل خود کر دی ہے لہٰذا اپنے داخلی شواہد کے مطابق قرآن کریم مجمل نہیں مفصل ہے اور خود اللہ تعالیٰ کا تفصیل کردہ ہے۔ اس لئے زیر نظر ترجمہ وتفسیر کی عمارت اس قرآنی مسلمہ کی بنیادوں پر قائم ہے کہ قرآن کریم مفصل ہے مجمل ہرگز نہیں۔ لہٰذا قرآن فہمی کا آٹھواں اصول یہ ہے کہ

قرآن حکیم اپنی تفصیل کے لئے کسی غیر اللہ کتاب کا محتاج نہیں

(نوٹ) اسی چیز کی تفصیل نویں، دسویں اور گیارہویں اصول میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۹۔ قرآن کریم خود مبین ہے

دعویٰ خداوندی ہے کہ:

قرآن کریم ہر چیز (ہر مسئلہ) کی تبیین وتشریح خود کرتا ہے دیکھئے! خود صاحب قرآن سلام اللہ علیہ کو مخاطب کر کے اعلان کیا گیا ہے۔

و نزلنا علیک الکتب تبیانا لک شی و ھدی و رحمتہ و بشری للمسلمین (۱۶/۸۹)

''اور اے رسول! ہم نے آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر مسئلے کی خود وضاحت کرنے والی ہے اور فرمانبرداروں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے''۔

اب یہاں پہنچ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کو اس کے اپنے دعویٰ تبیانا لکل شی کے خلاف روایات کا محتاج قرار دینا اور آیات قرآنی کی تبیین وتشریح کے لئے پہلے تو

متوفی بزرگوں کے متضاد و متخالف بیانات کے ڈھیر جمع کرنا' کہ بیضاویؒ نے یہ کہا ہے کہ بغویؒ نے یہ لکھا ہے۔ رازی نے یہ فرمایا ہے اور ابن کثیر کی یہ رائے ہے اور اس کے بعد کسی ایک کی رائے کی تائید کرنا' کس حد تک صحیح ہو سکتا ہے' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عرصہ دراز سے حالت یہ ہے کہ کوئی مترجم و مفسر ہاروت و ماروت کو شیطان قرار دے رہا ہے اور کوئی فرشتے بتاتا ہے۔

اس کے جواب میں مودبانہ التماس کی جاتی ہے کہ آیت مجیدہ ۱۶/۸۹) کی مخالفت کر کے غیر اللہ کتابوں کو قرآن کریم کی تفسیر و تشریح قرار دینے میں سہارا لیا جاتا ہے اس نظریہ کا کہ رسولؐ و آل رسولؑ قرآن کریم کے مفسر و مبین ہیں۔ حالانکہ ابتدائے مضمون ہی میں واضح کیا جا چکا ہے۔ چونکہ دنیا کا کوئی فرد و بشر اللہ تعالیٰ کے غیر محدود علم کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا لیکن وہ جنہیں اللہ نے علم دیا ہے یہ غلط ہے کہ اس کی کتاب کا کوئی متنفس مفسر و مبین نہیں ہو سکتا اپنی کتاب کا مفسر و مفصل وہ آپ ہے یا حضور رسالت مآبؐ کتاب مجید کا مفسر ہیں۔ رسول مقبولؐ کے ذریعہ تبیانا لکل شی کا قرآنی حصار توڑ کر' پھر اس میں بغویؒ بیضاویؒ ابن اثیرؒ او ابن کثیرؒ وغیرہم کو داخل تو کر لیا جاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ ایک ایک آیت کی متعدد اور مختلف و متضاد تفسیریں پیش کر کے تفسیر قرآن کے خواب کو پریشان سے پریشان تر کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ یہ قرآن ناطق سے دوری کا نتیجہ ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ ۱۶/۸۹ کے داخلی دعوے کے مطابق قرآن کریم' سو فیصدی نہیں بلکہ کئی سو فیصدی تبیانا لکل شی ہے۔ کیونکہ اگر اسے اس کے اس دعویٰ کے خلاف تبیانا لکل شی نہ مانا جائے تو نہ یہ ہدایت ثابت ہوتا ہے نہ رحمت و بشارت ٹھہرتا ہے کیونکہ ۱۶/۸۹ میں معطوف معطوف علیہ کی صورت میں کہا گیا ہے کہ قرآن تبیانا لکل شی و ھدی و رحمتہ و بشری للمسلمین ہے۔ اہل قواعد سے یہ امر مخفی نہیں کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں

ہوتا ہے۔تو اس طرح جب قرآن کریم' سو فیصدی ہدایت رحمت اور بشارت ہے تو سو فیصدی تبیانا لکل شی کیوں نہیں؟ کاش کہ عربی قواعد ہی کا پاس کرتے ہوئے کتاب خداوندی کواسی طرح لا محتاج الی الغیر تسلیم کیا جائے جس طرح صاحب کتاب اللہ تعالیٰ کولامحتاج الی الغیر تسلیم کیا جاتا ہے۔

ایک ضمنی سوال کا جواب

کہا جاتا ہے کہ سینکڑوں مسائل ایسے ہیں جن کا جواب دینے سے قرآن قاصر ہے یعنی یہ نہیں بتاتا کہ کس طرح کھاؤ کس طرح پیئو کس طرح اٹھو کس طرح بیٹھو' لباس کونسا پہنو' حجامت کس وضع کی ہو' نماز کس طرح پڑھو' کتنے وقت پڑھو' روزہ کب رکھو' کب کھولو' زاکوۃ کا نصاب کیا ہے' حج کس طرح ادا ہوگا' میت کو غسل کس طرح دیا جائے گا' قرآن میں نکاح کا طریقہ' طلاق کی وضاحت' خلع' کا مسئلہ' جہاد کا معاملہ' یہ سب مسائل اپنی جگہ موجود ہیں' قرآن کافی ہے کہ دعویدار بغیر اسوۂ رسولؐ سے واضح طور پر اور تفصیل سے پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ قرآن فہمی کے قرآنی' اصول وقواعد کی وضاحت کے دعویدار علمی' سطحیت اور تعصب وتنگ نظری کا شکار ہیں' یہ خالص توحید قرآن کافی ہے' بے شک قرآن میں ہر خشک وتر کا ذکر موجود ہے' مگر نماز کتنی رکعت ہے' نوافل کتنے ہیں' سنتیں کتنی ہیں' وتر کتنے ہیں' روزہ کب رکھا اور کھولا جائے' زاکوۃ کا نصاب کیا ہے یہ سب کچھ ہم سیرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اسوۂ پیغمبر اکرمؐ سے لیتے ہیں۔ سرکار ختمی مرتبت کی ذات کی ان کی سیرت وکردار کی' ان کے اسوہ حسنہ کی اور ان کی تعلیمات کی نفی کر کے اسلام میں کچھ نہیں بچتا۔ اسلام میں اس قسم کی سازشیں عہد رسالت سے ہوتی چلی آئی ہیں اور آج تک ہو رہی ہیں۔ قرآن محمدؐ وآل محمدؑ کی سیرت کی تفسیر ہے۔

عرفان قرآن کے قرآنی اصول وقواعد

خالق ارض وسماء نے قیامت تک نوع انسانی کی ہدایت کے لئے اپنی آخری ہدایت قرآن کوضابطۂ حیات کے طور پر رسول اسلام خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ذریعے نازل فرمایا۔ اس کی تفصیل وتفسیر قرآن صامت کے اندر موجود ہے۔ یہاں ہم صرف قرآن صامت کا تذکرہ کررہے ہیں قرآن ناطق کا نہیں کررہے۔ قرآن کے ساتھ اہلبیتؑ کا تذکرہ عمداً نہیں کررہے ہیں کیونکہ خود قرآن کے اندر اہلبیتؑ کا تذکرہ موجود ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف قرآن ہی مسلمانوں کے لئے چھوڑ کر نہیں گئے تھے بلکہ قرآن کے ساتھ اہلبیتؑ کو بھی چھوڑا تھا ہم حسبنا کتاب پر یقین نہیں رکھتے اور اس پر یقین کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتب روایات اس کی نہ تفسیر ہیں نہ تفصیل۔ مروجہ تراجم و تفاسیر میں باہمی اختلافات ہر ایک کے اندر تشکیکی تضاد کی وجہ یہ ہے کہ پروردگار عالم نے فہمید قرآن کے جو اصول وقواعد خود بتائے ہیں اور سرکار دو عالمؐ نے جن ہستیوں کو قرآن کے ساتھ بتایا جنہیں راسخون فی العلم کی منزل پر قرار دیا ہے اور جن کو مسلمانوں کی ہدایت کے لئے چھوڑا ہے مسلمانوں نے قرآن کی تفسیر کے سلسلے میں یا تو حدیث کا سہارا لیا یا تفسیر بالرائے کا۔ یا ان کا جن کا علم قرآن مشکوک ہے بیشتر احادیث حکمرانوں کے زیر سایہ گھڑی اور ڈھالی گئی ہیں اس سلسلے میں بنوامیہ اور بنو عباس کے حکمران سبقت لے چکے ہیں لہٰذا ہزاروں حدیثوں میں چند سو حدیثیں ہی اقوئی ہیں باقی یا ضعیف ہیں یا حسن ہیں اور پھر اہلبیت الطاہرین آئمہ معصومینؑ کے ہوتے ہوئے کسی اور سے حدیث کے بارے میں پوچھنا عبث معلوم ہوتا ہے کیونکہ آئمہ طاہرین وارث علم رسولؐ ہیں۔ افسوس دنیا نے قرآن

کے بارے میں سب سے رجوع کیا سوائے اہلبیتؑ کے جس کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ سرکار ختمی مرتبتؐ سے لیکر ان کے آخری جانشین اور خدا کی آخری حجت تک کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔ قرآن فہمی کے قرآنی اصول وقواعد کے متعلق ایک طبقے کی سوچ ہم عرفان قرآن کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں لیکن اس سے کلیتہً ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں بلکہ شاید جزوی طور پر بھی نہ ہو یہ وہی حسبنا کتاب اللہ والی سوچ ہے۔

قرآن فہمی کے قرآنی اصول وقواعد

ا۔ قرآن کی زبان عربی مبین ہے

ارشاد باری ہے۔

انا جعلنه قرء نا عربیا لعلکم تعقلون (۴۳/۳)

(مفہوم) بے شک ہمنے اس (اپنی نازل کردہ کتاب) کا پڑھنا عربی (شستہ) زبان میں ٹھہرایا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔

نیز فرمایا

و انه لتنزیل رب العلمین ٥ نزل به الروح الامین ٥ علی قبلک لتکون من المنذرین٥ بلسان عربی مبین ٥ (۱۹۲تا۱۹۵/۲۶)

''اور بے شک قرآن کریم کا نازل کیا جانا' واضح اور شستہ عربی زبان میں رب العالمین کی طرف سے ہے۔ روح الامین اسے لے کر آپ کے قلب اطہر پر نازل ہوا۔ تاکہ آپ

انبیاء کی اس مقدس جماعت میں سے ہو جائیں جو نوع انسانی کو ان کے فرائض منصبی سے آ گاہ کرنے والی تھی''۔

لہٰذا قرآن فہمی کا پہلا اصول یہ ہے کہ عربی زبان کے اصول و قواعد' اس کے سہ حرفی مادوں' اور عربی گریمر کو ہرگز ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے۔ اس ترجمہ اور تفسیر میں ان امور کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

قرآن کریم زمانہ جہالت کے لٹریچر کا محتاج نہیں

آیات بالا کے ان الفاظ سے کہ قرآن ایسی واضح عربی میں نازل ہوا ہے جو خود مبین ہے یہ امر نکھر کر عیاں ہو رہا ہے کہ قرآن کی عربی میں نہ کوئی ابہام ہے نہ لسانی پیچیدگی ہے۔ ایسی زبان مرکزی شہروں کی ہوتی ہے۔ جہاں علم و ادب کے چرچے رہتے ہیں۔ دیہاتی اور بدوانہ زبان کو لسان عربی مبین ہرگز ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ قرآن کریم نازل ہوا تھا ام القریٰ مکہ معظّمہ کی مرکزی بستی میں۔ لہٰذا شہری (مرکزی) زبان ہی عربی مبین' شستہ اور واضح کہلا سکتی ہے۔ اس کے برعکس بدوانہ زبان کی حالت آج کے ترقی پذیر دور میں بھی یہ ہے کہ ہر دیہاتی زبان میں شستگی کی بجائے اکھڑ پن پایا جاتا ہے اور تبیین کی بجائے ابہام ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ نظریہ قرآن کریم کی میزان پر پورا نہیں اترتا کہ فہم قرآن زمانہ جہالت کے بدوانہ لٹریچر اور اشعار کا محتاج ہے۔

قرآن کریم کے سات قرأتوں میں نازل ہونے کا تصور قابل قبول نہیں

کتاب خداوندی کی ایک ہی زبان ہے عربی مبین ۲۶/۱۹۵' جو اپنی صفت مبین کے مطابق سو فیصدی فصیح و بلیغ اور ہر قسم کی لسانی پیچیدگیوں سے مبرا اور منزہ ہے لہٰذا روایات کا دیا ہوا یہ تصور بھی قابل قبول نہیں کہ قرآن کریم عربوں کے سات قبیلوں کی الگ الگ سات

زبانوں یعنی سات قرأتوں میں نازل ہوا تھا۔ اوران قرأتوں میں معاذ اللہ اس قدر لفظی اور معنوی اختلافات موجود تھے کہ ایک قرت والے دوسری قرأت کو سننے کی تاب بھی نہیں لا سکتے تھے جیسے کہ بخاری شریف کتاب التوحید باب قال اللہ تعالیٰ فاقرء و اما تیسر من القرآن ۷۲۰/۳ کی رسولی تفسیر' حضرت عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ہشام کو سورۂ فرقان کی تلاوت ایسے الفاظ میں کرتے ہوئے سنا کہ نماز ہی میں ان پر حملہ کرنے کو تیار ہو گئے۔ روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں:

یحیٰی بن بکیر' لیث' عقیل ابن شہاب' عروہ' مسور بن مخرمہ' عبدالرحمٰن بن عبدالقادری' دونوں حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے ہشام بن حکیم کو آنحضرتؐ کی زندگی میں سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا تو دیکھا کہ وہ بہت سے ایسے حروف کے ساتھ پڑھ رہے تھے جو رسول اللہؐ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر حملہ کر دوں لیکن میں نے صبر کیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے چادر ان کے گلے میں ڈال دی اور کہا تجھے یہ سورۃ کس نے پڑھائی ہے انہوں نے کہا رسول اللہ سلام اللہ علیہ نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا جس طرح تم پڑھتے ہو مجھے تو اس طرح نہیں پڑھایا ہے چنانچہ میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا کہ میں نے ان کو سورۂ فرقان ان طریقوں پر پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ پھر فرمایا کہ اے ہشام پڑھو جس طرح میں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ انہوں نے اسی طرح پڑھا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ قرآن اسی طرح نازل کیا گیا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر تم پڑھو۔ چنانچہ جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا تھا اس طرح

میں نے پڑھا۔آپ نے فرمایا کہ قرآن اسی طرح نازل کیا گیا ہے۔ یہ قرآن سات طریقوں پر اترا ہے جو تم سے آسانی سے ہو سکے پڑھو۔(بخاری شریف مطبوعہ قرآن محل' کراچی' جلد سوم' صفحہ ۹۲۳)

برادران عزیز! کرۂ ارض کے گرد گھوم جایئے۔آپ دیکھیں گے کہ ہر زبان میں شہری اور دیہاتی کا فرق موجود ہے ہر تیس چالیس میل کے بعد زبان کے صرف لب ولہجہ اور طرز بیان ہی میں فرق نہیں آتا بلکہ الفاظ وحروف بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔لیکن کسی زبان میں الفاظ و حروف کا لاکھ اختلاف موجود ہو مگر اس زبان والوں کی تعزیرات وقوانین اس اکلوتی مرکزی زبان ہی میں ہوتے ہیں جس کے گرد اس زبان کا علم وادب گردش کرتا ہے یہی حال عربی زبان کا ہے اس میں بھی مدنی اور بدوی یعنی شہری اور دیہاتی کا فرق موجود ہے وہاں بھی ہر تیس چالیس میل کے بعد لب ولہجہ اور الفاظ وحروف تک کا تغیر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ آیات بالا ۲/۴۳ اور ۲۹۲ تا ۲۶/۲۹۵ میں اسی چیز کی خبر دی گئی ہے کہ عربی زبان اگرچہ سنت اللہ کے مطابق مختلف زبانوں میں بٹی ہوئی ہے لیکن ہم نے اپنے قانون کی کتاب عربی مبین' شستہ اور واضح مرکزی زبان میں نازل فرمائی ہے۔لہٰذا مندرجہ بالا روایت کا مقصد عیاں ہے کہ اگر اسے حدیث رسولؐ مانا جائے تو قرآن کریم پایہ اعتبار سے گر جاتا ہے کہ یہ سات قسم کے مختلف ومتضاد الفاظ میں نازل ہوا تھا' جو الفاظ تم خود چاہو' اختیار کر لو۔حالانکہ جعلنہ قرءنا عربیا ۴۳/۳ اور لتنزیل رب العالمین بلسان عربی مبین ٥ ۱۹۲۔۲۶/۱۹۵ کی قرآنی شہادت کے مطابق ثابت و بین ہے کہ قرآن کے الفاظ نزولی ہیں خود اختیاری نہیں۔اور ایک ہی زبان عربی مبین میں نازل ہوئے ہیں۔تو پھر یہ نظریہ کس طرح صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ قرآن سات قسم کے مختلف الفاظ میں نازل ہوا تھا یعنی روح

الامین' قرآنی آیات کریمات کوسات قسم کے الگ الگ الفاظ میں آنحضورؐ کے پاس لاتے تھے اور حضورؐ ایک ہی آیت حضرت ہشام کوکسی اور الفاظ میں پڑھاتے تھے اور حضرت عمر کو کسی اور الفاظ میں۔ العیاذ باللہ۔

۲۔ الفاظ کی حاکمیت ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھی جائے گی

جیسا کہ اوپر ثابت کیا جاچکا ہے کہ ۲/ ۴۳ اور ۱۹۲۔۱۹۵ /۲۶ کے مطابق قرآن کا نزول عربی زبان میں ہوا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ زبان مشتمل ہوتی ہے الفاظ پر اور قرآن کے الفاظ خود اختیاری نہیں بلکہ نزولی ہیں۔ نیز ظاہر ہے کہ معانی اور مفہول الفاظ ہی کے ہوتے ہیں۔ اور وہ خود الفاظ ہی کے اندر موجود و محفوظ ہوتے ہیں۔ لہٰذا قرآن فہمی کا دوسرا اصول یہ ہے کہ ہر مقام پر خداوند حکیم و حاکم کے نازل کردہ الفاظ کی حاکمیت قائم رکھی جائے۔ بحمد اللہ کہ اس ترجمہ وتفسیر میں کسی ایک لفظ کے ترجمہ اور مفہوم سے پہلوتہی نہیں کی گئی۔ سوائے ان حروف جارہ کے جو عربی ادب میں قواعد عرب کے مطابق زائد لائے جاتے ہیں' مثلاً

لست علیھم بمصیطر ۸۸/۲۲ میں **بمصیطر** کی ب' قاعدہ عرب کے مطابق زائد ہے اس کا صحیح مفہوم یہ نہیں کہ اے رسول آپ لوگوں کے لئے کسی دروا غہ کے ساتھ نہیں؟ بلکہ صحیح مفہوم یہ ہے کہ آپ لوگوں کے لئے کوئی دراوغہ نہیں ہیں۔ نیز قرآن کی زبان میں جو ضمائر کا تکرار ہے' ان کا ترجمہ بلا تکرار کیا گیا ہے۔ مثلاً **انا نحن نزلنا علیک القرآن** ۷۶/۲۳ میں ضمیر جمع متکلم کا سہ گانہ تکرار تاکیدی ہے۔ اس کا ترجمہ اس طرح نہیں کیا گیا کہ قرآن کو بے شک ہم نے' ہم نے' ہم نے نازل کیا ہے بلکہ غرض تکرار کو نمایاں کرتے ہوئے' ترجمہ لکھا گیا ہے' بلاشبہ قرآن کو ہم ہی نے نازل کیا ہے۔

نیز الفاظ کی حاکمیت کو قائم رکھتے ہوئے اس ترجمہ اور تفسیر میں کسی لفظ کا وہ مفہوم بھی

ہرگز نہیں لیا گیا جو الفاظ کی حدود وقیود سے بے نیاز ہو کر لفظی حدود کو توڑ کر رکھ دے۔ مثلاً سابقہ تراجم میں ۴/۱۱ کے الفاظ ''فوق اثنتین'' کا معنی لیا گیا ہے دو یا دو سے زائد لڑکیاں۔

۳۔ قرآن کریم اہل عرب کی روزمرہ کی بول چال کے عین مطابق ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فو رب السماء و الارض انه لحق مثل ما انکم تنطقون ۵۱/۲۳

(مفہوم) آسمان اور زمین (بلندی اور پستی) کے پروردگار کی شہادت ہے کہ بلاشبہ قرآن حق ہے اس کا انداز کلام اس طرح کا ہے جس طرح تم آپس میں گفتگو کرتے ہو۔ لہٰذا اس آیت مجیدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح روزمرہ کی عام بول چال' حقیقت ومجاز اور استعارات وتشبیہات ہر چیز کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم میں حقیقت ومجاز اور استعارہ وتشبیہہ سب کچھ موجود ہے۔

پس قرآن فہمی کا تیسرا اصول یہ ہے کہ قرآن کریم کو روزمرہ کی بول چال کے عین مطابق تسلیم کیا جائے۔ (اس اصول کی تشریح چوتھے پانچویں اور چھٹے اصول میں ملاحظہ فرمائیں)

۴۔ الفاظ کا استعمال بانداز مجاز

فہم قرآن کے سلسلے میں عموماً حقیقت ومجاز کے عدم امتیاز کی بدولت ٹھوکر کھائی گئی ہے حالانکہ معارضہ مشاہدات اس کی بہترین کسوٹی ہے جیسے کہ بنی اسرائیل کے متعلق آیا ہے۔

و اشربوا فی الارض العجل ۲/۹۳

(لفظی ترجمہ) ''ان کے قلوب میں بچھڑا پلا دیا گیا''۔

اب ظاہر ہے کہ اگر ان الفاظ کو حقیقت پر محمول کیا جائے تو تجربہ اور مشاہدہ معارض ہے کیونکہ حقیقت یہ نہیں ہے کہ بچھڑے کو گھول کر یا اس کی یخنی بنا کر اور بنی اسرائیل کے قلوب کا آپریشن کر کے اس میں یخنی انڈھیل دی گئی تھی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ سامری کے عقیدے کے طور پر بچھڑے کی معبودیت بنی اسرائیل کے ذہنوں میں جاگزیں کر دی تھی پس ثابت ہوا کہ

قرآن کریم میں الفاظ کا استعمال حقیقت کے علاوہ باندازِ مجاز بھی موجود ہے

لہٰذا قرآن فہمی کا چوتھا اصول یہ ہے کہ جہاں الفاظ کے حقیقی معنی مشاہدات سے معارض ہوں وہاں دیکھ لیا جائے کہ یہ الفاظ باندازِ مجاز تو استعمال نہیں ہوئے؟ تاکہ قرآن کریم کے اصل مفہوم سے ہٹ کر کسی چیستانی مفہوم کی لق ودق وادیوں میں ٹھوکریں نہ کھانی پڑیں۔

۵۔ تشبیہات حرف تشبیہ مذکور اور محذوف کے ساتھ

عربی زبان میں کاف حرف تشبیہ ہے جو مشبہ کے ساتھ آ کر کسی ایک صفت میں مشبہ بہ کے ساتھ اس کی مشابہت کا اظہار کرتا ہے۔ جیسے کہ سورۂ مدثر میں منکرین ضابطہ خداوندی کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔

فمالهم عن التذكره معرضين ٥ كانهم حمر مستفرة ٥ من قسورة ٥
۴۹ تا ۵۱ / ۷۴ (مفہوم) ”انہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ قرآن سے جو ایک نصیحت نامہ ہے اس طرح اعراض کرتے ہیں گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں جو شیر سے بھاگتے ہیں“۔ دیکھئے یہاں قرآن کو تشبیہاً شیر اور منکرین قرآن کو گدھے کہا گیا ہے۔ نہ وہ فی الحقیقت چار ٹانگوں اور لمبے کانوں والے گدھے تھے اور نہ قرآن کریم چنگھاڑنے اور پھاڑ کھانے والا شیر ہے۔ چونکہ گدھا شیر سے بدکتا ہے اور منکرین ضابطہ خداوندی قرآن کریم سے بکدتے ہیں اس لئے اس مشابہت کی بناء پر کاف حرف تشبیہ لا کر انہیں گدھے اور قرآن کو شیر کہا گیا

ہے۔لیکن یادرہے کہ بعض مقامات پرقرآن کریم میں حرف تشبیہ محذوف ومقدر رکھا جاتا ہے جیسے کہ منافقوں کے متعلق ارشاد ہوا ہے:

صم بکم عمی فھم لا یرجعون (۲/۱۸)اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "وہ گونگے ہیں، بہرے ہیں، اندھے ہیں"۔حالانکہ فی الحقیقت نہ وہ گونگے ہوتے ہیں، نہ بہرے، نہ اندھے، چونکہ وہ گونگوں بہروں اور اندھوں کی طرح حقائق سے بے خبر رہتے ہیں اس لئے اس مشابہت کی بناء پرانہیں گونگے بہرے اور اندھے کہا گیا ہے اور اس کی وضاحت آیت ذیل میں کردی گئی ہے۔

لھم قلوب لا یفقھون بھا و لھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا (۷/۱۷۹)

(مفہوم) ان کے پاس قلوب ہیں مگر ان کے ساتھ تفقہ نہیں کرتے۔ان کے پاس آنکھیں ہیں، ان سے دیکھتے نہیں۔ان کے پاس کان ہیں ان سے سنتے نہیں، اس آیت مجیدہ نے اس امر کی تفسیر وتشریح کردی ہے کہ ۲/۱۸ میں جنہیں گونگے بہرے اور اندھے کہا گیا ہے وہ فی الحقیقت گونگے، بہرے اور اندھے نہیں، انہیں گونگوں بہروں اور اندھوں کے ساتھ مشابہت کی بناء پر کاف تشبیہ محذوف رکھ کر کہا گیا ہے کہ وہ گونگوں جیسے ہیں، بہروں جیسے ہیں اور اندھوں جیسے ہیں، پس قرآن فہمی کا پانچواں اصول یہ ہے کہ

قرآن حکیم میں تشبیہات کا انداز حرف تشبیہ مذکور کے ساتھ بھی ہے اور محذوف کے ساتھ بھی

۶۔استعارات کا استعمال

روزمرہ کی بول چال میں جہاں حقیقت کا مجاز اور تشبیہات کا ستعمال کیا جاتا ہے وہاں

الفاظ استعارات کے طور پر بھی بولے جاتے ہیں سورۂ دہر میں جنتی معاشرہ کے نوخیز بچوں کے لئے یہ الفاظ آئے ہیں اذا رایتھم حسبتھم لولو ء منشورا (۷۶/۱۹)

(مفہوم) اے مخاطب جب تو ان (مسرور، خوش باش اور تابندہ چہروں والے) بچوں کو چلتا پھرتا دیکھے تو گمان کرے کہ یہ درخشندہ اور تابناک جواہرات بکھرے ہوئے ہیں۔ یعنی ان کے چہرے ناہموار معاشرہ کے بچوں جیسے مضمحل اور اداس و پریشان نہیں ہوں گے۔ دیکھئے گا، یہاں لولوء منشورا سے تازگی، شگفتگی اور درخشندگی مستعار لی گئی ہے ورنہ ان الفاظ کے حقیقی معنوں کے مطابق ان بچوں کے متعلق یہ نہیں کہا گیا کہ وہ فی الحقیقت جواہرات یعنی پتھر کے بنئے ہوئے ہوں گے۔ پس قرآن فہمی کا چھٹا اصول یہ ہے کہ

قرآن حکیم میں حقیقت مجاز اور تشبیہات کے ساتھ ساتھ استعارات بھی موجود ہیں

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے خود واضح کردہ اصول کے مطابق کہ قرآن کریم روزمرہ کی بول چال کے عین مطابق ہے ۵۱/۲۳۔ اس ترجمہ وتفسیر میں ہر اس مقام پر جہاں الفاظ کے حقیقی معنی مراد لینے میں مشاہدات معارض ہیں، وہاں مجازی تشبیہی یا استعاراتی معنی لئے گئے ہیں اور کسی بھی مقام پر کسی چیستانی تصور کر قریب تک پھٹکنے نہیں دیا گیا۔ جو مشاہدات و تجربات کے خلاف ہو۔

۷۔ قرآن حکیم اللہ کا قول اور کائنات اس کا فعل ہے اللہ کے قول و فعل میں تضاد و تخالف ہرگز نہیں

یہ ایک عالمگیر مسلمہ ہے کہ خود انسانوں میں بھی معقول انسان کی پہچان یہ ہے کہ اس کے قول اور فعل میں تضاد و تخالف نہیں ہوتا تو اس طرح خداوند عالم، صاحب شرف و مجد کے متعلق تو اس امر کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا کوئی قول اس کے کسی فعل کے خلاف ہو۔

قرآن کریم میں اس امر کی وضاحت باندازِ ذیل کی گئی ہے۔

خلق السموات والارض بالحق (۳/ ۶۴)

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بالحق پیدا فرمایا ہے''۔

نزل علیک الکتب بالحق(۳/۳)

''اے رسول! اللہ نے آپ پر اپنی کتاب بالحق نازل فرمائی ہے''۔

دیکھئے گا! ان آیات کریمات میں بالصراحت بتادیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فعل کائنات بھی بالحق ہے اور اس کا قول قرآن بھی بالحق ہے اب چونکہ حق، حق کا مخالف ہرگز ہرگز نہیں ہوتا پس ثابت ہوا کہ قرآن اور کائنات یعنی اللہ تعالیٰ کا قول وفعل باہم موافق ہیں مخالف نہیں بالفاظ دیگر قرآن کریم کی کوئی آیت، کتاب کائنات کی کسی آیت کے خلاف ہرگز نہیں اور اسی طرح کتاب کائنات کی کوئی آیت قرآن کریم کی کسی آیت کی مخالف نہیں۔

مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے: **الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ثمرات مختلفا الوانھا (۳۵/۲۷)**

اے مخاطب کیا تو نے غور نہیں کیا، یعنی تجھے غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل کرتا ہے پھر ہم اس کے ساتھ مختلف رنگوں کے میوہ جات پیدا کرتے ہیں۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا قول جو **نزل علیک الکتب بالحق** (۳/۳) کی قرآنی شہادت کے مطابق حق ہے۔ اور آسمان سے عملی طور پر پانی برسانا او اس کے ساتھ انواع واقسام کے میوہ جات پیدا کرنا۔ جو اس کائنات میں بشکل مشہور موجود ہے۔ **خلق السموات والارض بالحق** (۳/ ۶۴) کے مطابق حق ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہ اس کا فعل ہے اور یہ باہم موافق ہیں ایک دوسرے کے مخالف نہیں۔

پس قرآن فہمی کا ساتواں اصول یہ ہے کہ اس کی کوئی آیت کتاب کائنات کے مخالف ہرگز نہیں۔

لہٰذا اس ترجمہ وتفسیر میں قرآن کریم کی کسی بھی آیت کا مفہوم کتاب کائنات کی کسی آیت کے خلاف نہیں لیا گیا۔اور قرآن کریم کے جن الفاظ کے حقیقی معنی کتاب کائنات کے مخالف جاتے ہیں۔اصول نمبر۳ کے مطابق ان کے وہ مجازی' تشبیہاتی یا استعارتی معنی لئے گئے ہیں۔ جو کتاب کائنات کے عین موافق ہیں۔پس قرآن فہمی کے اصول زیر نظر کے مطابق قرآن کریم میں کسی چیستانی تصور کو داخل نہیں ہونے دیا گیا' جس سے قرآن و کائنات میں تضاد پایا جائے۔

۸۔قرآن ایک مفصل کتاب ہے مجمل نہیں

اللہ تعالیٰ نے اسی ذات اقدس واطہر کی زبان فیض ترجمان سے جس کے قلب اطہر پر قرآن کریم نازل ہوا تھا۔(۲/۹۷)اس امر کا اعلان کروادیا ہے کہ یہ کتاب مجید مفصل ہے مجمل ہرگز نہیں۔

افغیر اللہ ابتغی حکما و ھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا ٥ (۶/۱۱۴) (مفہوم) (صاحب قرآن! کہہ دیجئے گا کہ لوگو!) کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور حاکم تلاش کروں۔حالانکہ اس نے اپنا حکم نامہ تمہاری طرف ایک مفصل کتاب کی صورت میں نازل کردیا ہے۔نیز اس امر کا اعلان بھی صراحتاً کردیا گیا ہے اس کتاب مقدس کی تفصیل و تشریح بھی خود ہم نے کردی ہے۔

قدفصلنا الایت لقوم یفقھون ٥ (۶/۹۸) بے شک ہم نے تفقہ کرنے والوں کے لئے اپنی آیتوں کی تفصیل خود کردی ہے اپنی کتاب کی خود تفصیل کرنے کے ضمن میں یہ مسلمہ

آپ دیباچہ کے شروع میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ کسی کتاب کی تفسیر و تفصیل وہ شخص کرسکتا ہے جو علم کے لحاظ سے یا تو صاحب کتاب سے افضل ہو اور یا کم از کم صاحب کتاب کی علمی سطح کا مالک ہو لیکن قرآن حکیم چونکہ کتاب ہے اللہ تعالیٰ کی اور دنیا کے کسی فرد یا بشر کا علم کی رو سے اللہ تعالیٰ سے افضل ہونا تو درکنار اس کی علمی سطح تک پہنچنا بھی ناممکن ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی تفصیل خود کر دی ہے لہٰذا اپنے داخلی شواہد کے مطابق قرآن کریم مجمل نہیں مفصل ہے اور خود اللہ تعالیٰ کا تفصیل کردہ ہے۔ اس لئے زیر نظر ترجمہ و تفسیر کی عمارت اس قرآنی مسلمہ کی بنیادوں پر قائم ہے کہ قرآن کریم مفصل ہے مجمل ہرگز نہیں۔ لہٰذا قرآن فہمی کا آٹھواں اصول یہ ہے کہ

قرآن حکیم اپنی تفصیل کے لئے کسی غیر اللہ کتاب کا محتاج نہیں

(نوٹ) اسی چیز کی تفصیل نویں، دسویں اور گیارہویں اصول میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۹۔ قرآن کریم خود مبین ہے

دعویٰ خداوندی ہے کہ:

قرآن کریم ہر چیز (ہر مسئلہ) کی تبیین و تشریح خود کرتا ہے دیکھئے! خود صاحب قرآن سلام اللہ علیہ کو مخاطب کر کے اعلان کیا گیا ہے۔

و نزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شی و ھدی و رحمتہ و بشری للمسلمین (۱٦/۸۹)

''اور اے رسول! ہم نے آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر مسئلے کی خود وضاحت کرنے والی ہے اور فرمانبرداروں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے''۔

اب یہاں پہنچ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کو اس کے اپنے دعویٰ تبیانا لکل

شـــی کے خلاف روایات کامحتاج قرار دینا اور آیات قرآنی کی تبیین وتشریح کے لئے پہلے تو متوفی بزرگوں کے متضاد ومتخالف بیانات کے ڈھیر جمع کرنا' کہ بیضاویؒ نے یہ کہا ہے کہ بغویؒ نے یہ لکھا ہے۔ رازی نے یہ فرمایا ہے اور ابن کثیر کی یہ رائے ہے اور اس کے بعد کسی ایک کی رائے کی تائید کرنا' کس حد تک صحیح ہوسکتا ہے' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عرصہ دراز سے حالت یہ ہے کہ کوئی مترجم ومفسر ہاروت وماروت کو شیطان قرار دے رہا ہے اور کوئی فرشتے بتا تا ہے۔

اس کے جواب میں مودبانہ التماس کی جاتی ہے کہ آیت مجیدہ ۱۶/۸۹) کی مخالفت کر کے غیر اللہ کتابوں کو قرآن کریم کی تفسیر وتشریح قرار دینے میں سہارا لیا جاتا ہے اس نظریہ کا کہ رسولؐ وآل رسولؐ قرآن کریم کے مفسر ومبین ہیں۔ حالانکہ ابتدائے مضمون ہی میں واضح کیا جاچکا ہے۔ چونکہ دنیا کا کوئی فرد و بشر اللہ تعالیٰ کے غیر محدود علم کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا لیکن وہ جنہیں اللہ نے علم دیا ہے یہ غلط ہے کہ اس کی کتاب کا کوئی متنفس مفسر ومبین نہیں ہوسکتا اپنی کتاب کا مفسر ومفصل وہ آپ ہے یا حضور رسالت مآبؐ کتاب مجید کا مفسر ہیں۔ رسول مقبولؐ کے ذریعہ تبیـانا لکل شی کا قرآنی حصار توڑ کر' پھر اس میں بغویؒ بیضاویؒ ابن اثیرؒ او ابن کثیرؒ وغیرہم کو داخل تو کرلیا جاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ ایک ایک آیت کی متعدد اور مختلف ومتضاد تفسیریں پیش کر کے تفسیر قرآن کے خواب کو پریشان سے پریشان تر کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ یہ قرآن ناطق سے دوری کا نتیجہ ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ ۱۶/۸۹ کے داخلی دعوے کے مطابق قرآن کریم' سو فیصدی نہیں بلکہ کئی سو فیصدی تبیانا لکل شی ہے۔ کیونکہ اگر اسے اس کے اس دعویٰ کے خلاف تبیانا لکل شی نہ مانا جائے تو نہ یہ ہدایت ثابت ہوتا ہے نہ رحمت وبشارت ٹھہرتا ہے کیونکہ ۱۶/۸۹ میں معطوف معطوف علیہ کی صورت میں کہا گیا ہے کہ قرآن تبیـانا لکل شی و ھدی و رحمته و بشـری للمسلمین ہے۔ اہل قواعد سے یہ امر مخفی نہیں کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں

ہوتا ہے۔ تو اس طرح جب قرآن کریم' سو فیصدی ہدایت رحمت اور بشارت ہے تو سو فیصدی تبیانا لکل شی کیوں نہیں؟ کاش کہ عربی قواعد ہی کا پاس کرتے ہوئے کتاب خداوندی کو اسی طرح لا محتاج الی الغیر تسلیم کیا جائے جس طرح صاحب کتاب اللہ تعالیٰ کو لامحتاج الی الغیر تسلیم کیا جاتا ہے۔

ایک ضمنی سوال کا جواب

کہا جاتا ہے کہ سینکڑوں مسائل ایسے ہیں جن کا جواب دینے سے قرآن قاصر ہے یعنی یہ نہیں بتاتا کہ کس طرح کھاؤ کس طرح پیو کس طرح اٹھو کس طرح بیٹھو لباس کونسا پہنو' حجامت کس وضع کی ہو' نماز کس طرح پڑھو' کتنے وقت پڑھو' روزہ کب رکھو' کب کھولو' زاکوۃ کا نصاب کیا ہے' حج کس طرح ادا ہوگا' میت کو غسل کس طرح دیا جائے گا' قرآن میں نکاح کا طریقہ' طلاق کی وضاحت' خلع' کا مسئلہ' جہاد کا معاملہ' یہ سب مسائل اپنی جگہ موجود ہیں' قرآن کافی ہے کہ دعویدار بغیر اسوۂ رسولؐ سے واضح طور پر اور تفصیل سے پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ قرآن فہمی کے قرآنی' اصول وقواعد کی وضاحت کے دعویدار علمی' سطحیت اور تعصب وتنگ نظری کا شکار ہیں' یہ خالص توحید قرآن کافی ہے' بے شک قرآن میں ہر خشک وتر کا ذکر موجود ہے' مگر نماز کتنی رکعت ہے' نوافل کتنے ہیں' سنتیں کتنی ہیں' وتر کتنے ہیں' روزہ کب رکھا اور کھولا جائے' زاکوۃ کا نصاب کیا ہے یہ سب کچھ ہم سیرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اسوۂ پیغمبر اکرمؐ سے لیتے ہیں۔ سرکار ختمی مرتبت کی ذات کی ان کی سیرت وکردار کی' ان کے اسوہ حسنہ کی اور ان کی تعلیمات کی نفی کر کے اسلام میں کچھ نہیں بچتا۔ اسلام میں اس قسم کی سازشیں عہد رسالت سے ہوتی چلی آئی ہیں اور آج تک ہو رہی ہیں۔ قرآن محمدؐ وآل محمدؐ کی سیرت کی تفسیر ہے۔

تاریخ ارض قرآن

سرزمین قرآن (عرب) کی تاریخ طلوع اسلام کے بعد انتہائی روشن ہوگئی' اسلام سے قبل اتنی واضح نہیں تھی۔ قرآن نے عرب کے متعدد اقوام اور اشخاص و انبیاء کے حالات اجمالاً بیان کئے ہیں۔ عرب کی قوم اور لوگوں کے تاریخی' سیاسی' قومی' مذہبی اور جغرافیائی حالات کے بیان و تفصیل کی بنیاد زبانی اور سنی سنائی بنیادوں پر تھی۔ لیکن قرآن کی تاریخ نے بالکل نیا عالم پیدا کر دیا۔ قرآن مجید میں مسلمانوں نے متعدد انبیاء' یہودی قوموں' شہروں' اور مقامات کے نام ہیں جن کی صحیح تاریخ سے نہ صرف عوام بلکہ علماء تک ناواقف تھے بعد میں مفسرین نے اس موضوع کو وسعت دی' عربوں نے اسلام سے قبل سرزمین میں کیا کارنامے سرانجام دیئے اور اسلام کے بعد کی تاریخ کیا ہے یہ ایک وسیع اور غور طلب موضوع ہے جس کے لئے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے میں نے ضمناً ارض قرآن اور سرمایہ ارض القرآن کا تذکرہ کیا ہے۔

سرمایہ ارض القرآن

ارض القرآن کے علم و تحقیق کے جو ذرائع پہلے موجود تھے اور جن سے مصنفین اسلام نے کام لیا اور اب عصر جدید نے ان معلومات کے جو ذرائع پیدا کر دیئے ہیں اس فصل میں ان پر نظر و تبصرہ مقصود ہے ارض القرآن کے لیے اس وقت چار ماخذ سامنے ہیں۔

۱۔ ادبیات اسلامیہ (محمڈن لٹریچر)

۲۔ ادبیات اسرائیلیہ (جوئش لٹریچر)

۳۔ ادبیات یونانیہ و رومانیہ (گریک اینڈ رومن لٹریچر)

۴۔ اکتشافات اثریہ (ارکیالوجیکل ڈسکوریز)

ا۔ادبیات اسلامیہ

قرآن مجید نے اقوام عرب کا تذکرہ صرف عبرت وبصیرت کے لئے کیا ہے' اس بنا پر ان اقوام کے وہ جغرافیائی وتاریخی وسیاسی حالات جن سے قرآن کے موضوع کو کوئی تعلق نہیں ہے' قرآن مجید نے نظر انداز کر دیئے ہیں بلکہ بعض ایسی قومیں بھی ہیں جن کا قرآن مجید نے بلاتشریح خبر وحال صرف نام لے دیا ہے۔

عہد نبویؐ میں صحابہؓ چونکہ اپنے ملک وقوم کی تاریخ سے واقف تھے اور نیز اس لئے کہ اس تاریخ سے اسلام کو مذہبی حیثیت سے کوئی تعلق نہ تھا' اس سے کوئی بحث نہیں کی۔

لیکن اس عہد کے آخری حصے میں جب قرآن نے عرب سے نکل کر دور دراز حصوں میں ظہور کیا جہاں لوگ ان قوموں اور ملکوں کے حالات سے واقف نہ تھے' تو ضرورت ہوئی کہ ان کے جغرافیائی وسیاسی وتاریخی حالات کی جستجو کی جائے' اس وقت جو سامان اس کام کے لئے ہاتھ آسکا وہ حسب ذیل ہے۔

ا۔<u>قرآن مجید</u>' خود قرآن مجید میں ان قوموں کے جو حالات بیان ہوئے تھے۔

۲۔<u>روایات تفسیر</u>' مفسرین نے ان آیات کی تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ سے جو حدیثیں نقل کی ہیں' لیکن صحیح طور سے ان کی تعداد بہت کم ہے۔

۳۔<u>اسرائیلیات</u>' ان اقوام میں سے اکثر کا ذکر توراۃ میں مذکور تھا' اس بنا پر یہود ان سے واقف تھے' مسلمان یہودیوں نے اپنے معمولات وروایات کی بنا پر ان کی جو تشریح کی۔

مفسرین کی روایات کا تمام تر مبنیٰ اسرائیلیات ہیں۔

وہب بن منبہ' کعب الاحبار' ضحاک' سدی' کلبی' واقدی' مدائنی' مجاہد' عکرمہ وغیرہ ان روایات کے ماخذ ہیں' وہب اور کعب خود اصلاً یہود تھے' اور دیگر حضرات یہودیوں کے خوشہ

چین، یہودیوں سے روایت کوئی بُری چیز نہیں ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ ان یہودیوں کے معلومات کی بنا پر جس قدر توراۃ اور اسفار پر تھی اس سے زیادہ عام رطب ویابس زبانی کہانیوں پر، اس لئے اکثر یہ روایات صحیح الماخذ نہیں، اور اسی لئے ان میں ہزاروں بے سروپا باتیں موجود ہیں جو اصل روایت کے رو سے تمام تر ضعیف بلکہ جھوٹ ہیں۔

ابن مردویہ، دیلمی، مجاہد، مقاتل بن سلیمان اور ابن جریر طبری کی تفسیروں کی بنا ان ہی حکایات و روایات پر ہے، جن کا اصولاً کوئی اعتبار نہیں۔ ضحاک، سدی، کلبی، ہشیم ابن عدی، واقدی، مدائنی جو ان روایات کے ناقل یا مصنف ہیں، اسماء الرجال کی کتابوں میں ناقدین حدیث نے ان کی دروغ بیانی، کذب اور ضعف کو تصریحاً لکھا ہے، عکرمہ، وہب بن منبہ اور کعب الاحبار بھی جرح مفصل سے بری نہیں۔

ان تمام بزرگوں کے سرمایہ علم، یہودی روایات ہیں، جن کی بنا، تورات، نبیم، ترگوم اور تالمود پر ہے اور بعض عام گپیں بھی ہیں، یہ تمام کتابیں عام طور سے ملتی ہیں، اس لئے ان روایات منقولہ کی بجائے خود اصول و متون کی طرف توجہ کرنی چاہیئے، ان کتابوں کا ذکر ادبیات اسرائیلیہ میں آتا ہے۔

۴۔ سب سے عام ذریعہ زبانی خاندانی روایات ہیں جو نسلاً بعد نسل عربوں میں محفوظ چلی آئیں، تا آنکہ بعد اسلام وہ کتابوں میں مدون ہوگئیں، مسلمانوں کے اصول روایت کی رو سے گویہ ذریعہ علم زیادہ محفوظ نہیں لیکن جو خاندانی روایتیں متفقاً اور بلا انکار، اور بے شک وشبہ عرب ہیں عام طور سے مشہور تھیں، اور جن کا ذکر فخراً ہر موقع پر کیا گیا اور کسی نے ان کے انکار و نفی کی وجہ نہ پائی، وہ گویا درحقیقت تواتر کی حیثیت رکھتی ہیں، جن کی تردید اصول تاریخ کے رو سے محال ہے، لیکن افسوس ہے کہ اس قسم کا تواتر چند موٹے موٹے واقعات و

حالات (مثلاً حضرت اسمعیلؑ کا مکہ میں قیام' کعبہ کی بنا' قریش کا عدنان تک کا نسب نامہ قریش کا اسماعیلی خاندان سے ہونا' چند قبائل بائدہ اور امرائے حیرہ وغسان' ملوک یمن اور شیوخ حجاز کے بعض نامکمل اور اوپری حالات) کے سوا اور واقعات میں نہیں۔

۵۔اطلاع کا اس سے اور زیادہ محفوظ ذریعہ عرب کے اشعار وامثال ہیں جن میں فخر و مباہات مدح وستایش اور اظہار شجاعت و بہادری کے سینکڑوں تاریخی واقعات اور رسوم و عادات کا ذکر ہے لیکن افسوس کہ یہ گراں قیمت سرمایہ ہمارے پاس اسلام سے چند صدی بیشتر سے زیادہ کا نہیں ہے تاہم قبل اسلام کے بہت سے خاندان ان کے ذریعہ معلوم ہو سکتے ہیں' مورخ طبریؒ نے عاد کے حالات میں لکھا ہے کہ ''بعض ایرانیوں نے عاد سے انکار کیا ہے' حالانکہ اشعار جاہلیت میں ان کا تذکرہ نہایت ہی کثرت سے ہے' اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کو نقل کرتا۔

بہر حال مسلمانوں نے اپنے عہد میں اس سرمایہ کی تدوین وترتیب حسب ذیل صورتوں میں کی۔

۱۔کتب تفسیر

تفسیر کی کتابوں میں آیات متعلقہ کے تحت میں ان کو لکھا' اس قسم کی تفسیریں یہ ہیں۔

تفسیر مجاہد بن جبیر	المتوفی ۱۰۳ھ	تفسیر ابن ابی حاتم	المتوفی ۳۲۷ھ
تفسیر مقاتل بن سلیمان	المتوفی ۱۵۰ھ	تفسیر ابن حبان	المتوفی ۳۶۹ھ
تفسیر ابراہیم بن معقل النسفی	المتوفی ۲۹۵	تفسیر ابن مردویہ	المتوفی ۴۱۰ھ
تفسیر دیلمی	المتوفی ۔۔ھ	تفسیر بغوری	المتوفی ۵۱۶ھ
تفسیر ابن جریر طبری	المتوفی ۳۱۰ھ		

۲۔ تاریخ عرب

ابتدائی مورخین جن کا سلسلہ معاویہ کے عہد سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت شروع ہوگیا تھا، عبید بن شریہ، ابوعبیدہ، عوانہ بن حکم، ہشام کلبی، قاضی ابوالبختری، ابن ہشام ہیں یہ وہ مصنفین ہیں جنہوں نے دوسری اور تیسری صدی ہجری میں خالص عرب کی قدیم تاریخ لکھی، ان کی تصنیفات کے نام یہ ہیں۔

(۱) عبید بن شریہ۔ کتاب اخبار الملوک الماضین، کتاب کے نام کا ترجمہ یہ ہے "گذشتہ بادشاہوں کے حالات" اس کتاب کے اقتباسات مسعودی میں جابجا ہیں۔

(۲) ابوعبیدہ۔ کتاب مغارات قیس والیمن، کتاب خبر عبدالقیس، کتاب مناقب باہلہ، کتاب مکہ والحرام کتاب بیوتاب العرب، کتاب ماثر العرب، کتاب ماثر غطفان، کتاب قصتہ الکعبہ، کتاب الحمس من قریش کتاب الاوسوالخزرج، کتاب ایام نبی یشکر۔

(۳) مبرذ کتاب ایام بنی مازن، کتاب قحطان وعدنان۔

(۴) ہشام قلبی، کتاب من نقل عاد وثمود والعمالیق وجراہم و بنی اسرائیل من العرب، کتاب ملوک کندہ، کتاب طسم وجدیس، کتاب عادالاولی والثانیہ، کتاب تفرق عاذ، کتاب اصحاب الکہف، کتاب الحیر ۃ۔

(۵) قاضی ابوالبختری، کتاب طسم وجدیس۔

(٦) ابن ہشام نے سیرۃ نبویؐ کے مقدمہ میں عرب قدیم کی تاریخ لکھی اور کتاب التیجان کے نام سے ایک الگ کتاب اس موضوع پر لکھی۔

(۷) چوتھی صدی کی بہترین تصنیفات اس بات میں ابن الحائک ہدمانی ایک عربی جغرافیہ نویس کی دو کتابیں "صفتہ جزیرۃ العرب" اور "اکلیل" ہیں، پہلی عام جزیرۃ عرب کا

جغرافیہ ہے' کتاب لیڈن میں چھپ گئی ہے' دوسری کتاب الاکیل صرف یمن کی تاریخ ہے' اکلیل کا کامل نسخہ اب تک کہیں نہیں ملا ہے' اس کا ایک ٹکڑا پروفیسر ڈی ایچ مالیر (D.H. Mellir) کی کوشش سے شائع ہوا ہے' کتاب دس ابواب پر منقسم ہے۔

باب اول۔ ابتدائے خلقت اور عرب وعجم وحمیر کی قوموں کے سلسلہ ہائے نسب۔

باب دوم۔ الہمیسع بن حمیر کی اولاد کا سلسلہ نسب۔

باب سوم۔ قحطان کے فضائل۔

باب چہارم۔ یعرب بن قحطان سے لے کر تبع ابو کرب کے زمانہ کی تاریخ۔

باب پنجم۔ تبع ابو کرب سے ذونواس تک کی تاریخ۔

باب ششم۔ ذونواس سے عہد اسلام کی تاریخ۔

باب ہفتم۔ جھوٹے قصے اور خلاف عقل واقعات۔

باب ہشتم۔ حمیر کے عمارات' سلاطین' لڑائیاں' مقبرے اور ان کے اشعار' نقوش اور کتبات۔

باب نہم۔ حمیری زبان کی ضرب المثلیں اور حمیری خط۔

باب دہم۔ حمیر کے خاندان ہمدان کے حالات۔

یورپ میں اس کتاب کا اکثر حصہ برٹش میوزیم لندن اور رائل لبریری برلن میں موجود ہے' مستشرقین یورپ اس کتاب کی بڑی قدر کرتے ہیں' اور عرب کی تاریخ قدیم کے متعلق اس سے زیادہ مستند اور کوئی حوالہ نہیں سمجھتے' ہمدانی چونکہ حمیری زبان سے واقف تھا اس لئے آثار وکتبات کو وہ پڑھ سکتا تھا' اسی لئے اس باب میں اس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

(۸) علقمہ بن علکم ایک شاعر نے قصیدہ نونیہ میں حمیر (قوم تبع) کے حالات اور عام عمارات کے ناموں کو نظم کیا ہے۔

(۹) نشوان بن سعید الحمیری ۵۷۰ھ نے قصیدہ حمیرہ کے نام سے حمیر کی تاریخ نظم کی ہے جس میں زیادہ تر سلاطین کے نام ہیں۔

نشوان نے خود یا اسی عہد کے ایک دوسرے مسلمان عالم نے اس قصیدہ کی نثر شرح لکھی ہے' ابن سعید حمیری کی سب سے عجیب و غریب تصنیف شمس العلوم ہے' جو گو ایک لغت کی کتاب ہے' لیکن الفاظ متعلق حمیر و یمن کے ضمن میں بہت سے حمیری الفاظ اور ناموں کی تصحیح کی ہے اور ان کے معنی لکھے ہیں' لفظ مسند کے تحت خط حمیر کے حروف ہجا لکھے ہیں' جن سے مستشرقین یورپ کو حمیر و سبا کی تاریخ کی ترتیب اور کتبات کے پڑھنے میں بہت مدد ملی ہے۔

کتاب التیجان' قصیدہ' حمیریہ' شرح قصیدہ حمیریہ اور شمس العلوم' یہ تمام نادر سرمایہ بانگی پور کے کتب خانہ میں موجود ہے' قصیدہ حمیریہ کو الفریڈوان کریمر ایک مستشرق نے شائع بھی کر دیا ہے' شمس العلوم کا ایک عمدہ نسخہ اسکوریال لائبریری میں بھی موجود ہے۔

اسلامی ذخائر علمی کا جو سرمایہ ہمارے کپاس موجود اور مطبوع ہے اور اس کے رو سے عرب قدیم کا سب سے پہلا مورخ ابن اسحاق التوفی ۱۵۱ھ ہے' جو اس وقت ابن ہشام التوفی ۲۱۸ھ کی روایت سے موجود اور اس کی تصنیف کتاب الیسرۃ کا جز ہے' اس کے بعد مورخین اسلام نے بھی عموماً اپنی تاریخ کی تمہید میں تاریخ عرب و بنی اسرائیل کے ضمن میں اشخاص و اقوام قرآن سے بحث کی ہے' بہر حال مورخین اسلام میں

جن کی تصنیفات موجود اور مطبوع ہیں' اس موضوع کے متعلق خاص اہمیت حسب ذیل

اشخاص کو حاصل ہے۔

نام	سنہ وفات	نام تصنیف	مقام طبع
ابن ہشام	۲۱۸ھ	کتاب السیرۃ	مطبوعہ یورپ و مصر
ابوالولید ازرقی	۲۲۳ھ	اخبار مکہ	--------
ابن قتیبہ	۲۷۶ھ	کتاب المعارف	--------
ابن واضح یعقوبی	۲۷۷ھ	تاریخ یعقوبی	--------
ابوجعفر طبری	۳۱۰ھ	تاریخ الرسل والموک	--------
حمزہ اصفہانی	۳۷۰ھ	تاریخ سنی ملوک الارض	----کلکتہ
مسعودی	۳۴۶ھ	مروج الذہب	مطبوعہ یورپ و مصر

یہ عرب کے قدیم مورخین ہیں' متاخرین میں صرف دو شخص قابل ذکر ہیں۔

ابوالفداء	۷۳۲ھ	المختصر اخبار البشر	مطبوعہ یورپ و مصر
ابن خلدون	۸۰۸ھ	کتاب العبر و دیوان المبتداء الخبر	------

1۔جغرافیہ عرب

مسلمانوں میں جغرافیہ کی ابتداء خود عرب سے ہوئی ہے کہ وہ ان کا وطن تھا' اور اس کی ابتدا انہوں نے اس وقت کی جب یونانیوں کے لفظ ''جغرافیہ'' سے بھی ان کو واقفیت نہ تھی' انہوں نے گو خاص طور سے مخصوص قرآن کا جغرافیہ نہیں لکھا لیکن جغرافیہ عرب کے ضمن میں قرآن کے بہت سے مقامات کا نشان دیا' عرب کا ایک ایک پہاڑ' تالاب' وادی' چراگاہ' شہر' گاؤں' پڑاؤ' عمارت غرض ملک عرب کے ایک ایک ذرہ کو گن ڈالا اور اس کے حالات جغرافی اور توبوغرافی طریقہ سے مدون کئے۔

اس فن پر دو قسم کی کتابیں ہیں' ایک وہ جن میں مخصوص طور پر صرف عرب کا جغرافیہ ہے' دوم وہ جن میں دیگر ممالک کے جغرافیہ کے ساتھ عرب کا بھی تذکرہ ہے۔

اول قسم کی کتابیں حسب ذیل ہیں۔

مصنف	سنہ	تصنیف	کیفیت
ابوزیاد کلابی	اواخر سنہ	کتاب النوادر	کتاب کے چند ٹکڑے ہیں' ایک عرب کے جغرافی حالات پر ہے' یہ کتاب عربی زبان میں جغرافیہ کی سب سے پہلی کتاب ہے۔
نضر بن شمیل	۳۰۳ء	کتاب الصفات	کتاب کا دوسرا ٹکڑا عرب کے خیمہ گاہوں گھروں' پہاڑوں اور گھاٹیوں کے بیان میں ہے۔
ہشام بن محمد کلبی	۲۰۶ء	کتاب البدان کتاب الاقالیم	
ابوسعید الاصمعی	۳۱۲ء	کتاب جزیرۃ العرب کتاب میاہ العرب	پہلی عام جغرافیہ عرب معلوم ہوتی ہے۔دوسری صرف عرب کے تالابوں کے بیان میں
سعدان بن مبارک	اوائل ۳۰۰ء	کتاب الارضین والمیاہ والجبال	زمین' تالاب اور پہاڑوں کے بیان میں۔
ابوسعید حسن السکری	اواخر ۳۰۰ء	کتاب المناہل والقری والابیات	عرب کے گھاٹوں' آبادیوں اور گھروں کے بیان میں۔
عمر بن رستہ	اواخر ۱۳۰۰ء	لاعلاق النفیسہ	فصل' جغرافیہ میں ہے' ایک ٹکڑا

			متعلق صنعاء سمیٹک اسٹڈی سیریز نمبر ۸ میں رچرڈ گوتھائیل نے چھاپا ہے۔
ابن حائک ہمدانی	۳۲۰ء	صفتہ جزیرۃ العرب	جغرافیہ عرب میں بڑی محققانہ کتاب عرب کے اقطاع' اقوام' حیوانات' راستہ' پہاڑ' تالاب' چراگاہ' وادی' معدنیات' آثار قدیمہ' مقامات' قبائل' بعد مسافت وغیرہ کے بیان میں کتاب لیڈن میں تمامہ ۱۸۱۹ء میں چھپ گئی ہے
ابوزید بلخی	۳۴۰ء	کتاب البدووالاخبار	فصل ۱۳ عرب کے جغرافیہ اور اس کے مساجد راہ اور اس کے عجائب و آثار کے بیان میں ہے فرنچ مستشرق کلمات ہوانے اس کو شائع کیا ہے۔
ابوسعید حسن السیر انی	۳۶۸ء	کتاب جزیرۃ العرب	----------
حسن بن محمد المعروف بالخالع	۳۸۰ء	کتاب الادویہ والجبال	عرب کے پہاڑوں اور وادیوں کے بیان ہیں۔
محمود بن عمر زمخشری	۵۳۸ء	کتاب الامکنہ والمیاہ والجبال	عرب کے مقامات' تالاب اور پہاڑوں کے بیان میں۔
البکری	۴۸۷ء	معجم ما استعجم	مقامات عرب کے بیان میں

			کوٹنجن میں چھپی ہے
سیوطی	۹۱۰ء	مراصد الاطلاع علی اسماء	الامکنۃ والبقاع ۶ جلدوں میں شائع ہوئی ہے عرب کے تمام مقامات کا استقصاء ہے ملخص از معجم یاقوت
ابن خروازبہ	موجود ۲۵۰ء	کتاب المسالک والممالک	یورپ میں چھپی اوسط کتاب میں تیمن کے نام سے عرب کا ذکر کیا ہے۔
ابن فقیہہ ہمدانی	۲۹۰ء	کتاب البلدان	یورپ میں چھپی' باب ور ذکر مکہ طائف' مدینہ' یمامہ' یمن
ابن واضح یقوبی	اوسط سنہ ۳۰۰ء	کتاب البلدان	یورپ میں چھپی
اصطخری	۳۴۰ء	کتاب المسالک والممالک	یورپ میں چھپی' باب اول ذکر جغرافیہ عرب
مسعودی	۳۴۶ء	مروج الذہب	یورپ اور مصر میں چھپی
ابن مردویہ	۳۵۲ء	معجم البلدان	قلمی موجودہ کتب خانہ حیدر آباد' بانکی پور مرتب بہ ترتیب حروف ہجا' عرب کے حسب ذیل شہروں کے حالات ہیں' ام القریٰ' بحرین عام عرب' عمان' مدینہ
ابن حوقل	۳۶۲ء	کتاب المسالک والممالک	یورپ میں چھپی' باب اول عرب کے جغرافیہ' پہاڑ' ریگستان اور راستوں کے بیان میں

ابولنبا بشاری	۳۷۵ء	احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم	یورپ میں چھپی، عرب کے صوبوں گاؤں، قصبوں، عمارت، معدنیات اور کھنڈروں کے بیان میں
ادریسی	۵۴۵ء	نزہتہ المشتاق فی اختراق الآفاق	اس کے جو ٹکڑے چھپے ہیں، ان میں عرب کا ذکر نہیں
یاقوت	۶۲۳ء	معجم البلدان	مصر میں چھپی، دس جلدوں میں بہ ترتیب حروف عرب کے تمام مقامات، پہاڑ، تالاب، اور وادیوں کا ذکر ہے اور اکثر کو طول بلد عرض لکھا ہے۔
زکریا القزوینی	مولود ۶۷۴ء	آثار البلاد	یورپ اور مصر میں چھپی، مختصر کتاب بہ ترتیب اقالیم ہے، ہر اقلیم میں عرب کا جو حصہ پڑتا ہے اس کا ذکر ہے۔
شمس الدین دمشقی	۷۲۷ھ	نخبۃ الدہر فی عجائب البر والبحر	یورپ میں چھپی، باب فصل عرب کے عام جغرافیہ حدود، صوبوں، شہروں اور قلعوں کے بیان ہیں۔
ابوالفداء	۷۳۲	تقویم البلدان	یورپ میں چھپی، فصل اول میں عرب کی ۴۲ آبادیوں کا ذکر کیا اور ان کا طول بلد و عرض بلد لکھا ہے۔

ان تمام کتابوں میں ابن خردازبہ کے سوا قرآن پاک کے مقامات کے ذکر جہاں آیا ہے' ان کی تفصیل مذکور ہے۔

۴۔انساب

اگر تورات کو الگ کر دیا جائے تو دنیا میں عرب ہی ایک ایسی قوم ہوگی جس نے سلسلہ نسل وانساب کو ایک فن بنا دیا' ایک عرب کے نزدیک میزان مفاخرت میں شرافت نسب سب سے گراں قدر ہے' اس بنا پر عرب میں بچہ بچہ اپنے نسب کا یاد رکھنا ضروری سمجھتا تھا کہ اظہار فخر کے موقع پر اپنے کرم نسب کا ثبوت پیش کر سکے' شعرائے عرب کو اکثر قبائل کے سلسلہ انساب کا محفوظ رکھنا اس لئے ضروری تھا کہ مدح وہجو کے موقع پر اس کا ذکر کر سکیں' زمانہ جاہلیت میں اور بعد اسلام بھی عرب میں بہت بڑے بڑے علمائے انساب گزرے ہیں جو عرب کے تمام قبائل کے اور اکثر ہر قبیلہ کے مشاہیر کے نسب سے واقف تھے' تدوین علوم کے زمانہ میں یہ فن بھی مدون ہوا' اور علمائے انساب نے اس پر متعدد کتابیں تصنیف کیں' ابتدائے اسلام میں دغفل بکری' لسان الحمرة عبید بن شریہ' اور بعد کی ابتدائی صدیوں میں ابن کواء' قبرقبی' عوانہ بن حکم' ابوالفطان' ہشام کلبی' محمد بن سائب کلبی' مدائنی' فاکہانی' مصعب بن عبداللہ' زبیری' زبیر بن بکار مصنف انساب قریش اصمعی' ابوعبیدہ' ابن ہشام مصنف انساب حمیر وملوکھا' مبرد اور ازرقی اور متاخرین میں بلاذری' سمعانی' ابن جزم اور قلقشندی وغیرہ اس فن کے امام تھے۔ گو ہم کو یہ معلوم ہے کہ ان کی روایات پر یقینی صحت کا شائبہ بہت کم ہے لیکن اس سے زیادہ ہے' جتنا روبرٹس اسمتھ ـــــ اور نولدیکی ـــــ کو نظر آتا ہے' نولدیکی کہتا ہے۔

''اب علماء کے لئے موقع آ گیا ہے کہ ان طفلانہ خیالات کو پس پشت ڈال دیں' جو

ہتے ہیں کہ عربوں کی کتب انساب کو جن کو محمد کلبی اور اس کے بیٹے ہشام کلبی نے گڑھا ہے'
مان لیں' تا کہ باہم قبائل عرب قدیمہ وجدیدہ کے تعلقات تحقیق ویقین کے ساتھ ظاہر ہوں'
کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ تمام قبائل بنی قیس جو وسط ملک عرب میں آباد ہیں وہ
صرف ایک شخص کی نسل سے ہوں یعنی قیس کی' جو مسیح سے کچھ پہلے تھا' اس لئے ہماری تحقیق یہ
ہے کہ قبیلۂ عرب درحقیقت اپنے اس پدر اول سے واقف نہیں جس کی طرف منسوب ہے۔''

روبرٹس اسمتھ کہتا ہے۔

''یہ محقق ہو چکا ہے کہ چند قبائل زمانہ ماضی غیر قدیم میں کسی تاریخی شخص کی طرف
منسوب نہ تھے۔''

ہم کو ان دونوں محققوں سے سوال کا حق ہے کہ اس عام بے اعتباری کے دلائل کیا ہیں؟
عرب کے ایک ایک قبیلہ کے لئے ضروری تھا کہ دوستوں کی مدح اور دشمنوں کی ہجو کے لئے
انساب محفوظ رکھے' عرب کا ہر وہ قبیلہ جو غیر پدر کی طرف انتساب کرتا وہ عرب میں حقیر و
ذلیل سمجھا جاتا ہے اور بطور نشان ملامت کے اس کا نام لیا جاتا' شعرائے عرب مختلف مواقع
کے لئے انساب کے زبانی یاد رکھنے پر مجبور رہتے تھے' کیا ان واقعات کے بعد بھی اس عام
بے اعتباری کی کوئی مناسب وجہ ہے' بنو قیس کی طرح ۶۰۰ کی مدت میں ایک شخص کی اولاد
سے چند بطون وقبائل کا پیدا ہو جانا کوئی محال امر نہیں۔ بنی ہاشم میں جناب مسلم بن عقیل ابن
ابی طالب ابن عبدالمطلبؑ اپنے دور کے نامی گرامی ماہر انساب تھے اور پورے عرب کے
شجرے سے واقف تھے۔

طوطمیت

یورپ کے ان علمی توہم پرستوں کے انکار انساب کی بنیاد دو مسئلہ طوطمیت (ٹوٹزم) پر ہے طوطمیت اس کا نام ہے کہ ''اشخاص و قبائل کا اپنے کو دیویوں' ستاروں' حیوانوں اور درختوں کی طرف منسوب کرنا۔'' قدیم زمانہ میں جب انسان بچہ تھا' جب کوئی بڑا شخص پیدا ہوتا تھا تو وہ انسانوں کی ولدیت سے نکل کر دیویوں کی نسل قرار پاتا تھا' وہ دیویاں خواہ ستارے ہوں یا حیوانات ہوں یا درخت ہوں' ہندوؤں میں سورج بنسی اور چندر بنسی وغیرہ قبائل تھے جو خود کو انسانوں کے نہیں بلکہ آفتاب و ماہتاب کے بیٹے کہتے تھے' اس لئے سورج اور چاند کے متعلق یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ اس قبیلہ کے مورث اول کا نام ہے بلکہ وہ اس قبیلہ کی دیوی کا نام ہے۔

قبائل عرب میں بھی بنو شمس وغیرہ' اسی قسم کے نام ہیں اور حیوانات کے نام تو بکثرت آتے ہیں' جیسے بنو اسد' بنو فہر' بنو تغلب' بنو کلب' بنو نمل' بن عجل وغیرہ' نظریہ طوطمیت کے مطابق شمس' اسد' فہر' ثعلب' کلب' نمل' عجل' اشخاص تاریخی نہیں ہیں اور نہ قبائل کے مورث اول کے نام ہیں' بلکہ یہ ان ستاروں اور جانوروں کے نام ہیں جن کی پرستش وہ قبیلے کرتے تھے اور ان ہی کی طرف اپنے کو منسوب سمجھتے تھے۔

لیکن یہ محض علمی توہم پرستی ہے' عرب میں کبھی اس قسم کا خیال نہیں پیدا ہوا' اس خیال کی پیدائش عراق' ہندوستان' مصر اور یونان کی میتھالوجی (علم الاصنام) میں ممکن ہے' اس قسم کے نام عرب میں صرف چند ہیں اور جو ہیں ان میں کلب (کتا) نمل (چیونٹی) ثعلب (لومڑی) کونسی گرامی قدر ہستیاں ہیں جن کے انتساب سے خاندان کی بنیاد قائم ہو' اور یہ اس قسم کے نام ہیں جن سے اس زمانہ روشن کا طبقہ متمدن بھی خالی نہیں' تم نے بعض

انگریزوں کے نام فوکس۔۔۔(لومڑی) بل۔۔۔(بیل) سنے ہوں گے' کیا یہ بھی طوطمیت ہے؟ بہرحال تاریخ ارض قرآن پر مسلمانوں کا کوئی وقیع اور تحقیقی کام نہیں ہے لہٰذا ہم نے عرفان قرآن کے ضمنی عنوان کے تحت بر سبیل تذکرہ ارض قرآن کا تذکرہ کر دیا ہے۔ علامہ سلیمان ندوی نے اس سلسلے میں کچھ کام ضرور کیا ہے لیکن وہ بھی ان مصادر و ماخذ سے حتمی طور پر مطمئن نہیں ہیں۔

اعتراف مئولف

''عرفان قرآن'' کتاب میں آیات قرآنی' احادیث اور عبارات کی کئی کئی بار پروف ریڈنگ کی گئی ہے۔
اس کے باوجود اگر غلطی رہ گئی ہو تو بارگاہِ احدیت اور حضرات محمدؐ وآل محمد علیھم السلام اور مومنین و قارئین سے معافی کا طلب گار ہوں۔

سید محمد عون نقوی

قرآن اور حکمت

قرآن مجید علم ودانش اور حکمت کا لامحدود خزانہ ہے یہ کتاب الٰہی اپنے دامن میں دنیا بھر کے تمام علوم لئے ہے اور ہر خشک وتر اس کتاب مقدس میں موجود ہے اور ایک الٰہی کے دامن میں تمام علوم تا قیام قیامت تک سرسبز وشاداب رہیں گے۔ یہ حق کی آیتیں ہیں اور باطل کا یہاں گزر نہیں۔ یہ سراسر خیر ہے۔ بلکہ خیر کثیر ہے۔ یہ آیتیں دنیا اور آخرت میں کامیابی اور کامرانی کی ضمانت دیتی ہیں۔ یہ زندگی اور یہ دنیاوی حیات آخرت کے مقابلہ میں کیا ہے۔ اور اس کی اہمیت کیا ہے؟ بالکل کھیل کوذ لہو لعب کی طرح گذر جاتی ہے۔ اس میں پائیداری نہیں' قرار نہیں' زود گذر اور بے اعتبار۔ اور مکڑی کے جالے سے بھی نازک اور ضعیف' دنیا کی تمام آرائشیں' زیبائشیں ایک ہی لمحہ میں زایل ہوجاتی ہیں۔ تو پھر اس دنیا کا حکمت الٰہی کے سامنے کیا مقابلہ' اور کیا ان کی اہمیت۔ دنیا کی دنیاوی زود گذر اور زائل ہوجانے ولی چیز ہے۔

لیکن علوم الٰہی اور آیات قرآنی کو زوال نہیں' فنا نہیں بلکہ ہمیشہ رہیں گی اور اپنی کامل آب وتاب کے ساتھ' پائیدار رہیں گی اور ان کے ضائع یا ختم ہوجانے کا احتمال تک نہیں' اندیشہ نہیں گمان نہیں' کیونکہ خیر کثیر کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اسکے مقابل متاع قلیل ہے۔ یہ دنیاوی چند نعمتیں ہیں۔ پھر ان کی خیر کثیر کے سامنے اہمیت ہی کیا ہوسکتی ہے' آپ نے ملاحظہ فرمایا لذیز ترین چیزوں کا مزہ نوش کرنے کے فوراً بعد ختم ہوجاتا ہے اور ادھر غذاء سے فارغ ہوئے اور ادھر لذت کا مزہ بھی ختم ہوگیا اور اب معمولی سا اثر بھی محسوس نہیں' کھایا اور بے کھایا سب برابر۔

اور قرآنی حکمت کو اللہ نے خیر کثیر کا لقب دیا۔ اس لئے کہ اس کو کبھی فنا نہیں۔ اس کی لذت بھی باقی اور پائدار ہے۔ اگر انسان اپنے واسطے کوئی کمال چاہتا ہے تو یہی حکمت کی آیتیں، حصول کمال کی راہ میں، اس کو صراط مستقیم پر پہنچا دیں گی، اور اس کے واسطہ سکون و اطمینان فراہم کر کے سعادت دو جہاں عطا کریں گی، اور جس شخص نے اس حکمت الٰہی سے منہ پھیرا یا اعراض کیا، وہ بد بخت اور ہلاک ہو گیا، اس کی پستی اور ذلت کا کوئی اندازہ نہیں، اس کی نجات کی کوئی صورت نہیں، اور ہلاکت کے سوائے کوئی چارہ نہیں ہے اس نے اپنے واسطہ دنیاوی زندگی انتخاب کی تھی اور وہ اسی کو سب کچھ سمجھا تھا، وہ حکمت الٰہی کے سمجھنے سے قاصر رہا۔

وہ نادانی کے سبب سے اپنے محیط ہی کو اپنی تمام دنیا سمجھتا رہا سب سے پہلے یہاں خیر کثیر کے بارے میں کچھ بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے اگر خیر کثیر کی تفسیر اور تشریح بیان کی جائے تو بے شمار علوم حاصل ہو جائیں گے۔

(ا) اس حکمت قرآنی کے معانی کیا ہیں؟

حکمت یعنی کسی عمارت کی محکم اور پائیدار بنیاد رکھنا ایک وہ استوار اساس کہ جس میں کسی طرح کا تزلزل نہ ہو۔ اور کسی مقدمہ میں عدالت میں جا کر اپنے حق کے اثبات کو بھی حکمت کہتے ہیں۔ اور سماج انسانی میں نظم و ضبط اور امن کی برقراری کا نام بھی حکمت ہے۔ اور اسی کی حیات بخش روشنی سے ھرج و مرج کو برطرف کرتے ہیں۔ اور علم و دانش کا وہ فنا ناپذیر سرمایہ کہ جس میں تغیر و دگر گونی نہیں ہوتی اس کو بھی حکمت کہتے ہیں یہ وہ حیات ہے کہ جس کے لئے کبھی موت نہیں اور وہ حق کی کرن ہے کہ جس کو باطل کی تاریکی کبھی نہ چھپا سکے اور وہ سچ ہے کہ جس کبھی جھٹلایا نہ جا سکے۔ اور وہ یقین ہے کہ جس میں کبھی شک کا شائبہ تک نہ

ہو سکے کیونکہ اس کی دلیل کا نام برھان ہے۔ اور برھان میں شک کا پہلو نہیں رہتا۔ یہاں ضد نہیں ہے اور نقیض کا تصور بھی نہیں ہے۔ یہ وہ قرآنی نور ہے کہ جس کی تعلیم کے لئے حضرت ختمی مرتبت رسول اکرمؐ بھیجے گئے تھے' اور تمام عالم پر اس کی شعاعیں نور افشانی کر رہی ہیں قرآنی آیتوں اور سوروں کو بھی حکمت کہتے ہیں۔ یہ آیتیں اپنے مدلول پر نص ہوتی ہیں یہاں شک و اشتباہ اور خطا کا وہم و گمان تک نہیں ہے' اور خداوند متعال کو حکیم اور اس کے علم کو حکمت کہتے ہیں' علم الٰہی' حضور مطلق ہے۔ اور ذرہ بھر' اس کے علم سے باہر نہیں' اس کی قدرت بھی مطلق ہے۔ ہر چیز پر اسی کی فرمانروائی اور حکومت ہے۔ یہاں عجز و ناتوانی نہیں۔ بلکہ قدرت کاملہ کا جلوہ ہے۔ ہر صفت عین ذات اور عین کمال ہے۔

قرآن کریم میں جہاں اللہ جل شانہ کی صفات بیان کی گئی ہیں وہاں اس کو حکیم و علیم بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ تمام کائنات پر اس کے علم و حکمت کا احاطہ ہے اس نے اپنی مخلوقات کے دائرہ میں نظم و عدالت برقرار فرمائی' اور کائنات میں ہر چیز کو اس کا حق عطا فرمایا۔ جس کو جس انداز پر رہنا تھا وہی اس کو انداز دیا۔ اور جس چیز کو جہاں رہنا تھا وہیں اس کو جگہ دی۔ ہر طرح کا عدل و احسان ہے۔ اور ظلم کا نام و نشان تک نہیں' کائنات کی ہر چیز پر عدالت کی حکومت ہے۔

(۲) حکمت کثیر ہے۔ اور ارشاد حق ہے۔

"ومن یوت الحکمته فقد اوتی خیر کثیراً"

اللہ نے جس کو حکمت عطا کر دی' اس کو خیر کثیر عطا فرما دیا' عاقل اور ہوش مند انسان اپنے واسطہ خیر ہی کو انتخاب کرتا ہے۔ اسی طرح شر اس کی ضد یا نقیض ہے۔ خیر غایت اور ہدف کی حیثیت رکھتا ہے' اور راہ دہدف' ہدف نہیں ہوا کرتی' ہاں ہدف تک پہنچنے میں اس کو طے کرنا

ضروری ہوتا ہے۔اب یہاں دو باتیں ہیں' اور وہ یہ کہ ہدف راہ نہیں ہے' اور راہ ہدف نہیں ہے ان دونوں باتوں میں فرق ہے' اگر راستہ سیدھا ہے تو وہ منزل مقصود تک پہنچانے میں مفید ثابت ہوتا ہے اور اگر راستہ پر پیچ اور ٹیڑھا ہے تو وہ مضر رہے گا۔ خیر میں زیادگی اور فراوانی اس کے دوام' پائیداری اور فنا ناپذیری کی وجہ سے ہے۔اور ہر فناپذیر چیز قلیل ہوا کرتی ہے۔آور خیر کثیر فناپذیر نہیں ہے۔لہذا اس کے واسطہ کوئی حداندازہ نہیں ہے۔

ممکن ہے غلط فہمی کی وجہ سے کسی فانی چیز میں افراط کا شبہ ہوجائے' لیکن حقیقت میں پائیدار اور باقی چیز میں کثرت اور فراوانی ہوا کرتی ہے۔ یہ بات افراد بشر پر پنہار رہے یا آشکار ہوجائے۔اس بارے میں ارشاد حق ہے۔

"هل یستوی الخبیث و الطیب و لو اعجبک کثرة الخبیث"

(سورہ مائدہ آیت ۱۰۰)

کیا نجس اور پلید چیز بھی پاک و پاکیزہ چیز کے برابر ہوسکتی ہے؟ اس کے علاوہ پاک و طاہر چیز ہمیشہ برقرار رہنے والی ہے' اس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں آسمانوں میں پھیلی ہیں' اوران میں بارہ ماہ پھل آتے ہی رہتے ہیں۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ حکمت انسان کا اعلیٰ ترین ہدف ہے۔اور وہ خیر کثیر ہے اور کوثر کی شکل میں حضرت پیغمبرؐ کی اس پر حکومت ہے۔ اور کوثر یعنی تمام کائنات پر حکومت' یعنی علم الٰہی بھی کوثر' نبوت بھی کوثر' امامت بھی کوثر' اور اولاد رسولؐ کی کثرت اور بقاء بھی کوثر' گویا تمام خیر کثیر ہے' اب اس قوم کے شرف کی عظمت اور بلندی کا کیا کہنا کہ جس پہلا امام ساقی کوثر ہو۔ اور جس کو اللہ نے حکمت عطا فرمائی ہے کوثر پر بھی اسی کا قبضہ ہے۔ جس طرح حکمت میں درجات اور مراتب ہیں' اسی طرح کوثر میں بھی درجات کمال اور فضائل کے

مراتب ہیں۔ اور اللہ کی رسالت کے منصب میں بھی بلند و برتر مراتب ہیں' اس بارے میں ارشاد ہے۔

"تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض" سورہ بقرہ آیت ۲۵۳

رسالت میں انتہائی کمال کا درجہ خاتم الانبیاءؐ کے واسطہ مخصوص ہے۔ وہی افضل المرسلین ہیں۔

(۳) حکمت اور ملک میں اساسی فرق یہ ہے کہ حکمت میں خیر کا صرف یہی سلسلہ وحصہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کا عطیہ اور بخشش ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ لیکن کوئی ملک اپنے صاحب کی کبھی عصیان سے حفاظت نہیں کرتا' لہٰذا اس میں کسی طرح کا خیر نظر نہیں آتا' پھر کثیر کے معانی اس میں کہاں تصور ہو سکتے ہیں۔

آپ نے اس شخص کو ملاحظہ فرمایا کہ جس نے حضرت ابراہیم کے ساتھ خدا کے بارے میں کٹ حجتی اور اختلاف کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بادشاہ بنادیا تھا' لیکن حکمت میں خیر کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کا ایک خصوصی عطیہ ہے۔ جیسے رسالت نبوت ولایت اور امامت وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ اپنی امانتوں کو اپنے مخلص اور معصوم بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

پھر اکثر بادشاہان سرکشی اور طغیانی کرتے ہیں اور اپنے پروردگار کے راستہ سے منحرف ہوجایا کرتے ہیں' لیکن صاحبان حکمت اپنے خالق کے مطیع فرمان رہتے ہیں' اور سب سے بڑی حکمت خوف الٰہی کا نام ہے۔ اور حکیم کسی بھی حالت میں اپنے مولا کو فراموش نہیں کرسکتا۔ وہ خواہشات نفسانی کی مخالفت کیا کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حیوانی خواہشات ہلاکت کا سبب ہوتی ہیں۔

حکمت کوثر ہے اور قابل ستائش۔ اور ملک و بادشاہی پستی اور ضلالت کا سبب ہوجاتی

ہے ایسی صورت میں بادشاہی میں کیا فضلیت اور خوبی کی بات ہوسکتی ہے۔ اور حکمت بالذات کوثر ہے۔ اور اللہ کی یہ نعمت اسی وقت نصیب ہوتی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے دین اور اللہ کی عبادت میں مخلص ہو۔

(۴) اللہ اپنے بندوں میں سے جس شخص کو حکمت عطاء فرماتا ہے' وہ اس کو انتخاب فرماتا ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ اپنی رسالت اور پیامبری کے لئے کس شخص کو منتخب فرمائے بے شک یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ نے احسان اور نوازش فرمائی ہے اس بارے میں ارشاد حق ہے۔

" اذا اخذ الله میثاق النبین لما اتیهم من کتاب وحکمته".

اللہ نے جب نبیوں اور رسولوں کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی تھی' ان سے اپنی بارگاہ میں ایک عہد و پیمان کرالیا تھا۔

" و فقد اتینا ال ابراهیم الکتاب و الحکمته"

ہم نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد اطیاب کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی' لہٰذا ہر نبی حکیم اور صاحب خیر کثیر ہے اور ہمارے رسولؐ صاحب کوثر ہیں اور امام علی (ع) اس کے ساقی ہیں اب جس آدمی کی سرشت میں خوبی اور نیکی ہوگی آنحضرتؐ اس کو آب کوثر سے سیراب کریں گے۔

جن انبیاء پر اللہ نے اپنا خصوصی احسان فرمایا اور انہیں حکمت عطا فرمائی' ان میں ایک حضرت داودؑ ہیں۔ انہوں نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور اللہ نے ان کو حکمت عطا فرمائی تھی

" قتل داود جالوت و اتاه الله الملک و الحکمته" " ولقد اتینا لقمان الحکمته"

ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی۔

پہلے بیان کیا گیا کہ حکمت الٰہی میں متعدد اور مختلف مراتب اور درجات برقرار ہیں۔ اور ممکن ہے کہ حکمت کا کوئی درجہ کسی غیر نبی کو عطا ہو جائے۔ اور خود حضرت لقمان بھی نبی نہیں تھے۔ اس میں شک نہیں کہ تمام انبیاء حکیم ہوتے ہیں اور کسی غیر نبی کو حکیم نہیں کہا جا سکتا' نبوت ایک خاص منصب الٰہی کا نام ہے' اور تعلیم و تربیت کے ذریعہ اس منصب کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ انبیاء اپنی امت کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دینے کے لئے آتے ہیں' اور نبوت و رسالت و امامت اور معجزات کوئی انسانی غور و فکر کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتا' لیکن حکمت تزکیۂ نفس' خلوص الٰہی اور غور و فکر کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔

(۵) جس حکمت کی تعلیم کے لئے انبیاء اور مرسلین آتے رہے' اس کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ حکمت علمیہ

۲۔ حکمت عملیہ

اور انبیاء اپنی حکمت علمی کے ذریعہ حکمت عملی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یہی معارف الٰہی ہیں۔ اور انہیں کو اصول دین کہتے ہیں' اور وہ یہ ہیں توحید' عدل' نبوت و امامت اور قیامت۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے اس بارے میں ارشاد فرمایا' اللہ اس شخص پر اپنی رحمت فرمائے کہ جس کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کس لئے آیا ہے اور کہاں پلٹ کر اس کو جانا ہے۔ اور حکمت عملی' یعنی اچھے اخلاق کا درس اور اعمال صالحہ کا نام ہے۔ تہذیب نفس' تدبیر منزل اور سماجی رفتار و سیاست بھی اسی کے ضمن میں آ جاتے ہیں۔

" ذلک مم اوحی الیک ربک من الحکمته و لا تجعل مع اللہ الھا اخر فتلقی فی جھنم ملوما محسوراً"

تمہارے پروردگار نے اپنی حکمت خاصہ کا ذریعہ سب کچھ تم پر وحی کر دی ہے اب تم کسی کو اللہ کا شریک قرار مت دینا ورنہ اہل دوزخ سے ہو جاؤ گے۔ یہ اور کچھ دوسری آیات شریفہ توحید و عدل و معاذ نبوت اور امامت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں کچھ آیات حکمت علمیہ کو بیان کرتی ہیں اور کچھ حکمت عملیہ کے مختلف شعبوں پر روشنی ڈالتی ہیں اور انسان کے انفرادی اور اجتماعی فرائض اور حقوق بھی معین کر دیتی ہیں۔ توحید حق اور ذات باری تعالیٰ سے شرک کی نفی حکمت علمیہ کے معارف سے ہیں اور ظلم و ستم کی نفی حکمت عملیہ کے تحت میں آتے ہیں اس حکمت حقیقی اور کوثر الٰہی کو ہدایت کہتے ہیں یہ ہدایت افراد و بشر کے لئے کمال اور سعادت حاصل کرنے کے لئے ہے اور قرآن مجید میں اس ہدایت کا نام موعظہ بیان کیا گیا ہے یعنی مخلوق کو حق تعالیٰ کے حضور میں پہنچا دینا۔ یہاں تقویٰ و پرہیز گاری اور خضوع و خشوع کا مرحلہ ہے۔ اور اطمینان و تقویت قلب یہاں حاصل ہوتے ہیں۔

عظمت قرآن اور غیر مسلم مفکرین

قرآن حکیم خالق کائنات کی آخری ہدایت ہے یہ آخری صحف سماوی ہے اس کی تعلیمات کو قیامت تک کا سفر درپیش ہے یہ کسی خاص قوم کسی خاص مذہب اور کسی خاص فرقے تک محدود نہیں جو اس سے ہدایت لے یہ کتاب اس کے لئے ہے اس کتاب کا مخاطب اور موضوع انسان ہے یہ کتاب پوری نوع انسانی کے لئے ہے کہیں کہیں پر مالک دو جہاں نے مسلمانوں اور مومنوں کو بھی مخاطب کیا ہے اور سورہ بقرہ کی ابتداء ہی میں اس کتاب کا منشور اور غرض وغایت بتادی ہے کہ یہ کتاب متقیوں کے لئے ہدایت ہے اب جو بھی تقویٰ اختیار کرے یہ کتاب اس کے لئے ہے اور پروردگار نے معیار دولت وشوکت، جاہ وحشمت اور اقتدار و مال وزر کو قرار نہیں دیا ہے، معیار صرف اور صرف تقویٰ کو قرار دیا ہے۔ اس کتاب (قرآن) کا ترجمہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں ہو چکا ہے اور دنیا کے تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کی اکثریت نے اپنی اپنی حد بصیرت کے مطابق اس کا مطالعہ کیا ہے۔

قرآن ان تمام کتابوں میں سے ہے جنہوں نے عہد جدید کو بنیاد فراہم کی ہے تازہ تر ہے اور قرآن کا وسیع ابلاغ کلام خداوندی ہے۔ یہ کتاب آسمان سے نازل شدہ وحی کی آخری کتاب ہے یہ کتاب الٰہی، ازلی اور غیر مخلوق ہے۔ قرآن کا ایک ایک لفظ اور تمام قرأت اس کا اسلوب اور محاسن کلام اس لوح ازلی سے سراسر مطابقت رکھتا ہے جو آسمان پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہے، قرآن تمام معجزوں سے بڑا معجزہ ہے اور اگر تمام دنیا کے لوگ

اکٹھے بھی ہو جائیں تو اس جیسی کوئی اور کتاب تیار کرنے سے قاصر رہیں گے۔ قرآن کریم کا اثر ترین حصہ جو روح و وجدان میں سرایت کر جاتا ہے وہ حصہ ہے جس میں مسئلہ آخرت اور عاقبت کے متعلق باتیں ہیں قرآن کریم کے احکام اور ارشادات غیر محدود ہیں مثلاً قانون احسان کریم کے اہم مندرجات میں سے ایک ہے اور دوسری مقدس کتابوں کی طرح یہ اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کی حامل ہے قرآن میں کتنی ہی ایسی آیات نازل ہوئی ہیں جو اعلیٰ مکارم اخلاق کا شاہکار ہیں۔ ذیل میں ہم غیر مسلم مفکرین کی قرآن حکیم کے بارے میں گراں قدر آراء پیش کرر ہے ہیں تا کہ قرآن کی عظمت کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

ڈاکٹر گرینچ (فرانس)

"DR GRENCH" میں نے قرآن کی ان آیات کا جو ڈاکٹری اور طبیعات سے متعلق ہیں ان کا بغور مطالعہ کیا۔ میں نے بچپن سے ہی ان پر غور و غوص کیا اور چونکہ ان کے مفہوم کو صحیح طور پر سمجھ لیا تھا لہٰذا مجھ پر یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ آیت ہر لحاظ سے علم و عرفان عالمی سے مربوط ہیں ہر شخص جو کسی فن یا سائنس سے منسلک ہے اور حاصل کردہ سائنسی علوم کا قرآنی آیات سے میری طرح موازنہ اور مقابلہ کرے وہ بلاشبہ اسلام کا گرویدہ ہے۔ بشرطیکہ وہ صاحب عقل سلیم اور بے غرض آدمی ہو۔

نول کے (قرآن کا جرمن ترجم)

معروف مذہبی اسکالر "NOLK" کہتے ہیں قرآن اپنی برہانی قوتوں اور قناعت بخش اثرات کی وجہ سے پڑھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ نہایت آہستگی اور نرمی اور ملائمت سے خطاب کرتا ہے اور ہمیشہ ان لوگوں کے قلوب پر حاوی ہو جاتا ہے جو اس سے انحراف کرتا ہے اور انہیں اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کو اس حد تک یگانہ کر لیتا ہے کہ اس میں

زندگی کی روح پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن کی بلاغت میں سادگی کی بدولت اس کی فضیلت درجہ کمال تک پہنچی ہوئی ہے۔

اس کتاب کے وسیلے سے وحشی قبائل میں سے ایک ایسی قوم وجود میں آئی جو دنیا کو درس انسانیت دینے لگی' قرآن کریم میں اکثر یاایھا الناس (اے لوگو) سے خطاب کیا گیا ہے' کچھ ڈر خوف اور عذاب سے متعلق بھی ہیں' جو آیات نبوت کے پہلے دور میں نازل ہوئیں ان میں یاایھاالذین آمنوا (اے لوگو جو ایمان لائے ہو) کہا گیا ہے کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد کم تھی' قرآنی آیات سراسر منطق اور برہان ہیں اور ان میں ایسی اطمینان بخش طاقت موجود ہے کہ ہر سننے والا اسے اپنے اندر جذب کر لیتا ہے یہاں تک کہ یہ مخالفین کے دلوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

پروفیسر منٹگمری

معروف انگریز محقق PROFESSAR MINTGUMRY کہتے ہیں "یہ قرآن جو اب موجود ہے خواہ اپنی اصل عربی زبان میں ہو یا اس کا انگریزی ترجمہ یہ وحی اور الہام کا مجموعہ ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ مختصر یہ کہ خدا خطاب کرتا ہے محمدؐ یا دوسرے مسلمانوں سے یا تمام انسانوں سے' قرآن کی واضح اور اہم ترین خصوصیت اس کے اسلوب کی سادگی' اس کا آغاز اس خوبصورت انداز میں ہوتا ہے کہ حقیقتوں کا کشف ہونے لگتا ہے یہ کسی کتاب کی پہلی اور آخری خوبی ہوتی ہے جو مختلف فنون کو ابھارتی ہے اور اپنے پیروکاروں کے دلوں میں عزت واحترام پیدا کرتی ہے۔

تھامس کارلائل

برطانیہ کا مشہور محقق ومورخ THOMAS KARLYL قرآن حکیم کے بارے

میں کہتا ہے کہ ''اگر اس مقدس کتاب پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ برجستہ حقائق اور وجود کے اسرار و خصائص نے اس کے جوہر دار مضامین میں ایسے پرورش پائی ہے جس سے قرآن کی عظمت اور حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ یہ خود ایک ایسی خوبی ہے جو قرآن سے مخصوص ہے اور کسی دوسری علمی' سیاسی اور اقتصادی کتاب میں نہیں دیکھی جاسکتی ہے یقیناً بعض کتابیں ایسی ہیں کہ جس کا مطالعہ ذہن انسانی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے لیکن ان کا قرآن سے کبھی موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کی ابتدائی خوبیاں اور بنیادی دستاویزات جن کا تعلق حقیقت' پاکیزہ احساسات برجستہ عنوانات اور اس قسم کے اہم مسائل ومضامین سے ہے ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہیں وہ فضائل جو تکمیل انسانیت اور سعادت بشری کا باعث ہیں اس میں ان کی انتہا اور قرآن وضاحت سے ان فضائل کی نشاندہی کرتا ہے۔''

مسٹر روڈویل

معروف انگریزی ادیب MR ROADWELL کہتے ہیں یورپ کو یہ بات نہیں بھولنی چاہے کہ وہ قرآن محمدیؐ کے قرض دار ہیں۔ کیونکہ یہ قرآن ہی تھا جس نے یورپ میں علم ودانش کی شمع روشن کی۔

مرماڈوک

معروف انگریز محقق ومترجم MARMA DOK کہتے ہیں ''قرآن کی آیات اور الفاظ نے ہماری زبان اور دل میں گھر لیا ہے اور ہمارے گوشت' خون اور ہڈیوں میں اور جو کچھ بھی ہمارے وجود میں ہے اس میں قرآن رچ بس گیا ہے۔

ژول لابوم

معروف فرانسیسی محقق ومفکر ZOLLABOM قرآن کے بارے میں کہتے ہیں:
''دنیا نے علم ودانش مسلمانوں سے لی ہے اور مسلمانوں نے یہ علوم قرآن سے لئے ہیں جو علم ودانش کا دریا ہے اور اس سے عالم بشریت کے لئے کئی نہریں جاری ہوئی ہیں۔''

جان ڈیون پورٹ

معروف انگریز محقق JHONDEWEN PORT نے قرآن کے بارے میں لکھا ہے ''قرآن نقائص سے پاک ہے اور اس میں معمولی سی تصیح کی بھی گنجائش نہیں ہے ممکن ہے کہ انسان اسے اول سے آخر تک پڑھتا جائے اور ملولیت وافسردگی بھی محسوس نہ کرے''۔

سب اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ قرآن سب سے زیادہ فصیح وبلیغ زبان اور عرب کے سب سے زیادہ نجیب اور ادیب قبیلے قریش کے لب ولہجہ میں نازل ہوا اور یہ روشن ترین صورتوں اور محکم ترین تشبیہات سے معمور ہے۔

پروفیسر آرٹر آبری

معروف ماہر ادیان ومحقق اور قرآن کریم کے مترجم PROFESOR ARTER AABRY لکھتے ہیں ''ہمیں اعتراف ہے کہ قرآن کا ترجمہ کسی کے بس کی بات نہیں یہ کوششیں جو ہیں اپنے گذشتگان کے کام کی تکمیل کے سلسلے میں کی ہے اور میں نے اس پر بہت محنت کی شاید پھر بھی یہ قرآن کے اصل متن کا کمزور ترین عکس بھی نہ ہو اس کے مضامین کا تنوع یہ تقاضہ اور غمازی کرتا ہے کہ یہ اپنے موضوع کے تنوع کے ساتھ نوع انسانی میں

موجودسب سے بڑاادبی شاہکار ہےاورPRACTICALکے بقول اس کے ترجمے میں وہ اعلیٰ وارفع اور یکتا آہنگ اب تک مترجموں کی رسائی سے باہر ہے' جس کی محض صوتیات انسان کورلادیتی ہیں''۔

گوئٹے

جرمنی کا مشہور شاعر اور عالم GOETE کہتا ہے''قرآن ایسی کتاب ہے کہ ابتداء میں قاری اس کی گرانقدر عبارت کی وجہ سے روگردانی کرنے لگتا ہے لیکن اس کے بعد اس کی کشش کا فریفتہ ہوجاتا ہے اور پھر بے اختیار اس کی متعدد خوبیوں کا عاشق ہوجاتا ہے۔''

گوئٹے ایک اور جگہ لکھتا ہے سالہا سال تک خدا سے ناآشنا پوپ ہمیں قرآن اور اس کے لانے والے محمدؐ کی عظمت سے دور رکھے رہے مگر علم و دانش کی شاہراہ پر جتنا ہم نے قدم بڑھایا جہالت اور تعصب کے ناروا پردے ہٹتے گئے اور بہت جلد اس کتاب میں جس کی تعریف وتوصیف نہیں ہوسکتی ہے دنیا کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور اس میں دنیا کے علم و دانش پر گہرا اثر کیا ہے اور آخر کار یہ کتاب دنیا بھر کے لوگوں کے افکار کا محور قرار پائے گی''۔یہی گوئٹے ایک اور جگہ کہتا ہے''ہم ابتداء میں قرآن سے روگرداں اور بہت دور تھے لیکن زیادہ وقت نہیں گزرا کہ اس کتاب نے ہماری توجہ اپنی طرف مبذول کرالی اور ہمیں حیران کردیا کہ یہاں تک کہ اس کے اصول اور عظیم علمی قوانین کے سامنے ہم نے سرتسلیم خم کردیا۔''

ول ڈیوان

معروف مورخ WOLLDEWANقرآن کے بارے میں لکھتا ہے''قرآن میں مسلمانوں نے اس طرح کی عزت نفس' عدالت اور تقویٰ پیدا کیا ہے جس کی نذیر و مثال

دنیا کے دوسرے ممالک میں نہیں ملتی ہے"۔

دینورٹ

معروف مذہبی اسکالر اور متشرق DENWART قرآن کے بارے میں لکھتا ہے "ضروری ہے کہ ہم اعتراف کرلیں کہ علوم طبیعی وفلکی اور فلسفہ وریاضت جو یورپ میں روایت پذیر ہے زیادہ تر تعلیمات قرآن کی برکت ہے۔اور ہم مسلمانوں کے مقروض ہیں بلکہ یورپ ایک اسلامی شہر ہے"۔

ڈاکٹر مارکس

مشہور انگریز محقق DR MARKS قرآن کے بارے میں کہتے ہیں "قرآن تمام خدائی احکام کا مجموعہ ہے جو مختلف مقدس کتابوں میں مختلف قوموں کے لئے آئے ہیں ان تمام مسائل کی واحد شکل ہے اور یہ ان تمام مسائل جن میں خداشناسی اور وحدت پرستی کی تائید ہوتی ہے اور یہ وحدانیت کو اس طرح ثابت کرتا ہے کہ انسانوں کے رہنما اور بڑے بڑے مبلغین نے اسی سے علم حاصل کیا ہے اور اسی سے مدد لیتے ہیں قرآن میں ایسی آیات موجود ہیں جو طالب علم اور فکر دانش کی ترغیب اور درس دیتی ہے اور اس اعتراف کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اس کتاب محکم نے انسانوں کی کئی غلطیوں کی اصلاح کی ہے"۔

ڈاکٹر مسز لوراواکیسا گلیسری

نائل یونیورسٹی کی پروفیسر مذہبیات DR MISSES LORA WAKESA GLASRY اپنی کتاب میں قرآن کے بارے میں لکھتی ہیں "اسلام کی کتاب آسمانی اعجاز کا ایک نمونہ ہے قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی ہے' قرآن

کے اسلوب اور طرز نمونہ گذشتہ ادبیات میں نہیں پایا جاتا ہے اور یہ طرز روح انسان میں جو تاثیر پیش کرتی ہے وہ اس کے امتیازات اور بلندیوں سے پیدا ہوتی ہے یہ کیونکہ ممکن ہے کہ یہ اعجاز آمیز کتاب قرآن محمدؐ کی خود ساختہ ہو جبکہ وہ ایک ایسا عرب تھا جس نے تعلیم حاصل نہیں کی ہمیں اس کتاب میں علوم کے خزینے اور ذخیرے نظر آتے ہیں جو نہایت ہوشمند اشخاص، بزرگ ترین فلاسفر اور قوی ترین سیاست دان، اور قانون دان لوگوں کی استعداد اور ظرفیت سے بلند ہیں اسی بنا پر قرآن کسی تعلیمیافتہ مفکر و عالم کا کلام نہیں ہوسکتا ہے۔

لاڈن کوبلڈ

معروف انگریز محقق LADAN COBLID قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں عربوں کی ترقی اور عرب میں تمدن کی چکاچوند میں قرآن کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جاسکتا، قرآن نے عربوں کو جہاں بانی سکھائی اور انہیں الٰہی طاقت وقدرت بخشی تب وہ کہیں جا کر اس قابل ہوئے کہ وہ کافروں کی حکومت کو نیست و نابود کریں اور اس کے مقابلے میں عادلانہ حکومت کا قیام عمل میں لائیں۔ بڑے بڑے فاتحین اور جنگجو اسی فداکاریوں کا مظاہرہ نہیں کر سکتے تھے کہ اس طرح تاریخ کے اوراق میں محفوظ رہیں یہ سب حسن وزیبائی، گہرائی مٹھاس اور صحیح نظم کے جس کی مثال کسی اور کتاب میں نہیں ملتی یہ کتاب زیادہ پڑھنے سے پرانی نہیں ہوتی اس کی باتیں مسجع ہیں لیکن ان میں کوئی مخصوص اوزان نہیں شعر جیسی حلاوت ہے لیکن شعر نہیں یہ صرف قرآن کا معجزہ ہے۔

ڈاکٹر مورس

معروف فرانسیسی محقق DR MORAS قرآن کے بارے میں کہتا ہے ''حقیقت میں قرآن بہترین اور بزرگ ترین کتاب ہے جسے قدرت کے ہنر مند اور ضاع ہاتھوں نے

انسان کے لئے بنایا ہے قرآن وہ اعلیٰ ترین کتاب ہے جس نے ازلی مہربانی انسان کو عطا کی ہے اور وہ کتاب ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

مہاتما گاندھی

ہندوستان کے معروف سیاسی رہنما مہاتما گاندھی قرآن کے بارے میں کہتے ہیں ''قرآن سے دانش حاصل کرنے سے ہر کوئی وحی کے اسرار اور دین کی حکمتوں سے کسی مضوعی طریقے کے بغیر آگاہ ہو جاتا ہے قرآن میں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آتی جس میں لوگوں کو قوت کے بل بوتے پر مذہب اختیار کرنے کو کہا گیا ہو یہ مقدس کتاب انتہائی سادہ الفاظ میں کہتی ہے ''دین میں کوئی زبردستی نہیں''۔

مقامات نزول وحی

غار حرا

وہ مقدس غار جہاں خدا کے رسول قبل طلوع اسلام خدا کی عبادت کرتے تھے یہ غار اب ملہ شہر کے اندر آ چکا ہے یہاں پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی ''پڑھیے اپنے رب کے نام سے۔

صفا و مروہ

بیت اللہ سے متصل دو پہاڑیاں تھیں جن میں سے ایک کا نام صفا ہے اور دوسرے کا مروہ اب ان پہاڑیوں کے صرف نشان رہ گئے ہیں یہاں پر ایک عالیشان ائر کنڈیشن گیلری ہے جہاں لوگ تاسی حضرت ہاجرہ میں سعی بجالاتے ہیں ''بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں''

مسجد جن

شاہراہ حجون پر چھپرہ بازار سے آگے جنت المعلی قبرستان کے مرکزی دروازے سے چند قدم آگے ایک خوبصورت مسجد ہے جہاں پر جنوں نے سرکار دو عالم کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا۔ قرآن مجید کے انتیسواں پارہ (۲۹ویں) کی آیت ۷۲ ''سورہ الجن'' یہاں ہی نازل ہوئی تھی۔

دار ارقم

ملہ مکرمہ میں بیت اللہ سے متصل حضرت زید ابن ارقم کا مکان جو توسیع حرم کے نام

پرمسمار کیا جا چکا ہے اسلام کا پہلا سکریٹریٹ اور دعوت اسلام کا اولین مرکز جہاں حلقہ بگوش اسلام ہونے والے اولین صحابہ جمع ہوتے تھے۔

مسجد قبا

مدینہ منورہ سے چھ کلومیٹر کے فاصلے پر وہ تاریخی مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی مکہ سے ہجرت کے بعد آپ نے یہاں قیام فرمایا تھا اور اس مسجد کی بنیاد رکھی تھی، یہاں دو رکعت نماز پڑھنے کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔ سورۂ توبہ کی ۱۰۸ ویں آیت یہاں ہی نازل ہوئی تھی۔

وادی بدر

سورہ آل عمران کی ۱۲۳ ویں آیت یہاں ہی نازل ہوئی تھی۔ اسلام کی پہلی جنگ اسی مقام پر ہوئی تھی جہاں کفاران قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تھے۔

جبل احد

وہ تاریخی پہاڑ جہاں پر اسلام اور کفر کا دوسرا بڑا معرکہ ہوا اور حضورؐ سرور کائنات کے مربی و مشفق چچا حضرت حمزہ شہید ہوئے سورہ آل عمران کی ۱۲۳ ویں آیات یہاں نازل ہوئی تھی۔ یہیں پر حضرت علیؑ کے لئے ذوالفقار نازل ہوئی تھی۔

میدان خندق

مدینہ منورہ میں غزوہ احزاب کا مقام جہاں سورہ احزاب نازل ہوئی۔ جسے جنگ خندق بھی کہتے ہیں۔

مسجد قبلتین

مکی زندگی میں ۱۲ سال اور مدینہ منورہ میں ہجرت کے ۱۴ ماہ تک نمازیں قبلہ اول مسجد

اقصیٰ کی طرف منہ کر کے ادا کی جاتی تھیں ۲ ہجری میں جب پیغمبرؐ اسلام مسجد قبلتین کے مقام پر مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے کہ عین نماز کے دوران مسجد اقصیٰ کے بجائے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا۔ سورہ البقرہ کی ایک آیت یہاں بھی نازل ہوئی۔

مسجد حضرت امیر حمزہ

سورہ آل عمران کی ۱۴۰ ویں آیت یہاں نازل ہوئی یہ مسجد سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کے مزار مقدس سے تھوڑے فاصلے پر ہے۔

وادی عرفات

اس مقدس وادی میں ۹ ذی الحجہ کو تمام حجاج کرام وقوف کرتے ہیں۔ سورہ حج کی ۲۷ ویں آیت یہاں نازل ہوئی وقوف عرفات حج کا لازمی حصہ ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوسکتا۔

مشعر الحرام

مزدلفہ کی وادی میں مسجد الحرام ہے یہاں سورہ البقرہ کی ۱۹۸ ویں آیت نازل ہوئی تھی۔

وادی منیٰ

قافلہ حج کی آخری منزل حجاج عرفات کے بعد مزدلفہ آتے ہیں اور مزدلفہ کے بعد منیٰ آتے ہیں اور یہاں حجاج تین دن قیام کرتے ہیں یہیں پر مشہور مسجد خیف ہے جہاں ستر انبیاء کرام علیہم السلام نے نمازیں پڑھیں ہیں یہاں سورہ الحج کی ۲۸ ویں آیت نازل ہوئی تھی۔

مسجد فتح

یہ مسجد خندق کے مقام پر اونچائی پر تعمیر کی گئی تھی اس کا شمار سبعہ مساجد میں ہوتا تھا لیکن اب اس مسجد کو منہدم کر کے نشیب میں اسی نام کی اور مسجد تعمیر کی گئی ہے۔سورہ الاحزاب کی مشہور سورۃ نمبر ۳۲ یہیں پر نازل ہوئی تھی۔

مقام حدیبیہ

اب اس جگہ کا نام شمیسی بھی ہے یہاں پر سورہ الفتح کی آیت نمبر ۱۰ نازل ہوئی تھی اور تاریخی بیعت' بیعت رضوان عمل میں آئی تھی۔

مسجد اقصیٰ

فلسطین کے شہر بیت المقدس میں واقع ہے۔واقعہ معراج میں بھی اس مسجد کا تذکرہ آتا ہے یہاں پر سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت نازل ہوئی تھی۔

مدائن صالح

مدائن کا وہ تاریخی کنواں جہاں سے حضرت صالح کی اونٹنی نے پانی پیا تھا یہاں پر قوم ثمود کے آثار ہیں۔

الطّور

ارض مقدس کا تاریخی پہاڑ سینا اس پہاڑ کو ''کوہ الطّور'' اور ''طور سینا'' کے ناموں سے پکارا جاتا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام یہاں پر اپنے رب سے ہم کلام ہوتے تھے سورہ طٰہٰ کی ۱۳ ویں آیت یہاں پر ہی نازل ہوئی تھی۔

مدین کا کنواں

شہر مدین حضرت شعیب علیہ السلام کا مسکن تھا، مصر میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں غیر ارادی طور پر ایک قتل ہو گیا تو وہ اپنا وطن چھوڑ کر اس طرف آ گئے۔ سب سے پہلے وہ اس کنویں پر پہنچے۔ سورہ القصص کی آیت نمبر ۲۲ میں یہ واقعہ موجود ہے اور یہ آیت مدین نازل ہوئی۔

حضرت مسیح یہود کی عدالت میں

یہ واقعہ سورہ النساء کی ۱۵۷ ویں آیت میں موجود ہے

حضرت مسیح بیت المقدس کی گلیوں میں

سورہ النساء کی ۱۵۷ آیت میں یہ تذکرہ بھی موجود ہے

علاوہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، غزوی اور سرایا کے درمیان اور سفر میں بھی آپ پر وحی نازل ہوتی رہیں ان کے علاوہ ان مقامات کی نشاندھی کر دی ہے جن مقامات پر وحی نازل ہوئی ہے۔

اسی لئے مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''مجھ سے قرآن کے بارے میں پوچھو میں بتاؤں گا کہ کون سی آیت کہاں نازل ہوئی، کون سی دن میں نازل ہوئی، کون سی رات میں نازل ہوئی، کون سی سفر میں نازل ہوئی، کون سی حضر میں نازل ہوئی''۔

علوم قرآن

دنیا کی جتنی بھی آسمانی وغیر آسمانی کتابیں جو نوع انسانی کی ہدایت کی دعویدار ہیں خواہ وہ زبور ہو انجیل ہو توریت ہو صحیفہ ابراہیمی ہو یا وید ہو بدھ کی کتاب ہو وساتیر ژند یا ژند ہو نوائے لینن ہو داس کیپٹال ہو ماوزے تنگ کی ریڈ بک ہو یا کنفیوشس کے افکار ہوں قرآن سے زیادہ محفوظ جامع اور مختلف علوم سے آراستہ کوئی کتاب نہیں ہم ذیل میں قرآنی علوم کا اشاریہ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ علم الالہٰ
۲۔ علم النوامیس
۳۔ علم الامامت
۴۔ علم الملائکہ
۵۔ علم المعاد
۶۔ علم العناصر
۷۔ علم النباتات
۸۔ علم جمادات
۹۔ علم الحیوانات
۱۰۔ علم طب
۱۱۔ علم تشریح
۱۲۔ علم کیمیا
۱۳۔ علم جغرافیہ

۱۴۔علم حساب

۱۵۔علم ہندسہ

۱۶۔علم نجوم

۱۷۔ علم ہیئت

۱۸۔علم کیمیا

۱۹۔علم تعبیر خواب

۲۰۔علم موسیقی

۲۱۔علم جعفر

۲۲۔علم اخلاق

۲۳۔ علم تدبیر المنز ل

۲۴۔علم سیاست مدن

۲۵۔ علم منطق

۲۶۔ علم مناظرہ

۲۷۔علم معانی

۲۸۔علم بیان

۲۹۔علم بدیع

۳۰۔علم عروض

۳۱۔علم معمہ

۳۲۔علم الامثال

۳۳۔علم فقہ

۳۴۔علم درایہ

۳۵۔علم رجال

۳۶۔ علم تجوید

۳۷۔ علم تواریخ

۳۸۔علم الخوارق

۳۹۔علم منطق الطیر

۴۰۔علم الغیبات

۴۱۔علم النفس

۴۲۔علم قیافہ

۴۳۔علم تفسیر

۴۴۔علم صرف

۴۵۔علم نحو

۴۶۔علم القرأت

۴۷۔ علم اللغات

۴۸۔ علم انواع کلام ۴۹۔علم الابدان

پھران علوم سے جو شاخیں نکلتی ہیں ان کا بیان بھی قرآن حکیم میں موجود ہے مثلاً وعد' وعید' مجمل' مفصل' ظاہر' باطن' محکم' متشابہ' عام' خاص' ناسخ' منسوخ' امر' نہی' خطب' نظم عاری' نثر مسجع' قصص' حکم' عبرتیں اور امثال وغیرہ۔

قرآن مجید کے تراجم مغربی زبانوں میں

قرآن مجید وہ آخری صحف سماوی ہے جو خدا کے آخری نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا یہ خدا کی وہ کتاب ہے جو قیامت تک جہاںِ بشریت کی ہدایت و رہنمائی کرتی رہے گی اور اس کتاب میں ردوبدل کا اندیشہ اس لئے بھی نہیں ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خالق کائنات نے اپنے ذمہ لی ہے اس کتاب کے معجزاتی موضوعات اور زبان و بیان کو دیکھ کر عرب کے بڑے بڑے فصحاء اور شعراء پکار اٹھے کہ یہ کلام بشر نہیں ہے۔ اس کتاب کی اہمیت وعظمت کو دیکھ کر مغرب کے متشرقین نے بھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ اس کا ترجمہ کر کے اسے استفادہ کیا جائے لہٰذا اس سلسلے میں سب سے پہلا خیال مقام کلونی (فرانس) کے ایک راہب ''پطرس زابلس'' کے دل میں آیا جس نے قرآن مجید کو پہلی مرتبہ لاطینی زبان کے سانچے میں ڈھالا۔ بدقسمتی سے اس راہب کا ''۱۱۵۷'' میں انتقال ہوگیا بعد میں اس کا ترجمہ HERMAN OF DALMATIOA ROEERT REINA کی مشترکہ مساعی سے پایۂ تکمیل کو پہنچا اگرچہ ترجمہ ۱۱۴۳ میں مکمل ہو چکا تھا تاہم تقریباً چار سو سال تک وہ ایک خانقاہ میں پڑا رہا اور اسے کھلم کھلا شائع کرنے کی کسی نے جرآت نہ کی آخر میں ۱۵۴۳ میں THE ODOREBEHEIENDRE نے اسے باسل و سوسوئزرلینڈ سے شائع کیا۔

اس کے بعد اس کا ترجمہ ''جرمن' اور ڈچ وولفیزی زبان میں شائع ہوا دوسرا لاطینی ترجمہ معہ متن' شرح وحواشی کے 1940 میں FATHER LEWIS MORACCI نے مقام بدرا (اٹلی) سے چالیس ،،رر ،کی محنت شاقہ کے بعد شائع کیا۔ مراکشی پوپ

انوسنٹ یازدہم کا رفیق انتہائی متعصب راہب تھا۔

اس ترجمہ کے بارے میں "GORGE SALE" کی رائے ہے کہ عام طور پر وہ بالکل صحیح ہے مگر عربی محاورے کا اس درجہ خیال رکھا گیا کہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آ سکتا شرح مفید ہے لیکن تردیدی حواشی غیر تسلی بخش اور عصبیت پر مبنی اور بعض حالتوں میں خارج از بحث ہیں۔

"MOSEO SAVARY" نے اس ترجمے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے ترجمہ لفظی کیا ہے اور قرآن کے مضمون کو بیان نہیں کیا بلکہ اس کو لاطینی وحشی زبان میں پریشان کر دیا ہے لہٰذا اصلی عبارت کی خوبیاں جاتی رہیں تاہم اس ترجمے کو "MOSEO DURYER" کے ترجمہ پر فوقیت حاصل ہے۔

"BELLI UNDER" کے شائع کردہ ترجمہ کا ایڈیشن ۱۵۵۰ء اور ۱۷۲۱ء میں LEPSA سے شائع ہوا لیپسا ہی میں ایک عربی لاطینی قرآن ۔۔۔۔شائع کیا اور اس قسم کا ایک ایڈیشن ۱۶۴۶ء میں EMESTER DAM ہالینڈ سے شائع ہوا "PETER MAKKAR نے اندلس کا سفر کر کے عربی زبان سے واقفیت حاصل کی۔ قرآن کریم کا عربی سے ترجمہ کیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح عمری بھی لاطینی زبان میں تحریر کی۔

"M.ENDRID DORAYER" نے جو سترھویں صدی عیسوی میں مصر کی فرانسیسی کونسل میں تھا اور عربی اور ترکی زبانیں بخوبی جانتا تھا' قرآن کا ترجمہ فرانسیسی میں کر کے 1647ء میں پیرس میں چھپوایا۔ یہ ترجمہ "ROTAN INSIS" کے ترجمے سے بہتر ہے۔

مگر بقول GORGE SALE اس کا ہر صفحہ اغلاط سے پر ہے' SEWARI نے اس ترجمے کو ایک نثر غیر منظّم و بے رونق بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ اس ترجمہ سے کوئی نہیں خیال کر سکتا کہ قرآن عربی زبان میں فرد وحید ہے۔

اس کے بعد ایک ترجمہ MOSEO SEWARI نے 1752ء میں ایک۔۔۔۔ MOSEOGARSAN DE TACY نے 1829ء میں ایک ترجمہ KAZEMARISCY نے جو عربی و فرنچ ڈکشنری کا مولف ہے' 1840ء میں چھپوایا کازیمرسکی پولینڈ میں پیدا ہوا اور فرانس میں سکونت اختیار کی' اپنی سلاست اور روانی کے پیش نظر اس کا ترجمہ فرانس کے حلقہ اہل نظر میں پسند کیا جاتا ہے اس 1841ء اور 1857ء میں دو ایڈیشن چھپے۔ اس طرح سیواری اور کازیمرسکی کے ترجمے بعد ازاں متعدد بار شائع ہوئے۔

G.PATHIER نے بھی 1852 میں پیرس سے ایک فرانسیسی ترجمہ شائع کیا۔۔۔۔ MOSEO SALMAN RENASH موسیو سلمانی ریناش نے بھی ایک ترجمہ فرانسیسی میں چھپوایا "DR MORIS" نے جو فرانس کے نامور مستشرق اور ماہر علوم عربیہ ہیں گورنمنٹ فرانس کے حکم سے قرآن کریم کا ایک ترجمہ فرانسیسی زبان میں شائع کیا 1926ء میں پیرس کی ایک علمی مجلس نے قرآن کریم کا ایک حصہ "لی قرآن' کے نام سے چھاپا۔

جہاں تک معلوم ہو سکا ہے ڈنمارک یا ناروے میں کوئی ترجمہ شائع نہیں ہوا یا پھر میرے علم میں نہیں ہے کیونکہ ڈاکٹر علامہ طاہر القادری کے ادارے "منہاج القرآن" کا ناروے میں خاصہ کام ہے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے شائع کرایا ہے لیکن میری نظر سے نہیں گزرا۔

ایک ترجمہ سویڈن کی زبان میں TORINBURG نے 1874ء میں چھپوایا جو اغلاط سے پر تھا اس کے بعد پورے ساٹھ سال بعد یعنی 1934ء میں ایک ترجمہ MRUNO KALLER نے کیا جناب موصوف کا شمار سویڈن کے علماء میں ہوتا ہے اور اب وہ مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں ترجمہ ووکنگ مشن کی مدد سے کیا گیا ہے اور اچھا ہے ایک سورہ کا ترجمہ الفانسو دہم کی درخواست پر تیرھویں صدی میں حکیم ابراہیم نے ہسپانی زبان میں کیا جس کا فرانسیسی ترجمہ یوناونچرادی سیو نے کیا پورے قرآن کا ترجمہ ہسپانی زبان میں نہیں ہوا اور نہ یونانی میں ہوا ہے۔ حالانکہ ملک ملک یونان مدت سے اسلامی مما لک کا ہمسایہ ہے۔

قدیم عبرانی زبان میں قرآن کے ترجے کا پتہ نہیں چلا' لیکن یہودی قاموس العلوم و جیوشج انسائیکلو پیڈیا سے عبرانی ترجموں کے بعض ٹکڑوں کا پتہ چلا ہے۔

علاوہ ازیں ایک کتب فروش کی فہرست میں بھی قرآن کا ذکر ہے۔ سترھویں صدی میں یعقوب بن اسرائیل نے جس کا انتقال 1634ء میں ہوا قرآن کا لاطینی سے عبرانی میں ترجمہ کیا۔ زمانہ حال میں قرآن کا عبرانی ترجمہ ''ہرمن رکنڈرف'' نے کیا ہے جو لیپسہ سے 1857ءمیں شائع ہوا۔

جرمن زبان میں قرآن کا ترجمہ سب سے پہلے مشہور جرمن مصلح اور پروٹسنٹ فرقے کے بانی MARTIN LUTHER نے کیا جو 10 نومبر 1482ء کو پیدا ہوا اور جس نے اندلس میں عربی زبان سیکھی اور اٹلی کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پائی' جن میں اس وقت ارسطالیسی اور عربی کا درس دیا جاتا تھا۔

یہ ترجمہ ایک لاطینی ترجمہ کی مدد سے اصل میں کیا گیا۔ لوتھر پر اس ترجمے کا یہ اثر ہوا کہ

اس نے دین مسیحی کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔جس پر اسے سخت اذیتیں دی گئیں۔

"LEWIS MORACCI" "لیومراکشی نے قرآن اور لوتھر کے اصول بت شکنی کو باہم مطابق بتایا ہے۔لوتھر کی تعلیم قرآن کی تعلیم سے اس درجہ مشابہ تھی کہ جرمن کے متعصب پادریوں نے اس پر در پردہ اسلام پھیلانے کا الزام لگایا اور حقیقت میں لوتھر کی اصلاحی تحریک تعلیم قرآن ہی کا پرتو تھی۔

ایک جرمن ترجمہ SEWIGGER نے اطالوی سے نورزگ میں چھپوایا۔اسی طرح فریڈرک میگرلین FREDERK MEGERLIN نے بھی ایک ترجمہ قرآن کا جرمن 1772ء میں شائع کیا۔سیل کے انگریزی ترجمہ قرآن کا جرمن ترجمہ تھوڈور آرنلڈ THEODRE ARNO نے 1746ء میں لمگو (جرمنی) سے شائع کیا' لیکن قرآن کریم کا بہترین ترجمہ وہ ہے جو سی بوائسن نے 1773ء میں کیا اور معہ دیباچہ و حواشی شائع کیا۔اس ترجمہ کو بھی "وائل" نظر ثانی کے بعد 1828ء میں شائع کیا۔

1853ء میں ایک ترجمہ الماں ALLMANN نے کیا جس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں ایک ترجمہ گریگل GRIGOLL نے بالی سے شائع کیا۔فریڈرک روکروٹ FREDRIVH REKART کے ترجمہ کردہ حصص قرآن کوگسٹ ملر AUGUST MULLER نے 1888ء میں طبع وشائع کیا۔

ایک کلامراتھ M.KLAMAOTH نے پچاس قدیم سورتوں کا ترجمہ "ڈائی فونزک لسٹنٹنس سون" کے نام سے 1890ء میں ہمبرگ سے شائع کیا۔جس سورتوں کی ترتیب کو پورے طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے لپسہ کے مشہور عالم عربی IH.FLEIVHER نے بھی قرآن کا جرمن میں ترجمہ کیا۔مگر وہ انطباع پذیر نہیں ہوا۔

''ڈاکٹر نولڈ'' کا خیال ہے کہ جرمن ترجمے انگریزی ترجموں کے برابر اچھے نہیں۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا جرمن ترجمہ القرآن معہ تفسیر بمقام برلن 1938ء میں شائع ہوا۔ یہ جرمن زبان میں پہلا مستند اور صحیح ترجمہ ہے۔ تفسیر یورپ کے مذاق اور ضروریات کو پیش نظر اور احمدی مسلک کے نقطہ نظر کو بھی پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔

ڈچ اور ولندیزی زبان میں پہلا ترجمہ عریش القرآن کے نام سے شوگیر کے ترجمے کی بنا پر 1941ء میں ہمبرگ سے شائع کیا گیا ایک اور ترجمہ ڈورائز کے ترجمے سے J.H.GLESS SEKER نے لیڈن میں 6158 میں چھاپا جس کے بعد ایڈیشن شائع ہوئے۔ ڈیلیٹ ہالینڈ کے پروفیسر شرح محمدی ڈاکٹر کیرز نے بھی ایک ترجمہ 1860ء میں ہارلم سے شائع کیا بعد ازاں DOCTOR D.KESER نے سیل کے انگریزی ترجمہ کو ڈچ زبان کا لباس پہنا کر طبع کیا اور وہی اس وقت ہالینڈ میں رائج ہے 1930ء میں ایک اور ترجمہ ڈچ زبان میں ہیگ کے ایک مسلمان فاضل نے شائع کیا جو ڈچ زبان کے تمام سابقہ ترجموں سے بہتر ہے۔ قرآن کریم کا سب سے پہلا روسی ترجمہ 1776 میں ST.PETER,S BURG حال پٹروگراڈ میں انطباع پذیر ہوا۔

اطالوی زبان میں '' القرانو دی مکویٹو'' کے نام سے INDRIA ARRAVABENE نے VENAS میں 1847ء میں شائع کیا' چونکہ وہ بیل انڈر کے لاطینی ترجمہ سے اخذ کیا گیا تھا اس لئے نقائص سے لبریز تھا۔ قرآن کا ایک اطالوی ترجمہ۔ PROFESAR AIKOLIOFARKAIS RAYOL TECHNICAL SCHOOL OF MEELANO نے 1914ء میں کیا۔ اس کے مقدمے میں پہلے ترجموں کی کیفیت اور اس کے بعد مختلف ابواب قرآن کی توضیح کی

گئی ہے۔

پندرھویں صدی مسیحی میں JOHANNES JANDREEZ جو'' ایگزاٹو میٹشیا'' کا باشندہ تھا۔ بشپ بارسلونا اور حاکم ارگون کے حکم سے نہ صرف قرآن کا ترجمہ'' ارگونی'' زبان میں کیا بلکہ اس کی شرح بھی چھاپی۔ یہ شخص پہلے ایک مسلمان فقیہ تھا پھر المنشیا صوبہ اندلس میں عیسائی ہوگیا۔ اس نے کتب احادیث کا بھی ترجمہ کیا۔ یہ بھی بزور شمشیر اسلام پھیلانے کا منطقی نتیجہ تھا۔ ملکوں کی فتوحات میں کچھ نہیں رکھا جب آدمی اسلام کا بغور اور عمیق مطالعہ کرے گا اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ملوکیت کے کے کار پردازوں کے کردار کا مطالعہ کرے گا اور وہ جب یہ دیکھے گا کہ رسولؐ اسلام کی تعلیم کو کس طرح بھلا دیا گیا اور کس طرح مسلمانون نے خاندان رسالت کی بے حرمتی کی اور کس طرح ان کی شہادت چہرہ اسلام کا غازہ بن گئی اور جب بھی اس پر حقائق آشکار ہوں گے وہ اسلام سے کنارہ کش ہونے میں عافیت سمجھے گا اگر اس نے دین اہلبیت الطاہرین سے لیا ہوتا تو وہ کبھی مسلمان سے عیسائی نہ ہوتا۔

1701ء میں پروشیا کے ایک درویش '' ٹیوریا اکولوتھر نے قرآن کا ایک ایڈیشن برلن میں چھاپا جس میں عربی کے علاوہ فارسی' ترکی اور لاطینی ترجمہ بھی تھا۔ یہ ایڈیشن اب نایاب ہے' کچھ زمانہ ہوا خالد شیلڈرک صاحب نے قرآن کا ترجمہ'' اسپرنٹو'' میں کرنا شروع کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا خیال ہے کہ اسلام اور اسپرنٹو کو عام طور پر ایک ہی مقصد پیش نظر ہے۔ یعنی یہ دونوں نسل ورنگ وذات کے مصنوعی حدود کو توڑنا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید کے تراجم مشرقی زبانوں میں

فارسی زبان میں ترجمہ:

۱۔مجمع البیان مولف شیخ ابوعلی الفضل بن الحسن طبرسی

۲۔القرآن الحکیم ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ناشر: پشاور نورانی کتب خانہ

۳۔قرآن مجید: مترجم: سید رضا سیراج۔ناشر: تہراان شرکت سھامی

۴۔قرآن عظیم: مترجم: فیض الاسلام ناشر: بی جاء

۵۔قرآن کریم: مترجم: مہدی الٰہی قمشہ ای۔ناشر: تہران بنیاد نشر قرآن انتشارات امیر کبیر

۶۔قرآن: مترجم: محمد خواجوی۔ناشر: تہران انتشارات مولی

۷۔قرآن مجید: مترجم: احمد کادیان پور۔ناشر: انتشارات اقبال

۸۔القرآن الکریم: مترجم: جلاالدین فارسی ناشر: تہران انجام کتاب

۹۔القرآن الحکیم: مترجم: ڈاکٹر سید جلال الدین مجتبوی' ناشر: تہران انتشارات حکمت

۱۰۔قرآن مجید: مترجم: عباس مصباح زادہ' ناشر: تہران سازمان چاپ و انتشارات جاویدان

۱۱۔قرآن مجید: مترجم: محمد کاظم معزی' ناشر: قم انتشارات

۱۲۔قرآن مجید: مترجم: کاظم پور جوادی' ناشر: بنادائرہ المعارف اسلامی تہران

۱۳۔القرآن الکریم: مترجم: حاجی محمود یاسری ناشر: انتشارات اسلامیہ تہران

۱۴۔قرآن مجید: مترجم: عبدالمجید آیتی ناشر: انتشارات سروش تہران

۱۵۔قرآن مجید و فرقان عظیم: مترجم: حاج محمود اشرفی تبریزی' انتشارات جاویدان

۱۶۔قرآن مجید: مترجم: ناصر مکارم شیرازی' ناشر: دارالقرآن الکریم قم

۱۷۔قرآن مجید: مترجم: محمد مہدی فولادوند ناشر: قم دارالقرآن ودفتر مطالعات تاریخ و معارف اسلامی

۱۸۔القرآن الکریم: مترجم: حاج میرزاابوالحسن شعرانی' ناشر: تہران کتاب فروش اسلامیہ

۱۹۔قرآن کریم: مترجم: بہاالدین خرمشاہی' ناشر: تہران انتشارات نیلوفر جامی

فارسی زبان میں قرآن مجید کا سب سے پہلا ترجمہ غالباً وہ ہے جو شیخ سعدی شیرازی متوفی 691ھ نے کیا۔ فارسی زبان میں قرآن الحکیم کے بے شمار تراجم موجود ہیں۔'' برونٹ'' نے اپنی تالیف میں ایک قدیم فارسی ترجمے کا ذکر کیا ہے۔

دہلی کے فاروقی پریس نے 1315 ہجری میں متعدد زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ شائع کیا ہے اس کی ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ اول سطر میں عربی زبان اور اس کے بعد دوسری سطر میں اس کا ترجمہ فارسی زبان میں' تیسری سطر میں لفظی اردو ترجمہ اور چوتھی سطر میں سلیس و بامحاورہ ترجمہ ہے۔ فارسی ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب کا ہے۔ متن کے علاوہ حاشیے پر قرآنی مطالب کی توضیح اردو اور فارسی زبانوں میں کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں فارسی زبان کے بے شمار تراجم کے نادر نسخے آقای شہاب الدین عشی نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ کے نادر کتب خانہ قم ایران میں اور آستانہ قدس رضویہ مشہد مقدس کی لائبریری میں موجود ہیں۔

قرآن کا ایک ترجمہ رنڈیا ڈاکٹر امام الدین امرتسری نے رومن اردو میں کیا ہے جسے کرسچن مشن پریس الہٰ آباد نے طبع کیا ہے یہ پہلا ترجمہ ہے جو رومن اردو میں ہوا ہے۔

قرآن کا ایک ترجمہ ''نواح باطوم'' کی زبان میں ہو چکا ہے اس کا حوالہ فرانس کے

رسالہ ریو موند مزلمان کی جلد چہارم ص 634 پر دیا ہے۔

قرآن مجید کا چینی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے اس کی پوری تفصیل ''ایم ایل بووٹ'' اور ایم ایف فرجانلی رسالہ ریو یو موند مزلمان میں بیان کی ہے۔

1927 میں ایک غیر مسلم چینی نے ''راڈوویل'' کے انگریزی قرآن کو چینی لباس پہنایا جو بالکل غلط تھا اور چینی مسلمان علماء نے اسے خریدنے سے منع کر دیا تھا۔

1932 میں شنگھائی کے ایک یہودی نے قرآن کا ترجمہ چینی زبان میں کیا۔ علماء نے اسے بھی پسند نہیں کیا۔

1932 میں ہی جدید چینی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ پورے ملک میں مقبول ہوا اور یہ قرآن حکیم کا پہلا ترجمہ تھا جو چینی مسلمانوں نے شائع کیا ہے۔

جاپانی زبان: میں قرآن مجید کا پہلا ترجمہ شیخ عبدالرشید ابراہیم نے جاپانی علماء کی مدد سے کیا۔

جاوی زبان: میں قرآن کا ترجمہ ''سمارنگ ڈکری این یوکھنڈل (بیٹویا)'' نے 1913 میں سو سو صفحوں کے حصوں میں شائع کیا۔

برمی زبان: میں قرآن پاک کا ترجمہ ''مسٹر یو با اودھ کے آئی ایچ'' نے جن کا اسلامی نام احمد اللہ ہے نے کیا۔ برمی زبان میں ایک اور ترجمہ مولوی رحمت اللہ مسلم مشنری جمعیت العلماء برما رنگون نے شائع کیا۔

مرہٹی زبان: میں قرآن کریم کا ترجمہ حکیم صوفی میر یعقوب خان نے بمبئی سے شائع کیا۔ ہز ہائی نس میر عثمان علی خان حیدر آباد دکن نے ترجم کو گرانقدر انعام رحمت فرمایا اور مترجم کے لیئے تاحیات ماہانہ وظیفہ مقرر کیا اور کوئی سو جلدیں خرید کر حیدر آباد دکن میں مفت

تقسیم کیں۔

تیلگو زبان: قرآن کا ترجمہ مسٹر نرائن راو پروفیسر گورنمنٹ آرٹس کالج نے تیلگو زبان میں کیا تیلگو زبان میں قرآن کا دوسرا ترجمہ ایک مرہٹہ بزرگ مسٹر ونکٹارمتن نے کیا۔

ملیالم زبان: میں مسٹر ایس این کرشن راو ایڈیٹر ماہنامہ ''سرگرو'' قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔

کناری زبان: میں قرآن مجید کا کناری زبان میں دارالاشاعت بنگلور سٹی نے شائع کیا جو جنوبی ہند کی عام زبان ہے۔

ترکی زبان: میں قرآن مجید کا ترجمہ سلطان عبدالحمید مرحوم کے عہد حکومت میں ہوئے اور متعدد ترجمے ہوئے۔ ترکی زبان میں ایک خوبصورت قرآن مع ترجمہ کے 1320 میں قسطنطنیہ کے نجاریہ پریس میں شائع ہوا۔ اس کے کئی سال کے بعد ابراہیم علمی کی طرف سے قرآن کا ایک ترجمہ ''ترجمۃ'' کے نام سے شائع ہوا۔

ایک اور ترجمہ ترکی کے پندرہ روزہ جریدہ ''اسلام مجموعہ سی'' میں چھپا یہ رسالہ حلیم ثابت کی زیر ادارت شائع ہوتا ہے۔

ترکی میں کمال اتاترک کی نام نہاد روشن فکر کے آنے کے بعد ترکی یورپی تہذیب کا لبادہ اوڑھ کر جدت وجدیدت بلکہ مغربیت کے مکمل حصار میں آ گیا اور اسلامی فکر رکھنے والوں کو ازکاررفتہ out of date اور دقیانوسی سمجھا جانے لگا' مغربی ثقافت کو اپنا کر مغربی لباس کو پہن کر ترکی قوم خود کو ماڈرن سمجھنے لگی۔ لہٰذا دین بھی دنیاوی حکومت کی سرپرستی میں چلا گیا اور سرکاری سطح پر قرآن کریم کا ترکی زبان میں ترجمہ کرا کر شائع کئے گئے اور سابقہ تراجم کو ناقص وناتمام قرار دیا گیا۔

اب محکمہ معارف کے زیر ادارت ایک مکمل ترجمہ مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں قرآن کی

اصل عبارت اور ترکی ترجمہ دونوں شامل ہیں۔ ترجمہ مختصر ہے۔ حاشیہ پر ضروری علمی اور فقہی تشریحات ہیں حکومت ترکی نے مشہور ترکی شاعر محمد عاکف بک کو اس خدمت پر مامور کیا جو ترکی کے ''اقبال'' ہیں ترجمہ ترکی علماء کی ایک کمیٹی کے سامنے پیش ہوا جس نے آخری فیصلہ صادر کیا۔

سواحلی زبان: میں قرآن شریف کا ترجمہ عیسائیوں نے کیا' سواحلی زبان مشرقی افریقہ کی معروف زبان ہے۔ یہ ترجمہ کیا تھا بلکہ اسلام پر ایک معاندانہ تنقید تھی۔ اس لئے قرآن مجید کا ایک ترجمہ سواحلی زبان میں ''نیروبی'' میں ہوا اور دوسرا ترجمہ ''زنجبار'' میں کیا گیا یہ دونوں ترجمے عیسائیوں کی تنقید کو پیش نظر رکھتے ہوئے کئے گئے تا کہ عیسائیوں کے الزامات کو رد کیا جاسکے۔

عبرانی زبان: میں قرآن مجید کا ترجمہ یروشلم (اسرائیل) کی عبرانی یونیورسٹیوں کی زیر نگرانی ڈاکٹر جوزف رولن قرآن کا ترجمہ عبرانی زبان میں کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر موصوف عربی اور عبرانی دونوں زبانوں کے ماہر ہیں اور ان کی محنت' تجس اور احتیاط کا کچھ اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ قرآن کی پہلی چار سورتوں کے ترجمے میں انہوں نے بیس سال کا زمانہ صرف کیا۔

قرآن حکیم خدا کی وہ آخری والہامی کتاب ہے جو جہانِ بشریت کے لئے ہدایت ہے' اس کا ترجمہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں ہو چکا ہے ان میں بہت سے تراجم یا تفسیر کی کماحقہ اطلاعات ہمارے پاس نہیں ہیں ہمیں جہاں سے بھی چیدہ چیدہ اس کے بارے میں علم ہوا آپ کی ضیافت مطالعہ کی نذر کر دیا ہے اب ہم وطن عزیز پاکستان کی چند زبانوں میں قرآن کے تراجم' اور پھر اس کے بعد تفاسیر کا ذکر کریں گے۔ جہاں جہاں بھی مسلمان آباد

ہیں اور جو جو بھی زبانیں وہ بولتے ہیں اہل علم اس زبان میں قرآن کا ترجمہ وتفسیر کر کے انہیں سہولت بہم پہنچا رہے ہیں تاکہ وہ استفادہ کر کے دین کو پوری طرح سمجھ سکیں اور خدا کی اس آخری ہدایت سے ہدایت حاصل کر سکیں۔لیکن پہلے کچھ انگریزی زبان کے تراجم کا ذکر ہو جائے۔

انگریزی زبان میں قرآن کے ترجمے

انگریزی زبان دنیا میں بولی جانے والی شاید پہلی یا دوسری بڑی زبان ہے۔یورپ میں یہ زبان اس لئے مقبول ہے کہ وہاں کی زبان ہے۔برصغیر میں یہ زبان اس لئے مقبول ہے کہ دوسو سالہ انگریزوں کی غلامی کے دیرپا اثرات ہیں جو ہم انگریزی بولنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور پڑھا لکھا ہی اسے مانتے ہیں جسے انگریزی آتی ہو۔خیر ویسے ایک دو سے زائد زبانوں کا جاننا اچھی بات ہے لیکن یہاں یہ موضوع بحث نہیں ہے بلکہ ذکر ہے قرآن مجید کے انگریزی تراجم کا۔

آج سے پندرہ بیس دہائی پہلے یونان کو علم وتہذیب وتمدن کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا اور دنیا کے بڑے بڑے دانشوار' فلاسفر اور حکماء یونان نے پیدا کئے۔افلاطون' بطلیموس' سقراط اور ارسطو جیسے نابغہ روزگار کا تعلق یونان سے تھا۔لیکن اسلام کے طلوع کے بعد' حکیم بوعلی سینا' رازی' جابر بن حیان' عمر خیام اور دیگر بے شمار سربلند شخصیتیں عالم اسلام میں معرض وجود میں آئیں۔یورپ اس وقت علم کے نور وضیا سے کوسوں دور تھا اور مسلمانوں سے مسلسل صلیبی جنگ میں مصروف تھا لیکن کچھ عرصہ بعد یورپ نے جہل کے لبادہ کو اتار کر علم کے لبادہ کو زیب تن کر لیا اور یونانیوں اور مسلمانوں کے علوم وتہذیب وتمدن کا بھرپور مطالعہ کیا اور ان کے مذہب سے صحیح واقفیت حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کی۔

چنانچہ قرآن مجید کا پہلا ترجمہ لاطینی زبان میں موجودہ معلومات کے مطابق سب سے پہلے 1242ء میں ہوا اور مطبع کی ایجاد کے بعد 1542 میں بمقام باسل چھپ کر شائع ہوا۔ اس کے بعد دوسرا ترجمہ جو کہا جاتا ہے کہ پہلے سے بدرجہا بہتر ہے 1698 میں بمقام پیڈوا شائع ہوا مترجم کا نام Morocci ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے وقت کا خاصہ فاضل تھا۔

اس کے بعد اطالوی اور فرنچ زبانوں میں ترجمے ہونے لگے۔

انگریزی میں سب سے پہلے ترجمہ دراصل لیٹن ترجمہ کا ترجمہ ہے 1648 سے 1688 تک شائع ہوا یہ اب گویا ناپید ہے۔

دوسرا ترجمہ جارج سیل کے قلم سے لندن میں 1734 میں شائع ہو رہا ہے سوا دو سال تک اس ترجمے کی مقبولیت حیرت انگیز ہے۔ بے شک یہ ترجمہ سراہے جانے کا حقدار ہے ایک عرصے تک سیل کا ترجمہ انگریزی میں متداول رہا یہاں تک 1861 میں کیمبرج یونیورسٹی کے ایک استاد جسے ایم راڈویل J.M.RADOWEL نے اپنا ترجمہ شائع کیا اور جدید انگریزی اور نئے اسلوب کے ساتھ پیش کیا چونکہ سیل کا ترجمہ بہت قدیم تھا لہٰذا اس کی زبان بھی پرانی تھی جیسے اردو میں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدلقادر کی زبان شیخ الہند محمود حسن کے وقت پرانی ہو چکی تھی انگریزی ادب کا ذوق رکھنے والوں نے واڈویل کے ترجمے کو زیادہ پسند کیا پھر راڈویل 1876 میں اس ترجمے کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا اس میں ایک طویل دیباچہ تحریر کیا اور اس میں یہ جدت پیدا کی کہ سورتوں کی ترتیب تاریخ نزول کے مطابق کردی۔ چنانچہ سورہ علق سے شروع کر کے مدثر سے ہوتے ہوئے سورہ مائدہ پر ختم کیا۔ 1880 میں OXFORD UNIVERSITY کے ایک جرمن پروفیسر

MAXSIMO کو جوخود بھی سنسکرت کا عالم تھا مشرق کی تمام کتب مقدس کوانگریزی میں منتقل کرنے کا خیال آیا قرآن مجید کا ترجمہ اس نے پروفیسر پامہ کے سپرد کیا جو کمیبرج یونیورسٹی میں عربی زبان کے استاد تھے پامہ کا ترجمہ قرآن دوضخیم جلدوں میں 1900 میں نکلا اورایک زمانے تک مستند اور عالمانہ سمجھا جاتا رہا اور صحیح بات تو یہ ہے کہ اس کاراڈویل وغیرہ کے مقابلے میں قرآن سے قریب تر ہے اس کی شہرت تو کچھ روز بعد سرد ہوگی البتہ ان کے تراجم کے مختلف ایڈیشن چھوٹے سائز کی ایک جلد میں نکلا اس پر پروفیسر نکلسن کا مقدمہ تھا۔

کل قرآن کے ترجمے کے علاوہ جزوی ترجمے کا سلسہ جاری رہا E.W. Lane نے ۱۸۴۳ء میں منتخبات قرآن انگریزی میں شائع کیا۔ کتاب کے دو حصے تھے، پہلے میں عقائد اسلامی سے متعلق قرآنی آیات کے ترجمے تھے۔توحید، رسالت، قرآنی وحی، حشر، ملائکہ، جنت، جہنم، تقدیر، کفر و ایمان وغیرہ کے زیر عنوان اور دوسرے حصے میں قصص القرآنی، انبیاء، سابقین، کتب سماوی، آدم وحوا، ہابیل وقابیل، نوح طوفان نوح، عادوثمود، موسیٰ وعیسیٰ، عزیز و مسیح وغیرہ سے متعلق اقتباسات تھے۔ یہ ایڈیشن اب نایاب ہے۔

۱۸۷۹ء میں لین کے بھتیجے اور جانشین Steny Lane Pole نے بہت کچھ ترامیم واضافے کے بعد اس کا نیا ایڈیشن شائع کیا وراس کے توضیحی حاشیے گھٹا کر ایک مفصل مقدمہ بھی اپنی طرف سے بڑھا دیا۔

یہ سب ترجمے غیر مسلموں کے تھے اب ہم مسلمانوں کے کئے ہوئے انگریزی تراجم کی طرف آتے ہیں۔ سب سے پہلے ڈاکٹر عبدالحکیم نے انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کیا ڈاکٹر صاحب پہلے تو قادیانی تھے پھر اس حلقے سے نکل آئے۔ رامپور سے قرآنیات کے موضوع

پر ایک ماہنامہ ''الذالحکیم'' کے نام سے نکالتے تھے۔ قرآن مجید کا ایک اور ترجمہ ۱۹۱۱ء میں دو جلدوں میں انگریزی میں مع عربی متن کے ساتھ شائع ہوا جسے مرزا ابوالفضل الہٰ آبادی نے کیا تھا۔

اسی زمانہ میں ۱۹۱۵ء میں احمدی قادیانی فرقے کی انگریزی تفسیر کا پارہ اول شائع ہوا۔

مدرستہ الواعظین کی جانب سے شیخ بادشاہ حسین کا انگریزی زبان میں قرآن کا ترجمہ شائع ہوا۔ ۱۹۳۰ء میں ایک نومسلم انگریز محمد مارماڈیوک پکتھال نے قرآن کا ترجمہ انگریزی میں "Meaning of the Glorious Quran" کے نام سے شائع ہوا۔ پکتھال اپنی زبان کا معروف ادیب تھا اس کی زبان کی شائستگی و شستگی کا کیا کہنا۔ اس ترجمہ کو پڑھ کر تعلیم یافتہ طبقے نے سکھ کی سانس لی اور کہا کہ اب جا کر ہم اس قابل ہوئے کہ اپنی کتاب دوسروں کے ہاتھ میں دے سکیں۔

۱۹۳۰ء میں ہندوستان کے ICS آفیسر عبداللہ یوسف علی جو انگریزی کے انشا پرداز تھے انہوں نے قرآن کا انگریزی ترجمہ کیا تھا۔ جسے انگریزی پبلشر شیخ محمد اشرف نے شائع کیا۔ ایک اور انگریزی ترجمہ

The Holy Quran translated and Commintary by Ayatullah Aga H. M. M. Pooya Yazdi نے فرمایا۔

قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر سندھی زبان میں

۱۔ قرآن مجید کا پہلا سندھی ترجمہ آخوند عزیز اللہ متعلوی ۱۱۶۰ ہجری میں کیا۔

۲۔ مولانا تاج محمد امروٹی

۳۔ مولانا محمد مدنی۔ کھڈہ کراچی

۴۔شیخ عبدالعزیز سد محمد سلیمان

۵۔قاضی عبدالخالق روہڑی

۶۔مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی

۷۔مولانا محمد اسمعیل شکارپوری

۸۔مولانا ارباب اللہ جوڑیو۔ڈیپلو

۹۔مولانا غلام اکبر کچھی

تفسیر قرآن حکیم

۱۔تفسیر ہاشمی۔مولانا مخدوم محمد ہاشم

۲۔تفسیر مفتاح۔مولانا رشد اللہ۔رشید الدین شاہ پیر جھنڈا، طبع یمنی

۳۔تنویر الایمان۔مولوی محمد عثمان۔مدرستہ الاسلام۔کراچی

۴۔تفسیر کوثر۔پیر مردان علی شاہ پگارو۔قرآن پریس۔حیدر آباد

ترجمہ قرآن در اردو زبان

اردو زبان میں قرآن کے قدیم تراجم کرنے والوں میں سرفہرست نام جناب رضوان مآب، مولانا رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کا ہے۔شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں قرآن پاک کے کئی ترجمے ہوئے ان میں ایک نمایاں نام نامور طبیب حکیم محمد شریف خان کا ہے۔علاوہ ازیں اردو زبان میں قرآن مجید کے سینکڑوں ترجمے ہوئے ہیں۔جن کا ذکر تفسیر قرآن کی تفصیل میں کریں گے۔

ترجمہ قرآن بنگالی زبان میں

بنگالی زبان میں قرآن مجید کے 65 سے زائد تراجم ہو چکے ہیں۔

قرآن مجید کا سب سے پہلا بنگالی ترجمہ پوتھی ادب کی زبان میں ۱۸۶۸ء میں شائع ہوا تھا یہ ترجمہ نامکمل تھا' بنگالی زبان میں پہلا مکمل ترجمہ سب سے پہلے برہمن دھرم کے گیریش چندراسین نے کیا تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بنگلہ زبان میں قرآن مجید کا سب سے پہلا ترجمہ مولانا عباس علی صاحب نے کیا تھا۔ جو مصنف کتب ہائے کثیرہ ہیں اور مکتب اہلبیتؑ سے تعلق رکھتے ہیں یہ ترجمہ 33 بینے پوکو روڈ کلکتہ الطافی پریس میں طبع و شائع ہوا۔ بیان القرآن ترجم مولانا نور الرحمٰن یہ ترجمہ امدادیہ لائبریری چوک بازار ڈھاکہ سے شائع ہوا۔ بنگالو باد قرآن شریف سے اسے عبدالحکیم اور مولوی حسن علی صاحبان نے تقسیم ہند سے قبل کیا تھا یہ ترجمہ کلکتہ سے شائع ہوا۔ اب یہ منزل بابو بازار ڈھاکہ سے شائع ہوا ہے القرآن جس کے مترجم وناشر اسلامک اکیڈمی ڈھاکہ ڈائریکٹر مسٹر ابوالہاشم ہیں۔

قرآن حکیم کے تراجم' سندھی' پشتو' براہوی زبان میں موجود ہیں لیکن چونکہ ہمیں ابھی قرآن حکیم کی تفاسیر کا تفصیلی جائزہ لینا ہے لہٰذا ہم ان زبانوں اور بشمول ہندی' گجراتی' سواحلی کے بارے میں تفسیر کے موضوع پر گفتگو کریں گے۔ چونکہ یہ ایک ذیلی موضوع ہے لہٰذا اختصار کے پیش نظر ہم نے تفصیل میں جانے سے عمداً گریز کیا ہے کیونکہ قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر دنیا کی مختلف زبانوں میں خود ایک تحقیق طلب' عمیق اور وسیع موضوع ہے جس کے لئے کئی ضخیم جلدیں درکار ہیں اور پھر قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور تا قیام قیامت جاری رہے گا۔ لہٰذا اس موضوع پر مکمل و حتماً کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ ایک دہائی کے بعد تراجم و تفاسیر کی تعداد میں مزید سینکڑوں کا اضافہ ہو چکا ہوگا۔ اس

وقت کے محققین ہماری آج کی تحقیق کو نامکمل قرار دیں گے کیونکہ اس سلسلے کو تا ظہور امام زمانہؑ آگے جانا ہے لہٰذا ہم اسے آج تک محدود رکھتے ہیں کل کی تحقیق مستقبل کے محققین کریں گے۔

قرآن مجید کے اردو تراجم وتفاسیر

قرآن حکیم خدا کی آخری ہدایت وآخری صحف سماوی ہے جو خاتم النبین سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ اس کتاب کی نور وضیا سے پورا عرب منور ہو گیا اور کچھ عرصہ بعد اسلام کی وسعت کے ساتھ ساتھ قرآن کی ضیاپاشی عرب سے ہوتی ہوئی عجم اور عجم سے ہوتی ہوئی پوری دنیا میں پھیل گئی۔ اسلام اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے پہلی صدی ہجری میں اسلام سندھ پہنچا تو قرآن بھی سندھ میں پہنچ چکا تھا اور یہیں سے برصغیر پہنچا۔

سندھی زبان مین قرآن کا ترجمہ ایک عراقی عالم نے کیا جو یا تو سندھ میں پیدا ہوا تھا یا سندھ میں پروان چڑھا تھا اس ترجمہ سن ۲۷۰ھ کا ہے۔ یہ ترجمہ اب ناپید ہے۔ سیارہ ڈائجسٹ کے قرآن نمبر میں جناب محمد عالم مختار حسین نے اس ترجمہ کا تذکرہ کیا ہے لیکن ترجم کا نام تحریر نہیں کیا اور بقایا تفصیلات تحریر ہیں کہ کہاں طبع ہوا اور کس نے شائع کیا۔ پہلے کوتاہ نظر علماء نے ترجمے کی سخت مخالفت کی اور اسے ممنوع قرار دیا۔ قرآن کا پہلا ترجمہ وتفسیر عربی سے فارسی زبان میں جب کیا گیا تو اسے خلاف اسلام قرار دیا گیا اور کئی مترجموں کو سزا بھی دی گئی۔ لیکن مقامی باشندوں کو قرآنی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لئے تراجم و تفسیر کی اہمیت اور ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

لہٰذا برصغیر زمین کی مقامی زبانوں، دکنی اردو، ہندی، گجراتی، ملیالم، مرہٹی، پشتو، بنگلہ، سندھی، براہوی اور اردو زبان میں سینکڑوں ترجمے ہوئے۔ ذیل میں ہم آپ کے مطالعہ کے لئے فہرست پیش کر رہے ہیں۔

نام ترجمہ یا تفسیر	نام مفسر	مقام اشاعت	مطبع	سن اشاعت
۱۔ ترجمان القرآن	مولانا غلام محی الدین ابوالکلام آزاد	دہلی	جید برقی پریس	۱۹۳۱
۲۔ تفسیر القرآن	مولانا عبدالقادر آزاد	لاہور	جید برقی پریس	۱۹۳۱
۳۔ اعجاز القرآن	آغا رفیق بلند شہدی	حیدرآباد	دہلی قدسی پرنٹنگ پریس	۱۹۵۰
۴۔ تفہیم القرآن	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی	لاہور	مکتبہ تعمیر انسانیت و مکتبہ ترجمان القرآن	۱۹۶۸
۵۔ انگریزی ترجمہ	مترجم چوہدری محمد اکبر	لاہور	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ	۱۹۷۰
۶۔ تفسیر الحسنات	علامہ سید محمد احمد ابوالحسنات قادری	لاہور	مقبول عام پریس	۱۳۷۶ھ
۷۔ القرآن	ابوالفضل میرزا بنگالی	الٰہ آباد		۱۹۱۳ء
۸۔ انگریزی ترجمہ	ابوالفضل میرزا بنگالی	الٰہ آباد	اے اصغر اینڈ کمپنی	۱۹۱۳ء
۹۔ تفسیر خلیلی	ابومحمد ابراہیم بن الحکیم الحاج عبدالعلی آروی	آرہ انڈیا	مطبع خلیلی	۱۸۸۹ء
۱۰۔ توضیح القرآن	ابومحمد مصلح حیدرآبادی	ممبئی	علی بھائی شرف علی اینڈ کمپنی	۱۹۶۶ء
۱۱۔ تفسیر اکسیر اعظم	مولانا احتشام الدین مرادآبادی	لکھنو	نول کشور پریس	۱۳۱۳ھ
۱۲۔ تفسیر بیان الناس	احمد الدین امرتسری	امرتسر	دفتر امت مسلمہ	۱۹۱۵ء
۱۳۔ احسن تفاسیر	مولانا احمد دہلوی	دہلی۔ لاہور	کرن گزٹ	۱۹۱۵ء
۱۴۔ احسن الفوائد	مولانا سید احمد حسن	دہلی	جید برقی پریس	۱۳۴۷ھ
۱۵۔ تفسیر القرآن	مفتی انتظام اللہ شہابی	دہلی	فاروقی پریس	۱۹۴۸ء

۱۶۔ تفسیر القرآن	مالک محمد انشاءاللہ	لاہور	حمیدیہ سلیم پریس	
۱۷۔ تفسیر صغیر	مرزا بشیر الدین محمود	لاہور	نقوش پریس	۱۹۶۶ء
۱۸۔ تفسیر کبیر	مرزا بشیر الدین محمود	ربوہ	نقوش پریس	۱۹۵۶ء
۱۹۔ مفہوم القرآن	ڈاکٹر پرویز احمد	لاہور	میزان پرنٹنگ پریس	۱۹۶۱ء
۲۰۔ ترجمہ و تفسیر	پرسباترین پادریاں	دہلی	مطبع پیغام	۱۹۴۴ء
۲۱۔ خلاصۃ التفسیر	فتح محمد تائب لکھنوی	لکھنو	انوار محمدی	۱۳۱۱ھ
۲۲۔ تشریح القرآن	محمد عثمان سلیم الدین تسلیم	لکھنو	انوار محمدی	۱۸۸۳ء
۲۳۔ تفسیر ثنائی	مولانا ثناءاللہ امرتسری	امرتسر	چشمہ نور	۱۳۲۷ھ
۲۴۔ تفسیر حل القرآن	حامد حسن بلگرامی	لاہور	مکتبہ جدید پریس	۱۹۶۸ء
۲۵۔ تفسیر حل القرآن	مولانا حبیب احمد کیرانوی	دیوبند	کتب خانہ امدادیہ	
تفسیر صدیقی	عبدالقدیر حسرت صدیقی	حیدرآباد	طارق برقی پریس	
تفسیر القرآن	خواجہ حسن نظامی دہلوی	دہلی	درگاہ حضرت نظام الدین اولیا	۱۹۳۸ء
جواہر الایقان	مولان حشمت علی خان	بریلی	رضوی کتب خانہ	
تفسیر حقانی	مولانا عبدالحق حقانی	دہلی	دارالاشاعت تفسیر حقانی	۱۹۵۰ھ
تفسیر بالحدیث	میرزا حیرت دہلوی	دہلی	کرزن پریس	۱۳۱۹ھ
تفسیر تنویر البیان	راحت حسین خاں اکبرآبادی	آگرہ	نور الٰہی پریس	۱۱۹۶ء
تفسیر فاروقی	رؤف احمد رافت نقشبندی	بمبئی	حیدری پریس	۱۸۷۶ء
ترجمہ و فیہ	رفیع الدین شاہ محدث	میرٹھ	مطبع احباب	۱۲۹۰ھ
تفسیر القرآن	فیروز الدین اکبرآبادی	کراچی	سول ملٹری پریس	
تفسیر سروری	مولوی سرور شاہ احمدی		تعلیم الاسلام ۱۹۱۲ء	
لوامع البیان	محمد سعادت اللہ خان	حیدرآباد	کریمی پریس	۱۳۴۵ھ
قفسیر احمدی	حکیم سید امیر حسین خان			
تفسیر ابن عربی	محی الدین عربی			
تفسیر القرآن	سرسید احمد خان	علی گڑھ	انسٹی ٹیوٹ پریس	۱۳۰۹ھ

مفہوم القرآن	سید عالم فاروقی	گجرانوالہ		
تفسیر حقانی	شاہ حقانی نبیرہ سید برکت شاہ			۱۲۰۶ھ
فوائد موضح قرآن	شبیر احمد عثمانی	بجنور	مدینہ پریس	۱۳۵۰ھ
تفسیر عزیزی	محمد حسن خان شیدا	شاہدرہ	افضل المطابع	۱۲۸۴ھ
تفسیر فیض الکریم	قاضی محمد صبغۃ اللہ	مدراس	مظہر العجائب پریس	۱۲۷۷ھ
ترجمان القرآن	نواب صدیق حسن خان	آگرہ	مفید عالم پریس	۱۳۱۶ھ
لطائف الرحمٰن بہ تفسیر القرآن	مولانا عبد الباری فرنگی علی	لکھنو	نامی پریس	۱۳۲۳ھ
تفسیر القرآن	عبد الحکیم خان پٹیالوی	تراوڑی کرنال	عزیزی	۱۳۱۸ھ
تفسیر بیان السبحان	مولانا سید عبد الکریم جلالی	دہلی	حمیدیہ پریس	۱۳۵۸ھ
تفسیر مظہری	مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی	میرٹھ	مطبع شمس الاسلام	۱۳۵۵ھ
تفسیر سعیدی	مولانا عبد الرحمٰن بخاری	کلکتہ	نولکشور	
تفسیر ستاری	مولانا عبد الستار دہلوی	کراچی	مکتبہ سعودیہ	۱۹۵۶ء
تفسیر وہابی	نواب عبد الوہاب خان	دکن		۱۶۳۴ء
عزیز البیان	مولانا عبد العزیز	لاہور	دین محمدی	۱۳۷۱ھ
عزیز التفاسیر	عزیز العلماء مولانا عبد العزیز			۱۳۴۱ھ
حدائق البیان فی معارف القرآن	مولوی عبد الغفور خان		فاروقی	۱۸۶۷ء
تفسیر موضح القرآن	مولانا سید عبد اللہ	کلکتہ		۱۸۲۹ء
معارف القرآن	مولانا محمد شفیع	کراچی		۱۹۷۵
تفسیر القرآن	پروفیسر عبد الماجد باجوڑوی	پشاور		۱۹۳۰ (قلمی نسخہ)
تفسیر زبدۃ البیان	مولانا عطاء الرحمٰن صدیقی	لاہور	صدیقی پریس	۱۹۳۴
تفسیر قرآن	مولانا علی بخش پادری	لاہور	گوالمنڈی	۱۹۳۵
مطالب القرآن	مولوی علی حسن بہاری			۱۳۳۱
جواہر القرآن	مولانا غلام اللہ خان	راولپنڈی	رشیدیہ	
تفسیر عمدۃ البیان	مولانا غلام محمد غوث	لکھنؤ		

بتیان القرآن	پیر غلام غوث	لاہور	دین محمدی پریس	۱۸۰۸ء
فتح الحمید	فتح محمد جالندھری	امرتسر		۱۹۰۰ء
تفسیر قادر	مولوی فخر الدین احمد فرنگی محل	لکھنؤ	نولکشور	۱۹۰۰ء
جامع التفسیر	خان بہادر قطب الدین دہلوی	کانپور	نظامی پریس	۱۳۹۰ء
ضیاء القرآن	پیر کرم شاہ ازہری	لاہور	غلام رسول پریس	۱۳۸۴ھ
جواہر تفسیر (قلمی)	مولوی محب اللہ فرنگی محل		کتب خانہ اٰبین جنگ حیدرآباد دکن میں ہے	
تفسیر جلالین (ترجمہ)	جلال الدین سیوطی مترجم ابوذر سنبھلی	آگرہ	اعجاز محمدی پریس	۱۹۵۵ء
تفسیر محمدی یہ تفسیر ابن کثیر حافظ عماد الدین کی تفسیر کا ترجمہ	مولانا محمد ابراہیم جوناگڑھی	کراچی	نور محمد اصح المطابع	۱۹۵۴ء
تفسیر شاہی	(نامکمل) مولانا محمد حسین	دہلی	مرتضوی	۱۲۹۳ء
تفسیر ربانی	مولوی محمد حسین دھاریوال	گورداسپور	ریاضی پریس	
سراج البیان	مولانا محمد یوسف ندوی	لاہور	سراج الدین پریس	۱۹۴۴
تفسیر ابن عباس	مفتی محمد رمضان اکبرآبادی	آگرہ	گلشن ہند پریس	۱۹۲۶ء
تفسیر احمدی	محمد سعید قادر حنفی	آگرہ		
مطالب القرآن	الحاج سید محمد شاہ	لاہور	پیکرم آرٹ پریس	۱۳۰۰ھ
ترجمہ و تفسیر	مولوی محمد صادق	لکھنؤ	نظامی پریس	
قرآن عظیم	ابوالقاسم محمد عتیق بحصر العلوی	لکھنؤ		۲۳۷۱
تفسیر فی ظلال القرآن	سید قطب شہید	لاہور		
تفسیر بیان القرآن	مولوی محمد علی	لاہور	کراچی	۱۹۴۳ء

بستان التفاسیر (نامکمل)	مولانا محمد علی چاند پوری نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تفسیر عزیزی کی جلد اول کا ترجمہ کیا ہے			
تفسیر قادری (نامکمل)	سید محمد عمر قادری	حیدرآباد	شمس الاسلام پریس	۱۳۱۹ھ
تفسیر وحیدی	مولانا وحید الزماں	لاہور	احمد پریس	
کنز الایمان فی ترجمہ القرآن	علامہ احمد رضا خان بریلوی	مرادآباد	مطبع نعیمی	۱۳۳۰ھ

سیارہ ڈائجسٹ کے قرآن نمبر اور دیگر کتابوں میں تفاسیر کی جو فہرست شائع کی گئی ہے اس کی تعداد ۳۶۶ کے قریب ہے جس کا حقیقت سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اس میں فاضل مولفین نے تراجم کو بھی تفسیر کے زمرے میں لکھ دیا ہے۔ یا اگر ترجمے کے ساتھ حاشیہ بھی ہے اسے بھی تفسیر میں شامل کرلیا ہے۔ یا گر صرف ایک دو پارے کی بھی تفسیر ہے تو اسے بھی تفسیر کی فہرست میں شامل کرلیا ہے۔ اس فہرست میں قلمی نسخے بھی شامل ہیں میں نے پوری تحقیق کے ساتھ تفسیر کی تعداد ۹۳ لکھی ہے لیکن اس میں بھی کچھ قلمی نسخے اور نامکمل تفاسیر شامل ہیں۔

عموماً مختلف عربی و فارسی تفاسیر کے تراجم در تراجم ہیں۔ انہیں فہرست میں شامل کر کے تفاسیر کی تعداد بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ذیل میں چند معروف تفاسیر کا ذکر کرتے ہیں۔

تفسیر ماثورہ

(۱) تفسیر ابن عباس

حضرت ابن عباس حضرت علی علیہ السلام کے شاگرد تھے۔ کسی نے حضرت ابن عباس

سے دریافت کیا کہ آپ نے علیؑ سے قرآن کا علم کس حد تک حاصل کیا حضرت ابن عباس نے کہا کہ اگر ایک پرندہ سمندر سے چند قطرے پی لے تو سمند پر کیا اثر پڑے گا۔ ایک بار حضرت علی علیہ السلام نے جناب ابن عباس رضی اللہ وتعالیٰ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر بتانا شروع کی تو تفسیر بتاتے صبح کی سپیدی نمودار ہوگئی' امام علیؑ نے جناب عباس سے کہا ابن عباس صبح ہوگئی اور تفسیر نامکمل رہ گئی۔ یہ وہی ابن عباس ہیں جن کے لئے سرکار دو عالم نے علم قرآن ار تفقہ فی الدین کی دعا کی تھی۔

(۲) تفسیر طبری

اس کا نام جامع البیان عن تاویل القرآن ہے یہ ابو جعفر بن حریر طبری کی تصنیف ہے۔

(۳) تفسیر ابن کثیر

یہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن الخطیب کی تصنیف ہے' اس کا اصل نام تفسیر القرآن العظیم ہے۔ یہ بڑی مشہور تفسیر ہے۔

ان تینوں تفاسیر کا شمار تفسیر ماثورہ میں ہوتا ہے۔ تفسیر ماثورہ اس تفسیر کو کہا جاتا ہے جس میں قرآن پاک کے الفاظ اور آیات کے معنی کے تعین میں اصل انحصار حدیث رسولؐ مقبول اور آثار صحابہ پر کیا جاتا ہے۔ (نوٹ: یہ ہماری فکر نہیں ہے)

کلامی تفسیر

اسی طرح برادران اہلسنت کے نزدیک ایک اصطلاح کلامی تفسیر کی ہے جن میں کلامی نقطۂ نظر کو اولیت حاصل ہے اور اس میں عقلی دلائل کے ذریعے قرآن کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ان تفاسیر میں۔

(۱) انوار التزیل واسرار التاویل۔ علامہ ناصر الدین ابو الخیر عبداللہ بن عمر البیضاوی۔

(۲) تفسیر الکبیر۔ ابو عبداللہ محمد علامہ فخر الدین رازی' اس تفسیر کا ایک نام فقاح الغیب بھی ہے۔

(۳) تفسیر ابن عربی۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

(۴) تفسیر کشاف۔ محمود بن جار اللہ

فقہی تفاسیر

(۱) احکام القرآن۔ احمد بن علی رازی اس نوع کی تفسیر میں اصل اہمیت استنباط احکام کو دی گئی ہے۔

(۲) احکام القرآن۔ ابو بکر محمد عبداللہ ابن عربی۔

(۳) التفسیر الاحمدیہ۔ اس تفسیر جس کا پورا نام التفسیرات الاحمدیہ فی آیات الشرعیہ ہے یہ ملا احمد جیون کی تفسیر ہے۔

جامع تفاسیر

یہ وہ تفاسیر ہے جو کسی محدود فنی نقطۂ نظر سے نہیں لکھی گئی ہیں بلکہ علوم القرآن کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

(۱) تفسیر قرطبی۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی۔ اس تفسیر کا پورا نام الجامع الاحکام القرآن'' ہے۔

زمانہ حال کی عربی تفاسیر

(۱) تفسیر المنار:۔ یہ تفسیر مفتی محمد عبدہ کے شاگرد علامہ رشید رضا نے تحریر کی ہے

(۲)تفسیر جواہر:۔علامہ طنطاوی جوہری

(۳)فی ظلال القرآن:۔سید قطب شہید

اردو کی چند مشہور تفاسیر

(۱)تفسیر حقانی یا فتح المنان

(۲)بیان القرآن:۔مولانا اشرف علی تھانوی

(۳)ترجمان القرآن:۔مولانا ابوالکلام آزاد

(۴)تفسیر ماجدی:۔مولانا عبدالماجد دریا آبادی

(۵)مجموعہ تفسیر فراہی:۔مولانا حمید الدین فراہی

(۶)تفہیم القرآن:۔مولانا ابوالاعلی مودودی

قرآن حکیم منظوم تراجم

نام ترجمہ	شاعر	مقام اشاعت	مطبع	سن اشاعت
۱۔منظوم اردو ترجمہ	آغا شاعر قزلباش دہلوی	لاہور حیدرآباد	رزاقی پریس	۱۳۴۴ء
۲۔منظور اردو ترجمہ	مرزا ابراہیم بیگ چغتائی	آگرہ	رزاقی پریس	۱۹۳۴ء
۳۔وحی منظوم	جناب عاشق حسین اکبرآبادی	کراچی	پرچم پریس	۱۹۵۴ء
۴۔منظوم اردو ترجمہ	شمس الدین شائق ایزدی	لاہور	مختلف مطابع	۱۹۶۶ء
۵۔نظام حیات	کبیر کوثر	بھوپال	مکتبہ انیس ادب	۔
۶۔مفہوم القرآن	محمد ادریس کیف بھوپالی	بنارس	معراج پبلی کیشن	۱۹۶۴ء
۷۔منظوم ترجمہ	نور اسلام	۔	۔	۔
۸۔منظوم ترجمہ	نیساں اکبرآبادی	راولپنڈی	۔	۔
۹۔منظوم ترجمہ	محمد حسن صوفی سرہندی	دہلی	۔	۔
۱۰۔منظوم ترجمہ	ساجد رضا حیدری انجینئر	کراچی	۔	۲۰۰۳ء

تفاسیر اور مکتب اہلبیتؑ کا نقطہ نظر

''تفسیر'' کے لغوی معنی چہرے سے نقاب ہٹانے کے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن کا کوئی چہرہ ہے جس کی نقاب کشائی کے معنی تفسیر ہیں بلکہ اس سے مراد قرآن کے اسرار و رموز ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ قرآن کے کئی چہرے ہیں جسے احادیث کی اصطلاح میں بطون قرآن کہا جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے اپنے عقل وفکر ہوش وخرد کے چہرے سے نقاب ہٹا کر سمجھا جائے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ قرآنی رموز کو ہر شخص نے تاحد بصیرت سمجھنے اپنی حد ادراک کے مطابق سمجھانے کی کوشش کی اور علمی سطحیت' فکری محدودیت' نظریاتی عصبیت' مطالعہ کی کمی' عدل کے فقدان اور ان لوگوں سے چشم پوشی جو راسخون فی العلم کی منزل پر فائز ہیں' کی وجہ سے قرآن پاک کی کماحقہٗ تفسیر نہ ہوسکی اور تفسیر بالرائے کا سلسلہ قائم ہوگیا۔ قرآن حکیم میں جتنے علوم اور جتنے موضوعات بیان کئے گئے ہیں دنیا کا کوئی مفتی' کوئی مفسر' کوئی عالم' کوئی فقیہہ کوئی مورخ یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ بیک وقت ان تمام علوم پر عبور رکھتا ہے۔ لہٰذا ہر شخص نے ان موضوعات پر اپنے اپنے مبلغ علم کے مطابق قلم اٹھایا اور دیگر علوم کا احاطہ نہ ہوسکا۔ ۲۔ قرآن نور مبین ہے لیکن اگر اسے امام مبین کے حوالے سے نہ سمجھا جائے گا تو خواہ وہ کتنا بڑا عالم و مفسر کیوں نہ ہو ٹھوکر کھا جائے گا۔ اسلام سے متعلق تمام اکابر شخصیتوں پر نظر ڈالئے' سوائے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا' ''پوچھو پوچھو قبل اس کے کہ مجھے کھو دو''۔

حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''علی مع القرآن والقرآن مع علی لن یتفرقا حتیٰ یردا علی الحوض'' (اخرب ابن مردویة)

ام المومنین حضرت اُم سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرض الموت میں ارشاد فرماتے تھے کہ اس وقت آپ کا حجرہ صحابہ کرام سے بھرا ہوا تھا' ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! خیال کیا جاتا ہے کہ عنقریب میں اس دار فانی سے رحلت کر جاؤں میں پہلے بھی تم لوگوں سے کہہ چکا ہوں کہ میں دو بھاری (گراں بہا) چیزیں تم لوگوں میں چھوڑے جا رہا ہوں' اللہ کی کتاب اور میری عترت اہلبیتؑ' پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا! کہ یہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن اس کے ساتھ ہے جب تک یہ حوض کوثر پر وارد نہ ہوں ہرگز ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے اور میں روز محشر ان دونوں کے متعلق سوال کروں گا کہ تم نے میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ (ارجح المطالب باب چہارم ص ۲۳۷)

خداوند عالم نے ایک سو چار صحیفے نازل فرمائے ہیں ان سب کے علوم ودیعت کر دیئے چار کتابوں یعنی توریت' زبور' انجیل اور قرآن مجید میں' پھر ان چار کتابوں کے علوم ودیعت کئے قرآن مجید میں پھر قرآن کریم کے علوم ودیعت کئے مفصل میں پھر مفصل کے علوم ودیعت کئے سورۂ فاتحہ میں پس جس نے فاتحہ کا علم حاصل کر لیا گویا اس نے جملہ کتب منزلہ کا علم حاصل کر لیا۔ (حوالہ تفسیر در المنثور جلد اول ص ۵' سطر ۲۳' طبع مصر)

(تفسیر اتقان جلد دوم' ص ۱۰۶' سطر ۲۰' مطبوعہ مصر)

یعنی جاننا چاہئے کہ تمام کتب آسمانی کے اسرار و قرآن مجید میں ہیں اور جو کچھ قرآن مجید میں ہے' وہ سب کا سب سورۂ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورۂ فاتحہ میں ہے وہ سب کا سب اس کی پہلی آیت ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' میں ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب بسم اللہ کی ''ب'' میں ہے اور جو کچھ اس کی ب میں ہے وہ اس نقطہ میں ہے جو ''ب'' کے نیچے ہے اور

امام علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ وہ نقطہ جو "ب" کے نیچے ہے، میں ہی ہوں" (ینابیع المودۃ ص ۵۷، طبع استنبول) ابن ابی عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت علی علیہ السلام بائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نقطہ کی شرح فرمانے لگے تو صبح ہوگئی مگر وہ تفسیر پوری نہ ہوئی مجھے اپنی جان ان کے پس مثل فوارے کے معلوم ہوتی تھی۔ بحر ذخار کے مقابلہ میں ہے (ارجح المطالب باب سوم صفحہ ۱۳۲ طبع لاہور)

ابو طفیل کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ فرما رہے تھے کہ مجھ سے پوچھو۔ خدا کی قسم تم مجھ سے کوئی بات نہ پوچھو گے کہ میں تم کو اس کی خبر دوں گا مجھ سے کتاب اللہ کی نسبت پوچھو، خدا کی قسم ہے کوئی آیت ایسی نہیں ہے کہ میں اس کو نا جانتا ہوں کہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں یا زمین ہموار میں یا پہاڑ پر (ارجح المطالب باب ا ص ۱۳۱ مطبوعہ لاہور)

مسلم ابن قیس ہلالی سے مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

قرآن مجید کی کوئی آیت رسول اللہؐ پر نازل نہ ہوئی مگر یہ کہ حضرت نے مجھے پڑھ کر سنایا اور لکھوادیا اور میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے لکھ لیا اور مجھے اس کی تاویل و تفسیر، ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کی تعلیم دی اور اللہ عزوجل سے دعا کی کہ اس کے حفظ و تفہیم کی مجھے تعلیم دے۔ پس میں نے کتاب خدا سے نہ کسی آیت کو فراموش کیا اور نہ اس علم کو جس کا املا کرایا گیا تھا اور میں نے لکھا تھا نیز خداوند عزوجل حلال و حرام، امر و نہی ور جو کچھ گزر گیا اور جو آئندہ واقع ہونے والا ہے اور اس کی اطاعت و معصیت سے متعلق کچھ بھی نہ چھوڑا مگر یہ کہ مجھے اس کی تعلیم دی اور حفظ کرادیا میں نے اس میں سے ایک حرف بھی فراموش نہ کیا اور اس کے بعد اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور خدا سے دعا کی کہ میرے قلب کو علم و فہم اور حکمت و نور سے بھر

دے اس میں سے نہ میں نے کسی بات کو بھولا اور نہ کوئی چیز بغیر لکھے چھوڑی پھر میں نے پوچھا کہ یارسولؐ اللہ آپ کو خوف ہے کہ میں اس کے بعد بھول جاؤں گا فرمایا کہ تمہارے لیے مجھے جہل ونسیان کا کوئی خوف نہیں میرے پروردگار نے خبر دی ہے کہ اس میں تمہارے اور تمہارے ان شرکاء کے بارے میں جو تمہارے بعد ہوں گے میری دعا قبول کر لی ہے میں نے عرض کیا یارسولؐ اللہ میرے بعد شرکاء کون ہیں فرمایا کہ وہ جنہیں خداوند تعالیٰ نے اپنے اور میرے قریب کیا چنانچہ فرماتا ہے اطاعت کرو اللہ کی' اطاعت کرو رسولؐ کی اور تم میں اولی الامر کی میں نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ وہ کون ہیں فرمایا کہ وہ میرے اوصیاء ہیں جو حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گے وہ سب ہادی ومہدی ہوں گے ان سے کنارہ کش ہونے والے انہیں ضرر نہ پہونچاسکیں گے وہ قرآن کے ساتھ ہوں گے' قرآن ان کے ساتھ ہوگا۔ نہ قرآن ان سے جدا ہوگا نہ وہ قرآن سے جدا ہوں گے میری امت ان کی نصرت کرے گی۔ ان کی وجہ سے نزول باراں ہوگا' ان کی وجہ سے امت کی بلائیں دفع ہوں گی۔ اور دعائیں قبول ہوں گی۔ میں نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ مجھے ان کے نام بتایئے امام حسنؑ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یہ میرا فرزند اس کے بعد امام حسینؑ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یہ میرا فرزند اس کے بعد فرزند جس کا نام علی ہوگا جو تمہاری حیات میں ہی پیدا ہوگا اسے میرا اسلام پہونچا دینا اس کے بعد بارھویں امام تک تمام نام سنا دیئے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ان میں سے ایک ایک نام سنا دیجئے پس رسولؐ اللہ نے ایک ایک نام سنا دیا پھر فرمایا کہ اے بھائی نبی ہلال ان کے درمیان میں میری امت کا مہدی وہ محمدؐ ہوگا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جب کہ وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ خدا کی قسم میں ان لوگوں کو جانتا ہوں جو رکن اور مکان کے درمیان اس سے بیعت کریں گے نیز میں ان

کے آباؤ اجداداور قبائل کے نام بھی جانتا ہوں۔

(حوالہ از کمال الدین وتمام النعمتہ جلد اول از علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ)

لیکن افسوس کہ عالم اسلام کے علماء و مفسرین اسلام و نہج اخلاف سے کام لیتے رہے اور قبائلی و گروہی عصبیت کی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام اوران آئمہ الطاہرین جن کے متعلق بانی اسلام حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما گئے تھے کو یکسر نظر انداز کر دیا اور راہ مستقیم و جادہ صداقت سے بھٹک کر ٹکڑیوں مین تقسیم ہو گئے اور تفسیر ایک طرف رہی ترجمہ میں بھی دیانتداری سے کام نہیں لیا لہٰذا تفسیر بالرائے کرنے لگے اور مسلمان متحد ہونے کے بجائے منتشر ہونے لگے۔اور اسلام کے پرچم کو چھوڑ کر فرقوں کے پرچم تلے جمع ہونے لگے۔

چونکہ قرآن کے اسرار و رموز تک ہر ذہن وفکر کی رسائی نہیں ہوسکتی اور نہ ہر آنکھ اس کی تجلی کو برداشت کرسکتی ہے لہٰذا تفسیر آنکھوں کو بینائی وتوانائی اور عقل وخرد کو شعور و دانائی عطا کرتی ہے۔لیکن اس کے لئے ذہن رسا' فکری غیر جانبداری اور صحیح مصدر و ماخذ سے حاصل کرنا ضروری ہے۔قرآن کے کئی چہرے اور کئی اسرار ایسے ہیں جنہیں انسانی ذہن وقت کے ارتقاء کے ساتھ سمجھے گا۔مکتب اہلبیتؑ کے ہونہار شاگرد جناب ابن عباسؓ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں القران یفسرہ الزمان زمانہ خود اپنی تفسیر بیان کرتا ہے۔حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''القرآن یفسر بعضہ بعضاً۔ قرآن خود اپنی تفسیر بیان کرتا ہے۔

تفسیر قرآن کا سلسلہ اپنے اپنے حقیقی معنی کے لحاظ سے خود حضرت ختمی مرتبت کے زمانے سے اور آنحضرتؐ کے پاکیزہ قلب پر اس کی اولین آیت کے نزول کے ساتھ ہی شروع ہوئی اور یہ علم، علم کے یہ شہر اور اس کے در سے ہوتا ہوا چودہ صدیوں کا سینہ چیر کر ہم

تک پہنچا اور معروف زبان میں قرآن کا ترجمہ وتفسیر ہوئی۔ چونکہ ہر دور میں اہل علم کو نظر انداز کیا گیا بلکہ علم کے در تک رسائی سے بھی اجتناب کیا گیا لیکن ہمارے علماء نے ہر دور میں علمی جارحین کا مقابلہ کیا اور احادیث واقوال معصومینؑ کے حوالے سے قرآن کی تفسیر فرماتے رہے اور قرآن کے حقیقی معنی و مدعا و مفہوم اور اس کے جامع اور رہنما اصولوں کا عامتہ المسلمین کی ضافت مطالعہ کے لئے ہدیہ کرتے رہے اور تنقید وتبصرہ، دشنام طرازیوں اور الزمات سے بے خوف و بالاتر ہو کر صحرا میں اذان دے رہے ہیں اور اعلائے کلمتہ الحق کرر ہے ہیں۔ مکتب اہلبیتؑ پر قرآن کے حوالے سے بے پناہ الزمات لگائے جاتے ہیں کبھی کہا جاتا ہے کہ مکتب اہلبیتؑ میں حافظ نہیں ہوتے، کبھی کہتے ہیں کہ ان کا قرآن دوسرا ہے، کبھی کہتے ہیں کہ ان کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں، کبھی کہتے ہیں کہ قرآن چالیس پاروں کا ہے، کبھی ہم پر تحریف قرآن کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔

یہ اموی وعباسی ٹکسالوں میں گھڑی ہوئی احادیث وروایات اور جبر حکومت وطمع دولت کے ہاتھ بکے ہوئے محدثین ومورخین کے فریب قلم کا نتیجہ ہے۔ اس کہولت فکری اور اس حادثہ وقت کو کیا نام دیا جائے کہ اس بیدار زمانے میں بھی خود کو بالغ نظر اور روشن فکر سمجھنے والے علماء بھی اس مذموم اپروپیگنڈہ کا شکار ہیں یا مصروف ہیں۔ ہمیں ان چھٹ بھیٹے علمائے نام نہاد سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہم اس کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں۔ تاہم مکتب اہلبیتؑ کے پہلے ہادی ورہبر حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک قول پیش کررہے ہیں جو مسلمانوں کے نزدیک چوتھے خلیفہ راشد اور بعد رسول مقبولؐ قرآن کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ مولائے متقیان طلحہؓ سے فرماتے ہیں " فاخبرنی عما کتب عمرو عثمان آقران کله ام فیه لیس بقرآن قال طلحه بل قرآن کله قال ان

اخـذتـم بسمافيه بخوتم من النار و دخلتم الجنته فان فيه حجتنا و بيان حقنا و فرض طاعتنا" (حوالہ تفسیر صافی جلد ا' صفحہ ۲۶ سطر ۱۶)

حضرت علی علیہ السلام نے دریافت فرمایا اے طلحہ جو قرآن حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ نے جمع کیا ہے وہ سارے کا سارا قرآن ہے یا اس میں غیر قرآن بھی ہے۔ طلحہؓ نے جواب دیا کہ سارے کا سارا قرآن ہے۔ حضرت علیؑ نے طلحہؓ سے فرمایا جو کچھ بھی اس میں ہے اگر اس پر عمل کرلو گے تو نار جہنم سے نجات پاؤ گے اور سیدھے جنت میں جاؤ گے بہ تحقیق اس میں ہماری حجتیں ہیں ہمارے حق کا بیان ہے اور ہماری اطاعت کے فرض کا تذکرہ ہے" حضرت علیہ السلام کے اس واضح قول کے علاوہ علم الہدیٰ علامہ سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ' حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ' شیخ صدوق علیہ الرحمہ' شیخ حوادی البلاغی طاب ثراہ' محمد حسین آشیانیؒ حضرت شہید ثالث علیہ الرحمہ' ملا محسن فیض کاشانیؒ' سید ابو القاسم خوئیؒ' فلسیوف عالم محمد حسین طباطبائیؒ' محقق کلباسیؒ عبد الحسینؒ طیب' علامہ سید علی حیدر نقویؒ اور مولانا سید نجم الحسن کرارویؒ صاحب وغیرہ جیسے معتبر علماء و فقہا و مفسرین نے اس کی تردید کی ہے اور ہر دور میں کرتے رہے ہیں لیکن ہر دور میں مصلحت دولت کی زبان سے بولنے والے ہم پر یہ الزام لگاتے رہے ہیں کہ ہم تحریف کے قائل ہیں۔

مکتب تشیع کی تفاسیر کا ایک جائزہ

مکتب تشیع وہ گروہ ہے جو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنا پہلا امام اور جانشین رسولؐ مانتا ہے۔اس کا عقیدہ ہے کہ صرف آئمہ اثناء عشری ہی امت کی قیادت کے اہل ہیں ''شیعہ'' کہلاتے ہیں۔ یہ اسلام ہی کے ایک مخصوص فرقے کا نام ہے جس کے بنیادی عقائد وہی ہیں جو جمیع مسلمین کے ہیں لیکن چند باتوں مین وہ اپنی انفرادی حیثیت رکھتے ہیں اور بعض اسلامی تصورات میں اس عقیدے کے ماننے والوں کو نقطہ نظر عام مسلمانوں سے کچھ باتوں میں مختلف ہے۔ مثلا جانشین رسولؐ خلافت و امامت' عدل خداوندی' عصمت انبیاء' جبر وایثار اور عقل ونقل کے توازن میں بہت واضح اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس قسم کے اختلافات اسلام کے دیگر فرقوں کے درمیان بھی پائے جاتے ہیں۔ وگرنہ مکتب تشیع کا ایمان بھی خدا پر اس کے فرشتوں پر اس کے رسولوں پر' یوم آخر' جزا وسزا پر ہے اور ان کا قبلہ' ان کا کعبہ' ان کا قرآن ان کا حج ایک ہی ہے۔ زیر قلم کتاب کا موضوع نہ مکتب تشیع اور دیگر فرقوں کے درمیان فروعی نوعیت کے اختلاف بیان کرنا ہے اور نہ ہی مکتب تشیع کا تعارف مقصود ہے لیکن چونکہ موضوع سے کسی حد تک متعلق ہے لہٰذا ہم مکتب تشیع کا تصور واضح کرنے کے لئے ان کے عقیدے کی بنیادی باتیں بیان کیئے دیتے ہیں۔

(ا) اللہ واجب الوجود ہے اور اس کے علاوہ کل اشیاء کائنات ممکن الوجود ہیں۔ وہ قدیم ہے' قادر ہے' عالم ہے' مدرک ہے' حی ہے' مرید ہے' متکلم ہے' صادق ہے' خدا مرکب نہیں' خدا جسم نہیں رکھتا' خدا کی صفتیں اس کی ذات سے الگ نہیں ہیں۔ خدا مرئی نہیں' خدا

کسی چیز میں حلول نہیں کرتا' خدا مکان نہیں رکھتا' خدا محل حوادث نہیں' خدا کا کوئی شریک نہیں۔

(۲) نبوت اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہدایت کے لئے بھیجے جن میں اول ابوالبشر یعنی حضرت آدمؑ اور آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں۔

(۳) دین وشریعت (الف) اللہ کا دین ایک ہے جس کے اصول ہر زمانے میں ایک ہی رہتے ہیں جب لوگ احکام الٰہی میں تصرف کر لیتے ہیں تو شریعت بدل جاتی ہے لیکن اصول دین نہیں بدلتے۔

(ب) پانچ انبیاء صاحب شریعت ہوئے ہیں یعنی حضرت نوحؑ' حضرت ابراہیمؑ' حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۴) ملائکہ: فرشتے نوری ہیں اور وہ معصوم ہوتے ہیں۔ ہر وقت تسبیح وتہلیل میں مصروف ہوتے ہیں۔

(۵) کتب آسمانی توریت' زبور' انجیل اور قرآن خدا کی نازل کی ہوئی کتابیں ہیں لیکن موجودہ صورت میں توریت' زبور اور انجیل محرف ہیں' یعنی ان میں تحریف کی گئی ہے قرآن حرف بہ حرف خدا کا کلام ہے۔

(ب) حضرت علی علیہ السلام کو قرآن کا پورا علم تھا اور ان کے بعد ان کی نسل میں آئمہ الطاہرین کلام پاک کے اسرار و رموز سے واقف تھے۔

(ج) قرآن موافق تنزیل حضرت علیؑ نے جمع کیا تھا جو نسلاً بعد نسل آئمہ کے پاس محفوظ

رہااوراب بارہویں امام حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے پاس ہے۔

(۶) امامت

(الف) حضرت رسول خداؐ کے بعد بارہ امام سلسلہ واران کے جانشین ہوئے

(ب) تمام آئمہ معصوم اور منصوص من اللہ ہیں۔ انہوں نے بھی رسول مقبولؐ کی طرح دنیا کے کسی مدرسے میں تعلیم نہیں پائی۔ ایک امامؑ نے خود دوسرے امامؑ کو اسرار خداوندی اور رموز کائنات سکھائے ہیں۔

(ج) امامت ریاست عامہ ہے۔ رسولؐ کے قائم مقام کی حیثیت سے امام کا کام قوانین شرعیہ کو قائم کرنا اور حفاظ حدود دین کرنا ہے۔ حکومت اور معاشرہ کی سربراہی اس میں وہ تمام فرائض شامل ہیں جو حکمراں کے منصب سے متعلق ہیں۔

(۲) اسلام کی تبلیغ اور اسلام کے سماجی اور انتظامی دائرہ میں توسیع

(۳) اسلامی احکام کی تشریح اور قرآن اور مذہب کی قانونی تفسیر

(۴) موثر تربیتی کردار یعنی رہبر و رہنما تمام اسلامی اقدار کا حامل اور ہر قسم کی برائی سے پاک ہوتا کہ وہ اسلامی معاشرہ کے لئے ایک مکمل نمونہ فراہم کر سکے۔

(۵) امامت کے لئے وہی شرائط ہیں جو نبوت کیلیے یعنی امام بطن مادر ہی سے امام ہوتا ہے کوئی ظالم عہدہ امامت پر فائز نہیں ہوسکتا۔ امام اپنے صفات حسنہ میں اپنے عہد کے تمام لوگوں سے فائق ہوتا ہے۔ امام خدا کی حجت ہوتا ہے اور زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی۔ حضرت علی علیہ السلام امام اول اور رسولؐ خدا کے خلیفہ بلافصل تھے حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی خلافت کا اعلان سب سے پہلے دعوت ذوالعشیرہ میں کیا تھا اور آخر میں سورۂ مائدہ کے حکم کے مطابق یوم غدیر میں ہزارہا مسلمانوں

کے مجمع میں ۱۰ھ میں حجتہ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے مقام پر اپنے تمام اصحاب کو جمع کر کے ان کے سامنے تقریر فرمائی' آپؐ نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا۔ ''مسلمانوں کو اپنے اوپر جو اختیار ہے کیا مجھے ان پر اس سے زیادہ اختیار نہیں؟ مسلمانوں نے بیک آواز کہا ''ہاں یارسول اللہ آپ کو ضرور اختیار ہے'' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں' اے اللہ جو انہیں دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن سمجھے تو بھی اسے دشمن سمجھ جو ان سے جو ان سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر اور جو ان سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ' جو ان کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر اور جو ان کا ساتھ چھوڑ دے تو بھی اس کا ساتھ نہ دے''۔ اس حدیث کو ایک سو دس صحابہؓ نے روایت کی ہے اور یہ برادران اہلسنت کی معتبر کتابوں میں موجود ہے' اسے حدیث غدیر کہا جاتا ہے۔ حضرت ختمی مرتبؐ اپنی وفات کے وقت اس کے متعلق تحریر کرنا چاہتے مگر لوگوں نے قلم دوات نہ دیا۔ جبکہ وصیت کرنے کا حق دنیا کے تمام مہذب معاشروں میں موجود ہے۔

<u>(۷) ازدواج رسولؐ امہات المومنین ہیں۔</u>

<u>(۸) وہ تمام اصحاب رسول واجب الاحترام ہیں</u> جو آخر وقت تک ایمان پر قائم رہے اور جنہوں نے مرتے وقت تک احکام خدا اور رسولؐ کی خلاف ورزی نہیں کی اور اپنی رائے کو رسول اکرمؐ کی رائے پر مقدم نہیں کیا۔

<u>(۹) اہلبیت رسولؐ</u>۔ حضرت علی علیہ السلام' حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا' حضرت امام حسن علیہ السلام' حضرت امام حسین علیہ السلام' حضرت امام زین العابدین علیہ السلام' حضرت امام محمد باقر علیہ السلام' حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام' حضرت امام موسیٰ

کاظم علیہ السلام' حضرت امام علی رضا علیہ السلام' حضرت امام محمد تقی علیہ السلام' حضرت امام علی نقی علیہ السلام' حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور حضرت امام مہدی علیہ السلام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں۔ان کے علاوہ کوئی اور اہلبیتؑ میں داخل نہیں۔صحیح مسلم سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا میرے بارہ خلیفہ ہیں (حوالہ صحیح مسلم جلد' ص ۱۱۹' صحیح بخاری جلد ۴' ص ۱۶۴) حدیث کساء اور روز مباہلہ سے ثابت ہے کہ صرف پنجتن پاک ہی اہلبیتؑ میں شامل ہیں اور حضور اکرمؐ نے حضرت ام سلمیٰؓ کو بھی کساء میں شامل نہ کیا تھا۔

یہی آلِ رسولؐ ذریت رسولؐ اور ذوالقربیٰ بھی کہلاتے ہیں۔خدوندا عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا **قل لا اسئلکم علیه اجراً الاالمودته فی القربیٰ** "(میرے حبیب آپ ان سے) کہہ دیجئے کہ ہم تم سے اجر رسالت کے سلسلے میں کوئی سوال نہیں کرتے ہیں سوائے اس کے کہ جو ہمارے اقرباء ہیں قرابت دار ہیں ان سے مودت رکھو"۔

اہلبیتؑ رسولؐ پانچ چیزوں میں رسولؐ کے شریک ہیں یعنی صلوٰۃ' وجوب مودت' طہارت' اطاعت' تحریم صدقہ' اہلبیتؑ رسولؐ قیامت تک قرآن کے ساتھ ہیں اور امت کی ہدایت کے لئے صرف قرآن کافی نہیں' بلکہ اہلبیت سے تمسک بھی ضروری ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔**انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی اهلبیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلو البعدی** "میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عترت اہلبیت' جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

(حوالہ) صحیح مسلم کتاب فضائل علیؑ ابن ابی طالبؑ (۲) سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۰۷ (۳) سنن ابن داوؤ' جلد ۲ صفحہ ۴۳۲ (۴) مسند احمد حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۴ (۵) مستدرک الحاکم

جلد۳صفحہ۱۰۹'صفحہ۱۴۸'صفحہ۵۴۳)

اس کے علاوہ بھی اہلبیت الطاہرینؑ کے سلسلے میں حضور اکرمؐ کی بے شمار حدیثیں موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مثل اھلبیتی کمثل سفینة نوح من رکبھا نجیٰ و من تخلف عنھا غرق و ھویٰ ''میرے اہلبیتؑ کی مثال سفینہ نوح جیسی ہے جو بھی اس کشتی میں آ گیا اسے نجات مل گئی اور جس نے اس کشتی کو چھوڑ دیا وہ فنا ہو گیا۔

(۱۰) حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف جو رسولؐ کے بارہویں جانشین ہیں اور اولاد امام حسینؑ سے ہیں بحکم خدا پردہ غیبت میں ہیں جس طرح حضرت خضر علیہ السلام غائب ہیں' اور جب تک اس کی مشیت ہے وہ غائب رہیں گے۔ قرب قیامت میں آپ کا ظہور ہوگا اور اس وقت آپ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ آپ تمام ادیان باطلہ کو نیست و نابود کر کے ہر طرف دین اسلام پھیلا دیں گے''۔

(۱۱) کفار' مشرکین اور منافقین سے جہاد واجب ہے بشرطیکہ کوئی معصوم یا امام اس کا حکم دے امام زمانہ علیہ السلام چونکہ عالم غیبت میں ہیں اس لئے فی زمانہ جہاد ساقط ہے' کسی قوم و ملک پر جارحانہ حملہ کرنا جائز نہیں البتہ مدافعت کے لئے جنگ کی جا سکتی ہے۔

(۱۲) رجعت قیامت صغریٰ میں جو قیامت کبریٰ سے پہلے ہوگی کچھ لوگ زندہ کئے جائیں گے وہی زمانہ حضرت حجت خدا کے ظہور کا ہوگا۔

(۱۳) معاد جسمانی' تمام مردے زندہ کئے جائیں گے اور اپنے اعمال کے لحاظ سے جزا و سزا پائیں گے۔

(۱۴) فنائے عالم وحشرِ خلق: ایک دن تمام دنیا کا نظام درہم برہم ہو کر فنا ہو جائے گا اور سوائے ذات باری کے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

(۱۵) سکرات موت: مومن کی جان کنی کے وقت حضرت رسولؐ خدا اور حضرت آئمہ الطاہرین تشریف لاتے ہیں اور موت کی سختی اس پر سہل ہو جاتی ہے۔

(۱۶) قبر کے اندر، مردہ اجسام میں پھر سے روح ڈالتی جاتی ہے اور سوال و جواب ہوتے ہیں، عقائد حقہ کی جو تلقین قبر میں کی جاتی ہے مردہ اس کو سنتا ہے اور منکر و نکیر کے سوالوں کا جواب دیتا ہے، قبر میں گنہگاروں پر عذاب ہوتا ہے اور مومنوں پر رحمت کے دروازے کھلتے ہیں۔

(۱۷) عالم برزخ: انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح عالم برزخ میں چلی جاتی ہے، انبیاء کرام اور آئمہ طاہرینؑ کی ارواح اپنے اصل جسم میں رہتی ہیں۔ اور زمین کے ہر حصے میں جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔

(۱۸) جنت دوزخ، اعمال حسنہ کی جزا کے لئے اللہ نے جنت بنائی اور اعمال بد کی سزا کے لئے دوزخ پیدا کی ہے (امام حسنؑ اور امام حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں)

(۱۹) اعراف:۔ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جگہ ہوگی جس کا نام اعراف ہے

(۲۰) حساب اعمال:۔ روز قیامت بندوں کے اعمال نیک و بد کا حساب ہوگا

(۲۱) شفاعت محمد و آل محمد:۔ روز قیامت محمد و آل محمد گنہگار مومنین کی شفاعت کریں گے اور خدا ان کے گناہ معاف کر دے گا

(۲۲) عزاداری:۔ کربلا والوں کے پیغام کو سمجھنے اور ان کے پیغام کو دنیا پر واضح کرنے کا نام اعزاداری ہے یہ ظلم کے خلاف عملی مظاہرہ اور مظلوم کی حمایت ہے اور اسلام و قرآن کی نشر واشاعت کا نام ہے' یہ ہمارے لیے انتہائی مقدس ومحترم وواجب ہے جو شخص غم حسینؑ کا احترام کرے گا اس پر جنت واجب ہے۔

(۲۳) نیاز وفاتحہ:۔ حضرات چہارہ معصومینؑ اور دیگر بزرگان دین کی نذر و نیاز کرنا باعث ثواب ہے

(۲۴) زیارت:۔ انبیاء کرامؑ آئمہ الطاہرینؑ اور اولیائے عظام کی قبور کی زیارت کرنا کار ثواب ہے اس سے ایمان میں قوت پیدا ہوتی ہے اور روحانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۲۵) خمس:۔ زکوٰۃ کی طرح خمس ایک مالی عبادت ہے اللہ کے حکم سے جہاں اور سارے فرائض کا بجالانا ہر ذمہ دار آدمی کے لئے ضروری ہے وہاں اس عبادت کا ادا کرنا بھی ہر مکلّف شخص پر واجب ہے قرآن حکیم کے آٹھویں سورے' سورہ انفال کی اکتالیسیوں آیت میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔

" واعلمو انما غنتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمسٰکین وابن السبیل ان کنتم امنتم بالله وما انزلنا علیٰ عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعٰن والله علیٰ کل شی ء قدیر ٭

(ترجمہ) اور تمہیں معلوم ہو کہ تم کسی چیز سے نفع حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اس کے رسول اور (رسول کے) قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کے لیے ہے۔ اگر تم خدا اور اس (تائید نصرت غیبی) پر ایمان لا چکے ہو جو فیصلے کے دن (جنگ بدر

میں) جس روز دونوں فوجوں کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ ہم نے اپنے بندے (محمد مصطفیٰؐ) پر نازل کی تھی (تو یہ حصہ خوشی خوشی ادا کردو) اور خدا تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(۲۶) اجتہاد:۔ ہمارے یہاں اجتہاد بالرائے ممنوع ہے اور رائے' ذوق اور قیاس کا اس میں کوئی گذر نہیں۔ مکتب تشیع میں اجتہاد کے معنی ہیں اہلبیت اور تخصص فنی۔ یعنی مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ جو مواد اس کے سامنے موجود ہے اس میں سے ایک ماہر ضاع کی طرح صحیح مواد کے انتخاب کی صلاحیت اور استعداد رکھتا ہو۔ خصوصاً احادیث میں جعلی اور وضعی حدیثیں بہت ہیں اور صحیح و سقیم باہم مخلوط ہیں۔ قرآن و حدیث کے صحیح فہم کے لیے اس قدر ابتدائی معلومات ضروری ہیں کہ فی الواقع خصوصی اہلیت و صلاحیت اور تخصص فنی کے بغیر اجتہاد و ممکن نہیں۔

(۲۷) تقلید:۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اصول دین پر یقین رکھتا ہو اصول دین میں تقلید نہیں کی جا سکتی۔ لیکن فروغ دین میں احکام کو دلیل کے ذریعہ حاصل کرنے کے لئے کسی جامع الشرائط مجتہد کی تقلید کرے۔ احکام میں تقلید کا مطلب ہے' مجتہد کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرنا۔ اس مجتہد کی تقلید کرنی چاہیے جو مرد' بالغ' عاقل' شیعہ اثنا عشری' حلال زادہ' زندہ اور عادل ہو۔ عادل اس کو کہا جاتا ہے جو اپنے عقیدہ' اخلاق اور عمل راہ راست پر ہو اس طرح کہ واجب کاموں کو انجام دیتا ہو اور کسی حرام کا مرتکب نہ ہوتا ہو۔

مکتب تشیع کی وضاحت کے لئے میں نے چند فروعی امور پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھا اسلام کے بنیادی عقائد تقریباً ایک ہیں۔

برادران اہلسنت کے تمام مکاتب فکر کی معروف تفاسیر کے نام آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد کہ میں آپ کی خدمت میں مکتب اہلبیت کی تفاسیر کا جائزہ پیش کروں زیر قلم

کتاب کا موضوع مکتب اہلبیت کی تفاسیر کا جائزہ پیش کرنا ہے تا کہ عامتہ المسلمین ہماری تفاسیر کے مطالعہ سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ خود فرمالیں اور تقلید کے حوالے کے بجائے تحقیق کے حوالے سے عظمت قرآن واہلبیت سے روشناس ہوسکیں۔

اور مکتب اہلبیت سے متعلق مختلف اشکالات' اعتراضات اور سوالات والزامات کا جواب خود ہماری تفاسیر میں تلاش کرلیں۔ان تفاسیر میں تفسیر ماثور بھی ہے' کلامی تفاسیر بھی ہے اور فقہی وجامع تفاسیر بھی ان میں محکم ومتشابہ ناسخ ومنسوخ' تنزیل وتاویل' حروف مقطعات' معراج' تعداد وازدواج' میراث' عبادات' قصاص ودیت' اسلامی جنگیں اور غزوات' عدل' انسانی معاشرہ کی تشکیل وغیرہ سے متعلق سوالات کے جوابات' احادیث واقوال اہلبیت اور معقولات ومنطقی استدلال کی روشنی میں اس طرح دیئے گئے ہیں کہ ان تفاسیر کے مطالعہ سے عامتہ المسلمین کے ذہن میں کوئی استفہام واستعجاب باقی نہ رہ جائے۔علاوہ ازیں ان مفسرین کی خدمات کا اعتراف اوان کی علمی عظمت وجلالت کا بیان بھی مقصود ہے ہمارے ان علماء نے سنگ وآتش کے سلگتے بازاروں میں بغداد کی دیواروں میں' پس دیوار زنداں و سر دار حرف حق کہا اور حرف حق لکھا۔

ہم مکتب اہلبیت کی ان تفاسیر کے تذکرے کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں (۱) عربی (۲) فارسی (۳) اردو (۴) انگریزی

مکتب اھلبیت کی عربی تفاسیر

(۱) مجمع البیان فی تفسیر القران

مفسر کا نام:۔شیخ ابی علی الفضل بن الحسن الطبرسی الطّوسی السبز واری الرضوی المشھدی علیہ الرحمہ

مقدمہ:۔علامہ محمد جواد البلاغی (۲) علامہ محسن الحسینی العاملی

مفسر کی تاریخ پیدائش:۔ماہ رجب المرجب بروز جمعرات ۵۲۹۔

ناشر:۔پہلا اڈیشن شارع البر بیروت

دوسرا ایڈیشن (فارسی ترجمہ) انتشارات ناصر خسرو طھران۔''وزیری سائز''

اس کا قلمی نسخہ آیت اللہ العظمی آقای سید شہاب الدین عشی اعلیٰ مقامہ کے کتب خانہ قم مقدس ایران میں موجود ہے۔

جلد کی تعداد:۔دس

یہ تفسیر عقائد و ادبیات کا شاہکار ہے۔اور اھلبیتؑ کے حوالے سے کی جانے والی چند تفاسیر میں سے ایک ہے۔

(۲) تفسیر البیان فی تفسیر القرآن

مفسر:۔شیخ الطائفہ ابی جعفر محمد ابن الحسن الطّوسی۔

عہد:۔۴۶۰۔۳۸۵

اس تفسیر کا پہلا ایڈیشن نجف دوسرا بیروت اور تیسرا ایران سے شائع ہوا

یہ تفسیر علمی، روایتی، تاریخی، ادبی اور عقائد کے حوالے سے کی گئی ہے

(۳) تفسیر البرہان فی تفسیر القرآن

مفسر:۔ عبدالجواد سید ہاشم الحسینی البحرانی

عہد:۔ ۱۱۰۹ ہجری

جلد کی تعداد:۔ پانچ

ناشر:۔ موسیسہ مطبوعاتی اسماعلیان۔ قم۔ ایران اور دار الکتب العلمیہ

یہ تفسیر قدیم طرز پر عرفانی انداز میں تحریر کی گئی ہے

(۴) تفسیر صافی

مفسر:۔ المولی محمد محسن المقلب بہ فیض کاشانی

عہد:۔ ولادت ۱۰۰۷ھ، وفات ۱۰۹۱ ہجری

ناشر:۔ پہلا ایڈیشن، موسسہ الاعلی للمطبوعات بیروت لبنان

دوسرا ایڈیشن، مطبعۃ السعید مشہد۔ ایران جلد کی تعداد۔ ۵

یہ تفسیر علمی و عرفانی انداز میں تحریر کی گئی ہے

(۵) تفسیر قمی

مفسر:۔ ابوالحسن علی ابن ابراہیم قمی

عہد:۔ آپ کا شمار تیسری صدی کے جید علماء میں ہوتا ہے، اس تفسیر کا شمار قدیم ترین تفاسیر میں ہوتا ہے۔

ناشر:۔ پہلا ایڈیشن مطبعۃ النجف ۱۳۸۷ ہجری، دوسرا ایڈیشن دار الکتاب قم

جلد کی تعداد:۔دو

یہ تفسیر مختصر اور علمی معیار پر تحریر کی گئی۔

(۶)تفسیر بیان العسادة فی مقامات العبادہ

مفسر:۔سلطان محمد جنابذی المعروف بہ سلطان علی شاہ

عہد:۔۱۲۵۱ھ۔۱۳۲۱ھ

جلد کی تعداد:۔چار

ناشر:۔انتشارات دانشگاہ تہران۔ایران

اس تفسیر میں فلسفہ وعرفان کو پیش نظر رکھا گیا ہے

(۷)تفسیر تقریب القرآن افی الاذہان

مفسر:۔آیت اللہ العظمیٰ سید محمد شیرازی

عہد:۔۱۹۳۰ھ

جلد کی تعداد:۔(۳۰)تیس

ناشر:۔موسسہ الوفا بیروت لبنان' یہ تفسیر علمی' تاریخی' اور فکری حوالہ سے تحریر کی گئی ہے

(۸)تفسیر الجدید فی تفسیر القرآن مجید

مفسر:۔آیت اللہ محمد سبزواری

عہد:۔۱۹۳۵ھ

جلد کی تعداد:۔سات

ناشر:۔دار التعارف اللمطبوعات بیروت لبنان

(۹)تفسیر الجواہر الثمین فی تفسیر الکتاب مبین

اس تفسیر کو ''تفسیر شبر'' بھی کہتے ہیں

مفسر:۔آقای عبداللہ شبر

عہد:۔۱۲۴۲ھ۔۱۱۸۸ھ

جلد کی تعداد:۔چھ

ناشر:۔مکتبۃ الامین کویت لبنان۔اس تفسیر میں مکتب اہلبیت پر قرآن کے سلسلہ میں کئے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے گئے ہیں۔

(۱۰)تفسیر الفرقان فی تفسیر القرآن بالقرآن والسنتہ''

مفسر:۔آیت اللہ آقائی شیخ محمد صادق طہرانی،عہد عصر حاضر کے جید علماء میں شمار ہوتا ہے

جلد کی تعداد:۔تیس (۳۰)

ناشر:۔فرہنگ اسلامی تہران ایران

تفسیر میں مفصل،اجتماعی،اخلاقی،ادبی اور فقہی مسائل کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

(۱۱)تفسیر کاشف

مفسر:۔آیت اللہ آقای محمد جواد مغنیہ۔آپ کا شمار عہد حاضر کے معروف علماء میں ہوتا ہے

جلد کی تعداد:۔سات (۷)

ناشر:۔دارالعلم للملائین بیروت لبنان

یہ تفسیر منقولات ومعقولات کی روشنی میں تحریر کی گئی ہے

(۱۲)تفسیر کنز الدقائق وبحر الغرائب

مفسر: آیت اللہ محمد ابن محمد رضا القمی المشھدی

جلد کی تعداد چودہ (۱۴)

ناشر :وزارت الثقافۃ والارشاد الاسلامی تہران۔ایران

یہ تفسیر علمی اور منطقی طور پر تحریر کی گئی ہے۔

(۱۳)تفسیر نور الثقلین

مفسر: آقائی شیخ عبد العلی ابن جمعہ العروسی الحویزی

عہد: متوفی ۱۱۱۲ھ

جلد کی تعداد پانچ (۵)

اس تفسیر کے دو دو ایڈیشن شائع ہوئے ایک بیروت اور دوسرے انتشارات اسماعلیان قم ایران سے۔اس تفسیر میں قرآنی آیات کی صرف حدیثوں کے ذریعہ تشریح کی گئی ہے۔

(۱۴)تفسیر مقتنیات درر و ملتفظات الثمر

مفسر :موجودہ عہد کے فاضل جلیل عالم نبیل میر سید علی الحائری الطہرانی ہیں۔

جلد کی تعداد: بارہ (۱۲)

ناشر: دار الکتب الاسلامیہ تہران' ایران

اس تفسیر میں فلسفیانہ و اخلاقانہ عبادت کو نہایت سادہ و احسن طریقے پر پیش کیا گیا ہے۔

(۱۵)المیزان فی تفسیر القرآن

مفسر: عالم جلیل فاضل نبیل فیلسوف عظیم آقائی محمد حسین طباطبائی

عہد: ۱۳۹۷ھ

جلد کی تعداد۔بیس (۲۰)

اس تفسیر کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اس کو پہلی بار مکتبہ اعلیٰ بیروت لبنان نے

اورآخر باردارالکتب الاسلامیہ طہران،سوق السلطانی، تہرانی، ایران نے شائع کیا۔
یہ تفسیر بڑے علمی فکری اوراستدلالی طرز پر لکھی گئی ہےاورقرآن سےقرآن کی تفسیر کی گئی ہے۔

(۱۶)البیان تفسیر القرآن

مفسر: آیت اللہ العظمیٰ آقائی سید ابوالقاسم الخوئی علیہ الرحمتہ
موجودہ عہد کے عظیم فقیہہ وعالم ومفسر ومجتہد۔عہد ۱۳۹۴ھ

(۱۷)تفسیر القرآن الکریم

مفسر: آیت اللہ آقائی سید مصطفی الخمینی ۔رہبر انقلا اسلامی حضرت امام خمینی رضوان اللہ کے فرزند اکبر

عہد: ۱۳۷۰ھ

ناشر: وزارت ارشادالاسلامی تہران، ایران

(۱۸)مدخل التفسیر

مفسر: آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد فاضل لنکرانی۔عصر حاضر کے معروف عالم وفقیہ
جلد کی تعداد۔ایک(۱)
ناشر: مطبعتہ الحیدری طہران
یہ ایک علمی، اخلاقی وادبی تفسیر ہے۔

(۱۹)سواطع الالہام

مفسر: ابوالفیض فیضی ۔ ملا مبارک یمنی ناگوری کے بڑے فرزند ۹۵۴ھ میں آگرہ میں پیدا ہوئے، آپ نے جو تفسیر تحریر فرمائی ہےاس کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ اس میں

کس حرف پر نقطہ نہیں ہے اس تفسیر کی متعدد تقریظیں لکھی گئی ہیں جناب قاضی نور اللہ شوستری شہید ثالث کی تقریظ سب سے اہم ہے۔

(۲۰) تفسیر عمدۃ البیان

مفسر: مولانا دلدار علی صاحب قبلہ غفران مآب

عہد: ولادت ۱۷۵۳ء ....وفات ۱۸۳۰ء

جلد کی تعداد ۳، ہر دس پارہ کی ایک جلد ہے۔

(۲۱) تفسیر البصائر

مفسر: آیت اللہ یعسوب الدین رستار الجویباری

اس تفسیر کی سن اشاعت ۱۳۹۶ ھ۔ق، بمطابق ۱۳۵۷ ھ۔ش ہے

ناشر: المطبعۃ الاسلامیہ قم، ایران

جلد کی تعداد ساٹھ (۶۰) ہے۔

اس تفسیر کا نام سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۴ میں ہے "قد جاء کم بصائر من ربکم فمن البصر فلنفسہ و من عمی فعلیھا" سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر بیس حصوں پر تقسیم کی گئی ہے جس میں ہر حصے میں مختلف موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

(۲۲) تفسیر منہج البیان

مفسر: حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید ابن حسن کربلائی (آل باقر العلوم) مدظلہ العالی

(۲۳) تفسیر الحِبری

مفسر: ابو عبداللہ الکوفی الحسین بن الحکم ابن مسلم الحبر ی المتوفی ۲۸۶ ھ ناشر: موسسہ

آل البیت لاحیاء التراث بیروت لبنان'

(۲۴) تفسیر القرآن الکریم

سید عبداللہ شبر' جامعہ تعلیمات اسلامی کراچی

(۲۵) تفسیر القرآن۔ سید احمد المعروف علامہ ہندی

مکتب اہلبیت کی فارسی تفاسیر

(۱) تفسیر ابوالفتوح / روح الجنان فی تفسیر القرآن ہے

مفسر : حسین ابن علی الخزاعی نیشاپوری

عہد: متوفی ۵۵۲ ہجری

جلد کی تعداد: بارہ (۱۲)

ناشر: پہلا ایڈیشن کتابخانہ آیت اللہ مرعشی قم سے شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن انتشارات اسلامیہ تہران سے شائع ہوا۔ پہلے یہ تفسیر پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل تھی بعد میں آقائی ابوالحسن شعرانی مرحوم نے تصیحات وتعلیمات کے ساتھ اسے بارہ جلدوں میں شائع کیا۔ علاوہ ازیں اس کے دیگر ایڈیشن بھی مختلف ناشرین نے شائع کیے ہیں۔

(۲) منہج الصادقین فی الزام المخالفین

مفسر: ملا فتح اللہ کاشانی

عہد: متوفی ۹۹۸ ہجری

جلد کی تعداد: دس (۱۰)

ناشر: کتاب فروشی اسلامیہ تہران۔ تفسیر کا موضوع کلامی' اخلاقی

(۳)تفسیر اثناءعشری

مفسر: آ قائی حسن ابن احمد الحسین شاہ عبدالعلی مدظلہ

عہد: عہد حاضر

جلد کی تعداد: چودہ (۱۴)

ناشر: انتشارات میقات تہران ایران۔(موضوع) عقائد و معقولات

(۴) تفسیر اطیب البیان فی تفسیر القرآن

مفسر: آیت اللہ سید عبدالحسین طیب

عہد: متوفی ۱۴۱۲ ہجری

جلد کی تعداد: (۱۴) چودہ

ناشر: کتابفروشی اسلامی تہران جمہوری اسلامی ایران۔موضوع: علمی اخلاقی ادبی

(۵)تفسیر انوار درخشاں

مفسر: آ قائی سید محمد حسین ہمدانی

عہد: ۱۴ ہجری

جلد کی تعداد: اٹھارہ (۱۸)

ناشر: انتشارات علمیہ قم، جمہوری اسلامی ایران۔موضوع: مفصل، اجتماعی، اخلاقی

(۶)تفسیر جامع بروجردی

مفسر: آ قائی سید ابراہیم بروجردی دام مجدہ

عہد: عہد حاضر

جلد کی تعداد: سات (۷)

ناشر: انتشارات کتب خانہ صدر، تہران، ایران۔ موضوع : علمی، روایتی

(۷) تفسیر روان جدید

مفسر: حجتہ الاسلام آ قائی مرزا محمد ثقفی تہرانی

عہد: عہد حاضر

جلد کی تعداد: پانچ (۵)

ناشر: انتشارات برہان، تہران جمہوری اسلامی ایران۔ موضوع: علمی، اجتماعی

(۸) تفسیر عاملی

مفسر: آیت اللہ ابراہیم عاملی

عہد: چودہویں صدی ہجری

جلد کی تعداد: آٹھ (۸)

ناشر: کتاب خانہ صدوق تہران جمہوری اسلامی ایران۔ موضوع: علمی، روایتی

(۹) تفسیر گازر (جلاء الاذیان وجلاء الاخران)

دراصل یہ تفسیر روض الجنان کا خلاصہ ہے

مفسر: آیت اللہ ابوالمحاسن الحسین بن الحسن الجرجانی

عہد: آٹھوین صدی ہجری

جلد کی تعداد: دس (۱۰)

ناشر: انتشارات مہر آرائن تہران جمہوری اسلامی ایران۔ موضوع: قدیم روایتی، علمی

(۱۰) تفسیر لاہیجی

مفسر: آیت اللہ بہاالدین شیخ علی شریف لاہیجی

عہد: متوفی ۱۰۸۸ہجری ۔جلد کی تعداد: چار (۴)

ناشر: مطبوعاتی علمی تہران جمہوری اسلامی ایران۔موضوع: علمی۔روایتی

اس تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر آیت کی تین مرحلوں میں تفسیر کی گئی ہے۔مرحلہ اول۔ بیان کلی آیت، مرحلہ دوم۔نکات آیات کی توضیح وتشریح۔مرحلہ سوم۔آیت سے نتائج نکالنا

(۱۱) تفسیر مخزن العرفان در علوم القرآن

اس تفسیر کو "کنز العرفان" بھی کہتے ہیں۔

مفسر: عصر حاضر کی معروف مجتہدہ خانم آمین اصفہانی

جلد کی تعداد: پندرہ (۱۵)

ناشر: کتاب فروشی ثقفی اصفہان جمہوری اسلامی ایران۔موضوع: عرفانی، علمی، فلسفی

(۱۲) تفسیر روح القرآن

مفسر: ڈاکٹر محمد جواد مشکور

عہد: چودھویں صدی ہجری

جلد کی تعداد: ایک

ناشر: دفتر مرکزی انقلاب روبڑی دانشگاہ تہران

(۱۳) تفسیر نور الانوار

مفسر: آقائی احمد بن محمد علی بن آقائی بہبہانی

عہد: ولادت ۱۷۷۷ء وفات ۱۸۱۹ء

ناشر: نول کشور لکھنو

(۱۴)تفسیر احکام القرآن

مفسر: امیر کبیر حاکم ہمدان سید شہاب الدین کے فرزند آقائی سید علی ہمدانی

عہد: ولادت ۱۳۱۳ھ۔وفات۔۱۳۷۵ھ

اس تفسیر میں الناسخ والمنسوخ قرآن پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

جلد کی تعداد: تین (۳) ۔ہمدانی کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

(۱۵)تفسیر حزین

مفسر: آقائی شیخ محمد علی حزیں

عہد: ولادت ۱۶۹۲ء۔وفات۔۱۷۶۶ء

جلد کی تعداد: دو (۲)

(۱۶)تفسیر نمونہ

اس تفسیر کو علماء کی ایک جماعت نے تحریر کیا ہے جس میں عہد حاضر کے دس مذہبی اسکالرز نے حصہ لیا۔(۱) حجتہ الاسلام آقائی محمد رضا آشیانی (۲) حجتہ الاسلام آقائی محمد جعفر امامی (۳) حجتہ الاسلام آقائی داود الہامی (۴) حجتہ الاسلام آقائی اسد اللہ ایمانی (۵) حجتہ الاسلام آقائی عبد الرسول حسنی (۶) حجتہ الاسلام آقائی سید حسن علی شجاعتی (۷) حجتہ الاسلام آقائی سید نور اللہ طباطبائی (۸) حجتہ الاسلام آقائی محمود عبد اللہی (۹) حجتہ الاسلام آقائی محسن قرائتی (۱۰) حجتہ الاسلام آقائی محمد مہدی۔اس تفسیر پر نظر آیت اللہ العظمی استاد محقق آقائی ناصر مکارم شیرازی نے فرمائی ہے۔

جلد کی تعداد: ستائیس (۲۷)

ناشر: دار الکتب الاسلامیہ بازار سلطانی تہران جمہوری اسلامی ایران سے ۱۳۶۸

ق۔ھ' میں شائع ہوئی۔ یہ تفسیر علمی اور فلسفیانہ عبارت پر مشتمل ہے۔ اور اس میں عصر حاضر کے نوجوانوں کی ذہنی تشنگی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اور عامتہ المسلمین کے تمام مکاتب فکر کے مطالعہ کے لئے تحریر کیا گیا ہے۔ یہ ایک علمی' فلسفی' اجتماعی اور اخلاقی تفسیر ہے۔

(۱۷) تفسیر نوین

مفسر: آقائی محمد تقی شریعتی

جلد کی تعداد: تین (۳)

ناشر: دفتر نشر فرہنگ اسلامی تہران' ایران

(۱۸) تفسیر موضوعی

مفسر: معروف مذہبی اسکالر آیت اللہ جواد آملی

عہد: چودہویں صدی ہجری۔ یہ تفسیر ۱۹ شہر یور ۱۳۶۳ھ قم سے شائع ہوئی۔

جلد کی تعداد: چار (۴)

ناشر: مرکز نشر فرہنگ رجاء خیابان ظہر الاسلام' قم' جمہوری اسلامی ایران

یہ تفسیر آیت اللہ جواد آملی کے ان دروس پر مشتمل ہے جو وہ جمہوری اسلامی ایران کے ٹیلیویژن سے مسلسل تین سال تک بیان فرماتے رہے۔ مرکز نشر فرہنگی نے ان دروس کو مجتمع کر کے "تفسیر موضوعی" کے نام سے شائع کیا۔

تفسیر میں آقائی جواد آملی نے بڑے عالمانہ انداز میں مقدمہ تحریر کیا ہے' تفسیر کی فہرست میں درس' اسکا موضوع اور کس تاریخ کو یہ درس دیا گیا ہے' تحریر ہے۔ جلد اول بیس دروس پر مشتمل ہے جلد دوم پچیس دروس پر مشتمل ہے' جلد سوم پچیس دروس پر مشتمل ہے' جلد چہارم بیس دروس پر مشتمل ہے' جلد پنجم ۲۱ دروس پر مشتمل ہے۔ اس طرح یہ تفسیر ۱۱۱ دروس اور

۱۱۱موضوع پر مشتمل ہے۔

(۱۹)تفسیر قرآن

مفسر: ملاعلی رضا شیرازی۔سن وفات ۱۶۷۴ء

(۲۰)تفسیر حسینی ملا حسین واعظ کشفی

مکتب اہلبیتؑ کی اردو تفاسیر

عربی فارسی زبان کے علاوہ اردو (جوایک بین الاقوامی زبان ہے'اور جس کے بولنے اور سمجھنے والوں کی تعداد تقریباً ایک ارب سے کچھ کم ہے) میں بھی برصغیر کے علماء ومفسرین نے قرآن حکیم کی تفاسیر بہت بڑی تعداد میں کی ہے جس میں بیشتر تفاسیر شائع نہ ہوسکی اور ان کے قلمی نسخے ہندوستان وایران ولندن کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔لیکن وہ تفاسیر جوشائع ہوچکی ہیں یا جس کے بارے میں ناچیز کوعلم ہے اس کی فہرست اہل علم قارئین کے مطالعہ کے لئے ہدیہ کررہاہوں تا کہ اندازہ ہوسکے کہ ہمارے علماء نے کتنے نامساعد حالات میں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا اور ہمیں قرآن سے روشناس کرانے کے لئے کتنی مساعی جمیلہ کی ہے ذات واجب انہیں اجر جزیل عطا فرمائے اور وہ مفسرین جو ہمارے درمیان موجود ہیں ان کے درجات کو بلند فرمائے اور جو علمائے تفسیر میں مصروف ہیں ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

(۱)تفسیر لوامع التنزیل

مفسر: مولانا سید القاسم رضوی حائری کشمیری الاصل ورضوی النسل بزرگ تھے آپ کے والد ماجد سید حسین قم سے ہجرت کر کے کشمیر اور وہاں سے ۱۸۳۳ء میں فرخ آباد یوپی

ہندوستان تشریف لائے۔وفات ۱۹۰۶ء

ہر پارہ کی ایک تفسیر ہے جو بارہ وزیری سائز پر مشتمل ہے۔لوامع التزیل برصغیر کی تفسیر نویسی میں مایہ ناز کتاب ہے مطالعہ وتحقیق ومباحث عقائد واستدلال کے بہترین حوالے موجود ہیں۔

(۲) البیان فی تفسیر القرآن

مفسر: سید آقائی حسن صاحب

عہد: ۱۳۵۲ء

طبع: لکھنو

مطبع: عمادالاسلام پریس

(۳) مفید القرآن

مفسر: سید زیرک حسین رضوی امروہوی

طبع: حیدرآباد دکن

مطبع: حیدری

(۴) تفسیر کاشف الحجم

مفسر: سید زین العابدین

طبع: الہ آباد

مطبع: ہندوستان اکیڈمی پریس

سن اشاعت: ۱۳۰۴ ہجری

(۵) تفسیر تنویر البیان

مفسر: سید علی لکھنوی

طبع: آگرہ

مطبع: اعجاز محمدی پریس

اس کی زبان سادہ وروان ہے اور اسکی بحث دل کش اور مفید ہے ہر پارے کی ایک جلد اور ہر جلد کے ساتھ علماء کی رائے چھپی ہے۔

(۲) تفسیر انوار القرآن

مفسر: حجتہ الاسلام والمسلمین مولانا سید راحت حسین ابن طاہر حسین رضوی گوپالپوری

عہد: ۱۸۸۰ء

یہ تفسیر اردو زبان کی ایک معرکتہ آلاراء تفسیر ہے' موضوع: روایتی' کلامی

(۳) تفسیر عمدۃ البیان

مفسر: افتخار العلما مولانا سید عمار علی بن سید نظام علی سونی پت ضلع شاہجہاں آباد

عہد: ولادت ۱۸۲۸ء وفات: ۱۸۸۶ء۔ اہتمام سید صغیر حسین شمس دہلی سے طبع ہوئی۔

ایک قدیم' علمی اور روایتی تفسیر ہے۔

(۴) تفسیر قرآن مجید

مفسر: مولانا حکیم مقبول احمد صاحب دہلوی اعلیٰ اللہ مقامہ ابن غضنفر علی دہلوی اعلی اللہ مقامہ

عہد: ولادت ۱۸۷۰ء وفات ۱۹۲۱ء

ترجمہ قرآن مجید و تفسیر و حواشی و ضمیمہ طبع ۱۹۱۵ء

تفسیر میں عموماً تفسیر صافی کو بنیاد قرار دیا ہے اس کے بعض مباحث میں دوسری معتبر کتابوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور شیعہ عقیدہ و خیال کو بے خوف ہو کر لکھا ہے۔ اس عہد کے مشہور مفسرین اسلام نے اپنے بیانات و تفاسیر میں شیعوں کے خلاف جو کچھ کہا تھا مولانا

مقبول احمد صاحب نے اس کے مقابلے میں اپنی بات کہی ہے۔

(۵) تفسیر قرآن مجید

مفسر: حکیم مولانا حافظ سید فرمان علی اعلی اللہ مقامہ

عہد: ولادت ۱۸۸۳ء وفات ۱۹۱۶ء۔ موضع چندن پٹی صوبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ مولانا بڑے جید الذہن، زکی اور فہم تھے پانچ مہینے کی مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ آپ کی تفسیر کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

(۶) تفسیر التوضیح المجید

مفسر: مولانا سید علی ابن مولانا دلدار علی صاحب غفران مآب

عہد: ولادت ۱۷۸۵ء وفات ۱۸۴۳ء

جلد کی تعداد: دو (۲)

(۷) تفسیر قرآن

مفسر: حجتہ الاسلام شیخ عبد العلی ہروی

عہد: ولادت ۱۸۶۱ء وفات ۱۹۴۴ء

جلد کی تعداد: تین (۳)

مکمل تفسیر کا قلمی نسخہ نواب رامپور کی لائبریری میں محفوظ ہے اس کی ۳ جلدیں استعاذہ سے اھدنا الصراط مستقیم تک شائع ہوئی ہے۔

(۸) تفسیر قرآن

مفسر: مولانا سید رجب علی ارسطو جاہ ابن سید علی بخش نقوی

عہد: ولادت ۱۸۰۶ء وفات ۱۸۶۹ء

جلد کی تعداد: دو جلدیں کشف الغطاء تفسیر سورۂ ھل اتی و سرا کبر فی تفسیر سورۂ الفجر شائع ہوئی ہے۔

(۹) تفسیر قرآن حکیم

مفسر: شمس العلماء مولانا الحاج سید محمد ابراہیم صاحب

عہد: تیرہویں صدی ہجری

جلد کی تعداد: دو (۲)

(۱۱) تفسیر قرآن

مفسر: آیت اللہ مفتی محمد عباس ابن سید علی اکبر جزائری شوشتری

عہد: تیرہویں صدی ہجری کے عالم جلیل فاضل نبیل، فقیہ و محدث مفسر سورۂ یوسف ۳۰) احسن القصص

(۱۰) تفسیر ینابیع الانوار

مفسر: شمس العلماء مولانا الحاج سید محمد ابراہیم صاحب

عہد: تیرہویں صدی ہجری

جلد کی تعداد: دو (۲)

(۱۱) تفسیر قرآن

مفسر: آیت اللہ مفتی محمد عباس بن سید علی اکبر جزائری شوشتری

عہد: تیرہویں صدی ہجری کے عالم جلیل فاضل نبیل، فقیہ و محدث، مفسر و مورخ، ادیب و شاعر

جلد کی تعداد: تین (۱) تفسیر سورۂ الرحمٰن، تفسیر سورۂ ق، تفسیر آیت سیجبھا الاتقی

امر بنی

(۱۲) تفسیر قرآن مجید

مفسر: مولانا اولاد حیدر فوق بلگرامی اعلی اللہ مقامہ ۔عہد: وفات ۱۹۴۲ء

جلد کی تعداد: ایک۔ تفسیر قرآن مجید جلد اول با حواشی شائع ہو چکی ہے۔

(۱۳) تفسیر شیریں

مفسر: ملک العلماء سید بندہ حسین صاحب قبلہ ابن سلطان العلماء مولانا سید محمد صاحب

عہد: تیرہویں صدی ہجری جلد کی تعداد: دو (۲)

ناشر: اردو مطبوعہ۔ لکھنو

(۱۴) تفسیر قرآن

مفسر: فتح علی شیرازی

طبع: حیدر آباد دکن سن اشاعت: ۱۳۳۵ھ

(۱۴) تفسیر قرآن

مفسر: حافظ قاری مولانا بہادر علی شاہ صاحب۔ منفرد معروف خطیب۔ مولانا حافظ سید ذوالفقار علی شاہ (جلال پور ڈبان کے دادا)

عہد: وفات ۱۹۱۶ء

جلد کی تعداد: (۱) تفسیر سورہ یوسف

(۱۵) تفسیر قرآن الحکیم

مفسر: مولانا سید حسین صاحب قبلہ

عہد: ولادت ۱۷۹۶ء وفات ۱۸۵۶ء

جلد کی تعداد: پانچ (نامکمل) (۱) تفسیر سورۂ حمد مفصل؛ (۲) تفسیر سورۂ بقرہ (۳) تفسیر سورۂ ھل اتی علی الانسان (۴) تفسیر سورۂ توحید (۵) تفسیر آیت کریمہ

(۶) تفسیر المتقین

مفسر: مولانا سید امداد حسین کاظمی ابن سید عباس۔ آپ کے دادا مولانا سید رمضان علی کاظمی المشہدی اپنے وقت کے بڑے زاہد و فقیہ تھے۔

عہد: ولادت ۱۹۰۱ء گجرات پنجاب۔ وفات۔ ۱۹۷۵ء

جلد کی تعداد: پانچ مطبع: انصاف پریس

(۱۷) تفسیر انوار النجف فی اسرار المصحف

مفسر: حجتہ الاسلام والمسلمین علامہ حسین بخش جاڑا اعلیٰ اللہ مقامہ

عہد: عہد حاضر کے معروف عالم و خطیب و مفسر

جلد کی تعداد: چودہ (۱۴)

ناشر: مکتبہ انوار النجف، دریا خان بھکر

(۱۸) تفسیر فصل الخطاب

مفسر: سید العلماء مولانا سید علی نقی النقوی (نقن صاحب)

عہد: موجودہ صدی کے معروف عالم و خطیب

جلد کی تعداد: چھ (۶)

ناشر: باراول۔ ادارہ ترویج علوم اسلامیہ کراچی؛ بار دوم، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

(۱۹) تفسیر قرآن کریم

مفسر: ادیب اعظم مولانا ظفر حسن امروہوی اعلٰی اللہ مقامہ

عہد: چودھویں صدی ہجری کے معروف ادیب وخطیب وعالم ومفسر

جلد کی تعداد: چار (۴)

ناشر: شمیم بکڈپو ناظم آباد کراچی

(۲۰) میزان الایمان من آیات الفرقان

مفسر: استاد الاساتذہ علامہ مرزا یوسف حسین لکھنوی

عہد: موجودہ عہد کے معروف استاذ مدرس، عالم خطیب ومفسر

جلد کی تعداد: چار (۴) دو مطبوعہ دو غیر مطبوعہ

جلد اول میں اسلام ایمان، توحید عدل کے موضوعات، جلد دوم میں نبوت و امامت سے حشر ونشر اور جنت ونار کے موضوعات، جلد سوم میں اسلامی معاشرہ، اسلامی اخلاص، اسلامی تہذیب، اسلامی نظام اور اوامر ونواہی کے ابواب، جلد چہارم قصص القرآن۔ اس تفسیر کا مقصد یہ تھا کہ عقیدہ وعمل دونوں میں اسلامی تعلیمات کا خاکہ قرآن مقدس کی روشنی میں سامنے آجائے اور ہر صاحب نظر کو معلوم ہو جائے کہ کوئی ایسا عقدہ نہیں ہے جسے قرآن مجید میں حل نہ کر دیا گیا ہو بشرطیکہ آیات قرآن کے مفاہیم ومطالب ان بزرگوں سے حاصل کیے جائیں جن کے سینے علوم قرآن کا خزانہ عامرہ تھے۔

ناشر: مرزا احمد حسین ۱۰۔ فلیمنگ روڈ لاہور

(۲۱) تفسیر انوار الفرقان

مفسر: حجۃ الاسلام علامہ مشتاق حسین شاہدی دام مجد

علامہ مشتاق شاہدی صاحب ہمارے محسن اور مربی ہیں عالم آن لائن کے مقرر ہیں، علامہ شاہدی عہد حاضر کے معروف خطیب ادیب ہیں جو وکیل آل محمد کے طور پر جانے اور

مانے جاتے ہیں اور وہابیت کے خلاف خواہ وداخلی سطح پر ہو یا خارجی سطح پر تحریری وتقریری جہاد میں مصروف ہیں قرآن فہمی کا ذوق اور اہلبیتؑ سے عقیدت رکھنے والوں کے لئے یہ ایک اچھی تفسیر ہے۔ علامہ شاہدی نے تفسیر انوار الفرقان کی پہلی جلد کے پیش لفظ میں خود ہی فرمایا ہے قرآن فہمی کے لئے اموی فکر نہیں جذبہ سلمان وبلال درکار ہے۔ ''اس دور میں لکھی جانے والی تفاسیر میں اہلبیتؑ کے خلاف لکھا جا رہا ہے جبکہ قرآن حکیم عالمین کے لئے کتاب ہدایت ہے اور پیغمبرؐ اسلام عالمین کے لئے رسول رحمت ہیں اور آل محمدؐ عالمین کے لئے آئمہ ہدایت ہیں اسی لئے پیغمبرؐ اسلام نے قرآن کی تفسیر وتاویل کی وضاحت کے لئے اپنے اہلبیت کو قرآن کے ساتھ کیا ہے' اس لئے تفسیر اہلبیتؑ سے روشناس کرانے کے لئے تفسیر قرآن لکھنے کا ہم نے آغاز کیا۔

ناشر: قصر میثب رضویہ سوسائٹی کراچی۔ ۱۸

علامہ شاہدی مختلف موضوعات پر پچاس سے زائد کتب تحریر فرما چکے ہیں۔

(۲۲) خلاصۃ التفاسیر قرآن مبین

مفسر: ڈاکٹر پروفیسر مولانا سید محمد حسن رضوی صاحب ہیں آپ حجۃ الاسلام مولانا سید انیس الحسنین رضوی امروہوی کے فرزند اور عہد حاضر کے معروف خطیب ہیں۔

جلد کی تعداد: آٹھ (۸) ابھی تفسیر کا سلسلہ جاری ہے۔

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ ۲۷۹ بر ٹیو روڈ کراچی ہیں۔

یہ تفسیر مختلف مکاتب فکر' قدیم وجدید اہم تفاسیر کا خلاصہ وآسان ترجمہ ہے۔

(۲۳) احسن الحدیث

مفسر: حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ طالب جوہری مدظلہ العالی ابن حجۃ الاسلام والمسلمین سرکار مولانا محمد مصطفیٰ جوہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

عہد حاضر کے روشن فکر وبالغ نظر عالم دین' خطیب ومفکر ومفسر ہیں۔

آپ کے درس تفہیم القرآن میں پاکستان ٹیلویژن سے کاسٹ ہو کر بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔

جلد کی تعداد: اول دوم

ناشر: امام بارگاہ باب العلم نشاط کالونی آر۔ آے بازار لاہور چھاؤنی ۔

(۲۴) تفسیر انوار القران

مفسر: حجتہ الاسلام سید ذیشان حیدر جوادی ابن مولانا جواد صاحب قبلہ

ہندوستان کے نامور خطیب و عالم دین و ادیب و شاعر و محقق و مفسر تھے۔

اگرچہ اس کا نام تفسیر انوار القران ہے لیکن حقیقت میں یہ قرآن کا ترجمہ و حاشیہ ہے۔

ناشر: تنظیم المکاتب۔ گولہ گنج لکھنؤ۔ انڈیا

(۲۵) تفسیر کوثر

مفسر: حجتہ الاسلام مولانا شیخ محسن علی نجفی

ناشر: جامعہ اہلبیت اسلام آباد

(۲۶) تفسیر المیزان

حضرت آیت اللہ العظمٰی طباطبائی کی منفرد اور شہرت یافتہ تفسیر المیزان کا اردو ترجمہ جو کہ حضرت آیت اللہ حسن رضا غدیری آف لندن فرمارہے ہیں۔ تین جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ آیت اللہ حسن رضا غدیری صاحب کی اپنی ۲۵ سے زائد کتب شائع ہو چکی ہیں۔ آپ بلند پایہ عالم، خلیق انسان اور ہمارے محسن ہیں۔

مکتب اہلبیت کی سندھی تفاسیر

(۱) تفسیر ہاشمی

مفسر: مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی

عہد: ولادت ۱۱۰۴ھ   وفات ۱۱۷۴ھ

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم جلیل واہل عرفان تھے۔
آپ نے سندھی، عربی، اور فارسی میں تقریباً تین سو کتابیں تحریر فرمائیں۔

(۲) تفسیر ابوالحسن

مفسر: مولانا ابوالحسن ٹھٹھوی

عہد: ۱۱۶۴ء

سندھی نثر میں سب سے پہلے مولانا ہی نے قلم اٹھایا تھا، قرآن کی تفسیر کے علاوہ ان کی مشہور کتاب مقدمہ الصلوٰۃ ہے جو ۱۱۱۲ء میں لکھی گئی یہ سندھی نثر کی پہلی کتاب شمار ہوتی ہے۔

تفسیر قرآن

مفسر: مولانا غلام اکبر کچھی لاڑکانہ

اس تفسیر کے پارے ادارہ تبلیغ تعلیمات اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام شائع ہو رہے ہیں۔
طبع: حیدرآباد

مکتب اہلبیتؑ کی انگریزی تفاسیر

The Holy Quran
Translation and Communtary by :
Ayatullah Agha H.M.M. Pooya Yazdi
and
S.V. Mir Ahmad Ali.
Published by : Habib Brothers
2nd Edition 1995. Published by Thhrike-Tarsile
Quran inc
Elmhurst NewYark

2- The Holy Quarn
Trannslation and Communtary by :
Mri Ahmed Ali Sajadi Wafa Khani
Published by : Khalil Sharazi 1994.

تفاسیر عربی وفارسی کے اردو تراجم

(۱) تفسیر نمونہ

مترجم: حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ

جلد کی تعداد: ستائیں (۲۷)

ناشر: مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

علامہ صفدر حسین نجفی نے بڑی ژرف بینی وجگر کاوی سے اس کا ترجمہ کیا ہے اور بالعموم لفظی ترجمہ کے اسلوب کو اپنایا ہے لیکن گاہ گاہ قارئین کرام کی سہولت اور عبارت کی روانی کے لئے آزاد ترجمے کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور مفہوم کو دلکش پیرائے میں منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۲) حبل المتین خلاصہ تفسیر منہج الصادقین

مفسر: ملا فتح اللہ کاشانی

ترجمہ: مولانا الحاج شیخ محمد حافظ بلتستانی خطیب جامع مسجد کاموں کے ضلع گجرانوالہ

مطبوعہ: میاں رضوان پریس اردو بازار لاہور

ناشر: جامع مسجد امامیہ لائن پار کاموں کے، ضلع گجرانوالہ

(۳) تفسیر عمدۃ البیان

مترجم: مولانا احمد نواز شاکر صاحب

(۴) تفسیر البیان

مفسر: حضرت آیت اللہ خوئی رحمتہ اللہ علیہ

مترجم: حجتہ الاسلام مولانا شیخ محسن علی نجفی صاحب

ناشر: مکتبہ اہلبیت اسلام آباد

(۵) تفسیر نور

مفسر: آیت اللہ شیخ محسن قرائتی

مترجم: ہیئت علماء

ناشر: مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

(۶) آثار حیدری

تفسیر: منسوب امام حسن عسکری علیہ السلام

مترجم: سید شریف حسین بھریلوی

نظر ثانی: مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری

طبع: ممبئی۔ امامیہ کتب خانہ۔ سن اشاعت ۱۳۲۰ ہجری

(۷) عمدۃ البیان

مفسر: سید عمار علی۔ سونی پتی۔ متوفی ۱۳۰۴ھ

طبع: دہلی مطبع یوسفی پریس۔ سن اشاعت ۱۳۰۷ھ

(۸) آثار حیدری

مترجم: محمد باقر زیدی

ترجمہ وتفسیر حیدری

طبع: ممبئی۔احمد پریس (انڈیا)

(۹) ترجمہ قرآن مع تفسیر

مفسر: نواب محمد حسین قلی خان

طبع: لکھنو۔مطبع اثناعشری پریس

سن اشاعت: ۱۸۸۶ء

یہ مکتب اہلبیتؑ کی تفاسیر کا ایک سرسری و نامکمل جائزہ ہے اور چند معروف تفاسیر کا تذکرہ ہے۔ان تفاسیر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے مفسرین اصول تفاسیر سے نہ صرف کماحقہ آگاہی رکھتے تھے بلکہ درجہ کمال پر فائز تھے انہوں نے نظم قرآن کے معنی اور عربی قواعد کے مطابق آیات کے سبب نزول، ان کی کیفیت، ان کی سند اور ان کے طرز استدلال وغیرہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے بحث کی اور احکام شرعیہ کا بڑے عالمانہ طرز پر استنباط کیا۔اور تفسیر وتاویل یعنی روایت و درایت دونوں کو پیش نظر رکھا۔مکتب اہلبیتؑ کی تفاسیر کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ یہ مفسرین عربی زبان میں کتنی مہارت رکھتے ہیں اور اسباب نزول، ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ اور اعجاز قرآن وغیرہ سے بخوبی واقف ہیں بلکہ حدیث و سنت واقوال آئمہ طاہرین اور ان کے اسوۂ حسنہ پر بھی وسیع و گہری نگاہ رکھتے ہیں۔مکتب اہلبیت کی تفاسیر میں تفسیر وتاویل، تفسیر کی ضرورت اور اس کے لوازمات، اسباب نزول، ناسخ ومسنوخ، محکم ومتشابہ، اعجاز القرآن، امثال القرآن، اقسام القرآن، قصص القرآن، علوم القرآن، مثلاً علم احکام، علم مناظرہ، تذکرہ بآلاء اللہ، تذکر بایام اللہ، تذکیر بالموت و بمابعد الموت، قرآن کے موضوعات، دعوت قرآنی، قرآن فہمی کے اصول، قرآن اور عصری

تحقیقات، سائنسی تحقیق کی فقہی افادیت، انبیاء کے متعلق شواہد، تسخیر سماوات والارض، اخلاقی، معاشی، معاشرتی، عسکری اور ریاستی دستور، عالمی امن، بنیادی حقوق پر قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر کی ہے تاکہ قرآن فہمی کو آسان کیا جائے اور نوع انسانی کو ان کے مسائل کے حل کے لئے قرآن پر غور کی دعوت دی جائے۔ یوں تو دنیا کی ہر کتاب کی یہ کیفیت ہے کہ جب تک اسے سمجھا نہ جائے اس سے مستفیض نہیں ہوا جا سکتا تو پھر قرآن حکیم جو خدا کی طرف سے انسان کے لئے آخری ہدایت ہے اور یہ آخری ہدایت قیامت تک کے بنی نوع انسان کے لئے ہے اور انسان کو زندگی کے ہر معاملہ میں اس سے رہنمائی حاصل کرنی ہے لہٰذا اس کتاب حکمت کی تفسیر ہر دور کے حالات کے مطابق ہونی چاہئے۔ جوں جوں انسان کی تمدنی اور عمرانی زندگی پھیلے گی زندگی کے نئے نئے مسائل اور انسانیت کے نئے نئے تقاضے سامنے آئیں گے، قرآن کریم کے بیان کردہ اصولوں میں اتنی جامعیت ہے کہ وہ انسانی زندگی کے ان تقاضوں کا آخری حل اپنے اندر رکھتے ہیں لیکن یہ معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک طرف انسان کے سامنے قرآن کریم کے جامع، عالمگیر اور غیر متبدل اصول ہوں اور دوسری طرف زندگی کے نئے نئے تقاضے بھی ان کے پیش نظر ہوں۔ اپنے دور سے الگ ہٹ نہ پائے، قرآنی علم کو کماحقہ سمجھا جا سکتا ہے نہ اس سے مطلوبہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ ہمارے مفسرین نے عصری تقاضوں سے آشنا ہو کر تفاسیر کی ہیں تاکہ نوع انسانی کو قرآنی تعلیمات سے روشناس کرا کر ان کی پریشانیوں، مسائل اور الجھنوں کو دور کیا جا سکے۔

قرآن کے پہلے مفسر

قرآن کریم خدا کی آخری ہدایت ہے اور ہمارے ہادیان برحق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر حضرت قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف تک سب نے اس کے پیغام کو پہنچایا۔خدا کی حجت ہونے کی وجہ سے خدا کے پیغام (قرآن) کی حفاظت اور دنیا کو اس کی تعلیم دی۔ہمارا اس قرآن پر دوسروں سے زیادہ ایمان ہے کہ ہمارا مولا امام علیؑ کے بارے میں سرکار دوعالم فرما چکے ہیں علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ہم اس کتاب پر اول تا آخر بسم اللہ کی ''ب'' سے لے کر والناس کی ''س'' تک ایمان' اعتقاد و یقین رکھتے ہیں اور کسی تحریف کے قائل نہیں ہم پر یہ الزام بر بنائے مخاصمت جہلی ہے۔اگر ہمارا قرآن پر ایمان نہ ہوتا تو ہمارے سینکڑوں ادارے' ہزاروں' علماء ومفسرین' لاکھوں طلاب اور کروڑوں لوگ اس کی تعلیم نہ دے رہے ہوتے اور نہ لے رہے ہوتے اور نہ اتنی وقیع تفاسیر لکھی جاتیں کہ صدیوں جس کا جواب نہیں لاسکتیں۔صرف آیت اللہ طباطبائی کی تفسیر ''المیزان'' صدیوں پر بھاری ہے اور کسی بھی مسلک میں اس کے مقابلے کی تفسیر آج تک نہیں لکھی گئی۔اب ہم آپ کی خدمت میں قرآن حکیم کے پہلے مفسر کا ذکر بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔عالم اسلام میں جس شخص نے قرآن کریم کی سب سے پہلے تفسیر کی وہ ''سعید ابن جبیر تابعی'' ہیں۔

ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں جس مقام پر مفسرین وتفاسیر کا تذکرہ کیا ہے وہاں ''تفسیر سعید'' کا تذکرہ موجود ہے۔ابن ندیم نے ان سے پہلے کسی مفسر اور کسی تفسیر کا

تذکرہ نہیں کیا ہے ''سعید ابن جبیر'' حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ماننے اور چاہنے والوں میں تھے' اصحاب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام میں سے تھے آپ کی شہادت کے موقع پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی عمر گیارہ سال تھی' آپ ایک نیک متقی پرہیز گار عالم تھے اور شیعان حیدر کرار میں سے تھے آپ کو امام محمد باقر علیہ السلام کے دور امامت میں ۹۴ ھجری کو شیعت کے جرم بے گناہی میں قابل گردن زدنی قرار دے کر شہید کر دیا گیا' علمائے شیعہ نے آپ کا تذکرہ اپنی کتابوں میں بڑی تکریم کے ساتھ کیا ہے۔ علامہ حلی نے اپنی کتاب ''خلاصۃ'' میں ''ابو عمر وکشی'' نے اپنی کتاب ''رجال کشی'' میں اور مولانا سعادت علی خان نے اپنی کتاب ''مصائب الشیعہ'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور سعید ابن جبیر کے متعلق آئمہ اہلبیت کے اقوال وارشادات کو پیش کیا ہے جس میں جناب سعید ابن جبیر کی تعریف وتوصیف کی ہے۔ آپ کو شیعہ ہونے کے جرم میں حجاج نے شہید کرادیا۔

چھری کی دھار سے کٹتی نہیں چراغ کی لو
بدن کے موت سے کردار مر نہیں سکتا

کتاب فن قرأت قرآن کے پہلے مدون

جس طرح قرآن کے پہلے مفسر سعید ابن جبیر شیعان حیدر کرار میں سے تھے اسی طرح فن قرأت قرآن کے پہلے مدون بھی شعیان حیدر کرار میں سے تھے۔ ''خباب آبان بن تغلق ربعی ابو سعید'' جنہیں ''ابوامیمہ کوفی'' بھی کہا جاتا ہے۔ نجاشی نے آپ کو شیعہ کتب نویسوں کی فہرست میں لکھا ہے۔ خدا کی رحمت ہو ابان بن تغلق پر کہ جو تمام علوم وفنون مثلاً قرآن وحدیث وفقہ میں دوسروں پر مقدم تھے' وہ ایک منفرد اور جداگانہ طرز قرأت کے بانی تھے جسے قاریان قرآن مستند جانتے ہیں اور اس قرأت کو معروف سمجھتے ہیں۔

ابن ندیم نے الفہرست میں ''آبان بن تغلب'' کی کتاب کو قرأت کے ذیل میں ذکر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل کتابوں کو بھی آبان بن تغلب'' کی تصانیف قرار دیا ہے۔

(۱) کتاب معانی القرآن

(۲) کتاب القرأۃ

(۳) کتاب من الاصول فی الرواتیہ علی مذہب الشیعہ

آبان بن تغلب کے علاوہ ''حمزہ بن جیب'' نے کتاب القرأۃ پر ایک کتاب تحریر کی آپ قرآن کے سات معروف قرأء میں ایک ہیں۔

ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں اس کا تذکرہ کیا ہے کہ حمزہ بن جیب قرآن کے سات معروف قراء میں سے ایک ہیں آپ کا شمار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ہوتا ہے۔ کتاب القرآن کے مصنف ہیں' بہر حال یہ طے ہے کہ ابان تغلب اور حمزہ بن جیب سے قبل کسی نے قرأت قرآن کے موضوع پر کتاب نہیں لکھی۔

اگرچہ حافظ ذھبی اور دیگر غیر شیعہ علماء جنہوں نے طبقات قرأء کو مرتب کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے قرأت قرآن کتاب لکھی ہے وہ ابوعبید قاسم ابن سلام تھا جبکہ ابوعبید کا سن وفات ۲۲۴ ھجری ہے اور آبان بن تغلب کا سن وفات ۱۴۱ ھجری ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خود ذھبی نے ''میزان'' میں اور ''سیوطی'' نے ''طبقات'' میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ آبان نے ۱۴۱ ھجری میں وفات پائی ہے لہٰذا وہ پورے ۸۳ سال ابوعبید قاسم پر مقدم ہیں۔ وہ ایک طرف رہا حمزہ بن جیب بھی ابوعبید پر مقدم ہیں کیونکہ حمزہ بن جیب کا سن پیدائش ۸۰ ھجری اور وفات ۱۵۶ ھجری ہے۔

لہٰذا لفظوں کے الٹ پھیر سے حقائق پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ میری اصطلاح میں یہ باتیں علمی دہشت گردی میں آتی ہیں۔ آبان بن تغلب اور حمزہ بن جیب کو جانے دیجئے' بے شمار ایسے شیعہ علماء موجود ہیں جو ابوعبید پر سبقت' بالادستی اور تقدم رکھتے ہیں۔ ہم ان میں سے چند اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) ابن سعدان ابوجعفر بن سعدان ضریر متوفی ۲۳۱ ہجری

(۲) ابوجعفر محمد بن حسن بن ابوسارہ رواسی کوفی۔ آپ نے دوسری صدی ھجری کے آغاز وفات پائی۔

(۳) حضرت زید شہید (زیدی سادات کے مورث اعلیٰ) جو کہ امامت کے چوتھے رخشندہ آفتاب سید الساجدین امام زین العابدینؑ کے فرزند تھے اور مندرجہ بالا حضرات کی طرح علم قرأت میں متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ ۸۰ ھجری میں پیدا ہوئے اور ۱۲۲ ھجری میں حاکم وقت کے خلاف قیام کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ ہر لحاظ سے ابوعبید قاسم متوفی ۲۲۴ ھجری پر سبقت و فوقیت رکھتے ہیں۔

حوالہ جات کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ابن ندیم کی الفہرست

(۲) میزان۔۔۔۔۔۔حافظ ذھبی

(۳) اتقان۔۔۔۔۔۔امام سیوطی

ان کتابوں کے شعوری مطالعہ اور عقلانی تجزیے سے اور تحقیق سے حقیقت واضح اور روشن ہو جائے گی کہ عالم اسلام قرأت اور علوم قرآن میں مکتب اہلبیت کا رہینِ منت وخوشہ چین ہے اور جیسے جیسے جہل کی دھند چھٹتی جائے گی' عصبیت کا زنگ اترتا جائے گا' ذہن انسانی قرآن شناسی کی راہوں پر سفر کرے گا اس پر یہ حقیقت واضح ہوتی جائے گی کہ مکتب اہلبیت کے علماء واکابرین جادہ قرآن کے مسافر جلیل ہی نہیں معتبر رہنما بھی ہیں۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

احکام قرآن......اور محمد بن سائب کلبی

قرآن شناسی کے علم کے فروغ کے ساتھ ہی قرآن کے مختلف علوم پر مختلف جہتوں سے کام ہوا اور مختلف مکتب فکر کے علماء کی نگارشات منظر عام پر آئیں ان قرآنی علوم میں ایک علم "احکام قرآن" بھی ہے۔اس موضوع پر جس نے سب سے پہلی کتاب تحریر فرمائی وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے شاگرد جناب محمد بن سائب کلبی تھے ابن ندیم نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "الفہرست" میں احکام قرآن کا بھی تذکرہ کیا ہے سیوطی کا یہ کہنا درست نہیں کہ احکام قرآن میں سب سے پہلے امام شافعی نے کتاب تحریر کی ہے۔ یہ دعویٰ بغیر دلیل کے ہے۔امام شافعی علیہ الرحمتہ نے ۵۴ سال کی عمر میں ۲۰۴ ہجری میں وفات پائی جس سے ان کی ولادت ۱۵۰ ھجری میں ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ کلبی کی وفات امام شافعی کی ولادت سے پہلے ہوگئی تھی۔ ۱۴۶ ھجری میں یعنی تقریباً چار سال پہلے لہٰذا محمد بن سائب کلبی کی کتاب امام شافعی کی کتاب سے بہت پہلے معرض تحریر میں آچکی تھی۔

علوم غرائب قرآن کے پہلے مصنف

عالم اسلام اور ملت اسلامیہ میں کچھ ایسے کج فہم افراد ضرور موجود ہیں جو مکتب اہلبیتؑ یعنی شعیان حیدر کرار کے خلاف قرآن کے معاملے میں یہ پروپیگنڈہ کرتے نظر آتے ہیں شیعہ قرآن سے دور ہیں' نا آشنا ہیں' یہ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں' ان کے یہاں قرآن کے حافظ نہیں ہوتے ہیں' قرآن شناسی سے دور ہیں' عرفان قرآن نہیں رکھتے' جبکہ یہ پروپیگنڈہ ہے بلکہ ہمارے خلاف یہ مذہبی دہشت گردی ہے' جب شیعوں کے پیشوا مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام قرآن کے سب سے بڑے عالم ہیں تو ان کا ماننے اور چاہنے والا قرآن سے کیسے دور اور ناواقف رہ سکتا ہے۔ ہماری تو تاریخ بھی قرآن کے ساتھ ساتھ سفر کر رہی ہے۔ ہمارے ہی آقا و مولا حسینؑ کے کٹے ہوئے سر اقدس نے سورہ کہف کی تلاوت کر کے دنیا پر ثابت کر دیا کہ قرآن سے ہمارا رشتہ سر قلم ہونے کے باجودہ بھی باقی رہتا ہے۔

میری کبھی یہ عادت نہیں رہی کہ اپنی تقریر' تحریر یا میڈیا کے حوالے سے کوئی فرقہ وارانہ بات کی جائے عالم اسلام کو جتنا فرقہ واریت نے نقصان پہنچایا ہے اتنا کسی چیز نے نہیں پہنچایا' عصبیت بہت بری چیز ہے' قرآن اور سرکار دو عالمؐ نے بار بار اس کی نفی اور اس کی مذمت کی ہے۔ ہمارے اور برادران اہلسنت کے درمیان کوئی فرق نہیں' ہمارا خدا ایک' ہمارا رسولؐ ایک' ہمارا کعبہ ایک' ہمارا قرآن' ہماری نماز ایک' ہمارا حج ایک ہم سب آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہے یہ اختلاف کیا ہے' یہ فرق کیوں ہے یہ شیعہ سنی کی تفریق کیوں۔ بس بات اتنی سی ہے کہ جنہوں نے دین محمدؐ کے گھرانے سے یعنی ان کی آل پاک سے لیا وہ شیعہ

کہلائے جنہوں نے اصحاب کرام کی وساطت سے دین کو سمجھا وہ سنی کہلائے' سنی بھی آل رسولؐ واہلبیتؑ کو مانتے ہیں شیعہ بھی اصحاب کرام واصحاب اخیار کو مانتے ہیں تو پھر یہ فرق کیا ہے' فرق نہ تھا اور نہ ہے۔ یہ فرق پیدا کیا گیا ہے' یہ اسلام دشمن قوتوں نے پیدا کیا ہے یہ یہودیت وعیسائیت کا دیرینہ حربہ ہے جو کامیاب ہے اس معمولی اور فروعی فرق کو روزی میں اضافے کا ذریعہ بنانے والے عالم اسلام کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں اس کتاب عرفان قرآن کو تحریر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ قرآن کے بارے میں ہمارے مافی الضمیر' ہمارے عقیدے' اور ہمارے نکتہ نظر کو سمجھا جائے میں اپنی تہی علمی کے باوجود اپنی بصیرت کے مطابق یہ کوشش کر رہا ہوں کہ قرآن کے بارے میں نقطۂ نظر کو سمجھا سکوں لہٰذا ہم نے شیعہ علماء و مفکرین' مفسرین ومحدثین کی قرآنی خدمات کو کسی موازنہ کے لئے پیش نہیں کیا ہے اور نہ میں موازنہ کا قائل ہوں میں نے صرف اپنے اکابر علماء کی سعی وجستجو کی ایک جھلک آپ کے مطالعہ کے لئے ہدیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ غرائب قرآن میں سب سے پہلی کتاب تحریر کرنے والے مشہور شیعہ عالم ''آبان بن تغلق'' تھے کہ جن کی شیعیت کی تصریح وتعارف ہمارے علماء کے علاوہ اہلسنت کے مندرجہ ذیل معروف علماء نے بھی کرایا ہے۔

(۱) یاقوت حموی۔۔۔۔۔۔نے۔۔۔۔۔معجم الادباء

(۲) جلال الدین سیوطی۔۔۔۔نے۔۔۔۔بغیۃ الوعاہ میں آبان تغلب کی وفات ۱۴۱ ہجری تحریر کی ہے۔

(۳) سیوطی۔۔۔۔۔۔نے۔۔۔۔۔الاوائل میں لکھا ہے کہ غرائب القرآن میں سب سے پہلے کتاب لکھنے والے ابوعبید معمر بن مثنی تھے جبکہ خود سیوطی نے دوسرے تذکرہ نویسوں

نے ابوعبیدہ کی وفات ۲۰۹ ھجری تحریر کی ہے۔

مقام حیرت ولمحہ فکر ہے کہ سیوطی نے خود ابان بن تغلب کے حالات زندگی میں اسے کتاب غرائب قرآن کا مصنف قرار دیا ہے اور خود ہی ابوعبیدہ کو غرائب قرآن کا اولین کتاب نویس قرار دے رہا ہے۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

البتہ ممکن ہے کہ انہوں نے ابوعبیدہ کو اہل بصرہ میں سے سب سے پہلا کتاب نویس قرار دیا ہو کہ جس نے غرائب القرآن میں کتاب لکھی نہ کہ اہلسنت میں سے اس لئے کہ ابوعبیدہ نہ سنی تھا نہ شیعہ۔ جاحظ نے کتاب الحیوان میں یہ تصریح کی ہے کہ وہ ''خوارج صفوریہ'' میں سے تھا۔

اولین کتاب نویس در معانی قرآن

معانی قرآن میں بھی سب سے پہلی کتاب ممتاز اور نامور شیعہ عالم ابان بن تغلب ہی نے تحریر فرمائی ہے جس کا نام بھی معانی القرآن ہی تھا۔ ابن ندیم نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الفہرست اور نجاشی نے اپنی کتاب میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ آبان بن تغلب کے بھی جن شخصیتوں نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں وہ ''فرانحوی'' اور رواسی'' تھے یہ دونوں حضرات کا تعلق بھی مکتب اہلبیتؑ سے تھا۔

ناسخ ومنسوخ کے موضوع پر پہلی کتاب

ناسخ ومنسوخ کا موضوع قرآن حکیم کا اہم ترین موضوع ہے۔ ناسخ ومنسوخ قرآن کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب حضرت صادق آل محمد امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد اور اصحاب عبداللہ بن عبدالرحمٰن احم مسمعی بصری نے تحریر فرمائی آپ کا شمار اکابر شیعوں میں ہوتا تھا۔ ان کے بعد دارم بن قبیصہ بن نہشل نے ''الوجوہ والنظائر و کتاب الناسخ والمنسوخ'' نام کی کتاب تحریر فرمائی' ان کے بعد ''حسن بن علی بن فضال'' متوفی ۲۲۴ ہجری نے اس موضوع پر ایک کتاب تحریر کی۔ جلال الدین سیوطی نے کہیں یہ تحریر کیا ہے کہ اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب ابوعبید قاسم بن سلام نے لکھی ہے۔ جبکہ تحقیق اس کے قطعی برعکس ہے اور جلال الدین سیوطی نے خود ہی ابوعبید کا سن وفات ۲۲۴ ھجری لکھ کر اپنے دعویٰ پر خط تنسیخ کھینچ دیا ہے اور حسن بن علی فضال کا معاصر قرار دیا ہے جو اس موضوع پر صاحب تصنیف

ہیں ابوعبیدہ قاسم بن سلام حسن بن فضال کے علاوہ دارم بن قبیصہ بن نہشل مسمعی سے بھی جو نیز ہیں۔

نوادر قرآن اور شیعہ علماء

نوادر قرآن میں سب سے پہلی اور مستند کتاب حسن بن علی فضال نے تحریر کی ہے جن کا شمار تیسری صدی ہجری کے اکابر شیعہ علماء میں ہوتا ہے۔

ابن ندیم نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الفہرست میں تحریر کیا ہے کہ شیخ علی بن ابراہیم بن ہاشم، حسن بن علی فضال اور ابوالنصر عیاشی یہ تینوں حضرات شیعہ تھے اور ان تینوں نے نوادر قرآن کے موضوع پر کتاب تحریر کی ہے۔

متشابہات قرآن اور شیعہ علماء

قرآن فہمی اور قرآن شناسی ہمیشہ سے محمد وآل محمد علیہم السلام کے ماننے اور چاہنے والوں یعنی ان کے شیعوں کا خاصہ رہا ہے۔ متشابہات قرآن کے موضوع پر بھی سب سے پہلی کتاب حمزہ بن جیب زیات کوفی نے تحریر کی ہے۔ آپ امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے شہر حلوان کے رہنے والے تھے ۱۵۶ ہجری میں حلوان کے مقام پر آپ کا انتقال ہوا۔ ابن ندیم نے الفہرست میں اس امر کی تصریح وضاحت کی ہے اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ مقطوع موصول کے موضوع پر بھی سب سے پہلی کتاب حمزہ بن حبیب زیارت کوفی نے لکھی ہے۔

قرآن پراعراب

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ قرآن حکیم پر سب سے پہلے اعراب یعنی زبر، زیر، پیش اور نقطے ابوالاسود دوئلی نے لگائے ہیں ایک اور روایت کے مطابق اعراب ابوالاسود نے نہیں ان کے شاگرد یحییٰ بن یعمر عدوانی نے لگائے ہیں تا کہ قرآن میں تحریف نہ ہو سکے۔ (حوالہ تاسیس الشیعہ)

مجازات قرآن میں سب سے پہلی کتاب یحییٰ بن زیاد فرآء نحوی متوفی ۲۰۷ ہجری نے تحریر کی آپ شیعہ اثناء عشری تھے۔۔۔۔۔۔(حوالہ: ریاض العماء)

امثال قرآن میں سب سے پہلی کتاب محمد بن محمد جنید نے تالیف فرمائی۔ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں کتاب المثال کا ذکر کرتے ہوئے اسے ابن جنید کی کاوش قرار دیا ہے ابن جنید کی شیعیت حلقہ اہل نظر میں تعارف سے بے نیاز ہے۔

فضائل قرآن مجید پر سب سے پہلی کتاب ابی بن کعب انصاری صحابی رسولؐ نے تحریر فرمائی ابن ندیم نے الفہرست میں یہی تحریر کیا ہے مگر سیوطی نے فضائل قرآن پر سب سے پہلی کتاب امام شافعی کی قرار دی ہے جبکہ امام شافعی کا سن وفات ۲۰۴ ھجری ہے پھر امام شافعی صحابی پر کیسے سبقت رکھتے ہیں ان کا تعلق پہلی صدی ھجری اور امام شافعی کا دوسری صدی ھجری سے تھا۔

سلافتہ العصر کے مولف سید علی بن صدر الدین مدنی نے اپنی کتاب ''الدرجات الرفیعہ فی طبقات الشیعہ'' میں ابن ابی کعب کو صحابی رسولؐ وصحابی مولا علیؑ قرار دیتے ہوئے ان کے شیعان علیؑ ہونے پر محکم ٹھوس دلائل وشواہد پیش کیے ہیں۔اس کے علاوہ آیت اللہ سید حسن

الصدر نے بھی ''تاسیس الشیعہ'' موصوف کی شیعیت پر ٹھوس دلائل پیش فرماتے ہیں۔

آیات واجزاءقرآن کی تقسیم

قرآن مجید کی سات حصوں میں تقسیم اور حدود آیات میں سب سے پہلی کتاب حمزہ بن حبیب زیات کوفی نے تحریر کی ہے۔ جو قرآن مجید کے سات معروف قراءٔ میں سے ایک تھے۔ آپ کے شیعہ ہونے کے بارے میں دلائل پیش کر چکے ہیں ابن ندیم نے الفہر ست میں کتاب ''اسباع القرآن'' اور کتاب حدود الاآیات کو بھی حمزہ بن جیب سے پہلے کسی کو کتاب لکھنے کا شرف حاصل نہیں ہوا ہے۔ (اس موضوع پر حجتہ الاسلام مولانا امیر مختار فائزی (امریکہ) کے مقالے مقدمہ خلاصتہ التفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔

قرآن حکیم کے نادر قلمی نسخے

قرآن حکیم کی عظمت وروحانیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا تھا کہ ہندوستان کے بڑے بڑے بادشاہ اس کتاب مقدس کی کتابت کو فخر جانتے اور توشہ آخرت سمجھتے تھے لہٰذا شاہان وقت اور امراء ورؤسا قرآن حکیم کو نہ صرف خود بھی لکھتے تھے بلکہ اپنے وقت کے نامور کاتبوں سے لکھوا کر اپنے تبرکات میں رکھتے تھے اور اپنے محلوں کی زینت بناتے تھے یہ نادر قلمی نسخے پوری دنیا میں موجود ہیں خواہ وہ امریکن کانگریس لائبریری ہو یا برٹش میوزم لائبریری، کتاب گھر ماسکو ہو یا خدا بخش لائبریری، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن ہو یا شیعہ کالج لائبریری لکھنؤ، نواب حامد علی خان کی لائبریری رامپور ہو، یا نواب صدیق حسن خان کی لائبریری بھوپال، شاہان اودھ کے عجائب گھر ہوں یا پروفیسر مسعود حسین ادیب کی ذاتی لائبریری، غرضیکہ ہندوستان و پاکستان کی بیشتر لائبریریوں میں کوئی نہ کوئی قلمی نسخہ موجود ہے۔ قرآن مجید کے نادر قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد، نواب سالار جنگ، نواب بہادر یار جنگ اور جناب عنایت یار جنگ حیدر آباد دکن میں موجود ہیں اسی طرح مدینہ و مکہ کی یونیورسٹیز، جدہ اسلامی یونیورسٹی، ریاض اسلامی یونیورسٹی میں قرآن کے نادر نسخے موجود ہیں۔ مگر قرآن کے سب سے نادر نسخے ایران میں پائے جاتے ہیں۔ ایران آقای مرعشی نجفی کی لائبریری قم المقدسہ، آستانہ قدس کے کتب خانہ مشہد کے علاوہ تہران، تبریز، شیراز، ہمدان، آذربائیجان میں نادر قلمی نسخے موجود ہیں۔ پاکستان کے مختلف شہروں کی پبلک کتب خانوں اور نجی کتب خانوں میں قلمی نسخے موجود ہیں ذاتی لائبریریوں میں خالد الحق ڈار ایڈووکیٹ،

سردار شیر باز مزاری' علامہ طالب جوہری (کراچی) سید غلام عباس نقوی کی لائبریری واقع ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں بھی قرآن کے قلمی اور نادر نسخے موجود ہیں۔ یہ قلمی نسخے ہر زبان کے خطاط نے لکھے ہیں یا مختلف علاقے کے لوگوں نے لکھے ہیں ذیل میں ہم ملتان اور لاہور میں موجود قلمی و نادر نسخوں کے متعلق تفصیل سے عرض کرتے ہیں چونکہ یہ شہر تاریخی حیثیت سے نہایت اہمیت کے حامل ہیں اور ان کی تاریخ بھی بہت قدیم ہے ایران افغانستان سے آنے والا ہر طالع آزما بادشاہ ملتان کو اپنا علاقائی ہیڈ کوارٹر بناتا تھا اور یہاں سے صوبہ سندھ بلوچستان کے علاوہ عرب کے بھی کچھ حصوں کو کنٹرول کرتا تھا اسی طرح لاہور سے بھی پورے پنجاب' کشمیر اور اس کے ملحقہ علاقوں کو کنٹرول کیا جاتا تھا۔ لاہور اور ملتان کے قلمی نسخوں کی تفصیل کے لئے میں نے سیارہ ڈائجسٹ کے قرآن نمبر سے استفادہ کیا ہے۔

ملتان پاکستان کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے تاریخ کے مختلف ادوار میں اس نے مختلف حملہ آور' حکومتیں اور انقلابات دیکھے۔ ظاہر ہے جو شہر تاریخ کے دھاروں سے وابستہ رہا ہو تو اس میں ان دھاروں سے کھیلنے' ان کا رخ بدلنے یا ان کو سہارے لینے والے افراد کا جنم لینا بھی یقینی ہوتا ہے' لیکن آج ان سے بہت کم لوگوں کے نام عوامِ کو معلوم ہوں گے۔ اپنے وقت کے اہم درباری ارکین باجبروت اِمراء اور صاحب اختیار وزرا آج یہ سب کہاں ہیں؟

ان کی عظمت وسطوت کے نشانات اگر منہدم ہونے کے بعد نئی عظمتوں کی بنیاد بنے تو بہر حال کھنڈر بنے۔ ان کی قوت کا نشان یعنی سامان اسلحہ آج مختلف عجائب گھروں کی زینت ہے اور آج اگر ان وارث کسی چیز پر فخر کر سکتے ہیں تو وہ ان کی مٹی جو ہوئی شوکت و عظمت نہیں بلکہ ان کا چھوڑا ہوا وہ علمی ذخیرہ ہے جو قلمی کتابوں اور منقش ومطلعہ قرآن مجید

کی صورت میں ان کے گھروں کی زینت ہے۔شوکت وعظمت عارضی ثابت ہوئی اور وہ حالات کے پلٹنے یا ان کی آنکھیں بند ہونے تک تھی لیکن اب نادر کتابوں اور مخطوطات کی صورت میں جو کچھ ان کے پاس ہے' یہ محض علمی ذخیرہ نہیں بلکہ صحیح معنوں میں علمی ذخیرہ ہیں۔ملتان کے بعض قدیم خاندانوں کے پاس کیا کچھ موجود ہے اس کا اندازہ جشن ملتان کے موقع پر منعقدہ مخطوطات اونوادرات کی نمائش دیکھنے کے بعد ہوا۔اگر چہ اس نمائش کو ختم ہوئے کافی دن ہوگئے ہیں لیکن اس میں پیش کئے گئے قرآن مجید کے نادر قلمی نسخوں کے تفصیلی جائزہ کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ایسی نمائشیں بار بار منعقد نہیں ہوتی' اس لیے ان کے بارے میں جو معلومات بھی حاصل ہوں ان محفوظ رہ جانا از بس ضروری ہے۔

مسلمانوں کے لیے قرآن مجید کی اہمیت بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔یہ کلام اللہ ہونے کی وجہ سے تبرک اور امت کے لیے چراغ ہدایت ہی نہیں بلکہ اس نے مسلم فنکاروں کو حسن کاری کے نئے نئے انداز بھی سکھائے۔مسلمانوں میں اگر فنون لطیفہ کو کلی طور سے مردود نہ بھی قرار دیا گیا تو کم از کم ہر عہد میں انہیں شک وشبہ کی نگاہ سے ضرور دیکھا جاتا رہا۔مصوری اور مجسمہ سازی شرک اور بت پرستی کی طرف لے جانے والی سمجھی جاتی تھیں اور رقص وموسیقی جذباتی اشتعال کا باعث اس لیے انہیں قابل قبول بنانے کے لیے ان سے کفر اور بے دینی کا عنصر ختم کر کے انہیں ہر لحاظ سے پاکیزہ بنانے کی کوشش کی جاتی رہی۔اس لیے مسلمانوں نے خوش نویسی کو مصوری کا درجہ دیدیا۔خطاطی کے مختلف اسالیب اور دبستانوں کی بحثیں جمالیاتی مباحث سے کم نہیں۔خطاطی شریف فنون میں سے تھی اور خوشنویسی لازمہ تہذیب۔قرآن مجید کو ہماری زندگی میں مرکزی اہمیت حاصل ہے۔چنانچہ ہندوستان میں جہاں قرآن مجید کی خطاطی سے پیٹ بھرنے والے بادشاہ گزرے' وہاں

ایسے بادشاہوں اور امراء کی بھی کمی نہ رہی' جن کی سرپرستی اور قدر دانی کے باعث سینکڑوں فن کاروں نے تزئین قرآن کے لیے اپنی زندگی وقف کردی۔ قرآن مجید کی حسن کاری فن کارانہ وجدان کی تسکین کے ساتھ ساتھ دینوی فلاح کا باعث اور موجب خیر و برکت بھی تھی۔ چنانچہ صرف قرآن مجید کی تزئین اور خطاطی نے جن جن فن کارانہ اسالیب کو جنم دیا۔ صرف ان کے مطالعہ سے مسلم خطاطی اور نقاشی کی تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔

ابتدا میں قرآن مجید چمڑے کے ٹکڑوں پر خط کوفی میں تحریر کیا جاتا تھا۔ لیکن مسلم عظمت و سطوت کے ساتھ ساتھ یہ سادگی ختم ہوئی اور بعد میں تو سنہری روشنائی سونے اور سونے کے تاروں سے کام لیا گیا۔ تصاویر تو بنائی نہ جاسکتی تھی اس لیے حاشیوں کو خوبصورت بیل بوٹوں' دائروں اور قوسیوں کے ملاپ سے جنم لینے والے نازک اور پرکشش نقوش سے مزین کرنے کا رجحان قوی تر ہوگیا۔

نمائش میں پیش کیے گئے قرآن مجید کے مختلف نسخوں میں رسم الخط اور تزئین کاری کے انداز میں کافی سے زیادہ تنوع ملتا ہے۔ علاوہ ازیں بعض نسخے ایسے بھی ہیں جو حسن و خوبی کے علاوہ کسی نامور شخصیت سے منسوب ہونے کی بنا پر تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔

جناب عبدالحلیم خان ترین کا مجموعہ آٹھ منقش و مطلہ نسخوں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے بعض نسخے حسن کاری اور تزئین کے لحاظ سے لاجواب ہیں اور ان کے پیش کردہ کم از کم دو نسخے نمائش میں رکھے جانے والے قدیم ترین نسخوں میں شمار کیے جاسکتے ہیں ویسے یہ ساتوں نسخے ہی خصوصیت سے اعلیٰ فنکاری کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک نسخہ ۹۳۸ھ کا تحریر کردہ ہے۔ اس کی کتابت حشمت علی نے کی تھی اور یہ نمائش کے قدیم ترین نسخوں سے ہے۔ اس میں سے کلام پاک کا فارسی ترجمہ بھی ہے۔ ان کا پیش کردہ دوسرا قابل ذکر نسخہ

۱۰۹۳ھ کا ہے۔ جسے نظام الدین نے تحریر کیا تھا۔

جناب دیوان غلام بخاری نے یوں تو صرف دو نسخے ہی پیش کیے لیکن ان میں ایک نسخہ بے حد اہم ہے۔ یہ نسخہ ۹۵۴ھ میں بلخ کے مقام پر تحریر کیا گیا۔ اس میں بھی فارسی ترجمہ موجود ہے اور لکھنے والے تھے میرم عبداللہ۔ گو اس میں تزئین کاری کے لحاظ سے کوئی خاص بات نہیں لیکن قدامت اس کی بھی مسلمہ ہے۔ جناب سید محمد شاہ گردیزی نے کل چار نسخے پیش کیے۔ ان کے علاوہ قرآن مجید کا ایک ورق اور دعائے گنج العرش بھی ہیں۔ ان میں سے دو نسخے تو سادہ ہیں۔ بقیہ نسخے خطاطی کے حسن اور تزئین کاری میں فن کارانہ دلکشی کی بنا پر بے حد جاذب نظر قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک حمائل شریف خصوصی تذکرہ کی محتاج ہے۔ اس میں قیمتی پتھروں کے رنگ اس چابکدستی سے استعمال کیے گئے ہیں جیسے قوس قزح صفحہ پر سمٹ آئی ہو۔ اس پر مستزاد یہ کہ اسے سونے سے مزین کیا گیا ہے۔ ویسے یہ نسخہ بھی خاصہ قدیم ہے کیونکہ اسے ۱۲۲۴ھ میں محمد غیور کاشمیری نے لکھا تھا۔ اس نسخہ کے علاوہ قرآن مجید کا ایک اور نسخہ بھی ہے جس میں طلا کاری کے ساتھ ساتھ ساتوں رنگوں کے حسین امتزاج سے جوت جگائی گئی ہے اس طرح دعائے گنج العرش بھی مطا ہفت رنگ ہے اور حسن کاری میں لاجواب۔

اب تک جن نسخوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ بھی فنکارانہ صلاحیتوں کے غماز ہیں اور شاید ان میں سے کسی ایک کو دوسروں پر ترجیح دینا آسان بھی نہ ہو۔ لیکن اگر خطاطی میں فنکاری کے اعلیٰ ترین معیار اور تزئین کاری میں جدت اور خوش اسلوبی کے لحاظ سے صرف کسی ایک ہی نسخہ کو منتخب کرنا ہو تو وہ بلاشبہ نواب احسن علی نقوی خاں آف کنج پورہ سکنہ خانیوال کا پیشتر لکھا گیا ہے۔

یہ نسخہ ایران میں آج سے تین صدی پیشتر لکھا گیا ہے۔ حاشیہ پر آیات ربانی کی فارسی تفسیر درج ہے۔ کتابت کے لحاظ اس میں عجیب فن کاری کا التزام رکھا گیا ہے۔ قرآن مجید کی تحریر میں بالعلوم موٹا قلم استعمال کیا جاتا ہے کہ باریک قلم سے الفاظ کی نشست اور کرسی کا قائم رکھنا نسبتاً مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے خطاطی کی جانچ کا معیاع باریک سمجھا جاتا ہے اور فن کار جب باریک نویسی پر آئے تو چاول پر سورۃ یسٰین تک تحریر کر دی۔ قرآن مجید کے اس نسخہ میں بھی بہت چھوٹے قلم سے کام لیا گیا ہے' جس کا نتیجہ نہایت باریک اور خوبصورت تحریر میں ظاہر ہوا ہے۔ پھر خوبی یہ کہ انداز کتابت دیکھ کر صحیح معنوں میں موتی پرونے والی بات سمجھ میں آتی ہے۔ قلم کی باریکی کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ پوری سورۃ فاتحہ صرف دو سطروں میں مکمل ہو گئی اور تمام کلام پاک صرف ایک سو اٹھارہ صفحات میں حسب قاعدہ پہلے دو صفحات محراب کی صورت میں خوب مزین کیے گئے ہیں۔ ان دو صفحات میں تزئین کاری کے لئے خاصی جگہ چھوڑی گئی ہے چنانچہ ان دو صفحات میں متن کی چوڑائی ۔۔۔ ڈھائی انچ اور لمبائی ۔۔۔ ساڑے چار انچ ہے' جبکہ دیگر صفحات میں متن کی چوڑائی ۔۔ ساڑے چار انچ اور لمبائی پونے پانچ انچ ہے۔

سینٹرل لائبریری بہاولپور نے قرآن مجید کے جو دو نسخے پیش کیے ان میں ایک نسخہ جو مطلا و منقش ہے اس بناء پر تفصیلی تذکرہ چاہتا ہے کہ اسے چھٹی صدی ہجری میں روسی ترکستان قلم بند کیا گیا۔ یہ نسخہ ۔۔۔۔ بارہ ضرب تیرہ ابلیگ دو کی تقطیع میں ہے اور اسے نسخ جلی ثلث خط میں رقم کیا گیا ہے۔ ہر صفحہ پر ۹ سطریں ہیں۔ یعنی موٹا قلم استعمال کیا گیا ہے۔ گو کتابت کا اسلوب موجودہ عربی رسم الخط سے خاصہ مختلف ہے لیکن خوشنمائی میں کم نہیں' بلکہ نئے پن کی بنا پر کچھ زیادہ ہی خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ متن کو نہایت فن کارانہ چابکدستی سے حامل

حاشیوں سے مزین کیا گیا ہے۔ حاشیہ میں سنہری ٔ زرد اور نیلی راستعمال کیے گئے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ تمام رنگ شوخ ہیں اور تضاد کے لیے ہلکا رنگ نہ ہونے کی وجہ سے ان تمام شوخ اور آنکھوں میں کھبنے والے رنگوں کو اس حسین ترتیب سے استعمال کرنا کہ ان کی ہم آہنگی سے ایک خاص طرح کی ہم رنگی ایسی کیفیت پیدا ہو جائے انتہائی مشکل کام ہے۔ چنانچہ مجموعی لحاظ سے یہ حاشیے گنگا جمنا کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ اور حسن آفرینی کا ایک خاص تاثر پیدا کرتے ہیں۔ رنگوں کے استعمال میں جس اعلیٰ ذوق اور ذوق جمال کا ثبوت دیا گیا ہے اس کا اندازہ خود متن کے جائزہ سے بھی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ متن میں آیات کے نشان سنہری ٔ نشان رکوع سرخ اور بیان نزول سورۃ کے الفاظ نیلی روشنائی میں ہیں۔ جبکہ تما اعراب سرخ ہیں۔ اسی طرح ربع ٔ نصف اور ثلث کے نشانات مطلا ہیں۔ ایک اور جدت یہ پیدا کی گئی ہے کہ نشان جزم عربی ہندہ ۵ ایسا بنایا گیا ہے۔ جناب سید مصطفےٰ حیدر نقوی دلیہ نے قرآن مجید کا ایک ہی نسخہ پیش کیا۔ یہ مطلا منقش نسخہ ۱۱۴۰ھ میں ناظم علی نے تحریر کیا۔ نقش و نگار کے لحاظ سے کم نہیں۔ لیکن اس کی اصل اہمیت اس لیے ہے کہ بلحاظ تقطیع یہ نمائش میں پیش کیے جانے والے تمام نسخوں میں سب سے بڑا ہے۔ سید عباس حسین شاہ گردیزی نے کل تین نسخے پیش کیے۔ ان میں قرآن مجید کے دو مطلا منقش نسخوں کا فارسی ترجمہ بھی ہے۔ ان کے علاوہ خوبصورت نقوش سے مزین ایک حمائل شریف بھی ہے۔ جو ۱۲۳۳ھ میں لکھی گئی۔ قاضی محمد احسن قریشی نے قرآن مجید کے ۵ نسخے پیش کیے ان کے علاوہ ایک نسخہ پنج سورۃ شریف کا بھی تھا۔ ان میں سے ایک منقش نسخہ حافظ حامد بن آدم کا تحریر کردہ ہے۔ یہ نسخہ ۱۲۰۲ھ میں لکھا گیا۔

ان اصحاب کے علاوہ سید سلطان احمد شاہ گردیزی اور آغا صادق حسین نے بھی قرآن

مجیداور حمائل شریف کا ایک نسخہ پیش کیا۔ یہ دونوں نسخے بھی نقش کاری کے اچھے نمونے پیش کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی اہمیت اور پاکیزگی کی وجہ سے یہ ایک تحفہ تھا جو عام افراد اور بادشاہوں سبھی کے لیے یکساں طور پر مفید تھا پھر بعض اصحاب عقیدت اور ثواب کے لیے ایسا خود بھی لکھتے تھے اس لیے قرآن مجید کے ایسے نسخوں کی کمی نہیں جو کسی تاریخی شخصیت یا متبرک ہستی کے پاس نہ ہونے کی وجہ سے تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ چنانچہ نمائش میں رکھے جانے والے بعض نسخے ایسی ہی تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔

سید محمد رمضان شاہ گردیزی نے قرآن مجید کا ایک ورق پیش کیا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت امام حسینؑ نے تحریر فرمایا' یہ تحریر خط کوفی میں ہے۔ اسی طرح سینٹر لائبریری بہاولپور کی طرف سے ہرن کی کھال پر تحریر کردہ قرآن مجید کی کچھ آیات پیش کی گئیں۔ یہ خط بھی کوفی میں ہیں اور یہ تحریر حضرت امام حسین علیہ السلام سے منسوب کی جاتی ہے۔ ایسے دعوؤں کی تصدیق یا تردید آسان نہیں ہوتی۔ لیکن بعض شواہد اس دعوی کو تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس زمانہ میں عربی رسم الخط کی یہ صورت نہ تھی موجودہ زمانے رسم الخط نسخ ہے۔ جبکہ قدیم عربی خط کوفی بلا نقطہ اور بلا اعراب لکھی جاتی تھی۔ پھر اس زمانے میں کاغذ بھی نہ تھا اور قرآن مید کے تمام ابتدائی نسخے بالعموم چمڑے پر لکھے جاتے تھے۔ بہرحال اس مسئلہ کی صحیح تحقیق تو اسی فن کے ماہرین ہی کا کام ہے۔

خان عبدالحلیم خان ترین کے پیش کردہ قرآن مجید کے ایک نسخے میں کچھ دعائیں بھی درج ہیں۔ ان دعاؤں کے ضمن میں یہ بتایا جاتا ہے کہ ان دعاؤں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے موجب خیر و برکت اور دینوی فلاح کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے ان کے بارے میں خصوصی ہدایات فرمائی تھیں۔ اس نسخہ کی دوسری خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کی کتابت

ہندوستان کے بادشاہ التمش نے کی تھی۔ اگر یہ درست ہے تو بلا شبہ یہ نسخہ بے حد تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔

گورنمنٹ ہائی اسکول ڈیرہ غازی خان کی طرف سے رکھے جانے والے قرآن مجید کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ اس قرآن مجید کا عکس ہے جو اورنگ زیب نے تحریر کیا تھا۔ قاضی محمد احسن قریشی جلالپور پیروالا کے مجموعہ میں قرآن مجید کا ایک ایسا نسخہ بھی موجود ہے جس کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ عبرانی رسم الخط میں ہے۔ اسی کے ساتھ فارسی تفسیر بھی ہے۔ ان کے پاس قرآن مجید کا ایک مطلا و منقش نسخہ بھی موجود ہے جسے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت (۸۰۔۷۰۲ھ) نے رقم کیا۔ درحقیقت انہوں نے قرآن مجید کے ایسے دو نسخے تحریر کیے تھے ان میں سے ایک نسخہ قاضی صاحب کے پاس ہے جبکہ دوسرا سجادہ نشین صاحب اوچ شریف بخاری کے پاس بتایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ نسخہ بھی نمائش میں رکھے جانے والے قدیم ترین نسخوں میں سے قرار پاتا ہے۔ ایک اور مزین و منقش نسخہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں شیخ سعدی کا منظوم فارسی ترجمہ بھی ہے۔ اس لحاظ سے یہ نسخہ تاریخی ہی نہیں بلکہ ادبی لحاظ سے بھی بے حد اہم ہے۔

دیوان غلام عباس کے پاس بھی ایک نسخہ ہے جس کے ساتھ دو بزرگان دین کے نام وابستہ ہیں۔ اس نسخہ کا پہلا نصف حصہ حضرت سلطان احمد قتال جلالپور پیروالا نے اور دوسرا حصہ ان کے مرشد نے تحریر فرمایا۔

مطلا و منقش اور مندرجہ بالا نسخوں کے علاوہ بعض نسخے غیر منقش ہونے کے باوجود بھی تذکرہ کے طالب ہیں۔ ان میں سے سنٹرل لائبریری بہاولپور کا قلمی نسخہ بہت اہم ہے۔ یہ ۱۳۵۳ھ میں لکھا گیا اور اس کے ساتھ اردو ترجمہ بھی ہے۔

گورنمنٹ ہائی اسکول ڈیرہ غازی خان کی طرف سے پیش کردہ نسخہ تقریباً دوسو سال پرانا ہے۔اسے فقیر محمد درجہاں نے تحریر فرمایا۔

قاضی محمد احسن قریشی کا پیش کردہ ایک ہی پنج سورہ ۱۲۶۲ھ میں لکھا گیا۔اس کی کتابت غوث بخش قریشی نے کی۔میاں اصغر علی سمرانے جو قرآن مجید کا نسخہ رکھا وہ ۱۱۹۳ھ میں لکھا گیا۔اس کے ساتھ فارسی ترجمہ بھی ہے۔

سید محمد رمضان شاہ گردیزی کے پیش کردہ نسخوں میں دو غیر منقش نسخے بھی ہیں۔ان میں سے قرآن مجید کا ایک نسخہ بلا ترجمہ ہے جب کہ حمائل شریف کو حافظ محمد حسین نے ۱۱۸۲ھ میں لکھا۔

خیر پور کی سچل لائبریری

خیر پور میرس کی سچل لائبریری پاکستان کی ممتاز اور بڑی لائبریریوں میں سے ایک ہے اس میں قرآن مجید کے نادر نسخے موجود ہیں اور قرآن و اہلبیتؑ سے متعلق نایاب کتب موجود ہیں۔

لیکن وزارت ثقافت اور متعلقہ ذمہ دار افسران کی عدم توجہ کی وجہ سے یہ لائبریری ضائع ہو رہی ہے۔

لاہور میں قرآنی نوادر

قرآن مجید سے مسلمانوں کو جو والہانہ عقیدت ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں' حال ہی میں جب میں لاہور میں چند سفاکوں نے سربازار قرآن مجید کو نذر آتش کر دیا تو پورے ملک نے اس پر شدید غم وغصہ کا اظہار کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس حادثے نے ہر مسلمان کے دل کو مجروح کر دیا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا قرآن پاک ہی تو ان کے لیے صحیفہ ہدایت' سرچشمہ بصیرت اور نسخہ کیمیا ہے۔ یہ بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو اس نے اپنے سب سے مقبول اور محبوب پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی۔ مسلمان جان دے سکتا ہے لیکن یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس مقدس ترین کتاب پر کوئی آنچ آئے۔

مسلمانوں فنکاروں اور خطاطوں نے قرآن مجید کو وقتاً فوقتاً اعلیٰ سے اعلیٰ صورت میں لکھ کر اپنی عقیدت مندی کا ثبوت دیا ہے۔ آج جہاں جہاں قدیم قلمی نسخے موجود ہیں' ان کی تزئین اور خطاطی کو دیکھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ آج دنیا میں کوئی ایسی کتاب موجود نہیں جس کے بارے میں اس کے ماننے والوں نے اس قدر عقیدت ومحبت کا ثبوت دیا ہو۔ ذیل میں لاہور کے چند قرآنی نوادر کا مختصراً تذکرہ درج ہے!

بیت القرآن

بیت القرآن پنجاب پبلک لائبریری کے زیر اہتمام قرآن مجید اور قرآنی ادب پر مشتمل ایک جامع شعبہ ہے جو اکتوبر ۱۹۶۸ء میں قائم کیا گیا۔ اس میں وہ تمام لیٹریچر یک جا کر دیا گیا ہے جو فہم قرآن اور ادراک قرآن کے لیے ممد ومعاون ہو سکتا ہے۔ اس شعبے کے لیے

پنجاب پبلک لائبریری کے قریب ہی ایک نئی عمارت بنائی گئی ہے جس کی تزئین میں بڑے حسن ذوق کا ثبوت دیا گیا ہے۔

بیت القرآن اسم بامسمّیٰ ہے، غالباً پاکستان بھر میں قرآنی نسخوں پر مشتمل اس سے بڑا کوئی مرکز موجود نہیں ہے۔ بیت القرآن میں قرآن مجید کے قلمی اور مطبوعہ نسخوں کے علاوہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں ہونے والے تراجم اور تفاسیر موجود ہیں۔ عربی لغات اور قرآت کے بے شمار ریکارڈوں کے علاوہ قرآن مجید کے بعض نادر و نایاب نسخوں کے نمونوں کی مائیکروفلمیں بھی یہاں موجود ہیں۔

بیت القرآن کے چند نمایاں ترین نسخے مندرجہ ذیل ہیں:۔

ا۔ مصحف عثمانی (تاشقند) کے دس صفحات کے فوٹو کی البم۔

۲۔ ٹیپو سلطانؒ کے خاص قرآن مجید کے چند صفحات کے رنگین فوٹو اور رنگین سلائیڈیں۔

۳۔ سلطان محمد ثالث (ترکیہ) کے زمانہ کا قلمی قرآن مجید۔ قدیم اور خوشخط۔

۴۔ ایک نہایت قدیم قلمی نسخہ چھوٹی تقطیع۔ خط بہار۔

۵۔ اورنگ زیبؒ عالمگیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید۔

۶۔ شہنشاہ ایران کے خاص فرمان سے شائع کردہ قرآن مجید۔ نہایت خوشخط و مزین۔ مکتوبہ احمد تبریزی۔

۷۔ قلمی قرآن مجید۔ بخط ثلث۔ قدیم۔

۸۔ قلمی قرآن مجید۔ بخط ثلث و نسخ۔ اول، درمیان اور آخر کی تین سطریں ثلث میں اور باقی نسخ میں ہیں، جو ابن مقلہ کاتب کی طرف منسوب ہیں۔

۹۔ قرآن مجید کے تین چار مطبوعہ نسخے، بخط نستعلیق، باترجمہ و بلاترجمہ بھی یہاں موجود ہیں۔

بیت القرآن کے مجوز لاہور ڈویژن کے سابق کمشنر مسٹر مختار مسعود ہیں' جنہوں نے بیت القرآن کے منصوبے میں کمال دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ بیت القرآن کو موجودہ صورت عطا کرنے میں پروفیسر منظور احسن عباسی اور قاضی عندالبنی کوکب کی کاوشوں کو بڑا دخل ہے۔ انہوں نے بیت القرآن کے لئے حتی الامکان خدمات سرانجام دیں' آج کل ڈاکٹر عابد احمد علی صاحب ایم اے (علیگ) بیت القرآن کے ڈائریکٹر ہیں جو نہایت خلیق اور موجودہ عہدے کے لئے نہایت مناسب ترین ہیں۔

بیت القرآن میں شاکر علی اور صادقین وغیرہ آرٹسٹوں کی بنائی ہوئی دو تصویریں PAINTINGS بھی آویزاں ہیں جن کا معاوضہ بیس ہزار روپے ادا کیا گیا ہے لیکن یہ دونوں ''شاہکار'' عوام کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ شاکر علی نے قرآنی آیات کو بدخط لکھنے کے علاوہ ان میں کھلی تحریف کی جسارت بھی کی ہے۔ کاش تجریدی آرٹ کے ان نمونوں کی بجائے بیت القرآن میں پاکستان کے نامور خطاطوں کے منتخب نمونے آویزاں کیے جاتے۔

فقیر خانہ

بازار حکیماں کے فقیر خانہ میں بھی بعض قرآنی نوادر موجود ہیں۔ فقیر سید مغیث الدین کے مطابق یہاں قرآن مجید کے قلمی نسخوں کی تعداد تقریباً ایک سو ہے۔ عام قسم کے قلمی نسخوں کے علاوہ یہاں گیارھویں صدی ہجری کا ایک قرآن مجید بھی موجود ہے جو ملا عبدالقادر آخوند نے شہزادہ مراد کے لئے لکھا تھا۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کا ایک قدیم فارسی ترجمہ بھی ہے جس کے بارے میں فقیر صاحب کا کہنا ہے کہ چار سو سال پرانا ہے۔

فقیر خانے کا ایک اور نادر قلمی نسخہ اعتماد الدولہ کے ہاتھ کا تحریر کردہ ہے۔ یہ قرآن مجید مکمل نہیں ہے صرف چار پارے موجود ہیں۔ ان چار پاروں کے حصول کی جو داستان فقیر صاحب نے سنائی وہ نہایت دلسوز اور تکلیف رساں ہے۔

انہوں نے بتایا:

''درگاہ حضرت داتا گنج بخشؒ میں قدیم زمانے کے بے شمار قلمی نسخے رکھے تھے۔ اوقاف کے ناظم اعلیٰ نے ان نسخوں کو بے کار سمجھ کر دریا برد کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ قرآن مجید کے ان بے شمار نادر و نایاب نسخوں کو ٹرکوں پر لاد کر دریائے راوی تک پہنچایا گیا۔ عین اس وقت جب یہ نسخے دریا برد کیے جا رہے تھے ایک راہ گیر نے بغرض تلاوت ایک قرآن مجید اٹھا لیا۔ گھر آ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ہاتھ سے لکھے ہوئے قدیم چار پارے ہیں۔ یہ چار پارے وہ میرے پاس لایا جو ایک سو ساٹھ روپے دے کر میں نے حاصل کر لیے۔ یہی چار پارے اعتماد الدولہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے جن پر اس کے دستخط' تاریخ تحریر اور مہر ثبت ہے۔''

فقیر صاحب کی اس روایت سے ہماری ملی بے حسی کا اندازہ ہوتا ہے۔ خدا جانے محکمہ اوقاف کے تغافل اور بے نیازی کی بدولت کتنے قیمتی نسخے ضائع ہو گئے۔ افسوس' اب ہم اپنے اسلاف کی یادگاروں کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے۔

''چند سال پہلے ہندوستان میں یہ عام رواج تھا کہ جب کسی شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تو وہ کفارے کے طور پر قرآن مجید خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر یا کسی خطاط سے لکھوا کر کسی بزرگ کی درگاہ پر رکھوا تا تھا۔ حضرت علی ہجویریؒ کی درگاہ میں بڑے نادر و نایاب نسخے موجود

تھے۔ہائے ناظم اعلیٰ اوقاف نے کیا کیا؟ کاش وہ علماء کی ایک کمیٹی مقرر کر کے ان نسخوں کی جانچ پڑتال کراتے تاکہ بے شمار قدیم اور نادر قلمی نسخے یوں ضائع ہونے سے بچ جاتے۔"

اعتماد الدولہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ان چار پاروں کا مجموعہ فقیر کی نہایت قیمتی متاع ہے۔

زری قرآن مجید

سبز رنگ کی نائیلون پر سونے کے تاروں سے قرآن پاک تیار کرنے کا یہ منصوبہ لاہور کے زردوز ملک عطا محمد کا تجویز کردہ ہے اس منصوبے کا سرکاری وسائل سے تکمیل تک پہنچانے کے لئے الحاج ظہیر الدین لال میاں نے بڑی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ انہی کی کوششوں سے ۲۷ جولائی ۱۹۶۶ء کو ایوب ہال روالپنڈی میں ایک میٹنگ ہوئی جس کی صدارت سابق صدر محمد ایوب خان نے کی۔ اس میٹنگ میں قرآن مجید کو سونے کے تاروں سے تیار کرنے کے لئے سرکاری طور پر منظوری دی گئی۔ منصوبے کا باقاعدہ افتتاح ۸ جنوری ۱۹۶۸ء کو کراچی میں جنرل محمد موسیٰ نے کیا جس کے بعد اس منصوبے کو پائیہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے تیزی سے کام شروع کر دیا گیا۔ مگر یہ کام ابھی ابتدائی منازل میں تھا کہ الحاج ظہیر الدین لال میاں اور ملک عطا محمد زردوز دونوں یکے بعد دیگر انتقال کر گئے۔ جس سے زری قرآن مجید کا کام کچھ عرصے کے لئے معرض التوا میں پڑ گیا۔ آخر حکومت کی توجہ سے یہ کام دوبارہ شروع ہوا اور اب تک تیزی سے تکمیل کی منزلوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔

زری قرآن مجید کی خطاطی حافظ محمد اعظم کے موقلم کا شاہکار ہے۔ پروف ریڈنگ کا کام قاری حافظ شبیر احمد کے سپرد ہے جو بڑی دیدہ ریزی سے اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔

زری قرآن مجید کا منصوبہ عنقریب مکمل ہونے والا ہے۔ اس وقت آخری پارہ تیار ہو رہا

ہے۔اس کے بعد ایک ایک پارے کی جلد بندی ہوگی۔زری قرآن مجید کے کل صفحات ۱۲۱۴ہیں اوران کا کل وزن تقریباً ساڑھے چار من ہے۔

حکومت کی طرف سے زری قرآن مجید کی نگرانی تاج کمپنی کے سپرد ہے۔جس کی نمائندگی مفتی خلیل الرحمٰن کرتے ہیں۔ان کے علاوہ میر غنی الاسدی ہر وقت کاریگروں کی نگرانی کے لئے موجود رہتے ہیں۔زری قرآن مجید کی تمام تر منصوبہ بندی انہی کی مرہون منت ہے۔اندازہ ہے کہ زری قرآن پاک کی تکمیل پر تین لاکھ روپے کی لاگت آئے گی اور یہ تقریباً ایک ہزار سال تک اپنی اصلی حالت میں رہے گا۔قرآن پاک کو کپڑے پر سونے کے تاروں سے لکھنے کا غالباً دنیا بھر میں یہ پہلا تزئینی تجربہ ہے۔میر غنی الاسدی کے قول کے مطابق اس مزین و منقش زری قرآن مجید کو اسلامی یادگار کے طور پر پاکستان کے قومی عجائب گھر میں رکھا جائے گا۔

قرآن کریم کے معجم اور لغات

قرآن حکیم پر چودہ صدیوں سے تفکر و تفحص ہو رہا ہے ہر شخص اپنی اپنی فہم و بصیرت اور اپنے اپنے مبلغ علم کے مطابق اس میں فکر و تدبر کر رہا ہے اور اسے سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے اور خدمت انجام دے رہا ہے۔ انہی خدمات میں ایک خدمت قرآن حکیم کے معجم کا تیار کرنا ہے۔ علمائے قرآن نے قرآن حکیم کی فہارس قرآن کی ترتیب الفاظ مضامین کے لحاظ سے مرتب کیں تا کہ عرفان قرآن میں آسانی ہو سکے۔ کیونکہ ہر شخص اتنی علمی بصیرت نہیں رکھتا کہ وہ پورے قرآن کے مکمل متن و معنویت کو سمجھ سکے۔ لہٰذا قرآن کے INDEX اور اشاریئے کی جانب متوجہ ہوئے اور بحمد اللہ اسلامی جمہوری ایران، بیروت، پاکستان، مصر اور ہندوستان میں اس سلسلے میں کام ہو رہا ہے۔ کام اس قدر وقیع و وسیع ہے کہ اس کا احاطہ حد امکان سے خارج ہے۔

اس سلسلے میں فخر الدین طریحی کی تالیف، مجمع البحرین، بیروت چاپ، المعجم المفہرس طبع تہران، السلامی جمہوری ایران اور قرآن علوم کے ماہر محمد فواد الباقی صاحب کی ''المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم'' بہترین معجم ہے یہ کتاب مصر میں طبع ہوئی۔ سن اشاعت ۱۳۷۸ ہجری ہے۔ رحلی سائز اور ۷۸۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس وقت تک قرآن کریم کے INDEX کے موضوع پر جتنی کتابیں مرتب کی گئی ہیں یہ کتاب ان سب سے عمدہ، مفصل اور مفید ہے فاضل مولف نے اس کا مجمل حوالہ دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ تمام آیات مع حوالہ آیت و سورت درج کیا ہے۔ جن میں وہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسم گرامی محمدؐ میں شامل ہے۔

المعجم المفہرس ٹائپ' طباعت اور کاغذ ہر لحاظ سے معیاری کتاب ہے اور پاکستان میں دستیاب ہے۔

تفصیل البیان فی مقاصد القرآن

مئولفہ: سید ممتاز علی (دیوبندی)

مطبوعہ: دارالاشاعت پنجاب (لاہور) ۱۳۴۸ھ

یہ کتاب علیٰحدہ علیٰحدہ چھ حصوں پر مشتمل ہے اور ان کے مجموعی صفحات تقریباً گیارہ سو ہیں۔

یہ کتاب قرآن کریم کے مضامین کا مفصل انڈکس ہے۔ ذیل کی تفصیل سے اس کی افادیت کا اندازہ ہو سکے گا۔

(۱) الجزالاول

کتاب العقائد: اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور افعال کا بیان ہے اور وہ تمام آیات جو ان سے متعلق ہیں بقید حوالہ درج کر دی گئی ہیں۔ دوسرے میں وہ آیات جمع کی گئی ہیں جو بدالخلق (آغاز تخلیق) سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۲) الجزالثانی

کتاب الاحاکم۔ اس حصے میں فقہی احکام سے متعلق آیات جمع کی گئی ہیں مثلاً ایمان لانے کا حکم' تزکیہ نفس' رسول کی اطاعت کا حکم' کتاب العبادات' جہاد' نکاح' طلاق وغیرہ۔

(۳) الجزالثالث

کتاب الرسالہ۔ اس حصے میں وہ آیات اور اعتراضات اور ان کے جوابات ہیں چند عنوانات رسالت کے دلائل' صفات رسل پیشن گوئیاں' تورات' انجیل' اصحاب وغیرہ۔

(۴) الجزء الرابع

کتاب المعاد۔ اس حصے میں وہ آیات جمع کی گئی ہیں۔ جو قیامت میں پیش آنے والے واقعات سے متعلق ہیں۔ مثلاً دار آخرت' کتاب الاعمال' موت' قیامت' حشر' نفخ صور' حساب' میزان' شفاعت' دوزخ' جنت وغیرہ۔

(۵) الجزء الخامس

کتاب الاخلاق۔ فضیلت علم' صبر' شکر' توکل' اخلاص' صدق' ایفائے عہد' جھوٹ افتراء' ریاکاری' تکبر' اصلاح بین الناس' آداب مجلس' اکل وشرب' سیاسیات وغیرہ عنوانات کے تحت آیات جمع کی گئی ہیں۔

(۶) الجزء السادس

کتاب بدالخلق ۔ آفرینش عالم' نظام شمسی' آسمان' بارش' لیل ونہار' معدنیات' اشجار' پہاڑ' حشرات الارض' عرش وغیرہ عنوانات کے تحت آیات ہیں۔

ہر جلد کے ساتھ مفصل فہرست مضامین شامل ہے اور اس میں ہر موضوع کے متعدد پہلو درج کر دیئے گئے ہیں یعنی جن مسائل کے مختلف پہلو ہیں اور وہ کئی عنوانات کے تحت آ سکتے ہیں انہیں ان تمام عنوانات کے تحت درج کیا گیا ہے۔ مثلاً سفر میں نماز قصر کا حکم' قرآن میں تلاش کرنا ہو تو وہ سفر کے عنوان کے تحت بھی ملے گا' قصر کے عنوان کے تحت بھی اور نماز کے عنوان کے تحت بھی۔ ان تینوں عنوانوں کے تحت وہ آیت مل جائے گی جس میں نمازِ قصر کا ذکر ہے۔

(۳) مفتاح کنوز القرآن

مؤلفہ: کاظم بک' استنبول (ترکی) اور قازان (روس) میں کئی بار شائع ہوئی۔

کارخانہ وطن (لاہور) کے مالک محمد انشاء اللہ صاحب نے ۱۹۲۷ء میں اسے شائع کیا جو بڑے سائز کے ۶۵۵ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

ہر لحاظ سے عمدہ اور کامیاب کتاب ہے۔ غیر عربی دانوں کے لئے اس میں خوبی کی ایک بات یہ بھی ہے کہ آیات کی تلاش میں مادہ کے بجائے حروف تہجی کی بنیاد پر اس کو ترتیب دیا گیا ہے جس کی وجہ سے بہت آسانی پیدا ہو گئی ہے۔ جو آیت تلاش کرنی ہو اس کے کسی مستقل اسم یا فعل کے پہلے اور دوسرے حروف کی مدد سے بآسانی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ پہلے حروف کا نام باب ہے او دوسرے کا نام فصل۔ اسم مبارک ''محمدؐ'' تلاش کرنا ہو تو باب 'م' فصل 'ح' میں ملے اور لفظ خلق باب 'خ' اور فصل 'ل' میں ملے گا۔ کتاب کے آخر میں ابواب اور فصول کی فہرست شامل کر دی گئی ہے۔

۴) الفاظ القرآن المسمّی بہ نجوم الفرقان جدید

تخریج آیات القرآن المجید

مئولفہ: مولوی فقیر اللہ صاحب لاہوری

مطبوعہ: لاہور ۱۳۳۴ھ صفحات ۲۷۴

سائز بڑا

اس کتاب میں حروف تہجی کی ترتیب سے الفاظ دیئے گئے ہیں اور حوالوں کے لئے پارے اور رکوع کے نمبر دیئے گئے ہیں۔

کتاب کے آغاز میں قرآن کریم کے رکوعوں کا انڈکس پاروں کی ترتیب کے مطابق دیا گیا ہے۔ یعنی ہر رکوع جس آیت سے شروع ہوتا ہے اس آیت کے ابتدائی چند کلمات لکھ دیئے گئے ہیں گویا وہ رکوع کا نام ہے اور ہر پارہ کے مجموعی رکوعوں کی تعداد بھی دی گئی ہے

مثال کے طور پر پہلے پارے کے شروع میں لکھا ہے کہ اس کے ۱۶ رکوع ہیں' پہلا رکوع سورۂ بقرہ کا 'الم' دوسرا 'ومن الناس' تیسرا 'یایھا الناس' اور چوتھا 'واذ قال'.....

کاغذ' کتابت' طباعت ہر اعتبار سے کتاب ناقص ہے۔

(۵) نجوم الفرقان

مطبوعہ: فیض بخش ایجنسی فیروز پور' ۱۹۷۷ء

چھوٹے سائز کے ۶۴۲ صفحات

یہ کتاب دراصل جرمن مستشرق (فلوگل) کی مشہور کتاب نجوم الفرقان اطراف القرآن کا اردو ایڈیشن ہے۔ (اصل کتاب انگریزی میں ہے)

الفاظ کی تلاش کے لئے ترتیب ماخذ کے لحاظ سے رکھی گئی ہے اور ماخذ حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق ترتیب دیئے گئے ہیں مثلاً ابصار' مستبصرین' بصیر' تبصرہ' بصائر وغیرہ سب 'بصر' کے تحت دیئے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل آل عمران' آیت ۱۴۴

۲۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول الله احزاب' آیت ۴۰

۳۔ آمنوبما نزل علی محمد و ھو الحق من ربھم محمد' آیت ۲

۴۔ محمد رسول الله و الذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینھم الفتح' آیت ۲۹

قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی 'محمدؐ' ان چار ہی مقامات پر آیا ہے۔

اسی طرح کوئی لفظ لے لیجیے وہ جہاں جہاں استعمال ہوا ہے وہ تمام آیات مع حوالہ الگ الگ سطروں میں نہایت ہی خوبصورت طریقے پر دے دی گئی ہیں چنانچہ لفظ 'قال' ساڑھے چودہ کالموں میں مکمل ہوا ہے۔ کوئی چاہے تو گن لے کہ یہ لفظ کتنی بار قرآن کریم میں آیا ہے۔ میں نے اسے گنا تو اس کی تعداد ۵۳۴ ہوئی (اس میں ایک آدھ ہندسے کی کمی زیادتی کا امکان ہے)

مرتب نے ایک اور بات کا التزام بھی کیا ہے وہ یہ کہ ہر سورۃ کے ساتھ نمبر شمار Serial Number دیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ سورۃ مکیہ ہے یا مدینہ۔ مکیہ کے لئے حرف 'ک' اور مدینہ کے لئے حرف 'م' استعمال کیا گیا ہے۔

اس انڈکس کی مدد سے قرآن پاک کا کوئی لفظ تلاش کرنے کے لئے "مادہ" (Root) معلوم ہونا ضروری ہے ورنہ سخت دقت پیش آئے گی اور ممکن ہے کہ اس کے باوجود ناکامی کا سامنا کرنا پڑے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک "محمدؐ" کو تلاش کرنے کے لئے ح، م، د جو اس لفظ کی اصل ہے کہ طرف رجوع کریں گے تو فوراً منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ احمد اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دونوں مبارک نام ساتھ ساتھ آئے ہیں اس لئے کہ دونوں کا مادہ ایک ہے۔ احمد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وآلم کا اسم گرامی ہے جو قرآن کریم میں صرف ایک جگہ سورۃ الصف آیت ٦ میں آیا ہے (**ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد**)

مادہ کے حروف ہر صفحہ کی پیشانی پر لکھ دیئے گئے ہیں۔

کتاب کے شروع میں حروف تہجی کے لحاظ سے مادوں کی فہرست صفحات کے حوالوں کے ساتھ درج کر دی گئی ہے۔ جس سے مادہ تلاش کرنے میں بہت آسانی پیدا ہو گئی ہے۔

مثلاً لفظ ادریس کا مادہ بتایا ہے" د' ر' س" اسحاق کا س' ح' ق۔ اتقاکم کا و' ق' ی' ۔ اللہ کا ا' ل' ہ۔ ان میں سے جس لفظ کو تلاش کرنا مقصود ہو اس کے مادے کی مدد سے تلاش کیا جاسکے گا۔ "مادہ" کی ترتیب حروفِ تہجی کے مطابق رکھی گئی ہے۔

مرتب نے دیباچے میں بتایا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں نجوم القرآن فی اطراف القرآن کو سامنے رکھا ہے اور اس سے مدد لی ہے یہ کتاب ایک جرمن مستشرق (فلوگل) کی تالیف ہے جو پہلی بار ۱۸۴۲ء میں شائع ہوئی (یہ کتاب انگریزی میں ہے)

کتاب پر ڈاکٹر منصور فہمی کی تقریظ ہے۔ اس میں انہوں نے اس موضوع پر تین مزید کتابوں کے نام بتائے ہیں۔

۱۔ مفتاح کنوز القرآن (جس کا تعارف اس مضمون میں شامل ہے)

۲۔ فتح الرحمٰن (اس کا مختصر تعارف بھی اس مضمون میں شامل ہے)

(حوالہ سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر)

تحریف قرآن..........ازالۂ غلط فہمی

مکتب اہلبیتؑ پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں وہ یہ ہیں (۱) تحریف قرآن کے قائل ہیں (۲) آئمہ کو معصومؑ مانتے ہیں (۳) حضرت عائشہ پر تہمت لگاتے ہیں (۴) صحابہ پر سب کرتے ہیں (۵) جبریل امینؑ سے وحی کی غلطی کے قائل ہیں کہ وحی آئی علیؑ کے پاس تھی غلطی سے رسولؐ کے پاس آ گئی وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ امام علی علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ میں محمدؐ کے غلاموں میں ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ حضرت عائشہ پر تہمت اور صحابہ پر سب والا الزام بھی غلط ہے۔ ان میں سب سے بڑا الزام تحریف قرآن کا ہے جو محض الزام برائے الزام ہے اور مضحکہ خیز ہے اس غلط فہمی کے ازالے کے لئے شیعہ مساجد اور شیعہ گھروں میں موجود قرآن شریف دیکھ لیا جائے یا شیعہ مدارس کا معائنہ کرلیا جائے کہ وہاں کون سا قرآن پڑھایا جاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ شیعوں کا قرآن چالیس پاروں کا ہے کوئی کہتا ہے کہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ اصل قرآن امام مہدیؑ کے پاس ہے جب وہ ظہور فرمائیں گے تو وہ قرآن اپنے ساتھ لائیں گے یہ اسی طرح کے الزامات ہیں کہ شیعہ پانی تھوک کر پلاتے ہیں محرم میں بچے کاٹتے ہیں اور ان کا خون علم پر چھڑکتے ہیں اور گوشت کی بریانی پکا کر کھاتے ہیں شیعہ صحابہ کرام کو نہیں مانتے حالانکہ ایسا نہیں شیعہ صحابہ کرام کو مانتے ہیں یہ عجیب Logic ہے ماننے والا صاف طور پر کہہ رہا ہے کہ مانتے ہیں لیکن عاقبت نا اندیش قسم کے لوگ اپنے مدرسوں میں بچوں کو دن رات یہی سبق پڑھا رہے ہیں کہ چونکہ شیعہ صحابہ کو نہیں مانتے لہذا کافر ہیں جبکہ حقیقت کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور اگر ایسا ہوتا بھی تو کفر کا فتویٰ نہیں لگ سکتا ہے صحابہ کی محبت نہ ایمان مجمل میں ہے نہ ایمان مفصل میں۔ ایک مسلمان کے

لئے خدا پر یقین' اس کے رسولؐ پر یقین' اس کی کتاب (قرآن) پر یقین' اس کے فرشتوں پر یقین' قیامت کے دن پر یقین اور جزا وسزا پر یقین ضروری ہے اس میں صحابہ کرام شامل نہیں ہیں۔ لیکن ان کا احترام واجب ہے۔ اور ان کی قربانیوں اور ایثار کا اعتراف بھی۔ بحمد للہ ہم ان سب باتوں پر یقین رکھتے ہیں ہمارا خدا ایک' ہمارا رسول ایک' ہماری کتاب قرآن ایک' ہمارا قبلہ (کعبہ) ایک' ہم سب روزہ رکھتے ہیں' ہم سب نماز پڑھتے ہیں' ہم سب کا ایمان جہاد پر ہے' ہم سب مسلمان مل کر حج کرتے ہیں۔ پھر یہ کافر کافر شیعہ کافر کی آواز کے پس منظر میں کہانی کیا ہے۔ کہانی وہی پرانی ہے مسلمانوں کی جہالت' عاقبت نااندیشی' احساس سود وزیاں کا جاتا رہنا' تعصب و تنگ نظری' قبائلی و گروہی عصبیت' اسلام دشمن سازشوں کا شکار ہونا' حقیقت پسندی سے انحراف' ضد' ہٹ دھرمی' بجائے علمی طریقے سے واقعات کی تہہ تک پہنچا جائے جذباتیت سے کام لیا جاتا ہے' اختلاف قابل گردن زدنی جرم نہیں کہ اگر کوئی ہماری بات نہیں مان رہا تو اس سے جینے کا حق چھین لیا۔ یہ اقدام خدا اور رسولؐ اور قرآن کے یکسر منافی ہے' یہ عمل صحابہ کرام کی تعلیمات کی خلاف ورزی ہے' دہشت گردی خواہ کسی قسم کی ہو' اسے جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ علمی دہشت گردی کی بھی ایک قسم ہے' ہم پر تحریف قرآن کا الزام لگانا سراسر علمی دہشت گردی ہے۔ جس کا ذیل میں ہم عقلی' نقلی' فکری' منطقی اور استدلالی جواب آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اگر ہم پر الزام لگانے والوں نے تحمل' بردباری' غیر جانبداری کے ساتھ ہماری معروضات کو سمجھنے کی کوشش کی تو انشاء اللہ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل ہو جائے گا یہ علم کا دور ہے لہٰذا تمام فروعی اختلافات کو طاقت کے بجائے علمی اور افہامی و تفہیمی طور پر طے کر لیا جائے تو مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان بڑی حد تک خلیج کم ہو سکتی ہے ایک ایسے وقت میں جب دشمن پوری دنیا میں

مسلمانوں کو ذلیل ورسوا کر رہا ہے ہمیں ہوشمندی کا ثبوت دینا چاہیئے اور قرآن کو اپنا رہنما اور اسلام کو اپنی زندگی کی غایت اولیٰ قرار دینا چاہیئے۔ہم آپ کی خدمت میں مکتب اہلبیتؑ یعنی شیعان حیدر کرار پر لگانے والے تحریف قرآن کے الزامات کے مدلل جواب پیش کر رہے ہیں۔

تحریف کے معنی

راغب اصفہانی نے مفردات میں تحریف کے یہ معنی لکھے ہیں۔

و تحریف الکلام ان تجعله علی حرف من الاحتمال یمکن حمله علی وجهین

ترجمہ۔''کلام کو اس طرح قرار دینا تحریف ہے کہ اس کو دو معنوں پر عمل کرنا ممکن ہو''

(حوالہ مفردات۔اصفہانی)

اس تعریف کی روشنی میں تحریف' تحریف لفظی میں ظہور نہیں رکھتا یعنی تغیر وتبدیلی عبارت کے معنی میں نہیں ہے بلکہ راغب کے بتائے ہوئے معنی کے مطابق لفظ''تحریف'' تحریف معنوی میں ظہور رکھتا ہے۔ان ہی معنوں میں قرآن کریم میں یہودیوں کے لئے ارشاد ہوتا ہے''یحرفون الکلم عن مواضعه (ترجمہ) یہودیوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو لفظوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر تحریف کرتے ہیں (سورۂ نساء ۴۶)

یعنی آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ یہودی عبارت کو تو محفوظ رکھتے ہیں مگر لفظوں کو اِدھر اُدھر کر کے اس کو دوسرے معنی پہنا دیتے ہیں۔

البتہ لفظ تحریف' تحریف معنوی میں ظہور رکھنے کے باوجود تحریف لفظی میں بھی استعمال ہوا ہے اس طرح تحریف دو طرح کی ہوتی ہیں۔

۱۔تحریف معنوی

۲۔تحریف لفظی

اب المنجد اور دیگر لغات سے بھی تحریف کی تعریف اور اقسام کا اندازہ کرتے ہیں۔

حرف القول ای غیرہ عن مواضعہ

حرف القول کے معنی یہ ہیں کہ قول کو اس کے لئے اپنے محل سے ہٹا دیا جائے۔ (حوالہ۔المنجد ص ۱۲۲، طبع بیروت)

تحریف الشئی امالتہ

تحریف الشیء کے معنی شیء کا اپنے مقام سے ہٹ جانا ہے۔ (المفردات ص ۱۱۲۔ طبع کراچی)

حرف القول۔یعنی قول کو اس کے اپنے محل سے پھیر دینا ہے۔ (مصباح الغات ص ۱۲۳۔ دہلی)

تحریف: کلام کو اصل مقام سے پھیر دینا (حوالہ منتہی الادب ص ۳۹۹، طبع لاہور)

تحریف: حرف و معنی کو بدل ڈالنے کو کہتے ہیں۔ (حوالہ۔لغات کشوری ص ۹۴، نولکشور)

تحریف کی دوسری قسم: حروف الفاظ کلمات میں کمی وزیادتی کر دینا

تحریف کی تیسری قسم: معنی میں ردوبدل کر دینا۔

تحریف لفظی حروف حرکات میں تحریف ہو یا کلمات میں تحریف ہو یا آیات اور سوروں میں تحریف ہو یہ سب تحریف لفظی کی قسمیں ہیں۔

جہاں تک حروف و حرکات کا تعلق ہے تو یقیناً اس میں تحریف ہوئی ہے اس لئے کہ بعض آیتوں کی قرأت میں اختلاف اور قرأتوں کا آٹھ سے دس تک پہنچ جانا اس بات کا واضح

ثبوت ہے کہ حروف وحرکات میں تحریف ہوئی ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ اختلاف قرأت خدا اور رسولؐ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کردہ قرأت پر بھرپور توجہ نہیں دی پھر مختلف ممالک اور مختلف شہروں مثلاً عراق، شام، مصر، افریقی ممالک میں زبان اور لہجے کے فرق نے اختلاف قرأت کو اور بڑھا دیا چودہ صدیوں میں مختلف اسلامی ممالک معرض وجود میں آئے ایران، ترکی، شام، مصر، لبنان، سعودی عرب، الجزائر، مراکش، لیبیا اور افریقی ممالک کی اپنی اپنی زبان ہے لہٰذا قرأت پر بھی ان کے طریقے مختلف ہو گئے۔ اور حجاز جہاں سے اسلام طلوع ہوا اس کی قرأت کو مستند تسلیم نہیں کیا جاتا بلکہ مصر کے قرأت کے اسکول کو مستند و معتبر مانا جاتا ہے اور مصر کے داڑھی منڈھے قاری، سعودی عرب کے قاریوں کو درس دیتے ہیں اور قرأت سکھاتے ہیں، مختلف اسلامی ملکوں کے عوام کے لہجوں میں فرق تھا اس لئے اعراب اور حروف میں تبدیلی ہوگئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس زمانے میں قرآن میں اعراب اور نقطے نہیں تھے اس لئے قرأتوں میں اختلاف ہو گیا ہو۔ جیسے "فتثبتوا" کے بجائے فتبینوا کی قرأت۔ اس قسم کے اختلاف کو علماء اہل سنت نے اپنی تفسیر اور علم قرأت کی کتابوں میں جمع کیا ہے۔

کلمات میں تحریف: بعض کلمات میں بھی ایک قسم کی تحریف ہوئی۔ ہم اپنے استدلال میں جو بھی روایات پیش کررہے ہیں وہ برادران اہلسنت کے علماء کی ہیں تاکہ کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہ جائے۔

بعض علماء سنت کے نزدیک معنی میں جو مشترکہ کلمات ہیں اس میں تبدیلی جائز ہے ملاحظہ فرمائیں (حوالہ غریب الحدیث جلد نمبر۲ صفحہ نمبر ۶۵)

آیات اور سوروں میں تحریف کے سلسلے میں اکثر روایتیں اہل سنت سے منقول ہیں لیکن

چند شیعہ اخباری شیعوں نے برادران اہلسنت کی ہاں میں ہاں ملائی ہے لیکن ان روایتوں کو ہمارے مجتہدین نے قطعاً تسلیم نہیں کیا ہے۔ ہم پر تحریف کا الزام نہ ثابت ہوسکتا ہے نہ تا قیامت کیا جاسکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارا قرآن چالیس پاروں کا ہے' کبھی کہا جاتا ہے کہ ستر گز لمبا ہے' روئے زمین پر ایسا کوئی شیعہ نہیں جس نے یہ قرآن کبھی دیکھا ہو' ہوسکتا ہے کہ ہم پر الزام لگانے والوں نے کبھی دیکھا ہو یا ان کے پاس ہو۔ اگر کسی صاحب کے پاس اس قسم کا کوئی قرآن ہو تو ناچیز کو بھی اس کی زیارت کرا کر ممنون و متشکر فرمائیں۔

قرآن اور مکتب اہلبیتؑ

مکتب اہلبیت کے ہر فرد کا ایمان ہے کہ موجودہ قرآن کامل و اکمل ہے بسم اللہ کی ب سے لیکر والناس کی س تک ہمارا ایمان ہے۔ قرآن حکیم حروف' کلمات آیات اور سورے اتنے ہی ہیں جتنے رسول اسلام حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے ہمارے نزدیک موجودہ قرآن ہر قسم کے نقائص و عیوب سے پاک ہے۔ شہید مولانا طالب حسین کرپالوی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب مسئلہ تحریف القرآن میں ۳۲ عقلی دلائل' آیات قرآن حکیم سے ۸۰ نقلی دلائل احادیث رسالتمآبؐ سے ۱۴ نقلی دلائل' اقوال معصومین سے ۱۴ نقلی دلائل اور جید شیعہ علماء و مجتہدین سے اور تقریباً ۱۴۷ نقلی دلائل پیش کئے ہیں۔ اور مکتب اہلبیت سے تعلق رکھنے والوں پر تحریف قرآن کے الزام کو غلط ثابت کیا ہے۔ فاضل جلیل علامہ سید علی غضنفر کراروی صاحب نائب صدر عالمی تحفظ ختم نبوت پاکستان نے اپنی کتاب ''فتوؤں کے تلاطم'' میں بھی اس غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے۔ چونکہ علامہ موصوف تمام مکاتب فکر کے نزدیک غیر متنازعہ شخصیت ہیں اور پوری زندگی ''اتحاد بین المسلمین کے لئے کوشاں رہے۔ ان کی اس عالمانہ تحریر اور تحریف قرآن کے بارے میں شافی وضافی کے بعد یہ غلط فہمی دور ہو جانا چاہئے اور یقیناً دور ہو گئی ہو گی جبھی ہم نے اب تک کسی بھی مکاتب فکر کی طرف سے فتوؤں کے تلاطم کا جواب آتے نہیں دیکھا۔ ہمیں یقین ہے کہ تمام مکاتب فکر نے علامہ صاحب کے استدلال و معروضات کو تسلیم کر لیا ہوگا لیکن اگر اب بھی کوئی شک و شبہ رہ گیا ہے تو ناچیز مختصر کچھ دلائل ازالہ غلط فہمی کے لئے پیش کر رہا ہے۔

قرآن معیار ہے

اسلام کا تمام مکاتب فکر کے نزدیک قرآن معیار ہے کسی بھی روایت کی صحت وعدم صحت کا معیار یہی اللہ کی کتاب ہے۔قرآن میں عدم تحریف کی سب سے بڑی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے "انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون " (سورۃ الحجر آیت ۹)"ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔وہ کون سا مسلمان ہوگا جو قرآن پر یقین نہ رکھتا ہو اس آیت کے بعد کسی قسم کی دلیل عقلی ونقلی کی گنجائش کب اور کہاں رہ جاتی ہے۔پورے دین کا دارومدار قرآن پر ہے قرآن نبوت کا بھی گواہ ہے اگر قرآن کی حقانیت اور سچائی کو نہ مانا جائے تو معاذ اللہ نبوت باطل ہو جاتی ہے اور نبوت کا شاہد یا قرآن ہے یا علیؑ ہیں۔

رسول اسلام کا پہلا گواہ قرآن ہے۔اور دوسرا گواہ دعوت ذوالعشیرہ میں علیؑ ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے دعوت اسلام کے موقع پر رسولؐ کی گواہی دی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو گواہ ہیں ایک قرآن صامت اور دوسرا قرآن ناطق۔اسی لئے سرکار ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔علی مع القرآن والقرآن مع علی اور حدیث ثقلین اس بات کی گواہ ہے کہ رسول اسلامؐ امت کے لئے دو چیزیں چھوڑ کر گئے تھے ایک قرآن اور دوسرے اہلبیتؑ اور اہلبیتؑ کے ساتھ عترت کی بھی قید لگادی تھی تاکہ لفظوں کے الٹ پھیر سے ہر کس و ناکس کو اہلبیتؑ میں شامل نہ کرلیا جائے۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خطرہ وخدشہ ہمیشہ سے رہا اسی لئے آپؐ قدم قدم پر اہلبیتؑ کا تعارف کراتے رہے کبھی حدیث کساء میں کبھی مباہلہ میں اور مباہلہ میں تو اہلبیت کے سچے ہونے کی سند بھی

قرآن سے دلادی تا کہ اگر کوئی ان سچوں کی گواہی کو رد کرے تو سمجھ لیا جائے کہ وہ جھوٹا ہے۔ جسے خدا اور نبیؐ سچے ہونے کے سند عطا فرمائیں۔ اس سے زیادہ سچا اور معتبر اور کون ہو سکتا ہے مسلمانوں نے اگر قرآن کو رسالت کو خدا کے دن کو رسولؐ کی شریعت کو اہلبیت کی وساطت سے سمجھ لیا ہوتا تو آج گمراہ نہ ہوتے اور اگر گمراہ نہ ہوتے تو آج یوں پوری دنیا میں ذلیل و رسوا نہ ہوتے یہ پے در پے شکست ان کا مقدر نہ ہوتی بوسنیا' روس' افغانستان' عراق' کشمیر' فلسطین اور پاکستان میں مسلمانوں کی نسل کشی نہ ہوتی یہ علم کے در سے دور ہونے کا نتیجہ اور خرد کو بالائے طاق رکھ کر جہل کو اپنانے اور گلے لگانے کا نتیجہ ہے۔ یہ فروعی اختلاف بھی مسلمان کے درمیان اسلام دشمن طاقتوں کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ ہم ہیں کہ قابل فروخت ملاؤں کو دین سمجھ بیٹھے ہیں۔ دین کا تعلق عقل سے ہے' علم سے ہے' امن سے ہے' صلح سے ہے' صبر و ایثار سے ہے' صلہ رحمی سے ہے' نہ کہ شقاوت و بربریت و دہشت گردی سے۔ میں اپنے موضوع سے نہیں ہٹا ہوں۔ ہم پہ تحریف قرآن کا الزام بھی اسلام دشمن طاقتوں کی سازش کا نتیجہ ہے۔ ہم کہہ رہے ہیں ہمارا اس قرآن پر مکمل یقین ہے اور اسلام' دشمن کے آلہ کار کہہ رہے ہیں یہ قرآن ہی کو نہیں مانتے ان کا قرآن ہی دوسرا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارا قرآن تیس پارے کا ہے' یہ کہہ رہے ہیں چالیس پارے کا ہے۔ یہ دین سے مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ جس قرآن کو گواہی سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیں' جس قرآن کی گواہی سر اللہ العالمین امام المتقین' امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام دیں جس قرآن کی گواہی ہمارے آئمہ طاہرین دیں جس قرآن کی گواہی علمائے کرام دیں۔ پھر ہم کیسے تحریف کے قائل ہو سکتے ہیں قرآن حکیم کے سینکڑوں تراجم و تفسیر سے ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے علماء نے اسی قرآن کے ترجمے اور تفاسیر کی ہیں یا کسی

اور قرآن کی۔ اس مسئلے میں عام مسلمانوں کا ذکر جانے دیجئے بڑے بڑے علماء کرام اور مفتیان دین غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کراچی کی ایک بہت بڑی دینی درسگاہ جس کا تعلق دیوبند مکتب فکر سے ہے یہاں کے مفتی اعظم سے ملنے کے لئے ہمارے چند احباب جناب آغا مرتضی پویا' اسلام آباد' جناب علامہ سید علی غضنفر کراروی' لاہور' اور جناب حجتہ الاسلام مولانا غلام مہدی نجفی کے ہمراہ وہاں گئے وہاں ذکر تقیہ کا چلا علامہ کراروی نے دو لفظوں میں تقیہ کی وضاحت کر دی کہ ہاں شیعوں کے یہاں تقیہ جائز ہے' پر تقیہ یا جان کے معاملے میں ہوتا ہے یا ایمان کے معاملے میں۔ یعنی اگر ان دو چیزوں پر حرف آ رہا ہے تو تقیہ جائز ہے ورنہ نہیں۔ وہیں پر قرآن پر بات نکل آئی مفتی اعظم قرآن کے بارے میں شکوک وشبہ کا اظہار فرما رہے ہیں۔ آغا پویا صاحب نے کہا کہ قریبی کسی شیعہ آبادی کے گھر سے نمونے کے طور پر قرآن منگا کر ملاحظہ فرمالیں۔ مفتی اعظم نے کہا نہیں ہمیں ایرانی وہ قرآن دکھایئے جو سرکاری طور پر چھپا ہے لہٰذا مفتی اعظم موصوف کو ایک دو روز کے بعد ایران کا سرکاری قرآن بھی پیش کر دیا گیا۔ نا معلوم اس پر انہیں حیرت ہوئی یا نہیں۔ لیکن آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس پروپیگنڈے کے شعلے کہاں تک پہنچے ہیں اور کتنی بڑی بڑی علمی شخصیت اس مسئلے میں ردو قدح کا شکار ہیں تو عام مسلمان کس گنتی شمار میں ہے۔

قرآن کریم سے استدلال

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفاظون. (سورہ الحجر آیت ۹)

''بے شک ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''

و انه فی ام لکتٰب لدینا لعلی حکیمه (سورہ الزخرف آیت ۴)

''بے شک وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ضرور بلندی و حکمت والا ہے۔''

و الکتاب المبین (سورۃ الدخان آیت ۲)

''روشن کتاب کی قسم ہے''۔

انه القرن کریمه فی کتابِ مکنون (سورۃ الواقعہ ۷۷۔۷۸)

''بے شک یہ عزت والا قرآن ہے جو محفوظ نوشتہ میں ہے''۔

انّ علیناجمعه و قرانه (سورۃ القیامتہ ۱۷)

''بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے''۔

بل هوَ قرآن مجید فی لوح محفوظ (سورۃ البروج ۲۲۔۲۱)

ذالک الکتاب لاریبه فیه هدی للمتقین (سورۃ البقرہ۔۲)

''یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہے۔''

یا ایها الذین امنو آ اِمنو با لله ورسوله والکتاب الذی نزل علٰی رسوله

(سورۃ النساء آیت ۱۳۶)

''اے ایمان والو خدا اور اس کے رسولؐ پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے ایمان لاؤ''۔

و القرآن الحکیمہ (سورہ یٰسین)

''اور قسم ہے قرآن کی''۔

مالک وہ جہاں' خالق ارض وسما تو قرآن کی قسم کھا رہا ہے اور اس کتاب پر ایمان لانے کا حکم فرما رہا ہے۔ اور کبھی یہ فرماتا ہے کہ ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ کبھی فرماتا ہے یہ اصل کتاب ہے کبھی اس کتاب کے بارے میں کہتا ہے یہ بلندی وحکمت والی ہے' کبھی فرماتا ہے یہ قرآن عزت والا اور محفوظ نوشتہ میں ہے' کبھی فرماتا ہے وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں یہ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔ جب کائنات کا خالق اور مخلوق کا مالک خود اس کتاب (قرآن) کی حفاظت کر رہا ہو تو کسی شیعہ' سنی' دیو بندی' اہلحدیث' قادیانی' پرویزی' چکڑالوی وغیرہ کی کیا مجال کہ اس میں کوئی تحریف کر سکے۔ اگر کسی کے زعم ناقص میں ہے کہ ایسا کیا جا سکتا ہے تو یہ پروردگار عالم کو اور اس کے دائرہ قدرت و اختیار کو سمجھا ہی نہیں اور اس کی توحید ناقص ہے۔ وحدانیت کے بارے میں اس کی نگاہ کمزور اور فکر ناقص ہے۔ قرآن میں کوئی تبدیلی نہ ہو سکی اور نہ ہوگی۔ اگر اس کا ذرہ برابر بھی احتمال وشبہ ہوتا تو وہ رب جو نیتوں اور انسان کے دلوں کا حال جانتا ہے اور اس کی سرکشی سے بھی واقف ہے وہ کبھی یہ دعویٰ نہ کرتا کہ ہم ہی اس کے محافظ ہیں لہٰذا یہ سوچنا عبث ہے کہ کوئی اس میں تبدیلی کر سکتا ہے لیکن چونکہ مکتب اہلبیتؑ سے لوگوں کو بدظن کرنا ہے اور لوگوں کو ہم سے بر بنائے مخاصمت دور کرنا ہے لہٰذا اس قسم کے بے شمار اوٹ پٹانگ اور بے سروپا الزامات ہم پر صدیوں سے لگائے جا رہے ہیں ہم صدیوں سے اسلام کی بقاء اور مسلمانوں کے اتحاد کی خاطر یہ الزامات برداشت بھی کر رہے ہیں اور داخلی اور خارجی بنیادوں پر خود پر لگائے ہوئے الزامات کے جوابات بھی دیتے رہتے ہیں چونکہ ہمارے مافی الضمیر اور استدلال کو

ان لوگوں تک نہیں پہنچنے دیا جاتا جنہیں ہمارے خلاف ورغلایا یا بدظن کیا جاتا ہے تاکہ وہ حقیقت کی تہہ تک نہ پہنچ سکیں لہٰذا مدرسوں کے بچوں میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہوچکی ہے وہ درسیات سے آگے اگر کچھ سوچتے ہیں تو ہمارے خلاف سوچتے ہیں ان معصوم ذہنوں کو مسموم کرنے والے دین کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ رہ گئے ہماری قوم کے دانشور اس طبقے کی کوئی سنتا ہی نہیں جبکہ یہ لوگ قوم کے صورت گر ہوتے ہیں۔ قرآن کے استدلال میں ہم نے صرف چند آیات پر اکتفا کیا ہے جبکہ اس کے استدلال میں شہید علامہ طالب کرپالوی نے تقریباً ۸۰ آیات پیش کی ہیں۔ ایکبار ہم پھر عرض کریں گے یہ کتاب اللہ کے پاس محفوظ ہے۔ لوح محفوظ میں بند ہے اور جب خالق خود اس کی حفاظت کر رہا ہے تو مخلوق کی کیا طاقت ہے کہ اس میں تحریف کر سکے۔

حدیث رسولؐ سے استدلال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: ''جب تم پر فتنے وفساد شب تاریک کی طرح چھا جائیں تو اس وقت قرآن کو مضبوطی سے تھام لینا کیونکہ قرآن شفاعت کرنے والا ہے اور اس کی شفاعت رد نہیں ہوگی''۔(حوالہ تفسیر صافی جلد اول)

سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

ترجمہ: ''قرآن مجید گمراہی سے ہدایت ہے' الجھنوں کی وضاحت ہے' لغزش سے بچاؤ ہے' تاریکیوں میں روشن چراغ ہے' قبروں کا نور ہے' ہلاکت سے نجات ہے' فتنوں کی وضاحت ہے دنیا وآخرت کے لئے کافی ہے اس میں تمہارے دین کا کمال یہ ہے جس نے قرآن سے اعراض کیا وہ جہنمی ہے''۔(تفسیر صافی جلد اول' اصول کافی جلد ۲' وافی جلد ۲)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''قرآن نور مبین ہے' مضبوط رسی ہے' موثق سہارا ہے' بلند پایہ ہے' سب سے بڑی شفا ہے' بہت بڑی فضیلت ہے اور عظیم سعادت ہے' جس نے اس سے ہدایت چاہی' اللہ تعالیٰ نے منور کر دیا جس نے ہر امر میں قرآن سے تمسک کیا اللہ نے اسے محفوظ رکھا اور گمراہی سے بچایا اور جس نے قرآن کے احکام کی نافرمانی کی اللہ نے اسے بلند کیا' جس نے شفا چاہی اللہ نے اسے شفا دی جس نے قرآن کو ہر چیز پر ترجیح دی اللہ نے اسے ہدایت دی اور جس نے غیر قرآن کا سہارا لیا وہ گمراہ ہوا جس نے قرآن کو اپنا لباس قرار دیا اللہ نے اسے سعادت مند کیا' جس نے قرآن کو اپنا امام ومقتدا اور مرجع قرار دیا اللہ اسے جنت کی نعمتوں

سے نوازے گا۔ (اصول کافی جلد اول' وافی جلد ۲)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے گمان ہے کہ میں پکارا جاؤں گا اور میں اس کا جواب دوں گا اور میں تم میں دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں اگر تم اس سے تمسک کرو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب ہے جو ایک رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف کھینچی گئی ہے اور دوسرے میرے اہلبیت ہیں۔ مجھے لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ جب تک حوض کوثر پر وارد نہ ہوں۔

۱۔ نور الدین ہیثمی	مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ نمبر ۱۶۳	طبع مصر
۲۔ طبرانی	المعجم الصغیر صفحہ نمبر ۷۳	دہلی
۳۔ ابن سعد	طبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴	مصر
۴۔ جلال الدین سیوطی	تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ نمبر ۶۰	مصر
۵۔ علی المتقی الہندی	کنز العمال جلد ۶' صفحہ نمبر ۲۱۵	حیدر آباد
۶۔ ابن حجر عسقلانی	المداہب اللمدینہ جلد ۷ صفحہ نمبر ۷	مصر
۷۔ جمال الدین زرندی	نظم دور السلطین' صفحہ ۲۳۲	قضاۃ
۸۔ ابن عساکر	تاریخ کبیر' جلد ۵ صفحہ نمبر ۴۳۶	مصر
۹۔ خطیب خوارزمی	مقتل الحسین صفحہ ۱۰۴	نجف
۱۰۔ محب الدین۔	ذخائر العقبیٰ ص ۱۵	قدسی مصر
۱۱۔ جلال الدین سیوطی	احیاء المیت' ص ۱۱۱	مصطفیٰ الحلبی
۱۲۔ محمد صبان	اسعاف الراغبین' ص ۱۲۲	=

۱۳۔احمد زینی دحلان	سیرت نبویہ جلد۳۔ص۳۳۰	=
۱۴۔نبھانی	انوار محمدیہ۔ص۴۳۵	بیروت
۱۵۔عبداللہ امرتسری	ارجح المطالب۔ص۴۲۲۔ رضویہ	لاہور
۱۶۔امام احمد بن حنبل	سند جلد۳۔ص۱۴	مصر
۱۷۔سلیمان قندوزی	ینابیع المودت۔ص۲۷	بمبئی
۱۳۱۱ھ		
۱۸۔سید علی ہمدانی	مودۃ القربی۔ص۳۱	امامیہ لاہور

روایت حضرت زید بن ثابت

عن زید بن ثابت رضي الله عنه رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم قال انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله وعترتي وانها لن يتفرقا حتي يرداعلی الحوض

ترجمہ: حضرت زید بن حارث انصاری سے روایت ہے کہ جناب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔خدا کی کتاب اور میری عترت یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ میرے پاس نہ آئیں۔

۱۔ جلاالدین سیوطی	درمنثور جلد۶۔ص۷	مصر
۲۔ " "	الجامع الصغیر۔ص۴	سمندری
۳۔جلال الدین سیوطی	احیاء المیت۔ص۱۱۶	مصر
۴۔نورالدین ہیثمی	مجمع الزوائد۔ص۱۶۲	قاہرہ
۵۔علی المتقی الہندی	کنز العمال جلد۶۔ص۲۱۵	حیدرآباد
۶۔نبھانی	الفتح الکبیر جلد۱۔ص۴۵۱	مصر

۷۔عبداللہ امرتسری	ارجح المطالب۔ص ۴۲۱	لاہور
۸۔سلیمان قندوزی	ینابیع المودت۔ص ۳۲	بمبئی

روایت حضرت زید بن ارقم

عن زيد بن ارقم اقام فينا رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم يوماً خطيبا بماء يدعى خما بين مكته و مدينته فحمد الله و اثنى عليه ووعظ و ذكر ثم قال اما بعد ايها الناس فانما انا بشر يوثك ان ياتيني رسول ربي فانقا اجيب انى تارك فيكم الثقلين اولها كتاب الله فيه الهدى والنور تفخذوا بكتاب الله واستمسكو به وحث على كتاب الله ورغب فيه چم قال و اهل بيتي اذكركم الله فى اهل بيتي اذكر كم الله فى اهل بيتي.

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خم نامی چشمے پر خطبہ دینے کی غرض سے کھڑے ہوئے یہ چشمہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔رسول خدا نے خدائے ذوالجلال کی حمد وثنا کی اور وعظ وتفسیر کے بعد فرمایا اے لوگوں میں ایک بشر ہوں گمان کیا جاتا ہے کہ میرے پاس خدا کا پیغامِ پہچانے والا آئے گا اور میں اس کا جواب دہ ہوں۔میں تم سے دو بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں اول خدا کی کتاب جس میں ہدایت اور نور ہے۔پس تم خدا کی کتاب کو لےلو اور اس سے تمسک کرو۔پس حضرت محمد مصطفیؐ نے خدا کی کتاب پر لوگوں کو برانگختہ کیا اور رغبت دلائی پھر فرمایا دوسرے میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے لئے خدا کو یاد دلاتا ہوں۔

۱۔ترمذی	جامع۔ص ۵۴۱۔نور محمد	کراچی
۲۔مسلم	صحیح ۵۶۸ جلد ۲ ملک سراج دین	لاہور

۳۔مبارک پوری	تحفۃ الاحوذی ص ۳۴۲ جلد ۴ دار الکتب العربی	بیروت
۴۔عینی بدرالدین	المرقات جلد ۱۱ ص ۲۷۳ امدادیہ	ملتان
۵۔حاکم	المستدرک ۱۰۹ سطر ۱۱ جلد ۳	حیدرآباد
۶۔ذہبی	تلخیص المستدرک ص ۱۰۹ سطر ۶ جلد ۳	حیدرآباد
۷۔طبرانی	المعجم الصغیر ص ۷۳ سطر ۱۲ انصاری	دہلی
۸۔امام احمد بن حنبل	مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۳۶۷ سطر ۳	مصر
۹۔دارمی	سنن جلد ۲ ص ۴۳۱	دمشق
۱۰۔بیہقی	اعتقاد ص ۱۶۴	قاہرہ
۱۱۔بیہقی	سنن کبریٰ جلد ۱۰ ص ۱۱۳	حیدرآباد
۱۲۔ابن اثیر جزری	اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۲	مصر
۱۳۔علاؤالدین خازن	خازن جلد ۶ ص ۱۲۲ سطر ۳ مصطفیٰ البابی	مصر
۱۴۔بغوی	معالم التنزیل جلد ۶ ص ۱۲۱ سطر ۳۰ مصطفیٰ البابی	مصر
۱۵۔ جلال الدین سیوطی	درمنثور جلد ۶ ص ۷ سطر ۱۴ محمد امین	بیروت
۱۶۔جلال الدین سیوطی	درمنثور جلد ۶ ص ۷ سطر ۱۴ محمد امین	بیروت
۱۷۔ابن کثیر	تفسیر القرآن ص ۱۱۳ جلد ۴ احیاء الکتب العربیہ	مصر
۱۸۔ثناء اللہ پانی پتی مظہری	جلد ۸ ص ۱۳۱۹ اشاعت العلوم	حیدرآباد
۱۹۔عبدالرحمان شیبانی	تیسیر الوصول جلد ۲ ص ۱۶۵ مصطفیٰ البابی	مصر
۲۰۔ نورالدین ہیثمی	مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۶۳ دار الکتب العربی	مصر
۲۱۔محب الدین طبری	ذخائر العقبیٰ ص ۱۶ ۔القدسی	قاہرہ

۲۲۔ محمد بن طلحہ	مطالب السول ص ۱۱ جعفری	لکھنؤ
۲۳۔ ابن عبدربہ	عقد الفرید جلد ۲ ص ۱۳۰ شرفیہ	مصر
۲۴۔ نسائی	خصائص ص ۱۹۳ حیدریہ	نجف
۲۵۔ برہان الدین حلبی	سیرت نبویہ جلد ۳ ص ۳۳۰۸	قاہرہ
۲۶۔ شاہ اسماعیل	منصب امامت ص ۸۴	لاہور
۲۷۔ شاہ اسماعیل	منصب امامت ص ۷۳	لاہور
۲۸۔ جلال الدین سیوطی	در منثور ص ۲۶۶ جلد ۲ محمد امین	بیروت
۲۹۔ محمد صبان	اسعاف الراغبین ص ۸۵ عبد الواحد	قاہرہ
۳۰۔ ابن حجر مکی	صواعق ص ۱۴۹ مکتبۃ القاہرہ	قاہرہ
۳۱۔ جلال الدین سیوطی	جامع الصغیر جلد ۱ ص ۱۰۳	سمندری
۳۲۔ ابن صباغ	الفصول المہمہ ص ۲۳	نجف
۳۳۔ شبلنجی مومن	نور الابصار ص ۱۰۲ مکتبہ عبد الواحد	مصر
۳۴۔ نیشاپوری	تفسیر غرائب القرآن جلد ۲۵ ص ۳۲ مطبع میمنہ	مصر
۳۵۔ علی المتقی ہندی	کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۵ حدیث ۳۷۶۵ اشاعت علوم	حیدر آباد
۳۶۔ علی المتقی ہندی	کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۰ حدیث ۵۹۹۷	حیدر آباد
۳۷۔ بن عساکر	تاریخ کبیر جلد ۵ ص ۴۳۶	مصر
۳۸۔ آلوسی	روح المعانی جلد ۲۵ ص ۳۲ انتشارات جہاں	طہران
۳۹۔ خطیب بغدادی	تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص ۹۱	قاہرہ

۴۰۔ابن مغازلی	مناقب ص۱۸ سطر۱	مکتبہ اسلامیہ	تہران
۴۱۔بغوی	مصابیح السنہ ص۲۰۵	الخیریہ	مصر
۴۲۔ابن اثیر جزری	جامع الاصول جلد۱ ص۱۸۷	السنتہ المحمدیہ	مصر
۴۳۔ابن حیان	المقتبس ص۱۶۷		پاریس
۴۴۔ابن تیمیہ	منہاج السنتہ جلد۴ ص۱۰۴		قاہرہ
۴۵۔ خراجہ درد	علم الکتاب ص۲۵۴	مطبع انصاری	دہلی
۴۶۔محمد بن یوسف زرندی	نظم درر السمطین ص۲۳۱	مطبتہ الفضاۃ	
۴۷۔عبدالقادر دمشقی	منتخب تاریخ ابن عساکر جلد۵ ص۴۳۶	لترقی	دمشق
۴۸۔ جلال الدین سیوطی	احیاء المیت ص۱۱۰		مصر
۴۹۔جلال الدین سیوطی	اکلیل ص۱۹۰		مصر
۵۰۔محمد بن طولون دمشقی	الشذرات الذہبیہ ص۶۶		بیروت
۵۱۔کرکی	نفحات الاہوت ص۵۵		نجف
۵۲۔علی المتقی الہندی	منتخب کنز العمال جلد۵ ص۹۵		مصر
۵۳۔منصور مصر	تاج مع الاصول جلد۳ ص۳۰۸		قاہرہ
۵۴۔ابن حمزہ	البیان والتعریف جلد۱ ص۱۶۴		حلب
۵۵۔عبدالغنی نابلسی	ذخائر المواریث جلد۱ ص۲۱۵		قاہرہ
۵۶۔شبراوی	الاتحاف ص۶		مصر
۵۷۔شاہ ولی اللہ	ازالتہ الخفا جلد۲ ص۴۴۵		کراچی
۵۸۔زینی دحلان	سیرت نبویہ جلد۳ ص۳۰۳		مصر

۵۹۔نواب صدیق حسن خان بھوپالی حسن الاسوہ ص ۲۹۳		آستانہ
۶۰۔ابن سورہ ادریسی	رفع اللبس والشبہات ص ۵۲	مصر
۶۱۔نبہانی بیروتی	الفتح الکبیر جلد ۲۵۲	--
۶۲۔------	انوار محمدیہ ص ۴۳۵	ادبیہ بیروت
۶۳۔------	الشرف المؤبد ص ۱۷	مصر
۶۴۔------	جواہر البحار ا جلد ص ۳۶۱	قاہرہ
۶۵۔سید ابوبکر علوی	رشفتہ الصادی ص ۷۰	مصر
۶۶۔سید علوی طاہر حداد	القول الفصل ص ۴۶۲	جاوا
۶۷۔قلندز	الروض الازہر ۳۵۸	مصر
۶۸۔عبدالحفیظ فہری	ریاض الجنتہ جلد ا ص ۲	حیدر آباد
۶۹۔محمد بن یوسف	السیف الیمانی ص ۱۰	ترقی شام
۷۰۔	عبداللہ امرتسری	ارجح المطالب ص
۴۲۲	رضویہ	لاہور
۷۱۔	شیخ عبدالحق	اشعتہ
اللمعات ص ۶۹۰		نولکشور
۷۲۔	محمد صالح کشفی	کوکب
دری ص ۱۷۱	امامیہ	لاہور
۷۳۔	سلیمان قندوزی	ینابیع المودت
ص ۲۴	بمبئی ۱۳۱۱ھ	

۴۷۔	شاہ اسماعیل	تقویۃ
ایمان ص ۱۶۵	مجیدی	کانپور

روایت حضرت جابر بن عبداللہ انصاری

عن جابر بن عبدالله انصاری رضی الله عنه قال رایت رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم یوم العرفته فیکم ما ان اخذتم به لن تضلو البعدی کتاب الله و عترتی اهل بیتی

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرفہ کے دن ناقہ عصبا پر سوار دیکھا آپ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اور میں نے سنا کہ آپ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بعد تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم نے ان کو پکڑا تو تم میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت ہیں۔

۱۔	ترمذی	جامع ۵۴۱	نور محمد	کراچی
۲۔	خطیب تبریزی	مشکواۃ ۵۶۹	--	--
۳۔	ابن کثیر	تفسیر جلد ۴ ص ۵۶۹	احیاء الکتب العربیہ	مصر
۴۔	ابن اثیر جزری	جامع الاصول جلد ۱ ص ۱۸۷		--
۵۔	علی المتقی الہندی	کنز العمال جلد ۱ ص ۱۵۳		حیدر آباد
۶۔	بغوی	مصابیع النسته ص ۲۰۶		قاہرہ
۷۔	محمد بن یوسف زرندی	نظم درالمسطین ص ۲۳۲		--
۸۔	خواجہ درد	علم الکتاب ص ۲۶۴		دہلی
۹۔	جلال الدین سیوطی	احیاء المیت ص ۱۱۴		مصر

۱۰۔	کرکی	نفحات اللاھوت ص ۵۵		نجف
۱۱۔	نبھانی	الفتح الکبیر جلد ۳ ۳۸۵		مصر
۱۲۔	--	الشرف المؤبد ص ۱۸		--
۱۳۔	ابن سودہ ادریسی	رفع اللبس والشبہات ص ۱۱		--
۱۴۔	محمد بن یوسف	السیف الیمانی المسلول ص ۱۰	ترقی	شام
۱۵۔	عبید اللہ امرتسری	ارجح المطالب ص ۴۲۲ رضویہ		لاہور
۱۶۔	محمد صالح کشفی	کوکب دری ص ۱۷۱ امامیہ		--
۱۷۔	سلیمان قندوزی	ینابیع المودۃ ۲۵		بمبئی

روایت حضرت حذیفہ

۱۔	حافظ بغدادی	تاریخ بغداد ص ۴۴۲	قاہرہ	
۲۔	نورالدین ہیثمی	مجمع الزوائد ص ۱۶۴ جلد ۹	قدسی	--
۳۔	ــــــ	ــــــ جلد ۱۰ ص ۳۶۳		--
۴۔	ابن کثیر دمشقی	البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۳۴۸		حیدرآباد
۵۔	یوسف نبھانی	الشرف المؤبد ص ۱۸		مصر
۶۔	سلیمان قندوزی	ینابیع المودۃ ص ۲۶ بمبئی	۱۳۱۱ھ	

روایت حضرت علیؑ

۱۔	نورالدین	مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۶۳	مصطفیٰ البابی	مصر
۲۔	علی المتقی الہندی	کنز العمال جلد ۱ ص ۳۴۰		حیدرآباد
۳۔	جلال الدین سیوطی	احیاء المیت ص ۱۱۳		مصر

۴۔خطیب خوارزمی	مقتل الحسین ص ۱۱۴		نجف
۵۔عبید اللہ امرتسری	ارجح المطالب ص ۴۲۳	رضویہ	لاہور
۶۔سلیمان قندوزی	ینابیع المودت ص ۲۹	بمبئی ۱۳۱۱ھ	

روایت حضرت عبداللہ بن حطب

۱۔ابن اثیر جزری	اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۴۷	مصر ۱۲۸۵ھ	
۲۔جلال الدین سیوطی	احیاء المیت ص ۱۱۵	مصطفیٰ البابی	مصر
۳۔نور الدین ہیثمی	مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۹۵ قدسی		قاہرہ
۱۔ابن عبد ربہ	عقد الفرید جلد ۲ ص ۱۱۱ شرفیہ		مصر
۲۔قاضی عیاض	الشفا جلد ۲ ص ۴۰		آستانہ
۳۔ابن تیمیہ	منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۲۵۰		قاہرہ
۴۔محمد طاہر صدیقی	مجمع بحار الانور جلد ۳ ص ۳۰۱		نولکشور
۵۔شاہ تقی قلندر	الروض الازہر ص ۲۹۵	حیدر آباد	
۶۔محمد امین	جنی الجنتین ص ۴۷ قدسی		مصر
۷۔قاضی ابو المحاسن	المعتصر جلد ۲ ص ۳۳۰		حیدر آباد
۸۔ابن ابی الحدید	شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۴۳۷		قاہرہ
۹۔خواجہ درد	علم الکتاب ص ۲۵۷		دہلی
۱۰۔ابو البشر	العدل الشاہد ص ۱۴۳		قاہرہ
۱۱۔یوسف نبہانی	الشرف المؤبد ص ۱۸		مصر
۱۲۔سید ابوبکر حضرمی	رشفۃ الصاوی ص ۷۰		مصر

۱۳۔ابن کثیر	تفسیر جلد ۹، ص ۱۱۳	مصر
۱۴۔محمد عبدالغفار	آئمۃ الہدیٰ، ص ۱۴۸	قاہرہ
۱۵۔بہجت آفندی	تاریخ آل محمدؐ، ص ۴۵ آفتاب	
۱۶۔ابن حجر مکی	الصواعق المحرقہ، ص ۲۲۶	مصر
۱۷۔بغوی معالم التنزیل، جلد ۷، ص ۶		قاہرہ
۱۸۔مرتضیٰ زبیدی	تاج العروس جلد ۷، ص ۲۴۵	قاہرہ
۱۹۔حسن نجار	الاشراف، ص ۱۸	مصر
۲۰۔زمخشری	الفائق، جلد ۔ا، ص ۱۵۱	قاہرہ
۲۱۔ابن منظور مصری	لسان العرب، جلد ۱۱، ص ۸۸	بیروت
۲۲۔ابن عطیہ	الجامع المحرر الصحیح، ص ۲۵۷	قاہرہ
۲۳۔ابن اثیر جزری	النہایہ جلد ا، ص ۱۵۵۔خیریہ	مصر
۲۴۔قسطلانی	المواہب المدینہ، جلد ۷، ص ۶۔ازہریہ	مصر
۲۵۔محمد طاہر	مجمع بحار الانوار، جلد ۔ا، ص ۱۵۸	نولکشور
۲۶۔علی بن محمد	تفسیر خازن جلد ۷، ص ۶	قاہرہ
۲۷۔شہاب الدین	نہایۃ الارب، جلد ۱۸، ص ۳۳۷	قاہرہ
۲۸۔احمد بن عبدالرحمان	بلوغ الامانی، جلد ۴، ص ۲۶	مصر
۲۹۔حمزادی	مشارق الانوار، صفحہ ۹	مصر
۳۰۔محمود ابوزیہ	اضواء علی السنۃ صفحہ ۳۴۸	قاہرہ
۳۱۔سید ابوبکر حضرمی	رشفۃ الصادی صفحہ ۱۷	مصر

طوالت کے پیش نظر انتہائی اختصار کے ساتھ یہ چند روایات آپ کے مطالعہ کے لیے

ہدیہ کردی ہیں۔

یہ قرآن و اہلبیت یعنی قرآن صامت و قرآن ناطق کو علیحدہ کرنے اور دونوں کے چھوڑنے یا قرآن کو اہلبیت سے نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے جو مسلمانوں کی اکثریت گمراہ ہو رہی ہے۔

اور مسلمان افرادی قوت کے باوجود ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔ یہ اسلام دشمن قوتوں کی سازش ہے کہ مسلمانوں کو قرآن و اہلبیت سے دور کردیں۔ خصوصاً اہلبیت سے اور اس مکتب کے خلاف دیگر قوتوں کو بدظن کریں جو قرآن و اہلبیت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے اور ان سے سے تمسک رکھے ہوئے ہے اس فرقے پر جو قرآن کا سب سے زیادہ قائل ہے الزام لگادو کہ یہ قرآن میں تحریف کا قائل ہے۔ کہتے ہیں کہ کہ شیعوں کے اماموں نے موجودہ قرآن کی تصدیق نہیں کی سخت استعجاب و حیرانی ہے کہ جن اماموں کو وہ شیعوں کا امام کہتے ہیں وہ پوری امت کے امام ہیں فرقوں کے امام اور ہیں اور امت کے امام اور ہوتے ہیں فرقوں کے امام تو یہ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوتے ہیں کہ پتہ نہیں خدا ہمارا رب ہے یا علیؑ ہمارا رب ہے' فرقوں کے امام تو ہمارے اماموں سے علم کی خیرات سے عالم بنے ہیں۔ ہم آئندہ صفحات میں آئمہ الطاہرین علیہم السلام کے قرآن کے بارے میں اقوال بطور سند و ثبوت پیش کریں گے۔

آئمہ طاہرینؑ اور قرآن حکیم

یہاں ہم آئمہ طاہرین علیہم السلام کے ارشادات گرامی سے استدلال پیش کر رہے ہیں کہ ہمارے آئمہ طاہرین یعنی قرآن ناطق کی نگاہ میں قرآن صامت کے متعلق کیا آراء و نظریہ ہے۔

قرآن اور حضرت علیؑ

مکتب اہلبیتؑ کے پہلے امام حضرت علی علیہ السلام جو باب مدینہ علم بھی ہیں اور جانشین رسول بھی، شہنشاہ ولایت بھی ہیں اور مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ بھی۔ یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے، فرماتے ہیں۔

(۱) تم قرآن کی تعلیم حاصل کرو کیونکہ یہ سب سے اچھی حدیث ہے۔ تم اس میں غور و فکر کرو کیونکہ یہ دلوں کو مسرور کرنے والا ہے۔ اس کے نور سے شفا تلاش کرو، کیونکہ یہ سینے کی بیماریوں کی شفا ہے اور اچھے طریقے سے تلاوت کرو کیونکہ یہ نفع بخش قصوں میں ہے۔

(حوالہ: نہج البلاغہ صفحہ نمبر ۳۷، طبع ایران)

(۲) تم اللہ کی نعمت کو اللہ کی بندگی پر صبر کے ساتھ پورا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں اپنی کتاب سے دیا ہے، اسے محفوظ رکھو۔ (حوالہ: نہج البلاغہ، صفحہ نمبر ۱۲۱، طبع ایران)

(۳) یہ قرآن ایسا نصیحت دینے والا ہے جس میں ذرا بھی خیانت کی بو نہیں اور ایسا ہدایت کرنے والا ہے کہ ہرگز گمراہ نہیں کرتا۔ یہ ایک ایسا مخبر ہے کہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ جو بھی اس قرآن کے پاس بیٹھے گا وہ اس حالت میں اس کے پاس سے اٹھے گا یا تو اس کے کمال میں زیادتی ہوگی یا نقص آ گیا ہوگا۔ زیادتی تو ہدایت کی وجہ سے ہوتی ہے اور نقص

اندھے پن کی وجہ سے۔(حوالہ: نہج البلاغہ صفحہ نمبر ۱۲۳، طبع ایران)

امام علیؑ اپنے بیٹوں کو وصیت فرماتے ہیں۔

(۴) اے بیٹو! قرآن کے میدان میں کوئی اور تم سے سبقت نہ لے جائے۔ (حوالہ: نہج البلاغہ، صفحہ ۸۳، جلد ۲)

تقویٰ سے اس کی اطاعت کرنا اور جو کچھ اس نے قرآن میں فرمایا ہے اس پر عمل کرنا۔

امام علیؑ نے حارث ہمدان سے فرمایا۔

اے حارث قرآن کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اس سے نصیحت لو اس کے حلال کو حلال اس کے حرام کو حرام جانو۔(حوالہ: نہج البلاغہ، جلد ۲، صفحہ ۲۱)

امام علیؑ نے اپنے بیٹے محمد حنیفہ سے فرمایا۔

تجھ پر اس موجودہ قرآن کا پڑھنا اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرنا اور شب و روز میں اس کی تلاوت کرنا لازم ہے، یہ عہدِ خدا ہے اور واجب ہے۔(حوالہ: من لایحضرہ الفقیہ صفحہ ۳۷)

ناچیز نے اختصار کے پیش نظر متن کے تراجم پر اکتفا کیا ہے لیکن مکمل حوالے کے ساتھ اگر چہ امیر المومنین امام المتقین حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد گرامی بھی اس ضمن میں کافی ہے کیونکہ صرف اور صرف ہمارے یہاں یہ بات ہے کہ جو اول نے فرمایا وہی دوسرے اور تیسرے نے یہاں تک کہ تمام آئمہ طاہرین ایک دوسرے کی توثیق و تائید فرماتے ہیں کیونکہ یہ سب شہر مدینہ علم کے تعلیم یافتہ ہیں اور جانشین رسولؐ ہیں۔

یوں تو مولائے متقیان کے بے شمار ارشادات گرامی قرآن کے بارے میں موجود ہیں، اختصار کے پیش نظر یہ آخری قول ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ فرمائیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ سے دریافت کیا اے طلحہ جو قرآن حضرت عمر اور حضرت عثمان نے جمع کیا ہے آیا وہ سارے کا سارا قرآن ہے یا اس میں غیر قرآن بھی ہے طلحہ نے جواب دیا کہ وہ سارے کا سارا قرآن ہے۔ حضرت علیؑ نے طلحہ سے فرمایا جو کچھ اس میں ہے اگر اس پر عمل کرو گے تو نار جہنم سے نجات پاؤ گے اور سیدھے جنت میں جاؤ گے۔ تحقیق اس میں ہماری حجتیں ہیں۔ ہمارے حق کا بیان ہے اور ہماری اطاعت کے فرض ہونے کا تذکرہ ہے۔ (حوالہ: تفسیر صافی جلد اول صفحہ ۲۶۰)

حضرت علی علیہ السلام نے یہ کب فرمایا کہ یہ قرآن صحیح نہیں ہے یا مکمل نہیں ہے یا حضرت عثمان کی جمع آوری درست نہیں ہے۔ حضرت علیؑ نے حضرت عثمان کے جمع کردہ قرآن کی تصدیق بھی فرمادی اور اس کے کم وزائد ہونے کے شبہ کا ازالہ بھی فرمایا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا ارشاد ہے قرآن کی آیات خزانے ہیں جب بھی کسی خزانے کو کھولا جائے تو دیکھو اس میں کیا ہے۔ آپ کے اس فرمان سے واضح ہے کہ قرآن میں زیادتی نہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”جس شخص نے کھڑے ہو کر نماز میں قرآن شریف پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک حرف کے بدلے میں ایک سو نیکی تحریر کر لی اور جس نے بیٹھ کر نماز میں قرآن پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس کے ہر ایک حرف کے بدلے میں پچاس نیکیاں تحریر کر لیں اور جس نے نماز کے بغیر قرآن پڑھا اللہ نے اس کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں تحریر فرمائیں۔

مکتب اہلبیتؑ کے مجدد حضرت صادق آل محمد امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے تم پر قرآن شریف نازل فرمایا ہے اور وہ سچا اور صاحب احسان ہے اور

اس کتاب میں تمہارا، تم سے قبل کے لوگوں اور آسمان و زمین کا بیان ہے۔ اگر مخبر صادق تمہیں اس سے خبردار کرے تو حیران رہ جاؤ۔ صادق آل محمدؑ کا قرآن کی جامعیت کا ذکر کرنا فرما رہا ہے کہ قرآن میں کوئی کمی بیشی نہیں۔

صادق آل محمدؑ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ "ہر چیز کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی طرف لوٹائی جاتی ہے اور جو بھی حدیث کتاب خدا کے مطابق نہ ہو وہ جھوٹی ہے"۔ انصاف سے فرمائیں کیا ناقص کتاب اس معیار پر پوری اتر سکتی ہے بنیان گزار مکتب اہلبیتؑ کے اس ارشاد کے بعد بھی اگر ہم پر تحریف کا الزام ہے تو بر بنائے غلط فہمی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں "تحقیق بر حق ایک حقیقت ہے اور ہر اچھائی ایک نور ہے پس جو قرآن مجید کے موافق ہو اسے لے لو اور جو کتاب اللہ کے مخالف ہو اسے چھوڑ دو۔ (حوالہ اصول کافی)

ثامن الآئمہ حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں "جب تمہارے پاس ایک ہی چیز کے متعلق دو مختلف اور متضاد خبریں پہنچیں تو ان دونوں کو قرآن کے سامنے پیش کرو چونکہ قرآن میں تمام حلال و حرام کا ذکر موجود ہے۔ لہٰذا جو قرآن کے مطابق ہوں اس کی اتباع کرو اور جو قرآن میں موجود نہ ہو تو اسے سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کرو۔ (حوالہ عیون اخبار الرضا، شیخ صدوق جلد ۲، صفحہ ۲۰)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

جب حقائق وارد ہوں تو ان کے شواہد قرآن سے لئے جائیں، پس اگر ان کے شواہد دلیل کے مطابق ہوں تو اس کی پیروی کی جائے اور اس سے اہل عناد کے علاوہ کوئی تجاوز نہیں کر

سکتا۔(تحفہ العقول البحرانی صفحہ ۳۴۴)

حضرت امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) تحقیق یہ قرآن حق ہے اس میں کسی قسم کا شک نہیں۔ یہ بات تمام فرقوں کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات حد اجماع میں داخل ہو گئی ہے اور یہ تمام فرقے اس اجماع میں ہدایت و درستی پر ہیں کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ پس اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس پر تمام لوگ جمع ہو جائیں اور آپس میں مخالفت نہ کریں وہ حق ہے۔

امامت کے دسویں تاجدار حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے نزدیک یہ قرآن سب کے نزدیک متفقہ ہے اس پر تمام فرقوں کا اجماع ہے لہٰذا یہ اجماع صحیح ہے۔

ہم نے تحریف قرآن کی نفی میں خود قرآن سے استدلال کیا رسولؐ اسلام بانی شریعت حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات گرامی آپ کی ضیافت مطالعہ کے لئے ہدیہ کئے۔ علاوہ ازیں جانشین رسولؐ امیر المومنین حضرت علی علیہ والسلام امامت کے چوتھے آفتاب درخشاں حضرت سید الساجدینؑ امام زین العابدینؑ پانچویں امام معصوم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام مجدد شریعت رسولؐ و مکتب اہلبیتؑ صادق آل محمدؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ثامن الائمہ حضرت امام رضا علیہ السلام امامت کے نویں روشن آفتاب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور امامت کے دسویں تاجدار حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے ارشادات گرامی تحریف قرآن کی نفی میں پیش کئے۔ ہمارے یہاں جو ایک امامؑ نے فرمایا وہی دوسرے امامؑ کا ارشاد ہے کوئی اختلاف نہیں لہٰذا بقایا پانچ آئمہ الطاہرینؑ کے ارشادات گرامی مضمون کی طوالت کی وجہ سے پیش نہیں کئے پھر قرآن اور اہلبیتؑ بلا فصل

ہیں دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوں گے۔

ہم نے مکتب اہلبیتؑ کا نظریہ عقیدہ اور مافی الضمیر قرآن حکیم کے بارے میں پیش اور عدم تحریف کے استدلال میں قرآن' حدیث اور آئمہ الطاہرین کے ارشادات گرامی سے استدلال کیا اب آخری استدلال ہم اپنے علمائے کرام فقہا' مفسرین اور مجتہدین کے نظریات سے پیش کر رہے ہیں کیونکہ کسی مذہب و مسلک سے روشناسی کے لئے اس کے مستند اور غیر متنازعہ بزرگ علماء کی رائے کو صائب مانا جاتا ہے اور ہمارے کچھ غیر معروف علماء نے کہیں سے قرآن کی تحریف کے سلسلے میں کوئی روایت پیش کی بھی ہے تو اول ان علماء کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ دوم جن علماء نے عدم تحریف پر استدلال و نظریات پیش کیے ہیں اور کر رہے ہیں ان دونوں کا موازنہ کیا جائے اگر برمی کالونی کا ایک ناخواندہ پیش امام کوئی بات کہے اور اس کے مقابلے میں مفتی اعظم حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی کچھ فرمائیں تو کس کی بات مانی جائے گی لہٰذا اگر چند شیعہ علماء نے تحریف کے سلسلے میں کوئی لب کشائی کی ہے تو وہ پورے مکتب اہلبیت کا نظریہ نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں ایک دو مستند علماء نے اگر یہ روایت پیش کی ہے تو محض محل فکر کے لئے تاکہ قوم اس کی چھان پھٹک اور تحقیق کر سکے۔ ہمارے ایک معتبر و مستند عالم علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں مجھے جہاں سے بھی جو کچھ ملا میں نے جمع کر دیا اب یہ ہماری آنے والی اور موجودہ نسلوں کا کام ہے کہ وہ ان میں گوہر نایاب اور سنگریزہ الگ الگ کر لیں۔ ہمارے یہاں اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہا اور اجتہاد کے لئے تحقیق ضروری ہے۔ مکتب اہلبیتؑ کے علماء نے حضرت امام مہدی عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی غیبت کبریٰ سے لے کر آج تک تحریف کے موضوع پر تواتر سے بحث کی ہے اور یہ مباحث مختلف علوم کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جب ہمارے ان علماء نے عقائد پر کتابیں

تحریر کیں تو انہوں نے قرآن کے بارے میں اپنے عقائد تحریر فرمائے اور تحریف کے موضوع پر بھی اپنے عقیدے کا برملا اظہار کیا۔ جب ہمارے علماء نے حدیث پر کتابیں لکھیں تو قرآن میں تحریف کی بھرپور نفی فرمائی۔ جب فقہ پر کتابیں لکھیں اور واجبات نماز پر بحث کی کہ آیا نماز میں سورہ حمد کے بعد قرآن کا ایک مکمل سورہ پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟ تو اس کا ذکر کیا۔ جب اصول فقہ پر کتابیں لکھیں تو ظواہر قرآن کی حجیت کی بحث کے ذیل میں ان تمام شیعہ علماء نے واضح تصریح فرمائی ہے کہ قرآن میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔ بعض علماء نے تو واضح طور پر یہ فرمایا کہ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو مکتب اہلبیتؑ پر تحریف کی تہمت لگاتے ہیں اور بغیر کسی ثبوت کے تحریف والی بات ہماری طرف منسوب کرتے ہیں۔ مکتب اہلبیتؑ سے تعلق رکھنے والے حضرات موجودہ مجلد قرآن میں زیادتی کے قائل ہیں۔ انہیں علماء متقدمین میں سے بعض نے کہا کہ عدم تحریف پر علماء شیعہ بلکہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ بعض نے قرآن وسنت سے نفی تحریف پر استدلال فرمایا یہاں تک کہ بعض علماء نے باقاعدہ طور پر عدم تحریف کے اثبات کے لئے مستقل کتابیں لکھیں۔

خلاصہ یہ کہ شیعہ امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن میں قطعاً تحریف واقع نہیں ہوئی اور موجودہ قرآن بغیر کسی کمی وبیشی کے وہی ہے جو پیغمبر اسلامؐ پر نازل ہوا تھا۔ شیعوں کا یہ عقیدہ آج کی ایجاد نہیں بلکہ ایک ہزار سال پہلے سے لے کر آج تک شیعہ بزرگ علماء اور مشہور شیعہ مؤلفین نے اس کی وضاحت فرمادی ہے ہم چند ایک کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) محمد بن علی ابن بابویہ قمی (شیخ صدوق) متوفی ۳۸۱ھ

فرماتے ہیں۔

قرآن کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ موجودہ قرآن جو دوگتوں کی ایک جلد کے

اندر عام لوگوں کی دسترس میں ہے۔ یہی وہ قرآن ہے جو پیغمبر اسلامؐ پر خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا۔ اس میں ذرہ برابر زیادتی نہیں ہوئی۔ اور جو شخص قرآن میں زیادتی کی نسبت ہماری طرف دیتا ہے وہ جھوٹا ہے۔

(۲) محمد بن محمد ابن نعمان (شیخ مفید) بغدادی متوفی ۴۱۳ھ

فرماتے ہیں۔

امامیہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن کے کسی لفظ' آیت' یا سورۃ میں تو کمی واقع نہیں ہوئی لیکن مصحف امیر المومنینؑ کے بعض مندرجات جو تاویل قرآن' اور قرآن کی حقیقی تنزیل کے مطابق' اس کے معانی کی صحیح تفسیر سے عبارت تھے' انہیں حذف کر دیا گیا ہے۔ البتہ مصحف کے وہ محذوفات بھی ثابت اور منزل تھے۔ پھر اس نظریہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں البتہ میرے نزدیک یہ قول بھی اس مدعی کی بات سے شباہت رکھتا ہے جو تاویل کی بجائے اصل قرآن کے الفاظ میں کمی کے وقوع کا قائل ہے۔ میں اسی کی طرف مائل ہوں اور خدا سے اس نظریے کی درستگی کا سوال کرتا ہوں۔

(۳) سید مرتضیٰ علی بن الحسین الموسوی المعروف علم الہدیٰ متوفی ۴۳۶ھ

فرماتے ہیں:

موجودہ قرآن کے صحیح المتن ہونے کے بارے میں ہمارا یقین ایسا ہی ہے جیسے کوفہ وبصرہ یا دیگر شہروں کی موجودگی کا یقین' یا جیسے عظیم تاریخی واقعات' مشہور معروف کتابوں' اور عرب شعراء کے کلام کا یقین اور ہمارے اس یقین کا سبب' قرآن مجید سے مسلمانوں کا گہرا لگاؤ اور دوسرے وہ بہت سے محرکات ہیں جو خدا کی اس مقدس کتاب کو ہر قسم کی دستبرد سے محفوظ رکھ کر صحیح طور پر ہماری طرف منتقل کرنے کے متقاضی تھے بلکہ مذکورہ بالا چیزوں کی

نسبت قرآن مقدس کو محفوظ رکھنے کے عوامل کہیں زیادہ تھے۔

کیونکہ قرآن مجید پیغمبر اسلام کی نبوت کا معجزہ ہونے کے ساتھ ساتھ دینی احکام اور شرعی علوم کا ماخذ بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے اس کی انتہائی حفاظت فرمائی یہاں تک کہ قرآن کے اعراب' قرائت' حروف' اور آیات جن میں قدرے اختلاف پایا جاتا تھا ان کی مکمل جان پہچان کی۔ لہٰذا کیونکر ممکن ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ مسلمانوں کے اس سچے لگاؤ اور اس کی زبردست حفاظت کے باوجود بھی اس میں تغیر و تبدل رونما ہوا ہو یا اس میں کسی قسم کی کوئی کمی واقع ہوئی ہو۔ سید مرتضیٰ مفصل یا ابعاض قرآن کی صحیح المتن منقلی کے بارے میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

صحت نقل کے بارے میں ہمارا یقین ایسے ہی ہے جیسے اس کے کلام خدا ہونے کا یقین اور یہی حکم دیگر تصنیف شدہ کتابوں میں بھی جاری ہے جیسے سیبویہ اور مزنی کی دو کتابیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ لگاؤ رکھنے والا انسان کلام کے طرز و اسلوب کو دیکھتے ہی ان کتب کی تفصیل سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص سیبویہ کی کتاب میں نحو کا ایک ایسا باب اپنی طرف سے شامل کردے جو سیبویہ کی اصل کتاب میں نہ ہو تو فوراً پتہ چل جائے گا کہ یہ باب اصل کتاب کا حصہ نہیں بلکہ اس کے ساتھ ملحق کیا گیا ہے۔ یہی حال مزنی کی کتاب کا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ سیبویہ کی کتاب ہو یا شعراء کے مرتبہ دیوان جو جذبہ ان کی حفاظت میں کارفرما تھا اس سے کہیں بڑھ کر مسلمانوں میں قرآن کو محفوظ کرنے کے سچے جذبات شامل تھے (لہٰذا بایں ہمہ محرکات و عوامل کیونکر باور کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی رونما ہوئی ہے)

نیز فرماتے ہیں کہ قرآن جس صورت میں اب ہے اسی صورت میں رسول اکرمؐ کے

زمانہ ہی میں جمع اور تالیف ہو چکا تھا۔ اس مطلب پر یوں استدلال فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں بھی درس قرآن ہوتا تھا اور اسے حفظ کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ صحابہ کی ایک جماعت قرآن کو حفظ کرنے پر معین کی گئی تھی۔ اور وہ قرآن کو حفظ کرنے کے بعد رسولؐ خدا کے سامنے تلاوت کرتے۔ اور خاص کر صحابہ کی ایک جماعت نے جن میں سے عبداللہ ابن مسعود اور ابی ابن کعب بھی تھے پیغمبر اسلامؐ کے سامنے کئی مرتبہ قرآن کو ختم کیا۔

اگر ان باتوں اور مطالب میں غور وفکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اس زمانے میں ہی مرتب اور جمع ہو چکا تھا۔ ٹکڑے ٹکڑے تھا اور نہ ہی بکھرا ہوا۔

پھر فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے جو اس میں اختلاف نہیں کرتے بلکہ اصل میں تو اس کا ذمہ دار روایانِ حدیث کا گروہ ہے جنہوں نے ضعیف روایات کو نقل کیا اور ان کو صحیح سمجھ لیا گیا۔ اور جن علوم کے صحیح ہونے کا قطعی علم ہو ان میں ایسی چیزیں نہیں ملتیں۔

یہ نظریہ سید مرتضیٰ علم الھدیٰ کا اتنا معروف ومشہور ہوا کہ بہت سے بزرگ علماء اہلسنت نے بھی اس کو نقل کیا اور کہا کہ تحریف کے قائل افراد کو سید مرتضیٰ کافر سمجھتے تھے۔ مثلاً ابن حجر عسقلانی' ابن حزم سے نقل کرتے ہیں کہ سید مرتضیٰ امامیہ کے بزرگ علماء میں سے تھے اور وہ اس شخص کو جو قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی یا کمی وزیادتی کے وقوع کا قائل ہو اسے کافر سمجھتے تھے۔ اور یہی نظریہ سید مرتضیٰؒ کے ابوالقاسم رازیؒ اور ابو لعیلی طوسیؒ جیسے ساتھیوں کا بھی تھا۔

(۴) شیخ محمد حسن ابو جعفر طوسیؒ المعروف شیخ الطائفہ متوفی ۴۶۰ھ

اپنی تفسیر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

اس کتاب کا مقصد قرآن کے معانی اور اغراض ومقاصد سے آگاہی حاصل کرنا ہے اور جہاں تک قرآن میں کمی یا زیادتی کے واقع ہونے کا تعلق ہے تو یہ بحث نہیں ہوگی کیونکہ

قرآن میں زیادتی کے عدم وقوع پر اجماع قائم ہے اور مذہب مسلمین یہ ہے کہ قرآن میں کمی بھی واقع نہیں ہوئی اور ہمارے مذہب میں بھی صحیح نظریہ یہی ہے نیز جو کچھ سید مرتضٰی علم الہدیٰ نے فرمایا ہے روایات کا ظہور بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

علاوہ ازیں میں نے شیعہ اور اہل سنت کی کتب میں بہت سی روایات دیکھی ہیں جو قرآن میں کمی کے واقع ہونے یا آیات کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی پر دلالت کرتی ہیں۔ مگر یہ تمام روایات خبر واحد ہیں جو نہ ہی موجب علم ہیں اور نہ ہی قابل عمل۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ان میں وقت ضائع کیے بغیر ان سے روگردانی کرلی جائے اور پھر ان روایات کی تاویل بھی ہو سکتی ہے اگر فرض کر بھی لیں کہ یہ اخبار صحیح ہیں تو بھی موجودہ قرآن پر کسی طعن کا موجب نہیں بنتیں کیونکہ قرآن کے صحیح ہونے کا علم اور یقین ہے نیز امت نے نہ ہی قرآن پر کوئی اعتراض کیا ہے اور نہ ہی اس کا انکار کیا ہے۔

(۵) شیخ فضل بن حسن ابو علی طبرسیؒ المعروف امین الاسلام متوفی ۵۴۸ھ

فرماتے ہیں:

قرآن میں کمی و زیادتی والا مسئلہ اس قابل نہیں کہ اس کو تفسیر میں ذکر کیا جائے۔ اور جہاں تک زیادتی کے واقع ہونے کا تعلق ہے تو اس کے غلط اور باطل ہونے پر اجماع قائم ہے اور کمی کے واقع ہونے کے بارے میں شیعہ اور اہلسنت سے کچھ علماء نے روایات نقل کی ہیں قرآن میں تبدیلی اور کمی واقع ہوئی ہے لیکن امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک صحیح نظریہ یہ ہے کہ قرآن میں کسی قسم کی تحریف واقع نہیں ہوئی۔ سید مرتضٰی علم الہدیٰ نے اہل طرابلس کے مسائل کا جواب دیتے ہوئے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

(۶) شیخ حسن یوسف المعروف علامہ حلی متوفی ۷۲۶ھ

کی کتاب نہایۃ الاصول کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تحریف قرآن کے قائل نہ

تھے انشاء اللہ ہم اس کی بعد میں وضاحت کریں گے۔

(۷) شیخ زین الدین البیاضی العاملی متوفی ۸۷۷ھ

آیت وانا لہ لحافظون (ہم قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم تحریف وتبدیلی اور کمی وزیادتی کے اعتبار سے قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

(۸) شیخ علی بن عبدالعالی الکرکی العاملی محقق ثانی متوفی ۹۴۰ھ

نے قرآن میں کمی کے واقع نہ ہونے پر ایک مستقل رسالہ تحریر کیا اور سید محسن اعرجی بغدادی نے اپنی کتاب شرح الوافیہ فی الاصول میں اس کی حکایت کی ہے۔

محقق ثانی اپنے رسالے میں خود اپنے اوپر اعتراض کرتے ہیں اور کچھ ایسی روایات ہیں جو قرآن میں کمی کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہیں؟

پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ جب کوئی ایسی روایت آجائے جو دلیل قطعی، سنت متواترہ یا اجماع کے خلاف ہو اور اس کی تاویل بھی نہ ہو سکے اور بعض وجوہ صحیحہ پر عمل کرنا بھی ممکن نہ ہو تو ایسی روایات کو دور پھینک دینا واجب ہے۔

(۹) شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۸۸ھ

اپنی تفسیر منہج الصادقین میں جب آیت وانا لہ لحافظون کی تفسیر کر رہے تھے تو اسی مطلب کو واضح طور پر بیان کیا۔

(۱۰) سید نور اللہ شوستری المعروف قاضی شہیدؒ ثالث ۱۰۱۹ھ

اپنی کتاب امامت کے موضوع پر بحث فرمارہے تھے اسی مطلب کو بیان کیا۔

(۱۱) شیخ محمد بن حسن المعروف بہاء الدین عاملیؒ متوفی ۱۰۳۰ھ

صحیح نظریہ یہ ہے کہ قرآن کریم تحریف سے محفوظ ہے وہ تحریف چاہے کمی کے بارے میں میں ہو یا زیادتی کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول **و انا لہ لحافظون** بھی اسی پر دلالت کرتا ہے نیز لوگوں میں جو یہ باتیں مشہور ہیں کہ **یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک**۔ جیسی آیات میں حضرت علیؑ کا اسم گرامی موجود تھا اور اس کو حذف کر دیا گیا ایسی باتیں علماء کے نزدیک غیر معتبر ہیں۔

(۱۲) علامہ تونیؒ متوفی ۱۰۸۱ھ

اپنی کتاب الوافیہ فی الاصول میں فرماتے ہیں:

مشہور یہ ہے کہ قرآن جیسا نازل ہوا تھا ویسا ہی اب تک محفوظ ہے اور ویسا ہی لکھا جاتا ہے اس میں کوئی تبدیلی و تغیر واقع نہیں ہوا خداوند حکیم و خبیر نے اس کی حفاظت فرمائی اور خود فرمایا:

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون

(۱۳) شیخ محمد محسن المعروف فیض کاشانی متوفی ۱۰۱۹ھ

حدیث بزنطی کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

حدیث بزنطی یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے مجھے ایک مصحف دیا اور کہا کہ اس کو نہ دیکھنا بہر حال میں نے اس کو کھولا تو دیکھا کہ آیت **لم یکن الذین کفروا** کے بعد ستر افراد کے نام تحریر تھے۔

فیض کاشانیؒ کہتے ہیں کہ ممکن ہے وہ نام جو اس مصحف میں موجود تھے وہ ان کافرین و مشرکین کے نام ہوں جن کا وحی کے ذریعہ علم ہوا ہو اور بطور تفسیر ان کا وہاں تذکرہ کیا گیا ہو نہ کہ وہ جزء قرآن تھے اور سابقہ دو روایات کو بھی اس پر حمل کیا جاسکتا ہے۔ نیز اس قسم کی ہر وہ روایت جو آئمہؑ سے منقول ہو تو اس کو تفسیر پر حمل کیا جائے۔ اس لیے کہ اگر تحریف نے الفاظ قرآن میں راہ پیدا کرلی تو پھر قرآن کی کسی چیز پر بھی اعتماد باقی نہ رہے گا کیونکہ اس سے ہر آیت میں تحریف کا احتمال پیدا ہوگا اور قرآن کی حجت ختم ہو جائے گی نیز قرآن کے بارے میں جو اوامر دیئے گئے کہ اس کی اتباع کرو اس کے متعلق وصیت کرو اخبار متعارضہ کو قرآن پر پیش کرو ان تمام کا فائدہ ختم ہو کر رہ جائے گا۔

پھر فیض کاشانیؒ نے اپنے کلام پر شاہد کے طور پر شیخ صدوقؒ کے کلام اور کچھ روایات کو ذکر کیا۔

(۱۴) تفسیر اصفی میں آیت وانا له لحافظون کی تفسیر میں کہا گیا کہ قرآن تحریف تعبیر زیادتی اور کمی سے محفوظ ہے۔

(۱۵) شیخ محمد بن حسن الحر العاملیؒ متوفی ۱۱۰۴ھ

فرماتے ہیں۔

کہ جو شخص روایات اور تاریخ کے ابواب میں غور و فکر کرے تو یقیناً وہ جان لے گا کہ قرآن تواتر کے اعلیٰ درجے پر فائز ہے اور ہزاروں صحابہ کرام حافظ اور قاری قرآن تھے نیز یہ قرآن پیغمبر اسلامؐ کے زمانے میں ہی جمع ہو چکا تھا۔

(۱۶) شیخ محمد باقر مجلسیؒ متوفی ۱۱۱۱ھ

تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اگر کوئی اشکال کرے کہ موجودہ قرآن کسی کمی وزیادتی کے کیسے حقیقی کلام الٰہی ہوسکتا ہے جب کہ بہت سی روایات ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آئمہ علیہم السلام مندرجہ ذیل آیات کواس طرح پڑھتے تھے کہ جوموجودہ قرآن کے سراسر خلاف ہے مثلاً **کنتم خیر امته اخرجت للناس** کو **کنتم خیر آئمتہ** پڑھتے"

جعلنا کم امته وسطاً کی بجائے **جلعنا کم آئمہ وسطا** اسی طرح **ویسئلونک الانفال** پڑھتے۔حالانکہ موجودہ قرآن اس طرح نہیں ہے۔

اس کا جواب جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے یہی ہوگا کہ یہ اخبار احادشمار ہوتی ہیں اور جب یہ کلام خدا(قرآن) میں جو کچھ ہے اس سے انحراف نہیں کیا گیا کیونکہ ہمیں اسی پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔البتہ یہ بات نا قابل انکار ہے کہ نازل شدہ قرآت کی دوصورتیں ہیں۔

(۱) جوقرآن میں موجود ہے۔(۲) جس پر کوئی حدیث یا خبر دلالت کرے اوراس بات کا اعتراف ہمارے مخالفین نے بھی کیا ہے کہ نزول قرآن چندوجوہ وصورتوں میں ہے۔

(۱۷) سیدعلی بن معصوم المدنی شیرازی متوفی ۱۱۱۸ھ

بھی اپنی کتاب ریاض السالکین فی شرح صحیفہ سیدالعابدین میں یہی فرماتے ہیں۔

(وہاں مراجعہ فرمائیے)

(۱۸) سیدابوالقاسم جعفرالموسوی الخوانساری متوفی ۱۱۵۷ھ

نے بھی اپنی کتاب منہاج المعارف میں اسی نظریے کواپنایا ہے(مراجعہ فرمائیے)

(۱۹) سیدمحمد مہدی طباطبائی المعروف بحرالعلوم متوفی ۱۲۱۲ھ

فرماتے ہیں:

کتاب قرآن"کریم" ہے" فرقان عظیم ہے یہ کتاب روشنی اورنور ہے یہ معجزہ خالدہ

ہے اور ایسا حق ہے جس میں باطل کسی طرف سے بھی گھس نہیں سکتا یہ خدائے حکیم وحمید کی طرف سے نازل شدہ ہے خداوند کریم نے اس کتاب کو واضح و آسان عربی میں متقین کی ہدایت اور عالمین کے لئے احکام کو بیان کرنے کے واسطے نازل فرمایا۔

پھر آپ نے دو روایات بیان کیں جن کا تفصیلی ذکر بعد میں آئے گا ایک روایت کے مطابق قرآن چار چوتھا اور دوسری روایت کے مطابق قرآن تین تہائیوں پر مشتمل ہے۔

پھر کہا اثلاث اور ارباع سے متعلق اقسام انواع مراد ہیں اگر چہ اس کی منفرد مقدار میں اختلاف ہے۔

(۲۰) بزرگوار شیخ المعروف کاشف الغطاء متوفی ۱۲۲۸ھ

فرماتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین کے مالک خدا کی حفاظت کے سبب قرآن ہر قسم کے نقصان اور کمی سے محفوظ ہے اور اس مطلب پر آیات قرآنیہ واضح طور پر دلالت کرتی ہیں اور تمام زمانوں میں اس مطلب پر علماء کرام کا اجماع رہا ہے اور اگر کوئی نادر نظریہ قرآن کی کمی کے بارے میں ہے تو وہ معتبر نہیں ہے نیز بداہتہً معلوم ہے کہ وہ روایات جو تحریف قرآن کے بارے میں ہیں ان کے ظواہر اور ظاہری معانی پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

(۲۱) سید محسن اعرجی کاظمی متوفی ۱۲۲۸ھ

فرماتے ہیں:

قرآن میں جہاں تک کمی واقع ہونا بیان ہوا ہے تو یہ بات واضح طور پر جناب علی ابن ابراہیم کی اپنی تفسیر سے معلوم ہوتی ہے (یعنی وہ کمی کے واقع ہونے کے قائل تھے) اور بعض متاخرین نے بھی خبر واحد کے ساتھ تمسک کرتے ہوئے ان کی پیروی کی ہے اور پھر محدثین

نے ان روایات کو اس نہج پر نقل کرنا شروع کیا جیسے جبر وتفویض۔ سہو اور جنابت پر باقی رہنے والی یا اس قسم کی دیگر روایات نقل کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے مصحف کو قوم نے اس لیے قبول نہ کیا تھا کیونکہ وہ تاویل اور تفسیر پر مشتمل تھا۔ بلکہ مولائے کائنات کی یہ عادت تھی کہ وہ تنزیل کے ساتھ تاویل اور تفسیر بھی لکھتے تھے۔

اور حضرت عمر کے جواب میں آپ کا فرمان بھی اسی پر دلالت کرتا ہے جب آپ نے کہا کہ میں مکمل کتاب کے ساتھ آیا جو تاویل وتنزیل، محکم ومتشابہ اور ناسخ ومنسوخ پر مشتمل ہے آپ کا یہ قول واضح طور پر اس مطلب پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کا مصحف سارے کا سارا تنزیل اور قرآن نہ تھا (بلکہ تاویل وتفسیر بھی اس کے ساتھ تھی)

(۲۲) سید محمد طباطبائی متوفی ۱۲۴۲ھ

فرماتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کے اجزاء اور اصل پر تواتر قائم ہے اور جہاں تک اس قرآن کے محل، وضع، اور ترتیب کا تعلق ہے تو محققین اہل سنت کے نزدیک اس پر بھی تواتر قائم ہے کیونکہ عادت اس قسم کی تفصیلات میں تواتر کا تقاضا کرتی ہے۔

کیونکہ یہ ایک عظیم معجزہ اور دین مبین وصراط مستقیم کا ماخذ ہے اور اس کے جملات و تفاصیل کے نقل پر بہت سے انگیزے موجود تھے۔

البتہ وہ آیات جو اخبار آحاد کے توسط سے نقل ہوئی ہیں اور متواتر نہیں یقیناً وہ جزء قرآن نہیں ہیں۔

(۲۳) شیخ ابراہیم کلباسی اصبہانی متوفی ۱۲۶۲ھ

فرماتے ہیں:

قرآن میں کمی واقع ہونے والا نظریہ ان نظریات میں سے ایک ہے جن پر کوئی دلیل دلال دلالت نہیں کرتی۔

(۲۴) سید محمد شہشہانی متوفی ۱۲۸۹ھ

جب اپنی کتاب عروۃ الوثقیٰ میں قرآن کے متعلق بحث فرمارہے تھے تو واضح طور پر کہا کہ قرآن مجید میں تحریف واقع نہیں ہوئی اور پھر اس نظریے کو جمہور مجتہدین کی طرف نسبت دیتے ہوئے کہا کہ وہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(۲۵) سید حسین کوہ کمری متوفی ۱۲۹۹ھ

انہوں نے واضح انداز میں فرمایا کہ قرآن میں تحریف واقع نہیں ہے۔

اور مندرجہ امور سے اسی مطلب پر استدلال فرماتے ہیں۔

۱۔ شک ہے کہ تحریف واقع ہوئی ہے یا نہیں اصل یہ ہے کہ واقع نہیں ہوئی۔

۲۔ اجماع ہے کہ تحریف واقع نہیں ہوئی۔

۳۔ تحریف کا واقع ہونا قرآن کے معجزہ ہونے کے منافی ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ قرآن میں باطل کسی طرف سے بھی داخل نہیں ہوسکتا۔

۵۔ رسول اکرمؐ کا فرمان۔ **انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی اهلبیتی.**

۶۔ وہ اخبار وروایات جن میں حکم دیا گیا کہ اسی قرآن پر عمل کرو۔

(۲۶) شیخ موسیٰ تبریزی متوفی ۱۳۰۷ھ

نے اپنی کتاب شرح الرسائل فی علم الاصول میں اسی مندرجہ بالا نظریہ کو اپنایا ہے۔

(۲۷) سید محمد حسین شہرستانی الحائری متوفی ۱۳۱۵ھ

نے اپنی کتاب (رسالتہ فی حفظ الکتاب الشرف عن شبھتہ القول بالتحریف) میں بہت

سے ادلہ سے ثابت کیا ہے کہ قرآن میں تحریف واقع نہیں ہوئی۔

(۲۸) شیخ محمد حسین آشتیانی متوفی ۱۳۱۹ھ

فرماتے ہیں:

مجتہدین اصولیین بلکہ اکثر محدثین کے ہاں مشہور ہے کہ قرآن میں تغیر وتبدیلی واقع نہیں ہوئی بلکہ بہت سے علماء نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

(۲۹) شیخ محمد حسن بن عبداللہ مامقانی النجفی متوفی ۱۳۲۳ھ

نے اپنی کتاب بشریٰ الوصول الی اسرار علم الاصول میں اسی نظریے سے اتفاق کیا ہے۔

(۳۰) سید محمد باقر المعروف حجت طباطبائی متوفی ۱۳۳۱ھ

نے علم کلام میں مشہور اپنے منظومہ بنام مصباح فی علم الکلام میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

(۳۱) شیخ عبداللہ بن شیخ محمد حسن مامقانی متوفی ۱۳۵۱ھ

''ربیع بن خثیم کی سوانح حیات'' کے ذیل میں محدث نوری کی گفتگو اور ربیع کے بارے میں ان کی قائم کردہ رائے پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ محدث نوری کی ساری گفتگو سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ربیع بن خثیم کو ایک ضعیف الایمان اور ناقص العقل انسان سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا کہنا بڑی جرآت و ہمت کا کام ہے جیسا کہ محدث نوری نے قرآن مجید میں وقوع تحریف پر اصرار کر کے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔

(۳۲) شیخ محمد جواد بلاغی متوفی ۱۳۵۲ھ

وہ شاذ روایات جو تحریف قرآن یا اس کے ضائع ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے اور وہ بات کہ جس کا علم تقاضا کرتا ہے کہ ان روایات کے مضمون مخدوش

اور راوی ضعیف ہیں نیز یہ اجماع مسلمین کے بھی مخالف ہیں اور ان روایات کے مضمون اور قرآن کے مضمون میں کوئی مشابہت ہی نہیں ہے۔

یہ مختلف صدیوں میں گزرنے والے بزرگ علماء شیعہ کے وہ کلمات تھے جو واضح طور پر تحریف کے واقع نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

ان بزرگان کے علاوہ باقی علماء کرام کے نظریات بھی ایسے ہی ہیں مثلاً۔

ا۔ سید رضی متوفی ۴۰۶ھ

۲۔ شیخ ابن ادریس صاحب السرائر فی الفقہ۔

۳۔ آقائی فاضل الجواد۔ یہ گیارہویں صدی کے علماء میں سے تھے اپنی کتاب شرح ازبدہ فی الاصول میں تحریر فرمایا۔

۴۔ شیخ ابی الحسن الخنیزی متوفی ۱۳۶۳ھ صاحب الدعوۃ الاسلامیہ۔

۵۔ شیخ محمد نہاوندی متوفی ۱۳۷۱ھ صاحب تفسیر۔

۶۔ سید محسن الامین العاملی متوفی ۱۳۷۱ھ کتاب الشیعہ والمنار۔

۷۔ سید عبدالحسین رشتی النجفی کتاب کشف الاشتباء فی مسائل جاراللہ۔

۸۔ شیخ محمد حسین کاشف الغطاء متوفی ۱۳۷۳ھ کتاب اصل الشیعہ واصولہا۔

۹۔ سید عبدالحسین شرف الدین عاملی متوفی ۱۳۸۱ھ کتاب اجوبتہ مسائل جاراللہ۔

۱۰۔ شیخ آقا بزرگ تہرانی متوفی ۱۳۸۹ھ رسالہ نفی التحریف عن القران الشریف۔

۱۱۔ سید محمد ہادی میلانی متوفی ۱۳۹۵ھ اپنے فتویٰ میں۔

۱۲۔ سید محمد حسین طباطبائی متوفی ۱۴۰۲ھ مشہور تفسیر المیزان فی تفسیر القرآن۔

۱۳۔ اور اس موضوع پر آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم الخوئی مدظلہ نے اپنی کتاب البیان

فی تفسیر القرآن میں بحث فرمائی ہے۔

اگر ہم ان بزرگ علماء کرام کے اقوال کو اس چھوٹے سے رسالہ میں نقل کرنا چاہیں تو یہ بہت بڑی اور ضخیم کتاب بن جائے گی مثلاً

(۱) شیخ محمد حسین کاشف الغطاء

فرماتے ہیں:

لوگوں کے ہاں اس وقت موجود قرآن بعینہ وہی قرآن ہے جس کو خداوند قدوس نے بطور معجزہ لوگوں کو ڈرانے، احکام کی تعلیم دینے اور حلال و حرام میں تمیز پیدا کرنے کے لیے نازل کیا تھا اس میں تحریف واقع ہوئی اور نہ ہی کمی وزیادتی۔ اس نظریے اور رائے پر تمام علماء کا اجماع ہے نیز وہ علماء یا فرقہ مسلمین جو تحریف یا قرآن میں کمی وزیادتی کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں اور ان کے اس نظریے کو یہ نص قرآن مسترد کرتی ہے۔ **انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون** ۔ نیز وہ روایات جو تحریف پر دلالت کرتی ہیں چاہے شیعوں نے نقل کی ہوں یا اہل سنت نے وہ تمام ضعیف اور ارشاذ ہیں اور خبر واحد ہیں جو نہ ہی علم کا فائدہ دیتی ہیں اور نہ ہی عمل کا لہٰذا ان روایات کی معتبر طریقوں پر تاویل کی جائے وگرنہ انہیں دیوار پر ماردیا جائے۔

(۲) سید شرف الدین

فرماتے ہیں۔

چوتھا مسئلہ۔ قرآن سے چند کلمات اور آیات کے گرنے سے تحریف واقع ہوئی اس کی نسبت شیعوں کی طرف دی جاتی ہے (کہ وہ تحریف کے قائل ہیں)

جواب۔ ہم اس قول سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس جہل سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور

جو بھی ہمارے مذہب کی طرف اس نظریے کی نسبت دے وہ ہمارے مذہب سے ناواقف ہے اور یا ہمارے مذہب پر جھوٹ بولتا ہے۔

لہٰذا ہمارے نزدیک اس قرآن کریم اور ذکر حکیم کی تمام آیات وکلمات' حروف وحرکات وسکنات کے بارے میں آئمہ اہلبیت کے زمانہ سے لے کر آج تک تواتر قائم ہے۔ اس میں فقط جھگڑالو اور متکبر شخص ہی شک کرتا ہے۔

نیز تمام آئمہ اہل بیتؑ اس قرآن کو اپنے جد بزرگوار پیغمبر اسلامؐ سے نقل کرتے ہیں اس میں بھی کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔

قرآن حکیم کے ظواہر خداوند کریم کی واضح ترین حجتوں میں سے ایک حجت ہے چہ جائیکہ نص قرآن امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک بطور ضرورت اولیہ قوی ترین ادلہ میں سے ہے نیز کتب امامیہ نے آئمہ اہلبیتؑ سے ظواہر قرآن کے حجت ہونے پر روایات متواتر نقل کی ہیں۔ اس وجہ سے شیعہ علماء کتب صحاح کی ہر اس روایت جو ظواہر قرآن کے خلاف ہو آئمہ معصومینؑ کے اوامر پر عمل کرتے ہوئے اسے دیوار پر دے مارتے ہیں اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے نیز قرآن کی موجودہ ترتیب آیات وسورہ' کلمات اور حروف سمیت بالکل اسی طرح رسول اکرمؐ کے زمانہ میں قرآن جمع ہوا تھا۔ نیز اس قرآن میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی۔ تقدیم وتاخیر اور تبدیلی وتغیر واقع نہیں ہوئی۔

اور صرف امامیہ کی نماز ہی اس کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کیونکہ امامیہ اپنی پانچ وقت نماز میں پہلا اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک کامل سورۃ پڑھنے کو لازم و واجب قرار دیتے ہیں اور سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی آدھا سورہ پڑھنا یا دو سورتوں کو ملا کر پڑھنے کو احتیاطً ناجائز سمجھتے ہیں فقہ امامیہ میں اس کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

پس اگر قرآن کے تمام سورے رسول خداؐ کے زمانہ میں موجودہ کیفیت وکمیت پر نہ ہوتے تو شیعوں کے نزدیک یہ نظریہ نہ ہی رواج پاتا اور نہ ہی ان کے لیے ممکن ہوتا کہ وہ اس پر کوئی دلیل قائم کرتے۔

خلاصہ:

موجودہ قرآن اسی ترتیب پر پیغمبر اسلامؐ کے زمانہ میں جمع اور تالیف ہو چکا تھا۔ صحابہ کرام اسے رسول اکرمؐ کے پاس پیش کرتے اور اول سے آخر تک اس کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ جناب جبرائیلؑ ہر سال اس قرآن کو رسول خداؐ کے پاس ایک مرتبہ پیش کرتے اور وفات والے سال دو مرتبہ پیش کیا۔ یہ تمام مطالب محقق علماء امامیہ کے نزدیک امور ضروریہ میں سے ہیں۔ نیز جو عدم تحریف کا انکار کرتے ہیں وہ معتبر نہیں ہیں جیسے کہ بعض اہل سنت تحریف قرآن کے قائل ہیں (یعنی اس میں زیادتی واقع ہوئی ہے) العیاذ باللہ۔

ہاں کتب شیعہ اور کتب اہل سنت میں بعض ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جو ظاہراً تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں کہ اس قرآن میں کمی واقع ہوئی ہے۔ لیکن تمام روایات کی ہمارے بزرگان کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں کیونکہ اولاً ان کی سند ضعیف ہے اور ثانیاً یہ روایات ان احادیث کے ساتھ جو سند کے لحاظ سے ان سے قوی۔ تعداد میں زیادہ اور دلالت کے اعتبار سے واضح ہیں، کے ساتھ تعارض کرتی ہیں ثالثاً یہ خبر واحد ہیں اور خبر واحد جب عمل کا تقاضا کرے تو پھر حجت ہوتی ہے اور یہ عمل کا تقاضا نہیں کرتیں۔ لہٰذا ان اخبارات کو مدنظر رکھ کر ان احادیث سے جن کا آئمہ سے صادر ہونے کا قطعی علم ہے روگردانی نہیں کی جا سکتی۔ پس یہ اخبارات بمعہ اپنے ظواہر کے دیوار پر ماردی جائیں گی۔

(۴) سید محمد ہادی میلانی

سید محمد ہادی میلانی سے جب اس مسئلہ کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا۔

تحقیق میرے نزدیک قطعی بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی قسم کی تحریف واقع نہیں ہوئی ہے نہ اس میں زیادتی ہوئی ہے اور نہ ہی کمی اور نہ ہی اس کے الفاظ میں کوئی تغیر یا تبدیلی واقع ہوئی ہے اگرچہ بعض ایسی احادیث ہیں جو ظاہراً تحریف پر دلالت کرتی ہیں مگر ان سے مراد یہ ہے کہ بعض کمزور آراء اور غلط تاویلات کی بنا پر قرآن کے معانی میں تبدیلی واقع ہوئی ہے البتہ خود الفاظ قرآن اور عبارات قرآن میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

نیز وہ روایت جو اس معجزہ خالدہ سے آیات یا سورہ کے سقوط پر دلالت کرتی ہیں وہ یا تو مجہول ہیں یا انتہائی ضعیف ہیں بلکہ وہ آیات یا سورتیں جنہیں کتاب الاتقان یا بستان المذاہب وغیرہ میں نقل کیا گیا ہے وہ حقیقت سے پردہ اٹھاتی ہیں اور صاحب علم شخص جب ان کو قرآنی فصاحت و بلاغت کے اسلوب پر پرکھے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ بعد کی مخلوق باطلہ ہے۔ بہر حال قرآن میں زیادتی یا کمی کے واقع ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے البتہ بعض حضرات کو یہ وہم ہوا مگر ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ خصوصاً مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد کہ **(ان علینا جمعه و قرآنه)** ترجمہ: ہم پر قرآن کا جمع کرنا لازم ہے۔ نیز **(وانا له لحافظون)** کہ ہم اس قرآن کے محافظ ہیں اور **(لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه)** کہ اس میں باطل کسی طرف سے بھی نہیں آ سکتا۔ اس کے علاوہ اور بھی آیات عدم تحریف پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی مطلب کی وضاحت ہمارے طبقہ اول کے علماء سے لے کر آج تک کے علماء نے کی ہے۔ جیسے شیخ مفیدؒ۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ۔ شیخ طوسی۔ شیخ طبرسی وغیرہ۔

یہ تمام علماء اسی نظریے کے قائل ہیں جس کی وضاحت رئیس المحدثین صدوقؒ نے اپنی کتاب الاعتقادات میں فرمائی ہے۔وہاں فرماتے ہیں کہ وہ قرآن جس کو رب ذوالجلال نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیؐ پر نازل کیا تھا وہی اس وقت دوگتوں کی جلد کے درمیان لوگوں کے پاس موجود ہے نیز فرمایا کہ جو شخص ہماری طرف یہ نسبت دے کہ ہم موجودہ قرآن کے علاوہ کسی اور قرآن کے قائل ہیں تو وہ جھوٹا ہے۔

خلاصہ :

جو شخص ادلہ میں غور کرے اور تاریخ قرآن کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ رسول اکرمؐ کی ظاہری زندگی اور وفات کے بعد مسلمانوں نے قرآن کے لکھنے۔یاد کرنے اور درس دینے میں کتنا اہتمام کیا ہے اور اسی کے پیش نظر اسے قطعی یقین ہوگا کہ قرآن سے ایک کلمے کا گرنا بھی محال ہے اور اگر کوئی شخص ایسی روایات کہ جو ظاہراً تحریف پر دلالت کرتی ہیں کو ظن کی بناء پر صحیح قرار دے تو وہ غلطی پر ہے کیونکہ (ان الظن لایغنی من الحق شیئا) ظن کسی حق کی بات سے مستغنی نہیں کرتا یعنی ظن کے ذریعہ حق کو نہیں پایا جاسکتا۔

(۴) آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم الخوئی ادام اللہ ظلہ

ان علمائے کرام کے اسماء گرامی کے ذکر کرنے کے بعد جو عدم تحریف کے قائل ہیں فرماتے ہیں کہ ان تمام مطالب کے ذکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تحریف قرآن محل نزاع معنی میں ادلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے واقع نہیں ہوئی۔پھر قرآن وسنت متواترہ سے ایسی ادلہ پیش کیں جو عدم تحریف پر دلالت کرتی ہیں۔

(۵) سید محمد حسین طباطبائی (مرحوم)

سید محمد حسین طباطبائی (مرحوم) نے مسئلہ عدم تحریف پر چند ایک فصلوں میں بحث کی اور

اس کو اپنی عمدہ تفسیر کے اندر آیت (انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون) کے ذیل میں تحریر فرمایا۔

عصر حاضر کے مندرجہ ذیل علماء و مفسرین، محدثین و مجتہدین کے نزدیک قرآن مجید میں کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے۔

آیت اللہ خمینیؒ (ایران)

آیت اللہ خوئی (عراق)

ولی فقیہ آیت اللہ السید علی خامنہ ای (ایران)

آیت اللہ سیستانی (عراق)

آیت اللہ میرزا حسن الحائری احقاقی (کویت)

آیت اللہ محمد شیرازی (قم، ایران)

آیت اللہ رستگاری (قم، ایران)

آیت اللہ مظاہری (قم، ایران)

آیت اللہ دستغیب (شیراز، ایران)

سید العلماء مولانا محمد تقی نقوی (لکھنؤ، ہندوستان)

آیت اللہ شیخ محسن قرآتی (ایران)

آیت اللہ آقای محمد تقی فلسفی (ایران)

آیت اللہ شیخ بشیر حسین نجفی (عراق)

آیت اللہ سعید الحکیم (نجف عراق)

آیت اللہ فاضل لنکرانی (ایران)

آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی (ایران)

حجتہ الاسلام رسول جعفریان (ایران)

آیت اللہ استاد مرتضیٰ مظہری (ایران)

آیت اللہ محمد ہادی معرفت (ایران)

آیت اللہ شیخ علی نمازی شہرودی (ایران)

حجتہ الاسلام علامہ طالب جوہری (کراچی)

حجتہ الاسلام علامہ رضی جعفر نقوی (کراچی)

حجتہ الاسلام مولانا سید ابن حسن رضوی (کراچی)

حجتہ الاسلام مولانا محسن علی نجفی (اسلام آباد)

حجتہ الاسلام مولانا محمد شفیع (لاہور)

حجتہ الاسلام مولانا حافظ ریاض حسین نجفی (لاہور)

حجتہ الاسلام مولانا محمود الحسن خان (جون پور انڈیا)

حجتہ الاسلام مولانا سید شمیم الحسن رضوی (ورانسی انڈیا)

حجتہ الاسلام مولانا سید حمید الحسن صاحب (لکھنو انڈیا)

حجتہ الاسلام مولانا سید ولی الحسن رضوی (بنارس انڈیا)

حجتہ الاسلام مولانا کلب جواد صاحب (لکھنو انڈیا)

حجتہ الاسلام مولانا سید احتشام عباس زیدی (جون پور انڈیا)

حجتہ الاسلام مولانا سید حسین مہدی الحسن (انڈیا)

حجتہ الاسلام والمسلمین علامہ سید رضی جعفر نقوی فرماتے ہیں کہ ''تحریف قرآن کا نظریہ

شیعہ عقائد و مسلمات کے بالکل خلاف ہے' شیعوں کے خلاف تحریف قرآن کو منسوب کرنا دشمنوں کی سازش ہے۔

نائب امیر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت علامہ سید علی غضنفر کراروی صاحب اپنی کتاب "فتووں کا تلاطم" میں لکھتے ہیں "اگر کسی شیعہ کتاب تحریف قرآن پر کوئی روایت ہے تو وہ درائت واجماع کے خلاف ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر کوئی شیعہ تحریف قرآن کا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ اس کا اپنا عقیدہ ہے صحیح العقیدہ شیعوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ شیعہ اثناء عشریہ امامیہ کا اجماع ہے کہ قرآن پاک میں نہ کمی ہے نہ زیادتی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا حرف بہ حرف صحیح ہے (حوالہ فتووں کا تلاطم' صفحہ نمبر ۵)

حجۃ الاسلام مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی' فاضل قم تحریف کے سلسلے میں فرماتے ہیں مکتب اہلبیتؑ کے متعلقین پر منجملہ دیگر بے سروپا و بے بنیاد کے ایک الزام تحریف قرآن کا ہے یہ الزام علمائے دیوبند کی نافہمی کا نتیجہ ہے اگر کسی ایک دو اخباری عالم نے تحریف کے اثبات میں کچھ لکھ دیا ہے تو اسے نہ کلیہ بنایا جا سکتا ہے نہ حوالہ' دیکھنا یہ ہے کہ علمائے امامیہ کی اکثریت تحریف کی قائل ہے کہ نہیں اور علمائے شیعہ جو آئمہ الطاہرین علیہم السلام کے پیروکار و جانشین ہے ان آئمہ الطاہرینؑ کے قرآن کے بارے میں کیا ارشادات گرامی ہیں یقیناً نہ کسی امام نے تحریف قرآن کو تسلیم کیا ہے نہ کسی مستند و جید عالم نے۔ اگر کسی عالم نے اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے کسی عالم کا حوالہ اور اس کا جواب دیا ہے تو لفظوں کے الٹ پھیر سے اس الزام کو ہم پر ثابت کرنے کی کوشش علمی بددیانتی ہوگی ہمارا کوئی مستند عالم تحریف قرآن کا حامی نہیں ہے۔"

مسلمان مفکرین وعلماء نے مستشرقین کو یہ مواقع فراہم کیے ہیں وہ رنگیلا رسول' شیطانی آیات جیسی بے ہودہ و بے تکی کتابیں لکھیں' فرقے کے فسادات مذہب کو بدنام کرتے ہیں اگر مسلمان علماء بالغ نظر وروشن فکر ہوتے تو آج اسلام دنیا کے تمام ادیان پر غالب آچکا ہوتا۔ مگر افسوس کے مسلمان باہم دست وگریباں ہیں' سنی علماء شیعہ علماء پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ تحریف قرآن کے قائل ہیں اور شیعہ علماء سنیوں پر الزامات لگاتے ہیں کہ وہ تحریف کے قائل ہیں۔

غیر مسلم دانشوروں شیعہ سنی علماء کی اس غیر ذمہ داری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور اس بحث کی آڑ میں قرآن کی حجیت کو مشکوک کرنے کی سعی لاحاصل کی لیکن غیر مسلموں کو موقع مسلمانوں نے ہی فراہم کیا ہے۔ یہ اسلام سے دوستی نہیں دشمنی ہے جس سے اسلام کی بنیاد پر ضرب لگ رہی ہے۔ یہ عاقبت نااندیشی نہیں تو اور کیا ہے کہ مسلمان تحریف قرآن کے مسئلے میں گڑے مردے اکھاڑنے کی کوشش میں مصروف رہے اور آج بھی مصروف ہیں اور تلاش کر کر کے لا رہے ہیں۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ آئندہ نسلیں قرآن حکیم کو محرف تسلیم کرنے لگیں گی جیسا کہ مستشرقین سمجھ رہے ہیں۔ لہٰذا میری کوشش ہے کہ ہم اپنی نئی نسل کو عصبیت کی دلدل میں جانے سے بچائیں اور اگر مختلف مکاتب فکر کے لوگ قطعی غیر جانبداری سے ہماری ان علمی معروضات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تو تحریف قرآن کے الزام کا قطعی ازالہ ہوجائے گا۔

مسلک دیوبند اور شیعہ عقائد کی تائید

شیعہ اثناعشریہ امامیہ کے عقائد کی تائید میں مسلک دیوبند کے مستند اساتذہ خانوادہ ولی اللہی کے چشم و چراغ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا شاہ عبدالحق دہلوی اور ثقتہ الاحناف شیخ الحدیث علامہ سید شمس الحق افغانی کے بیانات پیش کرتے ہیں۔

شاید موجودہ مفتیان دیوبندسنی حنفی اپنے عقیدہ کی اصلاح کرسکیں اور بہتان طرازی سے باز آ کر بارگاہ احدیت میں مغفرت خواہ ہوں۔ معروف سنی عالم رحمت اللہ ہندی اپنی کتاب اظہار الحق میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''قرآن مجید علمائے شیعہ امامیہ عشریہ کے نزدیک تغیر اور تبدیلی سے محفوظ ہے۔ شیعوں میں جو قرآن میں کمی کی بات کرتا ہے اس کی بات علمائے امامیہ کے نزدیک مردود اور ناقابل قبول ہے۔

شیعہ اور تحریف قرآن

علوم القران ص ۱۳۶۔۱۳۵۔۱۳۴ از حضرت علامہ مولانا سید شمس الحق افغانی، شائع کردہ المکتبہ الاشرفیہ جامعہ اشرفیہ شارع جلال الدین رومی (فیروز پور روڈ) لاہور میں شیعہ اثناعشری کے عقیدہ کی تصدیق فرمائی ہے۔

''مستشرقین جب ہر طرح قرآن کی تحریف ثابت کرنے سے عاجز آ گئے تو بڑے زور و شور سے یہ لکھ دیا کہ مسلمانوں کا بڑا فرقہ تحریف قرآن کا قائل ہے اور وہ شیعہ ہے اور اس انداز سے لکھا کہ گویا تحریف قرآن شیعوں کا مسلم عقیدہ ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ شیعوں کا

مذہب وہی ہے جو سینوں کا ہے کہ قرآن مکمل طور پر محفوظ ہے اور اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں ہوئی جس کے لئے شیعوں کی متعدد کتابوں کے حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

(۱) شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابو یہ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں۔

مابین الدفتین لیس باکثر من ذلک من نسب الینا انه اکثر فهو کاذب

''جو کچھ قرآن کی ان دو جلدوں میں ہے قرآن اس سے زیادہ نہیں اور جس نے ہم سے یہ منسوب کیا ہے وہ زیادہ جھوٹا ہے۔''

(۲) تفسیر مجمع البیان ابوالقاسم علی بن الحسین الموسوی میں ہے:۔

ان القرآن علی عهد رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم مجموعا لئولفا علی ما هو الان و ذکران من حالف من الامامية و الحشوية لا یعتبر بخلافهم لانهم قبلوا الاخبار لضعیفة

''قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جمع ہو چکا تھا۔ جیسا کہ اب ہے۔ جو امامیہ اور حشویہ اس کے خلاف ہیں ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا' کیونکہ انہوں نے ضعیف خبروں کو قبول کیا ہے۔

3۔ سید مرتضیٰ شیعی لکھتے ہیں۔

ان العلم بضحة القرآن كالعلم باالبدان و الوقائع الكبار

موجودہ قرآن کی صحت کا علم ایسا یقینی ہے جیسے مشہور شہروں کی موجودگی کا علم' اور بڑے بڑے واقعات تاریخیہ کا علم۔

4۔ قاضی نور اللہ الشوستری الشیعی مصائب النواصب میں لکھتے ہیں۔

مـانسـب الى الشيعته الاماميته برقوع التگير فى القرآن ليس مما قال بـه جـمهـور الامـاميه و انما قال به شر ذمته قليلته منهم لااعتدادبهم وقال الـمـلا صـادق فـي شـرح الـكـليني مظهر القرآن بهذا الترتيب عند ظهور الامام الثانى عشر

جو بات امامیہ شیعوں کی طرف منسوب کی گئی ہے وہ قرآن میں تغیر مانتے ہیں یہ جمہور امامیہ کا قول نہیں' بلکہ چھوٹے گروہ کا قول ہے جن کا اعتبار نہیں ملا صادق شرح کلینی میں لکھتے ہیں کہ قرآن کو اسی ترتیب کے ساتھ بارھواں امام ظاہر فرما دیں گے۔

5۔محمد بن الحسن الحر العاملی جو شیعہ امامیہ کے بڑے محدثین میں سے ہیں اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں جو انہوں نے ہم عصر عالم کی رد میں لکھا ہے کہ "ہر کسے تتبع اخبار تفحص تواریخ و آثار نمودہ بعلم یقینی میداند کہ قرآن درغایت درجہ وتواتر بودہ وآلاف صحابہ ضبط ونقل کردہ آ واں درعہد رسول الہ مجموع ومولف بودہ"۔(ترجمہ) جس نے بھی اخبار و آثار تواریخ کی جستجو کی وہ یقیناً جانتا ہے کہ قرآن موجودہ انتہائی تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور ہزار ہا صحابہ نے اس کو نقل وضبط کیا ہے اور وہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں جمع ہو چکا تھا۔

6۔فروع کافی کتاب الروضۃ ص85 میں حضرت علیؓ سے روایت ہے۔

هـو كتاب كريم فضله و فةصج و بينه و او ضحه و اعز و حفظهه من ان ياتيه الباطل بين يديه.

قرآن معزز کتاب ہے جس کو اللہ نے فضلیت اور بزرگی بخشی ہے اور اس کو باطل کی آمیزش سے محفوظ رکھا ہے۔

7۔شیخ صدوق رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں۔

القران المنزل وما بايدى الناس واحدلا زيادة فيه ولا نقصان.

نازل شدہ قرآن اور جو قرآن لوگوں کے ہاتھ میں ایک ہے جس میں کمی بیشی نہیں۔

ان مستند حوالہ جات شیعہ کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ شیعہ میں چند نا قابل اعتبار افراد کے سوا کوئی بھی تحریف یا قرآن میں کمی بیشی ہونے کا قائل نہیں۔ مزید تفصیل نعمان آلوسی کی کتاب الجواب النسیح المانصقہ عبدالمسیح میں ملاحظہ کی جائے۔ قرآن حکیم تحریری اور دماغی دونوں طرح محفوظ ہے اور الفاظ قرآن اور مطالب قرآن دونوں معجزہ ہیں۔

فضیلۃ الشیخ محدث اعظم عبدالحق دہلوی

"آج تک سلف سے لے کر خلف تک کوئی محقق شیعہ بلکہ کوئی اہل اسلام بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا (کہ قرآن میں کمی و زیادتی و تحریف ہوئی ہے) چنانچہ علماء شیعہ اس خیال کی برات کتابوں میں بڑی شد و مد سے کرتے ہیں"۔

شیخ صدوق ابو جعفر بن علی بابویہ اپنے رسالہ عقائد میں کہتے ہیں کہ یہ قرآن جو کہ اللہ نے حضرت کو دیا تھا وہی ہے جو اب لوگوں کے پاس موجود ہے۔ نہ اس میں کچھ کم ہوا ہے نہ زیادہ۔" فتح المنان مقدمہ تفسیر حقانی جلد 1 'ص 63 طبع شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

امامیہ کی تمام روایات میں موجود ہے کہ تمام اہلبیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی قرآن کو پڑھتے تھے اور عام و خاص کے ساتھ اسی کی وجہ سے تمسک کرتے تھے۔ اور بطور گواہی اور صحت کے پیش کرتے تھے اور وہ تفسیر کہ جو امام حسن عسکری کی طرف منسوب ہے لفظ بلفظ یہی قرآن ہے اور اپنے لڑکوں' کنیزوں' خادموں اور اپنے اہل و عیال کو اسی قرآن کی تعلیم دیتے تھے اور اسی قرآن کے پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔

(تحفہ اثناء عشریہ باب پنجم ص139 'نولکشور لکھنو انڈیا۔ ترجمہ 216۔طبع کراچی)

شیعوں کی جانب سے عدم تحریف قرآن کے مسلسل بین ثبوت اور تصدیق بالقلب' اقرار باللسان اور وضاحت بالقلم کے بعد بھی ازرہ دیو مالائی روایتوں استعماری سازشوں' تعصب اور کج بحثی موجودہ مفتیان دیو بند قبول وتسلیم نہ کریں اور ضد کریں کہ شیعوں کی فلاں فلاں کتابوں میں تحریف قرآن سے متعلق تحریریں موجود ہیں اس لئے شیعہ اسلام سے خارج ہیں۔ انتہائی افسوسناک دل آزار رویہ ہے۔

اہل سنت کی سینکڑوں مستند اور صحیح کتابیں پیش نظر ہیں جس میں تحریف قرآن کی بلاتکلف نشاندہی کی گئی ہے۔ لیکن کسی شیعہ عالم یا مفتی نے تحریف قرآن کے حوالہ سے سنیوں پر کبھی کفر کا الزام نہیں لگایا۔ اس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ سنیوں کا عقیدہ اور اجماع عدم تحریف قرآن پر ہے۔ اس کے باوجود بددیانتی اور بہتان طرازی ہوگی اگر وہ ضد' نفرت اور عصبیت کی بناء پر فتوی لگائیں یا جواب آں غزل کے طور پر بدتمیزی کریں۔

شیعوں کے ایسے محکم دلائل کے بعد بھی مفتیان دیو بند سنی حنفی شیعوں کو متہم کرنے پر مصر اور بضد ہیں تو اس وقت ان کی خدمت میں صرف ایک قرآن مجید پیش کیا جاتا ہے۔ صمیم قلب سے ملاحظہ فرمائیں اور فتوی کا شوق پورا کریں۔ (حسبنا کتاب اللہ)

القران الکریم' و ترجمہ معانیہ و تفسیرہ الی الغة الاردویت

ترجمہ۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ

تفسیر۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی

''یہ قرآن شریف مع ترجمہ وتفسیر خادمین حرمین شریفن شاہ فہد بن عبدالعزیز ال سعود کی طرف سے ہدیہ ہے۔ یہ قرآن پاک شاہ فہد اور رابطہ عالم اسلامی کے تعاون سے قرآن

النبی اولی بالمو منین من انفسهم وازواجه امهاتهم

''ابی بن کعب وغیرہ کی قرأت میں آیت **ھذا النبی اولیٰ** بالمومنین کے ساتھ وھو اب لھم کا جملہ اسی حقیقت کوظاہر کرتا ہے کہ باپ بیٹے کے تعلق میں غور کرو۔''

7-پارہ 23 سورۃ یٰسین آیت نمبر 35 صفحہ 590 حاشیہ 2

لیا کلو من ثمرہ وما علمته ایدیھم افلا یشکرون

''مترجم محقق نے وما عملته ایدیھم میں ''ما'' کونافیہ لیا ہے کما ھو وآب اکثر المتاخرین لیکن سلف سے عموماً ''ما'' کا موصولہ منقول ہے اور اسی کی تائید میں ابن مسعود کی قران ''ومما عملته ایدیھم'' سے ہوتی ہے۔''

8-پارہ 28 سورۃ الصافات آیت نمبر 130 صفحہ 600 حاشیہ نمبر 12

سلام علیٰ ال یٰسین

''بعض نے ''آل یٰسین'' بھی پڑھا ہے۔''

9۔پارہ 28 سورۃ طلاق آیت نمبر 6 حاشیہ 1 صفحہ 741-740

اسکنو ھن من حیث سکنتم من وجد کم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن

چانچہ مصحف ابن مسعود میں یہ آیت اس طرح تھی

اسکنو ھن من حیث سکنتم ''وانفقوا علیھن'' من وجد کم

10۔پارہ 20 سورۃ العنکبوت آیت نمبر 11 صفحہ 529 حاشیہ 3

ولیعلمن اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین

''البتہ معلوم کرے گا اللہ ان لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اور البتہ معلوم کرے گا جو لوگ دغاباز ہیں۔''

اس قسم کے مواضع میں "لیعلمن الله" کے معنی "لیرین الله" کے لینا ابن عباس سے منقول ہے کما فی تفیسر ابن کثیر

11۔ پارہ 24 سورۃ الزمر آیت نمبر 53 صفحہ 618 حاشیہ نمبر 2

ان الله یغفر الذنوبن جمیعا

لہذا ان الله یغفر الذنوب جمیعا کو "لمن یشاء" کے ساتھ مقید سمجھنا ضروری ہے۔

12۔ پارہ 24 سورۃ المومن آیت نمبر 6 صفحہ 622 حاشیہ 2

انھم اصحاب النار

"بعض نے "لانھم" کے معنیٰ میں لیکر یہ مطلب بیان کیا ہے۔

13۔ پارہ 25 سورۃ الشوریٰ آیت 23 صفحہ 646 حاشیہ 3

قل لا اسئلکم علیه اجراً لاالمودة فی القربیٰ

"تو کہہ میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کوئی بدلہ مگر دوستی چاہیئے قرابت میں۔"

بعض علماء نے مودۃ فی القربیٰ سے اہلبیتؑ نبوی کی محبت مراد لے کر یوں معنی کیے ہیں کہ میں تم سے تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا بس اتنا چاہتا ہوں کہ میرے اقارب سے محبت کرو کوئی شبہ نہیں کہ اہلبیتؑ اور اقارب نبی کریمؐ کی محبت و تعظیم اور حقوق شناسی امت پر لازم اور واجب ہے۔ لیکن آیت ھذا کی تفیسر اس طرح کرنا شان نزول اور روایات صحیحہ کے خلاف ہونے کے علاوہ حضورؐ کی شان رفیع کے مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے۔"

(اہل سنت کی صحیح ترین کتب مستدرک الصحیحین، ذخائر العقبیٰ طبری، صواعق محرقہ، تفسیر درمنثور، تفسیر طبری، فضائل صحابا

کریم پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ سے شائع کر کے لاکھوں کی تعداد میں پاکستان و ہندوستان اور بنگلہ دیش کے حجاج میں تقسیم کیا گیا اس کے علاوہ ان ملکوں میں جہاں اردو پڑھی یا سمجھی جاسکتی ہے وہاں کے وزارت مذہبی امور اور دیگر دینی اداروں کو بھیجا گیا تا کہ مسلمانوں میں مفت تقسیم کریں۔

قرآن پاک کا یہ اردو ترجمہ اور تفسیر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزارت مذہبی امور کی طرف سے معتمد و مصدق ہے مشہور علمی شخصیت حضرت مولانا ابوالحسن علی الندوی مرحوم نے مترجم و مفسر کی علمی عظمت کا اعتراف کیا ہے اور اس ترجمہ و تفسیر کی توثیق ان الفاظ میں کی ہے۔

''اردو زبان میں یہ سب سے اچھا ترجمہ ہے اس کی طباعت و اشاعت ہونی چاہیے۔''

یہ تمام الفاظ بعینہ محولہ بالا قرآن کے ورق اول میں درج ہیں۔ جو سعودی حکومت نے تقریباً دس لاکھ شائع کیا ہے۔ اور پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں مفت تقسیم کیا۔

تحریف کی نشاندہی (مشتے از خروارے)

پارہ 4، آل عمران آیت نمبر 144 صفحہ 88 حاشیہ نمبر 3

قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم

عبداللہ بن مسعود کے مصحف اور ابن عباس کی قراۃ میں ''الرسل'' نہیں ''رسل'' نکرہ ہے (تفصیل اصل حاشیہ میں موجود ہے)

2۔ پارہ 4، سورۃ النساء آیت نمبر 12 صفحہ 102 حاشیہ نمبر 3

وان کان رجل یورث کللتہ او امراۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس، متعدد صحابہ کی قرأت میں ولہ اخ او اخت کے بعد من الام کا کلمہ صریح موجود ہے

اوراس پر سب کا اجماع ہے۔

3۔ پارہ' سورۃ الانعام آیت نمبر 158 صفحہ 199

لا ینفع نفساً ایمانھا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا

تقدیر عبادت کی ابن المنیر وغیرہ محققین کے نزدیک یوں ہے۔

لا ینفع نفساً ایمانھا او کسبھا خیر الم تکن امنت من قبل او لم تکن کسبت فی ایمانھا خیراً

4۔ پارہ 16' سورۃ مریم آیت نمبر 55 صفحہ 416 حاشیہ نمبر 8

و کان یامر اھلہ بالصلوۃ و الزکوٰۃ و کان عند ربہ مرضیا.

چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف میں "اہلہ" کی جگہ "قومہ" تھا

5۔ پارہ 18 سورۃ النور آیت نمبر 2 صفحہ 466 حاشیہ نمبر 2

الزانیہ و الزانی فاجلدو اکل واحد منھما مائتہ جلدہ

"چنانچہ آپ نے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پرواہ نہ کی آپ کے خلفاء نے حتٰی کہ حضرت عمرؓ کو جب رجم محصن کے متعلق یہ اندیشہ ہوا بلکہ مکشوف ہوگیا کہ آگے چل کر بعض زائغین اس کا انکار کرنے لگیں گے تو آپ نے منبر پر چڑھ کر صحابہ و تابعین کے مجمع میں اس حکم خداوندی کا بہت شد و مد سے اعلان فرمایا اور اس میں قرآن کی ایک آیت کا حوالہ دیا جس میں رجم محصن کا صریح حکم تھا اور جس کی تلاوت بعد میں منسوخ ہوگئی مگر حکم باقی رہا۔"

مزید تفصیل بخاری باب الرجم' مسلم باب حد زنا' ابن ماجہ ترمذی جلد ا ابوداوود' تفسیر در منشور میں دیکھ سکتے ہیں۔

6۔ پارہ 21 سورۃ الاحزاب آیت 6 صفحہ 556 حاشیہ نمبر 6

از احمد بن حنبل وغیرہ نے بھی صرف اہلبیتؑ نبویؐ مراد لئے ہیں۔)

شیخ الاسلام مولانا عثمانی نے اس فرمان رسولؐ کو مسترد کردیا۔قربیٰ سے اہلبیتؑ اور اقارب مراد لینا شان نزول' روایات صحیحہ کے خلاف ہونے کے علاوہ حضورؐ کی شان رفیع کے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔شیخ الاسلام نے ایک طرف قربیٰ سے مراد اہلبیتؑ کو اس لئے مسترد کردیا کہ یہ حضورؐ کے شان رفیع کے خلاف ہے کہ وہ امت سے اپنی اہلبیتؑ کی محبت کا سوال کریں"۔

لیکن دوسری جانب شیخ الاسلام نے پارہ نمبر 18 سورہ المومنون آیت نمبر 101 صفحہ 464 حاشیہ 4 فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساء لون یعنی ''پھر جب پھونک ماریں تو نہ قرابتیں ان میں اس دن اور نہ ایک دوسرے کو پوچھے'' پر لکھا ہے۔کہ ''بعض احادیث میں نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سارے نسب اور دامادی کے تعلقات منقطع ہوجائیں گے۔الانسبی وصھری بجز میرے نسب اور صھر''

شیخ الاسلام اوران کے ہم مسلک بتائیں کہ کیا یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شان رفیع کے مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واضح فیصلہ کے خلاف رسول اللہ کی نسبت سے کوئی روایت پیش کی جائے۔

لیکن ایک بے سروپا' جھوٹا واقعہ چسپاں کرنا تھا اس لئے اس روایت کو شان رفیع کے مناسب سمجھا۔افسوس صد افسوس قرآن کی تفسیر بالرائے اور عقیدہ کی تقویت کے لئے حضور پاک کے متعلق اس قسم کی رائے زنی اور قیاس آرائی توہین قرآن و رسالت کے مترادف ہے۔

14-پارہ 27 سورہ الحدید آیت 29' صفحہ 718 حاشیہ 13

لئلایعلم اهل الکتاب الایقدورن علیٰ شئی من فضل الله

''تا کہ نہ جانیں کتاب والے کہ پا نہیں سکتے کوئی چیز اللہ کے فضل میں سے۔

''تنبیہ' حضرت شاہ صاحب نے آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے لیکن اکثر سلف سے منقول ہے کہ یہاں "لئلا یعلم بمعنیٰ لکی یعلم" کے ہیں یعنی تا کہ جان لیں اہل کتاب۔

ترجمہ میں نہ جانیں'' اور تفسیر میں جان لیں لفظ اور معنی دونوں میں تحریف۔

حوالے کے لئے ملاحظہ فرمائیں کتاب 'فتوؤں کا تلاطم' تالیف مجاہد ختم نبوت' علامہ سید علی غضنفر کراروی' نائب امیر عالمی مجلس ختم نبوت۔

اہلسنت اور تحریف کی روایات

اہل سنت کی صحاح اور دوسری کتابوں میں بعض ایسی روایتیں ملتی ہیں جو تحریفِ قرآن پر دلالت کرتی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ منافقین نے جیسے شیعہ روایتوں میں آمیزش کردی ہے۔ ویسے ہی سنی راویتوں میں بھی ملاوٹ سے کام لیا گیا ہے بلکہ شیعوں سے کہیں زیادہ سنی کتابوں میں ایسی روایتیں پائی جاتی ہیں۔

استاد شیخ محمد المدنی (الازہر یونیورسٹی کی شریعت فیکلٹی کے ڈین) فرماتے ہیں:

اب رہی یہ بات کہ معاذ اللہ شیعہ قرآن میں کمی کے قائل ہیں تو یہ ان روایتوں کی بنا پر ہے جو شیعوں کی کتابوں میں موجود ہیں جیسا کہ ہماری کتابوں میں موجود ہیں لیکن شیعہ سنی دونوں فریقین نے روایتوں کو رد اور ان کے بطلان کو واضح کیا ہے۔ شیعہ امامیہ اور زیدیہ میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو جیسا کہ اہل سنت میں بھی کوئی ایسا نہیں ہے جس کا یہ عقیدہ قرآن میں تحریف کا ہو۔ ایک مصری مصنف نے 1948 میں الفرقان نام کی کتاب لکھی ہے جس میں اس طرح کی بہت سی سقیم (نقص دار) روایتوں کو اہل سنت کی کتابوں سے نقل کیا ہے' جسے حکومت مصر نے ضبط بھی کیا۔ تو کیا اس بناء پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اہل سنت قرآن کے تقدس کے منکر ہیں؟ یا ان روایتوں کی بنا پر جسے فلاں نے نقل کیا ہے یا فلاں کتاب جسے فلاں نے لکھا ہے اہل سنت نقص قرآن کے قائل ہو گئے؟ یہی بات شیعوں کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے۔ اس لئے جیسے ہماری (اہل سنت) کی بعض کتابوں میں ایسی روایتیں موجود ہیں یوں ہی شیعوں کی بھی بعض کتابوں میں ایسی روایتیں موجود ہیں۔

اصحاب کرامؓ کے مصحفوں میں اختلاف

۱۔ حدثنا عبدالله حدثنا عبدالله بن سعيد حدثنا يحيى بن ابراهيم بن سويدالنخعي حدثنا ابان بن عمران قال :قلت لعبد الرحمٰن اسود انک تقراء: صراط من انعمت عليهم غير المغضوب عليهم وغير الضالين.

ابان ابن عمران کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن ابن اسود سے کہا کہ آپ صراط من انعمت عليهم غير المغضوب عليهم و غير الضالين پڑھتے ہیں۔

عبداللہ نے بیان کیا کہ اسود اور علقمہ نے حضرت عمر کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے یوں ہی پڑھا۔ اسی طرح علقمہ اور اسود کا بیان ہے کہ حضرت عمر صراط من انعمت عليهم غير المغضوب عليهم وغير الضالين پڑھتے تھے۔

مختلف راویوں سے پانچ مزید روایتیں ہوئی ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر اسی طرح تلاوت کرتے تھے۔

۲۔ سات طریقوں سے حضرت عمر سے نقل ہوا ہے کہ وہ "الم الله لا اله الا هو الحى القيام" پڑھتے تھے۔

۳۔ <u>ابن زبیر</u> فی جنات يتساء لون يا فلاں ماسلكك فى سقر پڑھتے تھے۔ عمرو کہتے ہیں کہ مجھ کو لقیط نے خبر دی کہ انہوں نے ابن زبیر سے سنا۔

ابن زبیر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر کو اسی طرح پڑھتے سنا ہے۔

۴۔ سعید ابن جبیر سے "فما استمعتم به منهن الىٰ اجل "مسمى" مروی ہے انھوں نے کہا کہ یہ ابی بن کعب کی قرات ہے۔

۵۔حماد نے کہا کہ میں نے " ابی کے قرآن میں للذین یقسمون" پڑھا ہے۔

٦۔اسی طرح حماد سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے ابی کے قرآن میں "فلا جناح علیهم الا یطوف بهما" دیکھا ہے۔

۷۔ربیع نے کہا کہ قرائت ابی بن کعب میں آیت یوں تھی: فصیام ثلاثه متتا بعات فی کفارة الیمین.

۸۔یسیر ابن عمرو سے مروی ہے کہ عبداللہ ابن مسعود نے ان الله لا یظلم مثقال نملة پڑھا ہے۔

۹۔نزال سے مروی ہے کہ ابن مسعود "وارکعی واسجدی فی الساجدین" پڑھتے تھے۔

۱۰۔عطا کہتے ہیں کہ ابن مسعود کی قرائت میں یہ آیت 'فی مواسم الحج' تھی۔

۱۱۔حکم کا بیان ہے کہ ابن مسعود کی قرائت میں بل یداه بسطان تھا۔

۱۲۔سفیان کہتے ہیں کہ " وتزودوا خیر الزاد التقوای" ابن مسعود کی قرات ہے۔

۱۳۔ہارون کا بیان ہے کہ ابن مسعود کی قرات میں "من بقلها وقثائها وثوما وعدسها وبصلها" تھا۔ان کا کہنا ہے کہ ابن عباس بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

۱۴۔میمون ابن مہران نے سورہ والعصر کو" والعصر ان الانسانی لفی خسر وانه فیه الیٰ آخر الدهر الا الذین آمنوا وعلموا الصالحات وتواصو بالصبر" پڑھا اور فرمایا کہ یہ ابن مسعود کی قرآت ہے۔

۱۵۔سفیان کا کہنا ہے کہ اصحاب ابن مسعود "اولئک لهم نصیب ما اکتسبوا" پڑھتے تھے۔

۱۶۔اسی طرح ایک دوسری جگہ ہے "ولکل جعلنا قبلة یرضونها"۔

۱۷۔ایک مقام پر"واقیموا الحج والعمرة للبیت" ہے۔

۱۸۔ایک جگہ "وحیث ما کنتم فولو اوجوهکم قبله" ہے۔

۱۹۔ولا تخافت بصوتک ولا تطال به بھی ہے۔

۲۰۔کذلک اخذ ربک اذا خذ القری بغیر واؤ کے ہے۔

۲۱۔اسی طرح یہ آیت اس انداز میں ملتی ہے وزلزلو افزلزلو ایقوال حقیقة الرسول والذین امنوا.

اس کے بعد صفحہ ۵۷ سے ۷۳ تک مصنف المصاحف" نے ابن مسعود کی قرآت کو دوسروں کے اختلاف کے ساتھ ترتیب سے ذکر کیا ہے جیسا کہ ابوداؤد نقل کرتے ہیں۔ جتنے مقامات ہم نے اوپر بیان کئے ہیں ان کے علاوہ ایک سوتیں مقامات سے بھی زیادہ کی نشاندہی مصنف "المصاحف" نے کی ہے اس کے بعد ابن عباس کے مصحف کے ان اختلافات کو پیش کیا ہے جو دوسروں سے مختلف ہیں ان میں ہم ذیل کی سطروں میں کچھ نمونے پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ابن عباس نے پڑھا"فلا جناح علیه ان لا یطوف بهما" اس کو سات طریقوں سے پڑھا اور ذکر کیا ہے۔

۲۔اصحاب تفسیر نے مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے "لیس علیکم جناح ان تبتغو افضلًا من ربکم فی مواسم الحج" پڑھا۔

۳۔ابن عباس "انما ذالکم الشیطان یخوفکم اولیائه" پڑھتے تھے۔

۴۔ابن عباس ہی سے " اولئک لهم نصیب مما اکتسبوا" بھی منقول ہے۔

ابویعلم کہتے ہیں کہ اسی طرح اعمش نے بھی پڑھا ہے۔

۵۔ابن عباس" واقیموا الحج اولعمرة للبیت "پڑھتے تھے۔

٦۔ابن عباس "وشاورهم فی بعض الامر" پڑھتے تھے۔

۷۔ابن عباس"وماارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی محدث" پڑھتے تھے۔

۸۔ابن عباس"یاحسرة العباد "پڑھتے تھے۔

۹۔ابن عباس "کانک خفی بها" پڑھتے تھے۔

۱۰۔ابن عباس وان مزموالسراح پڑھتے تھے۔

مصنف نے اس کے علاوہ بھی نو مقامات ذکر کئے ہیں۔

مصنف ابن زبیر

۱۔ابن زبیر" لاجناح علیکم ان تبتغو افضلا من ربکم فی مواسم الحج" پڑھتے تھے۔

۲۔عمرو سے روایت یہ کہ ابن زبیر کہتے تھے کہ بچے سورہ۲۱ آیت ۲۹۵ میں حرم پڑھتے تھے جبکہ لفظ حرام ہے۔سورہ٦ آیت ۱۰۵ میں دارست پڑھتے تھے جبکہ درست ہے ۔سورہ۸۸ آیت ۴ اور سورہ۱۰۱ آیت میں حمئة پڑھتے تھے جبکہ "حامية" ہے۔

۴۔ابن زبیر "فیصبح الفساق علیٰ ماالسرو فی انفسهم نادمین"پڑھتے تھے۔

۵۔وہ پڑھتے تھے" ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یستعینون بالله علیٰ مااصابهم."

مصحف عبداللہ ابن عمرو بن عاص

ابوبکر ابن عیاش بیان کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں شعیب ابن شعیب ابن محمد بن ابن عمروابن عاص آئے۔ گفتگو کے دوران انہوں نے فرمایا کہ اے ابوبکر میں مصحف عبداللہ بن عمروابن عاص تم کو دکھاؤں۔ پھرانہوں نے جوحروف دکھائے وہ ہمارے [illegible] کے حروف سے مختلف تھے۔ ابوبکر ابن عیاش بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کھردرے کپڑے کا ایک کالا جھنڈا نکالا جس میں دو بٹن اور کاج بنا ہوا تھا اور کہا کہ یہ پیغمبرؐ کا جھنڈا ہے جو عمرو کے پاس تھا۔ اور ابوبکر کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ یہ ان کے جدؒ کا مصحف ہے جس کو انہوں نے لکھا تھا اور وہ عبداللہ کی قرأت میں ہے اور نہ ہمارے اصحاب کی قرأت میں ہے' ابوبکر ابن عیاش نے فرمایا کہ اصحاب پیغمبرؐ میں سے ایک قوم نے قرآن کو پڑھا وہ لوگ تو دنیا سے رخصت ہوگئے مگر ہم نے ان کی قرأت نہیں سنی۔

مصحف حضرت عائشہؓ

سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حفصہ نے ایک شخص کو ایک قرآن لکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ جب (سورہ۲ آیت ۲۳۸) پر پہنچنا تو "حافظوا علی الصلوات والصلاۃ والوسطی وصلاۃ العصر" لکھ لینا۔ یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے۔

مصحف حضرت ام سلمہؓ

عبداللہ ابن رافع غلام ام سلمہ کہتے ہیں کہ ام سلمہ نے مجھ کو قرآن لکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ جب اس آیت پر پہنچنا تو مجھ کو بتانا پھرانہوں نے فرمایا کہ "حافظوا علیٰ الصلوات

والصلاۃ الوسطی وصلاۃ العصر"لکھو۔

تابعین کے مصحفوں میں اختلاف

۱۔میں نے عبید ابن عمیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ سب سے پہلے جو قرآن کی آیت نازل ہوئی وہ "سبح اسم ربک الذی خلقک" تھی۔

۲۔عطا نے" یخوفکم اولیائہ" پڑھتے تھے۔

۳۔عکرمہ "وعلی الذین یطوفونہ" پڑھتے تھے۔

۴۔مجاہد "فلا جناح ان یطوف بھما" پڑھتے تھے۔

۵۔سعید ابن جبیر "احل لکم الطیبات وطعام الذین اتوا الکتاب من قبلکم" پڑھتے تھے۔

۶۔سعید ابن جبیر "فاذاھی تلقم ما یافکون" پڑھتے تھے۔

۷۔علقمہ اور اسود "صراط من انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" پڑھتے تھے۔

۸۔محمد ابن موسیٰ سے "ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثر ھم لا یفقھون" مروی ہے۔

۹۔حطان ابن عبداللہ "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ رسل" پر قسم کھاتے تھے۔

۱۰۔صالح ابن کیسان نے "وجا ئھم البینات" اور وجاء تھم البینات" پڑھا اور کہا یکاذ" اور تکاد السموٰات" ہے۔

۱۱۔اعمش نے "اللہ لا لہٗ الا ھو الحی القیام" پڑھا۔

۱۲۔اعمش انعام وحرث مرج پڑھتے تھے اور قرآن میں حجو ہے۔

صحاح وغیرہ میں روایات تحریف

صحاح وغیرہ میں بہت سی روایات ایسی ملتی ہیں جو تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔اگر ان روایتوں کو صحیح مان لیا جائے تو تحریف قرآن کا نظریہ اختیار کرنا پڑے گا۔ہم اس مقام پر ان میں چند روایتیں پیش کر رہے ہیں:

۱۔ابرھیم ابن علقمہ کہتے ہیں کہ جب میں عبداللہ کے اصحاب کے پاس شام پہنچا اور ابو درداء کو خبر ہوئی تو وہ ہمارے پاس آئے اور کہا کیا تم میں کوئی قرآن پڑھنے والا ہے؟ ہم نے کہا ہاں تو ابو درداء نے کہا وہ کون ہے" تو لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا' ابو درداء نے کہا پھر پڑھو"۔میں نے پڑھا"والیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی والذکر والانثی "ابو دردا نے کہا کیا تم پیغمبرؐ کے دہن مبارک سے اسے سنا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں" تو ابو درداء نے کہا میں نے بھی پیغمبرؐ کے دہن اقدس سے اس کو سنا ہے لیکن یہ لوگ میری بات کا انکار کرتے ہیں۔

۲۔انس ابن مالک نے بیان کیا کہ رعلا' ذکوان' عصیہ اور بنی کیان نے پیغمبرؐ سے (اپنے دشمنوں سے نجات پانے کے لئے) مدد طلب کی' پیغمبرؐ نے ان ستر انصار کو مدد کے لئے بھیجا جن کو ہم قراء کہتے تھے' جو دن کو لکڑیاں جمع کرتے تھے اور رات کو نمازیں پڑھتے تھے جب وہ بئر معونہ پر تھے تو ان کے ساتھ ان لوگوں نے بے وفائی کی اور ان کو قتل کر دیا۔پیغمبر تک جب یہ بات پہنچی تو آپؐ نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں قنوت میں رعلا' ذکوان' عصیہ اور بنی کیان پر بددعا کی۔انس فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے درمیان قرآن پڑھا تھا"بلغو اعنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا ارضا نا" لیکن اب یہ آیت نہیں ہے۔

۳۔ حضرت عمر کا بیان ہے کہ اگر مجھ کو لوگوں کے کہنے کا خوف نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب خدا میں اضافہ کر دیا ہے تو میں آیہ رجم اپنے ہاتھوں سے لکھ دیتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر قرآن میں کمی اور تحریف کے قائل تھے۔ اس لئے کہا آیہ رجم موجودہ قرآن میں نہیں ہے اور حضرت عمر نے منسوخ التلاوت ہونے کی بات بھی نہیں کہی ہے اس لئے کہ وہ اس آیت کو لکھ دینا چاہتے تھے مگر لوگوں کے خوف کی بنا پر نہ لکھ سکے۔ اسی بنا پر سیوطی نے صاحب البرھان زرکشی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ:

اس کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آیہ رجم کی کتابت جائز تھی لیکن لوگوں کی باتوں کا خوف مانع ہو گیا' جائز چیزوں کے لئے کبھی کبھی الگ سے مانع بھی آ جاتا ہے۔ جب لکھنا درست تھا تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ وہ آیت ثابت ہے اس لئے کہ مکتوب کی یہی شان ہوتی ہے۔

۴۔ ابن مسعود سے منقول ہے کہ انہوں نے معوذتین کو اپنے مصحف سے حذف کر دیا اور فرمایا کہ یہ کتاب اللہ کا جزو نہیں ہے۔

۵۔ بخاری نے اپنی تاریخ سے حذیفہ سے روایت کی ہے۔ حذیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے پیغمبرؐ کے سامنے سورۂ احزاب کی تلاوت کی مگر اس میں سے ستر آیتیں بھول گیا اور اب ان کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔

ابو عبید نے کتاب فضائل میں اور ابن انباری و ابن مردویہ نے بھی عائشہ سے ایسی ہی باتیں نقل کی ہیں۔ آپ فرماتی ہیں:

سورۂ احزاب عہد پیغمبرؐ میں دوسو آیتوں پر مشتمل تھا لیکن جب عثمان نے مصحف کو لکھا تو ان کو اتنی آیتیں ملیں جتنی آج موجود ہیں۔

زربن جیش کہتے ہیں کہ ابی بن کعب نے مجھ سے کہا کہ تم لوگ سورۂ احزاب کی کتنی آیتیں پڑھتے ہو تو میں نے کہا ۷۳ یا ۷۴ آیتیں۔ تو ابی ابن کعب نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ سورۂ احزاب تو سورہ بقرہ کے برابر یا اس سے بھی طویل تھا' اس میں آیہ رجم بھی تھی۔ زربن جیش کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ آیہ رجم کیا ہے تو آپؑ نے فرمایا:

اذازنیاالشیخ والشیخة فارجموهما البتة نكالاً من الله والله عزيز حكيم" یہ آیہ رجم ہے۔

۶۔ عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ میں نے بجالہ تمیمی سے سنا' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب نے مسجد میں ایک لڑکے کی آغوش میں ایک مصحف دیکھا جس پر "النبی اولیٰ بالمو ئمنین من انفسهم وهوابوهم" لکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر نے کہا اس کو مٹا دو۔ اس نے جواب دیا میں نہیں مٹاؤں گا' یہ ابی ابن کعب کے مصحف میں موجود ہے۔ وہ پھر ابیؓ کے پاس گئے ابیؓ نے کہا کہ میں رات دن قرآن میں صرف کرتا ہوں اور تمہیں بازاروں سے فرصت نہیں۔

۷۔ ابو وقاد اللیثی کہتے ہیں کہ جب پیغمبرؐ پر وحی نازل ہوتی تھی تو ہم ان کے پاس جاتے تھے اور پیغمبرؐ وحی کی تعلیم فرماتے تھے۔ ایک دن میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے۔

"انا انزلنا المال لا قامة الصوٰة وايتاء الزكوٰة ولوان لا بن آدم ودايالاحب ان يكون اليه الثانى ولوكان اليه الثانى لاحب ان عكون اليهما الثالث ولا يملاء جوف ابن آدم الا التراب ويتوب الله علىٰ من تاب.

۸۔ ابوحرب بن ابوالاسود اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ: ابوموسیٰ اشعری نے اہل

بصرہ کے قاریوں کو بلایا تو ان کے پاس تین سو قاری آئے ابوموسیٰ نے کہا کہ آپ حضرات اہل بصرہ کے برگزیدہ افراد اور قاری ہیں آپ لوگ قرآن کی تلاوت فرمائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ زمانہ گزر جانے کے بعد آپ لوگوں کے دل بھی آپ سے پہلے والوں کی طرح سخت ہو جائیں۔ ہم لوگ عہد پیغمبرؐ میں ایک سورہ پڑھا کرتے تھے جو طول و شدت میں سورہ برات کی طرح تھا لیکن ہم اس کو بھول گئے البتہ "**لو کان لا بن آدم وادیان من مال لا بتغیٰ وادیا ثالثا و لا یملا جوف ابن آدم الا الترب**" یاد رہ گیا ہے۔

ہم لوگ ایک اور مسودہ بھی پڑھا کرتے تھے جو مسبحات (وہ سورہ جن کے شروع میں سبح یا یسبح آیا ہے جیسے جمعہ، سورہ حشر) کی طرح تھا میں اس کو بھی فراموش کر گیا صرف یہ آیت یاد رہ گئی ہے "**یا ایھا الذین امنو الم تقولون مالا تفعلون فتکتن شھادۃ فی اعناقکم فتسائلون یوم القیامۃ**"

حزیفہ نے کہا کہ اب تم سورہ برأت کا چوتھائی بھی نہیں پڑھتے۔

۱۰۔ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب آیہ "**وانذر عشیرتک الا قربین ورھطک منھم المخلصین**" نازل ہوئی۔

۱۱۔حضرت عمر ابن خطاب نے ابی ابن کعب سے کہا کہ کیا ہم کتاب خدا میں "ان ابتفاء کم من آبائکم کفر بکم" نہیں پڑھتے تھے تو ابی نے کہا کہ ہاں (پڑھتے تو تھے) پھر حضرت عمر نے پوچھا کہ "**الولد للفراش وللعاھر الحجر**" کا فقرہ کیا کتاب خدا میں نہیں تھا۔

۱۲۔ثوری کہتے ہیں کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ مسلیمہ کے دن وہ اصحاب نبی قتل کر دیئے گئے جو قاری قرآن تھے اس کی بنا پر قرآن کے حروف ضائع ہو گئے۔

۱۳۔حسن کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے چاہا تھا کہ قرآن میں یہ لکھ دیا جائے:

"ان رسول الله ضرب فی الخمر ثمانین."

۱۴۔طبرانی نے سند موثق کے ساتھ حضرت عمر ابن خطاب سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ قرآن میں دس لاکھ ستائیس حروف تھے' درآ حالانکہ اب جو قرآن ہے وہ اس کے ایک تہائی سے زیادہ نہیں ہے۔

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں اس طرح کی روایتوں کی موجودگی بھی اسی طرح کی سازش کا حصہ ہے جس طرح کی سازش شیعوں پر تحریف قرآن کا الزام لگا کر کی گئی تھی۔ان حقائق کے سامنے آجانے کے بعد ہمیں امید ہے کہ اب مزید کچھ حوالوں کا مطالعہ فرمایئے۔تحریف قرآن کے عقیدہ کو صرف شیعوں کی طرف منسوب کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔

۱۵۔حضرت عمر نے کہا کہ تم سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے پورا قرآن حاصل کر لیا ہے۔تمہیں کیا معلوم کہ پورا قرآن کیا ہے اس لئے کہ قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا ہے۔ہاں یہ کہہ سکتے ہو کہ میں نے اس کا ظاہر حاصل کر لیا ہے۔

۱۶۔عائشہ کہتی ہیں کہ قرآن میں یہ بھی تھا "عشر رضعات معلومات یحرمن"

۱۷۔مالک نے کہا کہ جب سورۂ برائت کے ابتدائی حصے ساقط ہوئے تو انہیں کے ساتھ آیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی ساقط ہو گئی۔اس لئے کہ یہ تو ثابت ہے کہ سورۂ بقرہ کے برابر تھا۔

۱۸۔ابن مسعود نے کہا کہ ہم عہد رسولؐ میں آیہ بلغ کو یوں پڑھا کرتے تھے۔

"یاایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولیٰ المومنین

وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس."

۱۹۔ عائشہ کہتی ہیں کہ آیہ رجم اور آیہ "رضاع کبیر" نازل ہوئی تھی۔ میرے تکیہ کے نیچے ایک کاغذ میں لکھی ہوئی رکھی تھی۔ پیغمبر کی وفات کے بعد جب ہم لوگ اس مصیبت میں مبتلا ہوئے تو ایک بکری آئی اور اس کو چبا گئی۔

۲۰۔ ابوسفیان کلاعی نے بیان کیا کہ مسلمہ ابن مخلد انصاری نے ایک دن ان لوگوں سے کہا کہ مجھے قرآن کی ان دو آیتوں کے بارے میں بتاؤ جو قرآن میں درج نہیں ہیں لیکن لوگ نہ بتا سکے۔ وہاں ابوالکنود سعد بن مالک بھی موجود تھے۔ تو ابن مسلمہ نے کہا وہ آیتیں یہ ہیں:

"ان الذین آمنو اوھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم 'الا ابشروا انتم المفلحون والذین آووھم ونصروھم وجادلوا عنھم القوم الذین غضب اللہ علیھم اولئک لا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاءً بما کانوا یعلمون."

۲۱۔ مسور ابن مخرمہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ جو آیتیں نازل کی گئی تھیں کیا ان میں تم اس آیہ "**ان جاھدوا کما جاھد تم**" کو داخل سمجھتے ہو کیوں کہ اب ہم اس آیت کو (قرآن) میں نہیں پاتے عبدالرحمٰن نے کہا کہ جو چیزیں قرآن ساقط کردی گئیں ان کے ساتھ یہ آیت بھی ساقط کر دی گئی۔

۲۲۔ ابی ابن کعب سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے مصحف میں سورہ حفد اور سورہ خلع بھی درج کیا تھا۔ (اس کی آیتیں یہ ہیں:

"اللھم انا نستعینک ونستغفرک ونثنی علیک ولا نکفرک ونخلع ونترک من یفجرک اللھم ایاک نعبد ولک نصلی و نسجدو الیک

نسعی و نحفذ نرجو رحمتک و نخشی عذابک ان عذابک بالکفرین ملحق ولک والیک نسعی و نحفد نرجو رحمتک و نخشی عذانک ان عذانک نالکافرین ملحق."

تحریف کے سلسلہ میں مذکورہ روایات کا جواب

الف : تمام مسلمانوں کے نزدیک قرآن کا تواتر ثابت ہے اور کسی ایک کا بھی عقیدہ نہیں ہے کہ کل قرآن یا بعض قرآن احاد سے ثابت ہے اس بنا پر ہم ان تمام روایتوں کو ٹھکرا دیں گے جن کے رو سے کل قرآن یا بعض کا ثبوت عدم تواتر سے ملتا ہے اسی طرح ہم ان روایتوں پر بھی اعتناء نہیں کریں گے جو بعض آیتوں کے تلاوت کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ایسی کل روایتیں احاد ہیں اور قرآن کا اثبات نہیں کرسکتیں اور نہ اس تواتر قرآن کے مقابلہ میں ٹھہر سکتی ہیں جو تمام مسلمانوں کے نزدیک ثابت ہے لہٰذا ایسی روایتوں کو باطل قرار دینا ضروری ہے' چاہے ان کی سند کا صحیح ہونا بھی فرض کرلیا جائے اس لئے کہ ایسی روایتیں قرآن کے مخالف ہیں جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کرچکے ہیں اور تمام مسلمانوں کا تواتر قرآن پر اعتقاد بھی ہے۔

ب :اب رہ گئی اختلاف قرأت کی بات جو بعض آیتوں میں اصحاب سے نقل ہوئی ہے تو ہم اس سلسلہ میں آئندہ بحث کریں گے لیکن یہاں مختصراً یہ عرض ہے کہ یہ قرأتیں ان قرأتوں میں سے ہیں جو عہد پیغمبرؐ کے بعد ان اصحاب کے درمیان سنی گئی ہیں جو الگ الگ قبیلوں کے تھے اور انہوں نے پیغمبرؐ سے مکمل طور پر سنا بھی نہیں تھا جس طرح بعض اصحاب آیتوں یا ان کی قرأت کو بھول گئے تھے اور انہوں نے اس کو اسی طرح سمجھا جس طرح دیکھا

تھا۔جیسا کہ بہت سی گزشتہ روایتوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے بلکہ یہ سب مختلف شہروں میں چلے گئے اور انہوں نے قرآن کو ایک دوسرے سے مختلف انداز میں پڑھا اسی بنا پر جب حذیفہ نے آذربائیجان میں قرأت کا یہ منظر دیکھا تو اہل شام اور اہل عراق کے اختلاف کے خوف سے عثمان کے پاس آئے اور ان کے سامنے یہ قضیہ پیش کیا اس کے بعد عثمان نے لوگوں کو ایک قرات پر جمع کرنے کی کوشش کی تا کہ قرآن تحریف اور کمی سے محفوظ رہ جائے اور اس سلسلہ میں امام علی نے بھی ان کی تائید کی اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو قرائتیں قراء اور مفسرین وغیرہ نے نقل کی ہیں ان میں سے سب صحیح نہیں ہیں بلکہ ہماری نظر میں وہ قرائتیں صحیح ہیں جو واقعاً تواتر سے ثابت ہیں اسی کے ساتھ ساتھ یہ قول بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ان قرائتوں میں فقط ایک ہی قرات صحیح ہے لیکن چونکہ متعدد متواتر قرائتوں میں اس ایک قرأت کا تعین ممکن نہیں ہے اس لئے ہم اس قرأت کو صحیح سمجھتے ہیں جو قطعی طور پر تواتر سے ثابت ہو چاہے وہ ایک دو ہو یا زیادہ۔

ج: اب رہا ابن مسعود کا معوذتین کے جزو قرآن ہونے سے انکار تو اس سلسلہ میں اول تو ہم ابن مسعود کی یہ بات قبول ہی نہیں کرتے اس لئے کہ قرآن اور ان دونوں سوروں کا وجود تمام مسلمانوں کے نزدیک تواتر سے ثابت ہے یا پھر اس کے علاوہ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ابن مسعود کی طرف منسوب انکار کی نفی کی ہے جیسا کہ فخر الدین رازی کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے اور نووی بھی فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سورہ فاتحہ اور معوذتین قرآن کا جزو ہیں اور جو بات ابن مسعود کے بارے میں نقل کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔جیسا کہ ابن حزم نے بھی ابن مسعود کی طرف اس نسبت سے انکار کیا ہے اور یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ عاصم نے ابن مسعود سے قرأت لی ہے درآں حالیکہ

عاصم کے مصحف میں معوذتین اور سورہ فاتحہ موجود ہے۔

اس سلسلہ میں صاحب المناہل رقم طراز ہیں کہ ابن مسعود کے انکار سے ہم کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اس لئے کہ ان دونوں سوروں کے جزو قرآن ہونے پر تواتر موجود ہے۔

لیکن قطلانی نے جب یہ دیکھا کہ ابن مسعود کی طرف منسوب اس قول کی تکذیب سے ان راویوں کی تکذیب ہوتی ہے جنھوں نے اس بات کو نقل کیا ہے تو انہوں نے اس کی دوسری توجیہ پیش کی آپ فرماتے ہیں کہ "ان ابن مسعود لم ینکرا قرآنیتھمابل انکر ثناتھما فی مصحفه" ابن مسعود نے ان دونوں سورتوں کے قرآن ہونے سے انکار نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے اپنے مصحف میں درج کرنے سے انکار کیا ہے۔

لیکن ہم قطلانی سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ کو اس قسم کی توجیہ کی ضرورت ہی کیوں پڑی جب ابن مسعود کو اس کے قرآن ہونے سے انکار نہیں ہے تو پھر انہوں نے اپنے مصحف میں اس کو جگہ کیوں نہیں دی؟

لیکن قطلانی نے ابن مسعود کی طرف اس بات کی نسبت دینے والے راویوں کی تکذیب کی ہے آپ فرماتے ہیں جو شخص اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ ابن مسعود نے ان کے جزو قرآن ہونے سے انکار کیا ہے وہ جاہل ہے اور تحصیل قرآن سے بہت دور ہے اس لئے کہ ان دونوں سورتوں کے نقل کا ذریعہ بھی وہی ہے جو قرآن کے نقل کا ذریعہ ہے۔

اس سلسلہ میں قرطبی فرماتے ہیں:

یزید ابن ہارون نے کہا کہ "معوذتین" منزلت کے اعتبار سے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کے برابر ہیں اور جو سمجھتا ہے کہ یہ قرآن کا جزو نہیں ہے وہ کافر ہے اس کے بعد ان سے پوچھا گیا کہ پھر عبداللہ ابن مسعود کے قول کے بارے میں کیا خیال ہے تو انہوں نے

فرمایا کہ عبد اللہ ابن مسعود مر گئے مگر انہوں نے پورا قرآن حفظ نہیں کیا اس بات میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

لیکن یہ توجیہ ہی کمزور توجیہ اس لئے کہ ابن مسعود وہ تھے جن سے قرأت قرآن کے سلسہ میں رجوع کرنے کے لئے پیغمبرؐ نے لوگوں کو حکم دیا تھا لہٰذا قرطبی کی توجیہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

ابی ابن کعب سے منسوب ہے کہ ان کے مصحف میں ''سورۂ خلع'' اور ''سورۃ الحفد'' کا اضافہ تھا اس سلسلہ میں قاضی فرماتے ہیں۔

عبد اللہ یا ابی ابن کعب یا زید یا عثمان یا علی اور اولاد علی کی طرف یہ منسوب کرنا کہ انہوں نے قرآن کی آیت کو حذف کر دیا یا اس سے انکار کر دیا یا قرآن میں کوئی تبدیلی کر دی یا جو قرأت رائج تھی اس کے خلاف قرآن کی تلاوت کرنا درست نہیں ہے۔ اب رہی قنوت کی بات جو ابی بن کعب سے مروی ہے جس کو انہوں نے اپنے مصحف میں درج کیا تھا تو اس کا قرآن ہونا کہیں سے ثابت نہیں ہے بلکہ وہ ایک طرح کی دعا تھی اور ان سے دعا ہی کے درج ہونے کی روایت کی گئی ہے ان کے مصحف میں وہ چیزیں درج تھیں جو قرآن نہیں ہیں جیسے دعا اور تاویل۔

آیہ رجم کے سلسلہ میں حضرت عمر کی طرف منسوب بات بھی قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ آیہ رجم فقط حضرت عمر سے مخصوص ہے جس کا تذکرہ مسلمانوں میں سے کسی نے بھی نہیں کیا ہے اور آیہ رجم کو بحیثیت آیت تسلیم کرنا ممکن بھی نہیں ہے اس کے علاوہ آپ یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ آیہ رجم میں لفظ "البتہ" بھی ہے جو کلام بلیغ میں نہیں استعمال ہوتا۔

باقلانی کہتے ہیں۔

ابی ابن کعب سے قنوت والی روایت اوران کا اپنے مصحف میں درج کرنا' تو اس کے قرآن ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک قسم کی دعا تھی!!!! اگر جزو قرآن ہوتا تو قرآن ہی کی طرح ہم تک نقل ہو کر آتا اور اس کی صحت کا ہم کو علم حاصل ہوتا۔

بہرحال یہ چند روایتیں جو علماء اہل سنت کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں اور تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں یا تو صحابہ کرام کے خلط ملط کر دینے کی بناء پر ہیں یا ان کے سہو کی بناء پر ہیں یا پھر ان سے اجتہاد کی غلطی ہوئی ہے اب رہی یہ بات کہ راویوں نے نقل روایت میں کہیں کچھ ملا نہ دیا ہو تو یہ ان پر الزام اور افتراء ہے بہرحال تمام مسلمانوں کے نزدیک قرآن کے تواتر سے ثابت ہونے کے بعد ایسی روایتوں کو ترک کر دینا ضروری ہے' چاہے یہ روایتیں بخاری مسلم اور دوسری صحاح وسنن کی کتابوں میں ہی کیوں نہ پائی جاتی ہوں۔

قصہ بسم اللہ کی تحریف کا

بعض افراد نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے جزو قرآن نہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر چہ اس مقام پر علماء نے تحریف کی صراحت نہیں کی ہے لیکن اس سے بھی تحریف کا پتہ چلتا ہے۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ قراء فقہاء مدینہ وبصرہ کا کہنا ہے کہ بسم اللہ نہ تو فاتحۃ الکتاب کی آیت ہے اور نہ کسی دوسرے سورہ کی۔ نیز یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ پہلے بسم اللہ نازل ہوئی پھر کچھ دنوں کے بعد اس سے الرحمٰن کو ملحق کیا گیا اور پھر اس کے بعد پوری آیت نازل ہوئی۔ اس کا مطلب یہ نکلا کہ بسم اللہ اس سورہ فاتحہ کا جزو نہیں ہے جس کو پیغمبر ابتدائے بعثت سے پڑھتے تھے۔

باقلانی نے متعدد صفحات میں یہ بحث کی ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی آیت نہیں ہے اور نہ کسی دوسرے سورہ کی ابتدائی آیت ہے یہ بس سورہ نمل کا جزو ہے۔ حذف بسم اللہ کے قول

سے تحریف قرآن کا پتہ چلتا ہے جو لوگ بسم اللہ کو جزو قرآن نہیں سمجھتے امام رازی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اگر بسم اللہ جزو قرآن نہیں ہے تو پھر قرآن تبدیلی سے محفوظ نہیں رہا اگر قرآن زیادتی سے محفوظ ہے اور اس کے بعد یہ گمان کرنا جائز ہے کہ صحابہ نے بسم اللہ کو بڑھا دیا ہے تو یہ گمان کرنا بھی درست ہوگا کہ انہوں نے کچھ کمی بھی کی ہوگی اور اس بات کو تسلیم کر لینے کے بعد قرآن کی حجیت باقی رہ جائے گی۔ (تفسیر کبیر جلد ۱۹، ص ۱۶۰)

جو لوگ سمجھتے ہیں کہ شیعہ، تحریف قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان کا جواب دیتے ہوئے سید ابن طاؤس فرماتے ہیں۔

ہم نے آپ کی تفسیروں میں یہ دعویٰ بھی دیکھا ہے کہ بسم اللہ جزو قرآن نہیں ہے اس کو عثمان نے قرآن میں درج کر دیا ہے یہی تو تمہارے سلف کا بھی خیال ہے وہ لوگ بھی بسم اللہ کو آیت قرآن نہیں سمجھتے جبکہ قرآن کی یہ ۱۱۳ آیتیں ہیں جن کو آپ حضرات زائد تصور کرتے ہیں اے ابو علی کیا تمہارا یہ اعتراف اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ تم نے قرآن میں ایسی چیز کا اضافہ کر دیا جو قرآن نہیں ہے۔ (سعد السعود، ص ۱۴۵)

حروف مقطعات سورتوں کے نام ہیں

جیسا کہ متعدد علماء اہل سنت نے لکھا ہے کہ حروف مقطعات سورتوں کے نام ہیں۔ یہ بات بھی تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہے سید ابن طاؤس اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں ہم نے تمہاری تفسیر میں دیکھا ہے کہ تم ان حروف مقطعات کو جو سورتوں کی ابتداء میں ہیں سورتوں کے نام قرار دیتے ہو اور میں نے اس قرآن کو بھی دیکھا ہے جس کے بارے میں تم لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان نے لوگوں کو اس پر مجتمع کیا ہے اس قرآن میں

بہت سے سورے ایسے ہیں جن کے شروع میں حروف مقطعات ہیں لیکن ان کا حروف مقطعات پر نام نہیں رکھا گیا ہے۔ (سعد السعود، ص ۱۴۵)

عبدالرحمٰن ابن اسلم سے منقول ہے کہ حروف مقطعات سوروں کے نام ہیں (تفسیر ابن کثیر جلد ایک، ص ۳۶، المنار جلد ۱، ص ۱۲۲) ایک طرف تو علماء کی یہ تصریح کہ سورتوں کے نام صحابہ کی طرف سے رکھے گئے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حروف مقطعات سورتوں کے نام ہیں اگر یہ نام صحابہ نے رکھے ہیں تو صحابہ کی طرف سے رکھے گئے ناموں کے حروف مقطعات کی شکل میں قرآن میں موجود ہونا تحریف پر بہت واضح دلالت ہے۔

تلاوت کا منسوخ ہونا

جو احادیث سورتوں (برأت، احزاب وغیرہ) میں کمی پر دلالت کرتی ہیں جن کو ہم نے گزشتہ صفحات میں نقل کیا ہے ان کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ نقص نہیں ہے بلکہ اس کی تلاوت اللہ کی طرف سے منسوخ ہوگئی ہے اس کو نسخ تلاوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

لیکن ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے اس لئے کہ ''نسخ تلاوت'' کی بات تو بعد میں ان روایتوں کو درست کرنے کے لئے بنائی گئی ہے جو بعض سورتوں یا آیتوں کے حذف یا گم ہونے کی یا بکری کے چبائے جانے پر دلالت کرتی ہیں۔ نسخ تلاوت کی بات تو ان حدیثوں کی توجیہہ کے لئے گھڑی گئی ہے جو بعض لوگوں نے بغیر سوچے سمجھے بیان کی ہے اس لئے بہت سے علماء اہل سنت نسخ کی اس قسم (نسخ تلاوت) کا انکار کرتے ہیں۔

امام سرخسی فرماتے ہیں مسلمانوں کے نزدیک اس قسم کا نسخ (نسخ تلاوت) جائز نہیں ہے لیکن بعض ملحدین جو بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں مگر باطن میں اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں پیغمبر کی وفات کے بعد کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور اس کی دلیل

میں حضرت ابوبکر سے مروی روایت (جس میں موجود ہے کہ دور رسالت میں ہم لوگ "لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفربکم" پڑھا کرتے تھے۔یا انس کی روایت (جس میں بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا" موجود ہے)یا حضرت عمر کی روایت سے جو کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن میں زمانہ پیغمبرؐ میں آیت رجم پڑھی تھی اورابی کے قول سے استدلال کیا ہے جنہوں نے فرمایا کہ سورۂ احزاب سورۂ بقرہ کے برابر یا اس سے بھی بڑا تھا اس کے بعد سرخسی نے مزید فرمایا۔

شافعی اس قول کی مدافعت تو نہیں کرتے لیکن انہوں نے اسی سے ملتی جلتی دودھ پلانے والی روایت سے استدلال کیا ہے۔شافعی نے حضرت عائشہ کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے جس میں ملتا ہے کہ قرآن میں دس مرتبہ دودھ پلانے کا حکم تھا اور پھر یہ پانچ مرتبہ دودھ پلانے والے حکم کے ذریعہ منسوخ ہو گیا اور یہ آیت ان آیتوں میں سے ہے جو بعد وفات پیغمبرؐ پڑھی جاتی تھی۔

اس کے بعد سرخسی فرماتے ہیں۔

اس قول کے باطل ہونے کی دلیل قرآن کی آیت "انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون" ہے اس لئے کہ اس حفاظت سے مراد خدا کے پاس حفاظت نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس حفاظت مراد ہے اس لئے کہ خدا غفلت ونسیان سے بری ہے۔(اصول سرخسی جلد۲ ص ۷۰۔۷۸،منقول از التمہید جلد۲ ص ۲۸۱)

اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ اس شریعت مقدسہ کو منسوخ کرنے کے لئے بعد از پیغمبرؐ کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ بعض آیتوں کو منسوخ کرنے کے لئے ایسا ہوا ہے تو پھر تمام آیتوں کے لئے بھی ایسا ممکن ہے۔اس طرح تو پھر کوئی فریضہ جو لوگوں کے

درمیان ثابت ہو چکا ہے' باقی نہیں رہ جائے گا۔ اگر اس کو مان لیا جائے تو پھر اس سے زیادہ قبیح بات اور کیا ہوگی۔

ڈاکٹر صبحی صالح فرماتے ہیں۔

ا۔ حکم کا منسوخ ہونا تلاوت کا باقی رہنا

۲۔ تلاوت کا منسوخ ہونا حکم کا باقی رہنا

۳۔ تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا۔

لیکن دوسری اور تیسری قسم بنانے میں بڑی جرأت سے کام لیا گیا ہے۔ جس میں ان کے خیال سے آیہ معینہ کہ تلاوت منسوخ کر دی گئی' کہیں حکم کے ساتھ اور کہیں حکم تو باقی ہے مگر آیت منسوخ ہو گئی ہے۔ بہر حال ناظرین محترم اگر اس قسم پر غور فرمائیں تو بڑی آسانی سے اس قسم کی خطا کا پردہ فاش ہو جائے گا اس مسئلہ کو تین قسموں میں تقسیم کرنا' اس وقت درست ہوتا جب ہر قسم کے لئے بہت زیادہ شواہد یا کم سے کم کافی شواہد موجود ہوتے۔ حالانکہ نسخ پر یقین رکھنے والوں کے لئے ان تینوں قسموں میں سے ہر قسم کے لئے ایک دو سے زیادہ شواہد نہیں ہیں اور وہ تمام اخبار بھی اخبار احاد ہیں۔ اور اخبار احاد کے ذریعہ نہ تو نزول قرآن پر یقین کرنا جائز ہے اور نہ نسخ قرآن پر۔ اس مستحکم رائے کو ابن ظفر نے کتاب "الینبوع" (ابن ظفر' عبداللہ ابن ظفر متوفی ۵۶۸ھ ہیں ان کی کتاب "الینبوع" کے مختلف قلمی نسخے قاہرہ کی لائبریری میں موجود ہیں جس کا نمبر تفسیر ۳۱۰ ہے) میں اختیار کیا ہے۔ انہوں نے کسی بھی آیت کے منسوخ التلاوۃ ہونے سے انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ خبر واحد سے قرآن ثابت نہیں ہوسکتا۔ (مباحث فی علوم القرآن ص ۲۶۵۔۲۶۶)

پھر اس کے بعد شیخ صبحی نے منسوخ التلاوۃ آیتوں کی مثالیں پیش کی ہیں جیسے آیہ رجم یا

دس مرتبہ دودھ پلانے والی آیت وغیرہ۔

ہم شیخ صحی سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس صورت میں ان روایتوں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو صحاح اہل سنت اوران کی کتابوں میں درج ہیں اگر یہ روایات احاد ہیں جیسا کہ آپ نے ذکر فرمایا ہے اور یہی درست بھی ہے تو ان روایتوں کو باطل ٹھہرانا ضروری ہے جن کو بخاری اور مسلم وغیرہ نے پیش کیا ہے مثلاً یہ رجم اگر باطل ہے تو اس سلسلہ میں مقصر کون ہے؟

اسی طرح جو روایتیں ابوموسیٰ اشعری' ابن عمر اور ابی ابن کعب وغیرہ سے مروی ہیں وہ سب صحیح ہیں یا جھوٹی ہیں تو کیا صحاح وغیرہ سے نقل ہونے والی ایسی روایتوں کے ذریعہ تحریف کا قول نہیں ثابت ہوتا۔ اسی بناء پر آیت اللہ خوئی فرماتے ہیں۔

نسخ تلاوت کا قول بعینہ تحریف اور اسقاط کا قول ہے اس لئے کہ تلاوت یا تو پیغمبرؐ کی طرف سے منسوخ ہوئی ہوگی یا ان کے بعد جو زعماء حکومت ہوئے ان کی طرف سے۔ اگر نسخ تلاوت کے قائلین اس کو پیغمبرؐ کی طرف سے سمجھتے ہیں تو یہ محتاج دلیل ہے' علماء خبر واحد کے ذریعہ قرآن کے منسوخ ہونے کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ یہ بات اجماعی ہے اس کی تصریح ایک جماعت نے اصولی اور غیر اصولی کتابوں میں کی ہے (الموافقات۔ ابواسحاق شافعی' جلد ۳' ص ۱۰۶) بلکہ شافعی اور ان کے اکثر اصحاب نیز اکثر اہل ظاہر تو سنت متواترہ کے ذریعہ بھی کتاب کے منسوخ ہونے کو درست نہیں سمجھتے یہی احمد بن حنبل کا بھی خیال ہے ان سے مروی دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے۔ بلکہ کچھ لوگ جو کہتے ہیں کہ سنت متواترہ کے ذریعہ کتاب کا منسوخ ہونا ممکن ہے وہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا واقع نہیں ہوا ہے لہٰذا ایسی روایتوں کے ذریعے پیغمبر کی طرف نسخ تلاوت کی نسبت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ پیغمبرؐ کی طرف نسخ کی نسبت ان تمام روایتوں کے مخالف ہے جن میں یہ بیان کیا گیا کہ قرآن میں کاٹ چھانٹ بعداز پیغمبرؐ ہوئی ہے (جیسا کہ ہم نے سابق میں بیان بھی کیا ہے) اگر نسخ تلاوت کا قول اختیار کرنے والوں کا خیال یہ ہے کہ تلاوتیں بعداز پیغمبرؐ مسند قیادت پر آنے والے زعماء کے ذریعہ منسوخ ہوئی ہیں تو یہ بعینہ تحریف کا قول ہے اس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ تحریف کا قول اکثر علماء اہل سنت کا قول ہے اس لئے کہ وہ جواز نسخ تلاوت کے قائل ہیں چاہے حکم منسوخ ہوا ہو یا نہ منسوخ ہوا ہے۔ ھاں معتزل کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نسخ تلاوت جائز نہیں ہے۔

اس کے علاوہ جزیری نے اپنی کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد ۴ صفحہ ۲۵۷ پر اور استاد الیاس نے اپنی کتاب فتح المنان علی حسن العرض صفحہ ۲۱۶ صفحہ ۲۱۷ پر بھی نسخ تلاوت کی نفی کی ہے۔

جمع قرآن اور تحریف

مسلمانوں کی ہمیشہ یہ سیرت رہی ہے کہ انہوں نے قرآن کی کسی ایک آیت کے بارے میں بھی شک نہیں کیا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ پورا قرآن کسی کمی اور زیادتی کے بغیر منزل من اللہ ہے۔

اس کے باوجود اہل سنت نے صحاح وغیرہ میں جمع قرآن کے سلسلہ میں ایسی روایتیں لکھی ہیں جن سے آیات قرآنیہ کا عدم تواتر سمجھ میں آتا ہے بلکہ آیتیں روایات احاد سے ثابت ہوتی ہیں تو لیجئے ہم یہاں اس قسم کی روایتیں پیش کر رہے ہیں اس کے بعد ان روایتوں سے بحث کی جائے گی۔

زید ابن ثابت کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر نے مجھے بلایا جب کہ یمامہ والوں سے لڑائی ہو رہی تھی اور اس وقت حضرت عمر بن خطاب بھی ان کے پاس تھے حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ حضرت عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن کریم کے کتنے ہی قاری شہید ہو گئے ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ قاریوں کے مختلف مقامات پر شہید ہو جانے کے باعث قرآن مجید کا اکثر حصہ جاتا رہے گا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کے جمع کرنے کا حکم فرمائیں میں نے حضرت عمر سے کہا کہ میں وہ کام کس طرح کروں جو رسول اللہؐ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم پھر بھی یہ اچھا ہے پس حضرت عمر برابر اس بارے میں مجھ سے دریافت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں میرا سینہ کھول دیا اور میں بھی ان سے متفق ہو گیا۔ زید کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا تم نوجوان اور صاحب عقل و دانش ہو اور تمہاری قرآن فہمی پر کسی کو کلام بھی نہیں تم رسول اللہؐ کے حکم سے وحی بھی لکھا کرتے تھے پس سعی بلیغ کے ساتھ قرآن جمع کر دو پس خدا کی قسم اگر

مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا جاتا تو اسے اس سے بھاری نہ سمجھتا جو مجھے حکم دیا گیا کہ قرآن کریم کو جمع کروں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہؐ نے نہیں ہے انہوں نے فرمایا خدا کی قسم پھر بھی یہ بہتر ہے اس سلسلے میں برابر حضرت ابو بکر سے بحث کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ بھی اسی طرح کھول دیا جس طرح حضرت عمر اور حضرت ابو بکر کا کھول دیا تھا میں نے قرآن کریم کو کھجور کے پتوں، پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے تلاش کر کے جمع کیا یہاں تک کہ سورۂ توبہ کی یہ آخری آیت ابوخزیمہ انصاری کے پاس ملی اور کسی سے دستیاب نہ ہوئی (لقد جاء کم رسول) پس یہ جمع کیا ہوا نسخہ حضرت ابو بکر کے پاس رہا جب ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر کے پاس اور پھر حفصہ بنت عمر کی تحویل میں رہا۔

ابن ابی داؤد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں سوال کیا تو کہا گیا کہ وہ فلاں کے پاس تھی جو یمامہ میں قتل کر دیے گئے تو حضرت عمر نے انا للہ کہا اور قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیا وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قرآن کو مصحف میں جمع کیا۔ (اتقان ج ۱، ص ۵۸)

ابن بریدہ کا بیان ہے کہ سب سے پہلے قرآن کو جمع کرنے والے سالم غلام حذیفہ تھے۔ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک قرآن نہیں جمع کر لیں گے دوش پر ردا نہیں ڈالیں گے پھر جب قرآن جمع ہو گیا تو آپس میں مشورہ کیا کہ اس کا نام رکھا جائے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس کا نام السفر رکھا جائے تو سالم نے کہا نہیں یہ تو یہود کا رکھا ہوا نام ہے جس کی وجہ سے سب نے اس نام کو نامناسب سمجھا۔ سالم نے کہا کہ میں نے ایسی چیز حبشہ میں دیکھی ہے جس کو مصحف کہتے ہیں اس نام پر سب کا اتفاق ہو گیا اور سب لوگوں نے مل کر اس

کانام المصحف رکھا۔ (الاتقان ج ۱ ص ۵۸)

زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے مصحف کو لکھا تو اس میں ایک آیت نہیں تھی جسے ہم پیغمبرؐ سے سنتے تھے وہ آیت "من المومنین رجال صدقوا" خزیمہ کے پاس ملی۔ حضرت عمرؓ کتاب خدا کی کسی آیت کو اس وقت تک قبول نہیں کرتے تھے جب تک اس پر دو گواہیاں نہ گزر جائیں انصار میں سے ایک شخص دو آیتیں لے آیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس پر میں تمہارے علاوہ اور کوئی گواہ طلب نہیں کروں گا۔ (تہذیب تاریخ دمشق' ج ۵' ص ۱۳۶۔ البخاری کتاب التفسیر' البرہان' ج ۱' ص ۲۳۴)

انس ابن مالک کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو قرآن لکھ رہے تھے جب کبھی کسی آیت میں اختلاف ہوتا تھا تو ہم اس شخص کو یاد کرتے تھے جس نے پیغمبرؐ سے سیکھا تھا اور جب ایسا شخص حاضر نہیں ہوتا تھا یا کسی دیہات میں ہوتا تھا تو لوگ قبل و بعد کی آیت لکھ لیتے تھے اور اس آیت کی جگہ چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ وہ شخص آجائے یا اس کے پاس کسی کو بھیجا جائے۔ (تفسیر طبری' ج ۱' ص ۲۱)

ابی ابن کعب نے بیان کیا کہ لوگوں نے قرآن کو حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں جمع کیا لوگ لکھتے جاتے تھے اور ابی املا کراتے جاتے تھے جب لوگ سورہ برأت کی آیت "ثم انصرفوا صرف الله" پر پہنچے تو انہوں نے سمجھا کہ یہ قرآن کی آخری آیت ہے تو ابی نے کہا نہیں اس کے بعد ہم نے دو آیتیں اور پڑھی ہیں لقد جائکم رسول ..

ابو داؤد ابن زبیر سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ اور زید سے کہا کہ آپ لوگ مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جائیں اور جو کتاب خدا کی کسی آیت پر دو گواہی پیش کرے اسے لکھ لیں۔ (ارشاد الساری' جلد ۷' ص ۴۴۷)

ابن سیرین کا کہنا ہے کہ ابوبکر و حضرت عمر دونوں کا انتقال ہو گیا مگر قرآن جمع نہیں ہوا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳، ص ۹۰، طبقات کبریٰ ج ۳، ص ۲۱۱)

ابن سعد سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر نے قرآن جمع کیا۔ (طبقات کبریٰ، ج ۳، ص ۲۸۱)

اس طرح کی بہت سے روایتیں صحاح اور غیر صحاح میں موجود ہیں جن کے قبول کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے عدم تواتر کو مان لیا جائے یا قرآن کا اخبار احاد سے ثابت ہونا تسلیم کر لیا جائے جیسے خزینہ کا قول، یا دو گواہوں کے ذریعہ قرآن حاصل ہونے والا قول ابی ابن کعب کی روایت، یا ایک ایسے آدمی کا قول جو بادیہ نشین تھا جس کے پاس آدمی بھیجا جاتا تھا تب وہ پڑھ کر سناتا تھا۔ یا وہ روایت جس میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کی فلاں آیت ایک شخص کے پاس تھی جو جنگ یمامہ میں قتل کر دیا گیا ... اگر صحاح کی روایتوں کو اسی طرح قبول کر لیا جائے تو اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن سے چشم پوشی ممکن نہیں۔

زرکشی اس نکتہ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے ان کی توجیہ بھی بیان کی ہے مگر ان توجیہات کا قبول کرنا ممکن نہیں ہے وہ خزیمہ سے زید کے دو آیتیں لینے کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اس سے قرآن کا اثبات خبر واحد سے نہیں ہوتا اس لئے کہ زید اور دوسرے صحابہ نے پیغمبر کی دی ہوئی تعلیم کی بناء پر ان آیتوں کا علم حاصل کیا تھا اور یہ جانتا تھا کہ سورۂ احزاب میں وہ آیتیں کس جگہ کی ہیں اور پھر اس کو بھول گئے پھر جب سن لیا تو یاد آ گئیں۔ زید کا لوگوں سے پوچھ گچھ کرنا علم حاصل کرنا نہ تھا بلکہ ان سے ایک طرح کی تقویت حاصل کر رہے تھے۔ (البرہان، ج ۱، ص ۲۳۶)

لیکن اس طرح کی توجیہہ پر کوئی دلیل نہیں ہے اگر ایسی توجیہہ کو قبول کرلیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا فقط زید اور خزیمہ کے علم سے تواتر ثابت ہو جائے گا اور کیا تمام صحابہ اس آیت کو فراموش کر گئے تھے؟ اسی صورت میں ماننا پڑے گا کہ بعض آیات کو شاید تمام صحابہ بھول گئے تھے یہاں تک کہ خزیمہ بھی!!! اور کوئی بھی نہ تھا جو یاد دہانی کراتا اور ان کو مدد پہنچاتا۔

مذکورہ بالا توجیہہ سے زیادہ گھٹیا توجیہہ تو وہ توجیہہ ہے جو زرکشی نے زید کا قول وجدت آخر سورۃ براۃ مع "خزیمة بن ثابت ولم اجدها مع غیرہ" (سورۂ برأت کا آخری حصہ صرف خزیمہ کے پاس ملا اور کسی کے پاس نہیں ملا) نقل کرنے کے بعد کی ہے۔ زرکشی فرماتے ہیں زید کی اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو زید کے طبقہ میں تھے اور جنہوں نے قرآن نہیں جمع کیا تھا (البرہان ج ۱ ص ۲۳۶) لیکن اس توجیہ کی کوئی سند نہیں ہے۔

خزیمہ کے قصہ کی تصحیح کرتے ہوئے کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ صحابہ نے ان آیات کو صرف خزیمہ ہی کے پاس لکھا ہوا پایا تھا برخلاف دوسری آیتوں کے (مناہل العرفان، ج ۱ ص ۲۶۶) لیکن یہ بات قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ لکھے ہوئے ہونے کی قید کسی روایت میں نہیں ملتی اور بغیر دلیل کے اس کو قبول کرنا ممکن نہیں ہے۔

لہٰذا ہم حسب ذیل وجوہات کی بناء پر جمع قرآن کے سلسلے میں ان تمام روایات کو رد کرتے ہیں۔

(الف) اس قسم کی روایتوں میں بہت زیادہ تناقض پایا جاتا ہے جن کا جمع کرنا ممکن نہیں۔ روایتوں سے یہ نہیں پتہ چلتا کہ قرآن جمع کرنے والے حضرت ابوبکرؓ تھے یا حضرت عمرؓ، حذیفہ تھے یا ان کے علاوہ کوئی اور تھا جیسا کہ ابن سیرین وغیرہ نے کہا ہے۔

(ب) جمع قرآن کا سبب جنگ یمامہ میں قراء کا قتل ہو جانا بتایا جاتا ہے لیکن اس قول کو

قبول کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ سارے حفاظ اور کاتبان وحی مدینہ ہی میں موجود تھے جیسے علی ابن ابی طالبؑ، ابی بن کعب جن کے بارے میں پیغمبرؐ نے کہا تھا "اقرئوھم ابی بن کعب" (مستدرک الصحیحین ج ۳، ص ۵۳، طبقات کبریٰ ج ۲، ص ۳۴۰، اخبار اصفہان، ج ۲، ص ۱۳) اسی طرح عبداللہ ابن مسعود جن کے بارے میں پیغمبرؐ نے فرمایا تھا "اقرووا القراء ابن ام عبد المصف لابن ابی سبتہ، ج ۱۰، ص ۵۲۱) مدینہ میں اس طرح کے افراد کی موجودگی کے باوجود قرآن کے ضائع ہوجانے کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر وحضرت عمر کا خوف قابل تصور نہیں ہے۔

(ج) ہم پہلے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن عہد پیغمبرؐ میں جمع ہو چکا تھا اور خلفاء کے زمانہ میں جمع قرآن کا قصہ کذب محض ہے یہ پیغمبر کی قدح ہے کہ آپ نے قرآن جمع کرنے کا اہتمام نہیں فرمایا تھا، حالانکہ مسلمانوں کی آئندہ نسل کے لئے جمع وحفظ قرآن سے زیادہ کوئی بھی مسئلہ اہم نہیں تھا، جب پیغمبرؐ کے عہد میں قرآن جمع ہونا ثابت ہے تو اس قسم کی روایتوں کو قبول کرنا ممکن نہیں۔

(د) تمام مسلمانوں کے نزدیک پورے قرآن کا کمی اور زیادتی سے پاک اور تواتر سے ثابت ہونا جب مسلم ہے تو اس قسم کی روایتوں کو ٹھکرا دینا واجب ہے جن کے ذریعے قرآن احاد سے ثابت ہوا۔

حضرت علیؑ اور قرآن کی جمع آوری

تاریخ کائنات میں کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں جس کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔" نہ حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی کے بارے میں یہ فرمایا کہ "قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں" اور نہ اہلبیت کے علاوہ کسی کو قرآن کے ساتھ چھوڑا ہے۔ حدیث ثقلین شاہد ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک قرآن اور دوسرے میرے اہلبیت"۔ شاید کوئی مسلمان ایسا نہ ہو گا جو حضرت علی علیہ السلام کو رسول خداؐ کے اہلبیت میں یا ان کی عترت سے الگ سمجھتا ہو۔ اور نہ کسی کے بارے میں سوائے قرآن و اہلبیتؑ کے یہ فرمایا ہو کہ یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہ تمام حدیثیں اہلسنت کے بزرگ علماء و محدثین کی روایت کردہ ہیں۔

جناب ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ فرما رہے تھے پوچھو خدا کی قسم ہے کہ تم مجھ سے کوئی بات نہیں پوچھو گے کہ میں تمہیں اس سے خبر نہ دوں گا۔ مجھ سے کتاب خدا کے متعلق پوچھو۔ خدا کی قسم ہے کوئی آیت ایسی نہیں کہ میں اس کو نہ جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی ہے یا دن میں یا ہموار زمین میں یا پہاڑ پر۔ اس روایت کو ۱۳ راویان کرام نے بیان فرمایا ہے۔

امام رازی، تفتازانی اور سلیمان قندوزی کے علاوہ متعدد راویان کرام نے یہ حدیث بیان کی ہے حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں اگر میرے لئے مسند بچھائی جائے اور میں اس پر بیٹھوں تو اہل تورات کے لئے تورات سے، اہل انجیل کے لئے انجیل سے، اہل زبور کے

لئے زبور سے اور اہل قرآن کے لئے قرآن سے حکم (فیصلہ) کروں۔

ان احادیث کے پیش کرنے کا مطلب و مقصد صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ حضرت علی علیہ السلام قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے اور عبداللہ ابن عباس جیسے شاگردوں کے استاد تھے۔ آپ نے جس قرآن کے جمع آوری فرمائی تھی وہ آیات اور سورتوں کے لحاظ سے موجودہ قرآن کے مطابق تھا اس میں فرق یہ تھا کہ وہ تنزیل کے مطابق تھا اس میں متن قرآن کے ساتھ ساتھ تفسیری نوٹ بھی تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کے اس قرآن کو جو آپ نے جمع کیا تھا ''مصحف علیؑ'' کا نام دیا گیا ہے اور یہ پروپیگنڈہ بھی کیا گیا کہ یہ کوئی دوسرا قرآن ہے ذیل میں ہم حجتہ الاسلام رسول جعفریان کے اس ضمن میں دلائل آپ کے لئے ہدیہ کرر ہے ہیں۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں کتاب تحریف قرآن تالیف حجتہ الاسلام، شیخ رسول جعفریان)

مصحف علیؑ

علیؑ اور جمع قرآن

تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں یہ ملتا ہے کہ حضرت علیؑ نے پورا قرآن حفظ اور جمع کرلیا تھا اور یہ بھی موجود ہے کہ کاتبین وحی میں آپ کا مقام سب سے بلند تھا۔

ابن ابی الحدید کا بیان ہے۔

سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ عہد پیغمبر میں قرآن حفظ کرتے تھے اور آپ کے علاوہ کوئی بھی قرآن حفظ نہیں کرتا تھا۔ آپ وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا۔

سلیم ابن قیس سے مروی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام بعد از وفات پیغمبر گھر میں رہے اور جمع و تالیف قرآن کرتے رہے جب تک قرآن جمع نہیں کرلیا گھر سے باہر نہیں نکلے۔

کلبی سے روایت ہے۔

پیغمبر کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے گھر میں بیٹھ کر قرآن جمع کیا۔

میں ان کے ساتھ یوں رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے۔ آپ ہر روز میرے لئے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال کوہ حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ام المومنین خدیجہؓ کے گھر اور میرے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا البتہ میں ان میں تیسرا تھا میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی

ایک چیخ سنی، جس پر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ یہ آوازی کیسی ہے تو آپ نے فرمایا شیطان ہے جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو چکا ہے (اے علیؑ جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔

سلیمان اعمش سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا

ما نزلت الایة الاو انا علمت فیما انزلت و این نزلت و علی من نزلت ان ربی و ھب لی قلباً عقولاً و لساناص طلقاً

''کوئی آیت نہیں نازل ہوئی مگر میں اس کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں کہاں اور کس پر نازل ہوئی۔ اللہ نے ہم کو سمجھنے والا دل اور بولنے والی زبان عطا کی ہے''۔

آپ نے فرمایا۔

سلونی عن کتاب اللہ فانه لیس من آیة الا و قد عرفت بلیل نزلت ام بنھار فی سھلٍ ام جبل

''کتاب خدا کے بارے میں مجھ سے پوچھ کیونکہ کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں، ہموار زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر''۔

سلیم ابن قیس سے بھی اس طرح کی حدیث مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔

ما نزلت علی رسول اللہ آیة من القرآن الااقراینھا و املاھا علی

فکتبتھا بخطی و علمنی تاویلھا و تفسیرھا و ناسخھا و منسوخھا و محکمھا و متشابھا و دعا اللہ عزوجل ان یعلمنی و فھمھا و حفظھا فما نسیت آیة من کتاب اللہ عزوجل و لا علما املاہ علی فکتبتہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو انہوں نے مجھ کو نہ پڑھائی ہو اور املا نہ کرائی ہو اور میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے لکھ نہ لیا ہو' پیغمبر نے مجھ کو اس آیت کی تاویل' تفسیر' ناسخ' منسوخ' محکم' متشابہ بتایا اور ہمارے لئے فہم و حفظ کے لئے خدا سے دعا کی' کتاب خدا کی کسی آیت کو میں نہیں بھولا اور نہ اس علم کو فراموش کیا جس کو آپ نے املا کرایا تھا اور میں نے لکھ لیا تھا''۔

چونکہ حضرت علیؑ تمام آیات کے عالم اور ان کی شان نزول سے واقف تھے۔ لہٰذا آپ نے گزشتہ روایت کے مطابق اپنے مصحف میں اس طرح قرآن لکھا جس طرح نازل ہوا تھا اور جس طرح پیغمبرؐ نے حکم دیا تھا۔ اس مصحف میں آپ نے رسول اللہؐ کے بتائے ہوئے تاویل آیات کو بھی درج فرمایا اس لئے وہ مصحف آیتوں کی تاویل اور شان نزول کے اعتبار سے مکمل ترین مصحف تھا۔

محمد ابن سیرین عکرمہ سے نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر کی خلافت کے ابتدائی دنوں مین علی ابن ابی طالبؑ نے گھر میں بیٹھ کر قرآن جمع کیا۔ محمد ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عکرمہ سے کہا کہ کیا کسی دوسرے شخص کی بھی تالیف اسی نہج پر ہے جس انداز سے قرآن اترا تھا تو عکرمہ نے جواب دیا کہ اگر جن و انس مل کر بھی اس طرح قرآن جمع کرنا چاہیں تو یہ ان کے بس کی بات نہیں ہے''۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ مصحف علیؑ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

آپ نے مکی آیتوں کو مدنی آیتوں پر اور منسوخ کو ناسخ پر مقدم کیا اور ہر آیت وہاں رکھی جہاں اس کا حق تھا۔

جناب شیخ مفید فرماتے ہیں۔

جملہ مسلمان مفسرین جس چیز پر متفق ہیں وہ یہ ہے کہ امیر المومنین کے مصفحف میں موجود تاویل قرآن اس کے معانی کی تفسیر اور اس کے نزول کی حقیقت کو حذف کر دیا ہے۔

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کے مصحف میں آپ کی خلافت پر نصوص موجود تھے' مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ وہ سب تاویل قرآن تھی (نہ کہ قرآن)

ابن جزی کلبی کہتے ہیں۔

اگر حضرت علیؑ کا مصحف مل جائے تو اس میں علم کثیر موجود ہے۔ اسلام کے مصحف میں سوروں کی ترتیب کے اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے سیوطی نے لکھا ہے کہ "کچھ وہ ہیں جنہوں نے مصحف کو مطابق نزول قرآن ترتیب دیا اور وہ علیؑ ہیں قرآن میں پہلے سورۃ اقراء پھر سورہ مدثر' پھر نون۔ اس کے بعد مزمل اور اس کے بعد سورہ تکویر تھا اس طرح آپ نے آخر تک مکی اور مدنی سوروں کو جمع کیا تھا"۔

اسی طرح ابن اشتہ نے ابن سیرین سے حکایت کی ہے کہ "علیؑ نے اپنے مصحف میں ناسخ و منسوخ درج کیا تھا۔

ایک دوسری جگہ ابن سیرین سے منقول ہے۔

"اگر وہ کتاب مل جاتی تو اس میں علم موجود تھا' تو کیا ابن سیرین کا یہ خیال تھا کہ مصحف علیؑ میں بعض وہ آیتیں تھیں جو دوسرے مصاحف میں نہیں ہیں۔ نہیں بلکہ مصحف علیؑ میں جو

اضافہ تھا وہ تاویل اور تنزیل کا اضافہ تھا۔ جیسا کہ خود اس کی تصریح حضرت علیؑ نے اپنے کلام میں کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ **و لقد جئتهم بالكتاب مشتملا على التنزيل والتاويل**

"میں وہ کتاب لایا ہوں جو تنزیل اور تاویل پر مشتمل ہے۔"

اس کے علاوہ وہ روایتیں بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں جن میں یہ ملتا ہے کہ حضرت علیؑ کے مصحف میں بعض قریش کے منافقین کے نام کی تصریح موجود تھی اور تمام آیتوں کی تاویل اور شان نزول کی تشریح تھی۔

جب قرآن اس انداز سے جمع ہوا تھا تو اس طرح سوائے علیؑ کے جمع قرآن اور کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا اس لئے کہ امام ابو جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

ما ادعیٰ احد من الناس انه جمع القرآن كله كما انزل الا كذاب و ما جمعه و حفظه كما انزل الا على ابن ابى طالب و الائمة بعده

"قرآن جس طرح نازل ہوا اس طرح اگر کسی نے قرآن کے جمع کرنے کا دعویٰ کیا تو وہ جھوٹا ہے (اس لئے کہ) قرآن جس طرح نازل ہوا تھا ویسے سوائے علیؑ اور ان کے بعد کے آئمہ طاہرین کے اور کسی نے نہ تو قرآن کو جمع کیا اور نہ حفظ کیا۔

علیؑ کے قرآن جمع کرنے کو اگر یوں تعبیر کیا جائے کہ انہوں نے اپنے سینہ میں اس کو جمع فرمایا تھا تو یہ بات ان روایتوں کے خلاف ہے جو مصحف میں جمع قرآن کے بارے میں یا کیفیت تالیف کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ بہر حال یہ بات تو ظاہر ہوگئی کہ مصحف علیؑ کے سلسلہ میں جو روایتیں پائی جاتی ہیں ان میں کہیں بھی اس بات کا اشارہ نہیں ہے کہ علیؑ کے مصحف میں کچھ ایسی آیتوں کا اضافہ رہا ہو جو دوسروں کے مصحف میں نہیں تھیں بلکہ

حضرت علیؑ کے مصحف میں فقط بعض آیتوں کے نزول کی نشاندہی اور تاویلیں موجود تھیں۔

یہاں ایک یہ بات بھی بتادینا بہت ضروری ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک قرآن نہیں لکھا تھا بلکہ ایک قرآن تو آپ نے تفسیر اور تاویل کے ساتھ لکھا تھا جو آئمہ علیہم السلام کے پاس موجود تھا اور ایک ددسرا قرآن بھی لکھا تھا جو آپ کے روضہ مبارک میں موجود تھا یہ قرآن تین جلدوں میں حضرت علیؑ کی تحریر میں تھا لیکن ۷۵۵ھ میں جب روضہ کو جلا دیا گیا تو اس قرآن کو بھی جلا دیا گیا۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے جمع کردہ قرآن میں موجودہ قرآن سے زیادہ کچھ بھی نہ تھا۔اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ بات لوگوں کے درمیان پھیل گئی ہوتی درآں حالیکہ وہ قرآن آٹھویں صدی ہجری تک نجف میں موجود تھا (اور کوئی ایسی بات شائع نہیں ہوئی)

مصحف فاطمہؑ

ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ مصحف فاطمہؑ بھی مصحف عائشہ، مصحف حفصہ اور دوسرے صحابہ و تابعین کے مصحفوں کی طرح ہے جس میں قرآن متواتر کے برخلاف کچھ آیتیں موجود ہوں۔لہذا اس غلط فہمی کو دور کر دینا بھی ضروری ہے۔

بہت سی روایتوں میں مصحف فاطمہؑ کا ذکر آیا ہے اور بعض روایتوں میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ اس مصحف میں آنے والے واقعات کا علم موجود تھا۔اس میں حرام و حلال کا ذکر نہ تھا۔جیسا کہ بعض دوسری روایتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اس مصحف میں جناب فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیھا کی وصیت موجود تھی۔اس بناء پر یہ ممکن ہے کہ اس مصحف میں بعض وہ معارف بھی رہے ہوں جو آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے اپنی زندگی میں حاصل کئے تھے اور بعض روایتوں کے صریحی بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مصحف فاطمہؑ میں قرآن نہیں ہے اور نہ وہ مصحف قرآنی ہے۔

ہم یہاں یہ نہیں بیان کرنا چاہتے کہ مصحف فاطمہؑ میں کیا ہے بلکہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مصحف فاطمہؑ مصحف قرآن نہیں ہے۔لہذا اس جگہ کوئی توہم نہ پیدا ہونے پائے جیسا کہ بعض افراد کو تو ہم ہوا ہے۔

اس بات کو ثابت کیا جا چکا ہے کہ امامیہ قرآن کو تحریف سے محفوظ جانتے ہیں اب اس کے بعد بعض باتوں کی طرف توجہ دینا بھی ضروری ہے۔

الف: چاہے عمداً ہو یا سہواً۔اہل سنت حضرات کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ وہ شیعوں کے متعدد فرقوں کے اعتقاد میں تمیز نہیں کرتے ہیں اور سب کو آپس میں مخلوط کر دیتے ہیں وہ غالی اور اعتدال پسند شیعوں کے درمیان امتیاز نہیں کرتے۔لہذا بعض کے اعتقادات کو بعض

دوسروں کے سر منڈھ دیتے ہیں اسی لئے ڈاکٹر حفنی داؤد احمد امین مصری کے بارے میں فرماتے ہیں۔

انہوں نے امامیہ اور نصیری فرقہ کے درمیان علمی فرق نہیں محسوس کیا بلکہ اس سے بڑھ کر تو یہ ہے کہ انہوں نے اعتدال پسندوں اور ان متعصبین کے درمیان فرق نہیں محسوس کیا جو دوسروں کے عقائد پر زبردست تنقید کرتے ہیں۔(مع الکتب انحالدہ صفحہ ۱۷۰)

حفنی داؤد فرماتے ہیں۔

متعدل شیعوں میں سے امامیہ اور زیدیہ ہیں جو کیسانیہ نصیری اور حلولیہ سے مکمل طور پر اختلاف رکھتے ہیں۔

اہل سنت حضرات سے یہ غلط مبحث شیعی عقائد سے ناواقفیت کی بناء پر واقع ہوا ہے اور میرے خیال سے وہ ان فرقوں کے درمیان تمیز دینا بھی نہیں جانتے اس لئے کہ اس سے شیعوں پر اعتراض کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ درآں حالیکہ ایک فکر سلیم رکھنے والے کے لئے یہ بات مناسب نہیں ہے۔ بعض وہ مسائل جو غالی شیعوں کے اعتقاد کا جزو ہیں ان کو شیعہ امامیہ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔ مسئلہ تحریف اسی طرح کے مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے تحریف قرآن کا عقیدہ سیاری اور احمد ابن محمد کوفی وغیرہ جیسے غالیوں کا عقیدہ ہے اس کی نسبت امامیہ کی طرف دینا صحیح نہیں ہے۔

لیکن جاہل اور کینہ پرور افراد شیعہ فرقہ کے متقدمین اور متاخرین میں فرق کئے بغیر تحریف کے قول کو شیعوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔(حوالہ البرہان فی العلوم القرآن جلد ۲، صفحہ ۱۲۷)

حالانکہ اس طرح کی روایتوں کا ایک بڑا حصہ ان لوگوں سے مروی ہے جو شیعہ رجال کی کتابوں میں غالی اور کذاب کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔

قرآن حکیم کے حکیمانہ احکامات

قرآن حکیم کی معرفت یعنی عرفان قرآن کے لئے قرآن کا شعوری مطالعہ ضروری ہے جیسے جیسے ہم اس سے روشناسی حاصل کرتے جائیں گے ہمارا عرفان قرآن بڑھتا جائے گا قرآنی معارف و رموز و اسرار سے آشنائی و آگاہی ہم جیسے کم علم اور تہی فکر انسان کے بس کی بات نہیں۔ ہم ایک خاطی انسان ہیں جو سہو و نسیان کا شکار ہیں یہ محض ہماری انکساری نہیں' ہمارا قرآن فہمی سے فرار نہیں' بلکہ ایک پیش پا افتادہ حقیقت ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔

""اسے ایک پوشیدہ کتاب میں رکھا گیا ہے"۔ (حوالہ سورۃ واقعہ ۵۶ آیت نمبر ۷۸)

لہٰذا ہم اپنے رب کی بارگاہ میں کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ پروردگار! اپنے کلام کی معرفت کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں ان لوگوں میں شمار و قرار فرما جنہوں نے قرآن کی رسی کو مضبوطی سے تھام رکھا ہو۔ قرآن کے چراغ سے ہم اپنے فکر کے چراغ روشن کر سکیں۔ ذیل میں ہم قرآن کریم کے بارے میں مسلمانوں کے فرائض اور اس کو کلمہ گویوں کے ساتھ مربوط کرنے اور انسانوں کے فرائض اور مسلمانوں کے فرائض اور اس کے ساتھ اپنے آپ کو مربوط رکھنے کے بارے میں احکامات خداوندی پیش کرتے ہیں۔ تاکہ قرآن کے جامعیت و منزلت کا اندازہ ہو سکے۔ یہ احکامات ہر قدم' ہر مذہب اور ہر ملک کے مسلمانوں کے باشندوں کے بارے میں ہیں اور قیامت تک کے لئے ہے۔

قرآن کی عظمت

قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم

یا علی: سید الکلام القرآن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! قرآن کلام کا سردار ہے (تفسیر ابی الفتوح ۲/۳۱۹)

قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم

القرآن غنی لا غنیٰ دونه ولا فقر بعده

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن ایک ایسی تونگری ہے جس سے بڑھ کر کوئی تونگری نہیں ہوسکتی اور نہ اس کے بعد کوئی احتیاج رہ جاتا ہے۔ (تفسیر ابی الفتوح ۱/۱۰۔۱۱)

قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم

فضل القرآن علی سائر الکلام' کفضل الله علی خلقه

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' قرآن کو دوسرے تمام کلاموں میں اسی طرح برتری اور فضیلت حاصل ہے جس طرح اللہ کو مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے۔ (جامع الاخبار ۴۷' تفسیر ابی الفتوح ۱/۱۰)

قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم

اصدق القول و ابلغ الموعظة و احسن القصص' کتاب الله (امالی الصدوق . ۳۹۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام باتوں سے سچی' بلیغ ترین موعظہ اور

بہترین قصہ اللہ کی کتاب ہے۔

قال علی علیہ السلام

افضل الذکر القرآن' بہ تشرح الصدور و تستنیر السرائر (شرع غرر الحکم ۴۵۰/۲)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا' افضل ترین ذکر قرآن ہے اس کے ذریعے سینے کھل جاتے ہیں اور انسان کے اندر نور آ جاتا ہے۔

قال علی علیہ السلام

فیہ ربیع القلوب و ینابیع العلم و ما للقلب جلاء غیرہ (نہج البلاغہ/۳۵۷' خطبہ۱۷۶)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: قرآن دلوں کی بہار ہے اور علوم کے چشمے ہیں اور دلوں کو اس کے علاوہ اور کسی چیز سے جلا نہیں ملتی ہے۔

قال علی علیہ السلام

ان القرآن ظاہرہ انیق' و باطنہ عمیق لاتفنی عجائبہ ولاتنقضی غرائبہ ولاتکشف الظلمات الا بہ

حضرت علی علیہ والسلام نے فرمایا۔

بے شک قرآن کا ظاہر تعجب انگیز اور نیک ہے۔ اس کا باطن عمیق اور گہرا ہے اس کے عجائبات ختم ہونے والے نہیں اور اندھیرے اس کے بغیر دور نہیں ہو سکتے۔

قال علی بن الحسین علیہ والسلام

لو مات من بین المشرق و المغرب لما استوحشت بعد أن یکون

القرآن معی

(الکافی ۴/۳-۹ تفسیر العیاشی ۱/۲۴)

حضرت علی ابن الحسین علیہ والسلام نے فرمایا۔

اگر مشرق مغرب کے درمیان رہنے والی تمام مخلوق مرجائے جب کہ قرآن میرے ہمراہ ہو مجھے کوئی وحشت نہیں ہوگی۔

قال الصادق علیہ والسلام

لقد تجلی اللہ لخلقہ فی کلامہ ولکنھم لا یبصرون (التنبیھات العلیۃ /۱۳۹ وعوالی اللآلی ۴/۱۱۶)

حضرت امام صادق علیہ والسلام نے فرمایا۔

خداوند عالم نے اپنی مخلوق کے لئے اپنے کلام میں تجلی فرمایا ہے لیکن لوگ بصیرت سے عاری ہیں۔

قرآن کی ہدایت

ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوام (الاسراء/۹)

بے شک یہ قرآن محکم ترین راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ والہ وسلم

اذا التبست علیکم الفتن کقطع اللیل المظلم فعلیکم بالقرآن

(الکافی ۲/۵۹۹ و تفسیر العیاشی ۱/۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

جس وقت فتنے رات کی تاریکی کے ٹکڑوں کی مانند تمہیں ڈھانپ لیں تو تم پر لازم ہے

قرآن کو تھامے رہو۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

لیس القرآن بالتلاوة ولا العلم بالروية ولكن القرآن بالهداية والعلم بالدراية (کنز الاعمال ۵۵۰)

قرآن کو سیکھنا اور سکھانا

قال رسول اللہ صلی اللہ والہ وسلم

ان هذا القرآن ما دبة فتعلموا ما ذبته ما استطعتم

(تفسیر الامام ۶۰، ومجمع الاخیار ۷۴، وتفسیر ابی الفتوح ۱/ ۱۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

بے شک قرآن الٰہی ادب ہے پس جس قدر تم سے ہو سکے اس الٰہی ادب کو سیکھو۔

قال رسول اللہ صلی اللہ والہ وسلم

تعلموا القرآن و علموه الناس

(جامع الاحادیث ۶۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

تم سب قرآن کی تعلیم حاصل کرو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ والہ وسلم

خيركم من تعلم القرآن و علمه (جامع الاحادیث ۷۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

تم میں سے بہترین وہ ہے جو خود قرآن کی تعلیم حاصل کرے اور لوگوں کو سکھادے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ والہ وسلم

من علم آیة فی کتاب الله تعالیٰ کان له اجرها ما تلیت (مستدرک الوسائل ۲۳۵/۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

جو شخص قرآن کی کوئی آیت کسی کو دکھادے گا جب بھی وہ آیت پڑھی جائے گی اس سکھانے والے کو بھی اس کا اجر ملتا رہے گا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ والہ وسلم

تعلموا القرآن ' فانه احسن الحدیث

(نہج البلاغہ ۱۶۴' خطبہ ۱۱۰)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

قرآن کی تعلیم حاصل کرو کیونکہ یہ بہترین کلام ہے۔

قال جعفر صادق علیہ السلام

ینبغی للمومنین لا یموت' حتی یتعلم القرآن او یکون فی تعلیمه

(جامع الاحادیث ۴۷)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

مومن کے لئے شایان شان یہ ہے کہ قرآن سیکھ کر دنیا سے چلا جائے یا کم از کم قرآن کی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہو کہ موت آجائے۔

اولاد کو قرآن کی تعلیم

قال رسول اللہ صلی اللہ والہ وسلم

ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال' حب نبیکم و حب اهل بیته' و قراء ة القرآن

(الکافی ۲/۷/۶۰۷' وعدۃ الداعی ۲۶۹' والدعوات ۲۳۰)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اپنی اولاد کو تین باتوں کی تربیت کرو' تمہارے نبی کی محبت' اس کے اہل بیتؑ کی محبت اور قرآن کی تلاوت

قال علی علیہ السلام

حق الولد علی الوالد' ان یحسن اسمه و یحسن ادبه و یعلمه القرآن

(نہج البلاغہ' ۵۴۶' حکمت ۳۹۹)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔

بیٹے کا حق باپ پر یہ ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے' اچھے اخلاق کی طرف ابھارے اور قرآن کی تعلیم دے۔

قرآن کس طرح پڑھا جائے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اپنی اچھی آوازوں کے ساتھ قرآن کو زینت دو۔

سئل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ای الناس احسن صوتا بالقرآن؟ قال ' من اذا سمعت قراء ته رایت انه یخشی الله.

(البحار۹۲/۱۹۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کون سے لوگ قرآن کی اچھی آواز کے ساتھ قرأت کرتے ہیں؟ فرمایا جب اس کی قرأت کو سنتے ہو تو تم یقین کے ساتھ محسوس کرتے ہو کہ وہ شخص خوف خدا رکھتا ہے۔

قال الصادق علیہ والسلام

کان علی بن الحسین صلوات الله علیه احسن الناس صوتاً بالقرآن و کان السقاؤون یمرون فیقفون ببابه یسمعون قراء ته

حضرت علی ابن الحسین امام زین العابدین علیہ السلام قرآن کی تلاوت کرنے میں تمام لوگوں سے بڑھ کر اچھی آواز رکھتے تھے' جب سقہ لوگ آپ کے دولت کدے کے سامنے سے گزر جاتے تھے تو کھڑے ہو کر آپ کی تلاوت کو سنتے تھے۔

ترتیل کے ساتھ قرأت

و رتل القرآن ترتیلاً (المزمل۴)

قرآن کو ترتیل (واضح اور مخارج کی صحیح ادائیگی) کے ساتھ پڑھو۔

قال علی علیہ السلام فی معنی الایۃ

بینه تبیانا ولا تهذه هذا الشعر. ولا تنشره نثر الرمل. ولکن افزعوا قلوبکم القاسیة ولا یکن هم احدکم آخر السورة

(الکافی ۲/۶۱۴' وتفسیر ۲/۳۹۲' ونوادر الراوندی ۳۰)

حضرت علی علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

قرآن کو روشن اور واضح کر کے پڑھو اشعار کی طرح جلد مت پڑھو نہ تو ریت کے ذروں کی طرح منتشر کرو اور اپنے سخت دلوں کو نرمی اور بیداری کی طرف ابھارو اور اپنی ہمت اس پر صرف نہ کرو کہ جلد از جلد سورۃ ختم کرو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ والسلام نے فرمایا۔

بے شک قرآن کو جلدی اور سختی کے ساتھ نہ پڑھا جائے بلکہ آرام کے ساتھ اور واضح کر کے پڑھا جائے۔

قال الصادق علیہ السلام

هو ان تتمکث فیه، و تحسن فیه صوتک

(مجمع البیان ۱۰/۳۷۸)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

ترتیل سے مراد رک رک کر قرآن کی قرأت کے ساتھ غور و فکر کرنا اور اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا ہے۔

قال علی علیہ السلام

ایاک ان تفسر القرآن برایک حتی تفقهه عن العماء (التوحید ۲۶۴)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔

خبردار کہ قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنے لگو مگر یہ کہ علماء سے سمجھنے کی کوشش کرو۔

راسخون فی العلم

و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم

(النحل۴۴)

خداوند عالم نے فرمایا۔

ہم نے قرآن کو آپ پر نازل کیا ہے' تا کہ لوگوں کے لئے جو کچھ نازل کیا ہے اسے واضح کر کے بیان کرو۔

و ما یعلم تاویلہ الا اللہ و الرسخون فی العلم

(آل عمران۔۷)

خداوند عالم نے فرمایا۔

اس کی تاویل سوائے اللہ اور راسخون فی العلم کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔

قال باقر علیہ السلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم' افضل الراسخین فی العلم قد علمہ اللہ عزو جل جمیع ما انزل علیہ من التنزیل والتاویل و ما کان اللہ لینزل علیہ شیاً لم یعلمہ تاویلہ . و اوصیاء ہ من بعدہ یعلمونہ کلہ

(الکافی ۱/۲۱۳' وبصائر الدرجات' ۲۰۳) .

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راسخون فی العلم کے بہترین فرد تھے'اور خداوند عالم نے تاویل وتنزیل میں جو کچھ نازل کیا تھا آپ کو سکھایا تھا۔خداوند عالم نے کوئی ایسی چیز نازل نہیں کی جسے آپ کو نہ سکھایا ہو'اور آپ کے تمام اوصیاء بھی اسے جانتے ہیں۔

قال الباقر علیہ السلام

ان من علم ما اوتینا تفسیر القرآن و احکامه

(الکافی ۲۲۹/۱ و بصائر الدرجات ۱۹۴)

بے شک ہمیں جو علم دیا گیا ہے وہ قرآن کی تفسیر اور اس کے احکام ہیں۔

قال الصادق علیہ السلام

نحن الراسخون في العلم ، و نحن نعلم تاويله

(الکافی ۲۱۳/۱ و تفسیر العیاشی ۱/ ۱۶۴ و بصائر الدرجات ۲۰۴)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

ہم راسخون فی العلم ہیں اور ہم ہی اس کی تاویل جانتے ہیں۔

قال الصادق علیہ السلام

الراسخون فی العلم امير المومنين و الائمة من بعده

(الکافی ۲۱۳/۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

راسخون فی العلم امیر المومنین علیہ السلام اور آپ کے بعد والے آئمہ ہیں۔

علیؑ فی القران

قرآن حکیم میں ہر خشک وتر کا ذکر موجود ہے۔ یہ شریعت' طریقت اور فرائض واحکام کا مجموعہ ہے اس میں تاریخ اقوام عالم بھی ہے' قصص الانبیاء بھی' مختلف علوم کا مجموعہ بھی اور رسالت وامامت کے مناقب کا گلدستہ بھی اس کتاب مبین میں امام مبین کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ لہذا ہم قرآن مبین سے امام مبین حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل پیش کر رہے ہیں۔

حضرت ختمی مرتبت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

آیات قرآن کے چار حصے ہیں:

(۱) ایک حصہ ہم اہلبیتؑ کے لئے ہے

(۲) ایک حصہ ہمارے دشمنوں کے لئے ہے

(۳) ایک حصہ میں حلال وحرام کا تذکرہ ہے

(۴) ایک حصہ فرائض واحکام کے سلسلے میں ہے

یادرکھو علیؑ کے حق میں قرآن کی بہترین آیات ہیں۔

(حوالہ: شواہد التنزیل صفحہ نمبر ۲۲ اور صفحہ نمبر ۴۳)

ہ۔ یزید ابن رومان سے روایت ہے

''قرآن کا جتنا حصہ فضائل علیؑ میں نازل ہوا ہے وہ کسی اور کے حق میں نازل نہیں ہوا''

ہ۔ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے۔

''قرآن میں حضرت علیؑ کے فضائل میں اسی (۸۰) آیات نازل ہوئی ہیں جن میں

آپ کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔

ہ۔صاحب ینابیع المودت علامہ سلیمان حنفی قندوزی نے جناب عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فضائل علی میں تین سو سے زائد آیات نازل ہوئی ہیں حجتہ الاسلام مولانا سبطین سرسوی اعلیٰ اللہ مقامہ اور آیت اللہ العظمیٰ سید صادق شیرازی صاحب ہر دو حضرات نے اپنی معرکتہ الآرا کتاب ''علی فی القرآن میں'' آیات قرانیہ کے حوالے سے مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے فضائل پیش کیے ہیں اور یہ کوشش کی ہے کہ یہ تمام حوالے معتبر کتب اہلسنت سے پیش کیے جائیں اور شیعہ مفسرین ومحدثین ومورخین کی بھی صرف وہ روایات پیش کی جائیں جو اہلسنت کی معروف کتابوں میں موجود ہوں' برادارن اہلسنت نے فضائل علی کے دریا بہائے ہیں پروردگار عالم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے' اور انہیں اس سعی پیہم کے صلے میں اللہ کی رحمت سرکار دوعالم کے شفاعت اور مولائے کائنات کی قبولیت عطا فرمائے۔علیؑ کی الفت'علیؑ سے محبت ومودت پاکیزگی نسب کی ضمانت ہے'جس علی کے فضائل کا قرآن شاہد ہو اس علیؑ کی فضیلت کا کسی سے مقابلہ موازنہ سمندر وندی کے موازنے کے مترادف ہے۔خدا ہر مسلمان کو بغض حیدر سے محفوظ رکھے

آمین یارب العالمین!

قرآن حکیم کی وہ آیات جو حضرت علیؑ علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئیں۔

نمبر شمار	آیات	آیات کی تعداد
۱	سورہ فاتحہ	تین آیات
۲	سورہ بقرہ	اڑتیں آیات
۳	سورہ العمران	انتیس آیات
۴	سورہ نساء	انیس آیات
۵	سورہ مائدہ	اکتیس آیات
۶	سورہ انعام	دس آیات
۷	سورہ اعراف	تیرہ آیات
۸	سورہ انفال	سترہ آیات
۹	سورہ توبہ	اٹھارہ آیات
۱۰	سورہ یونس	نو آیات
۱۱	سورہ ھود	دس آیات
۱۲	سورہ یوسف	ایک آیات
۱۳	سورہ الرعد	نو آیات
۱۴	سورہ ابراہیم	نو آیات
۱۵	سورہ حجر	سات آیات
۱۶	سورہ النحل	نو آیات

۱۷	سورہ الاسراء	تین آیات
۱۸	سورہ الکہف	نو آیات
۱۹	سورہ مریم	تین آیات
۲۰	سورہ طٰہٰ	نو آیات
۲۱	سورہ الانبیاء	سات آیات
۲۲	سورہ حج	بیس آیات
۲۳	سورہ المؤمنون	آٹھ آیات
۲۴	سورہ النور	دس آیات
۲۵	سورہ الفرقان	سات آیات
۲۶	سورہ الشعراء	چھ آیات
۲۷	سورہ النمل	دس آیات
۲۸	سورہ القصص	نو آیات
۲۹	سورہ عنکبوت	بارہ آیات
۳۰	سورہ روم	تین آیات
۳۱	سورہ لقمان	دو آیات
۳۲	سورہ سجدہ	چار آیات
۳۳	سورہ احزاب	پندرہ آیات
۳۴	سورہ سباء	دو آیات
۳۵	سورہ فاطر	دس آیات

۳۶	سورہ یٰس	تین آیات
۳۷	سورہ صافات	تین آیات
۳۸	سورہ ص	چار آیات
۳۹	سورہ زمر	گیارہ آیات
۴۰	سورہ مؤمن	چار آیات یعنی (غافر)
۴۱	سورہ فصلت	چار آیات
۴۲	سورہ شوریٰ	چار آیات
۴۳	سورہ زخرف	گیارہ آیات
۴۴	سورہ الدخان	آٹھ آیات
۴۵	سورہ الجاثیہ	دو آیات
۴۶	سورہ احقاف	دو آیات
۴۷	سورہ محمدؐ	پچیس آیات
۴۸	سورہ الفتح	چار آیات
۴۹	سورہ حجرات	چھ آیات
۵۰	سورہ ق	تین آیات
۵۱	سورہ الذاریات	دو آیات
۵۲	سورہ طور	بارہ آیات
۵۳	سورہ النجم	آٹھ آیات
۵۴	سورہ القمر	دو آیات

۵۵	سورہ الرحمٰن	چار آیات
۵۶	سورہ واقعہ	بیس آیات
۵۷	سورہ حدید	چار آیات
۵۸	سورہ مجادلہ	سات آیات
۵۹	سورہ حشر	پانچ آیات
۶۰	سورہ الممتحنہ	دو آیات
۶۱	سورہ الصف	چار آیات
۶۲	سورہ جمعہ	تین آیات
۶۳	سورہ التغابن	دو آیات
۶۴	سورہ طلاق	ایک آیات
۶۵	سورہ تحریم	تین آیات
۶۶	سورہ الملک	دو آیات
۶۷	سورہ القلم	چھ آیات
۶۸	سورہ الحاقہ	سات آیات
۶۹	سورہ معارج	تین آیات
۷۰	سورہ الجن	ایک آیات
۷۱	سورہ مزمل	دو آیات
۷۲	سورہ مدثر	تین آیات
۷۳	سورہ قیامتہ	تین آیات

۷۴	سورہ الدھر	بتیس آیات
۷۵	سورہ المرسلات	چار آیات
۷۶	سورہ النباء	بارہ آیات
۷۷	سورہ النازعات	دو آیات
۷۸	سورہ عبس	دو آیات
۷۹	سورہ المطففین	انیس آیات
۸۰	سورہ انشقاق	چار آیات
۸۱	سورہ بروج	تین آیات
۸۲	سورہ فجر	چار آیات
۸۳	سورہ البلد	دو آیات
۸۴	سورہ الشمس	سات آیات
۸۵	سورہ الضحیٰ	دو آیات
۸۶	سورہ الشرح	دو آیات
۸۷	سورہ التین	آٹھ آیات
۸۸	سورہ القدر	ایک آیات
۸۹	سورہ البینۃ	دو آیات
۹۰	سورہ العادیات	چھ آیات
۹۱	سورہ القارعۃ	دو آیات
۹۲	سورہ التکاثر	ایک آیات

۹۳	سورہ العصر	چار آیات
۹۴	سورہ کوثر	ایک آیات
۹۵	سورہ النصر	دو آیات
۹۶	سورہ الاخلاص	پانچ آیات

بسم الله الرحمن الرحیم

الفاتحہ/ ا

ینابیع المودہ ص ۶۹ پر علامہ سلیمان قندوزی نے ابن طلحہ حلبی شافعی کی کتاب الدر المنظم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ۔

تمام آسمانی کتب کے تمام اسرار قرآن میں ہیں۔قرآن کے تمام اسرار سورہ فاتحہ میں ہیں اور سورہ فاتحہ کے تمام اسرار بسم الله الرحمن الرحیم میں ہیں۔بسم اللہ کے تمام اسرار بائے بسم اللہ میں ہیں۔اور بائے بسم اللہ میں جو کچھ ہے وہ نقطہ بائے بسم اللہ میں ہے۔اور حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

بائے بسم اللہ کا نقطہ میں ہوں۔

مولف   آپ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح نقطہ کے بغیر بائے بسم اللہ با مہمل اور بے معنی حرف رہ جاتا ہے۔اسی طرح میرے بغیر قرآن کا سمجھنا بھی مہمل اور بے معنی ہے۔یعنی میں قرآن ناطق ہوں۔اور قرآن پر ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک قرآن کے ساتھ مجھ پر ایمان نہ لایا جائے۔کیونکہ اسلام کو حضرت علیؑ کے جہاد نے استحکام واستقامت بخشی ہے۔حدیث نبوی میں ہے۔اللہ نے تکمیل دین کی بنیاد ولایت علیؑ کے اقرار کو قرار دیا ہے۔اور ولایت علیؑ کی تبلیغ کو اللہ نے اتمام نعمت فرما کر دین اسلام پر رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ارشاد قدرت ہے۔

آج میں نے اپنا دین مکمل کر دیا۔آج تم پر اپنی نعمت کامل کر دی۔اور آج تمہارے اسلام پر راضی ہوں۔گویا۔

ہ۔ولایت علیؑ کے بغیر دین ناقص ہے۔

ہ۔ولایت علیؑ کے بغیر نعمت الٰہیہ نامکمل ہے۔

ہ۔اور ولایت علیؑ کے بغیر اسلام اسلام ہی نہیں۔

اس حدیث شریف کا مقتضیٰ یہ ہے کہ آغاز یا درمیان میں جہاں بھی بسم اللہ موجود ہے اسی کا نقطہ باء حضرت علیؑ ہیں۔اور قرآن میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔اور ایک سو چودہ بسم اللہ ہیں۔بنابریں حق تو یہ تھا کہ بسم اللہ کے متعلق علیحدہ علیحدہ کچھ عرض کیا جاتا۔لیکن خوف تطویل کے پیش نظر ہم صرف پہلی بسم اللہ کے متعلق کچھ عرض کر کے بقیہ کی تفصیل دیگر فضلائے مبرزین پر چھوڑتے ہیں۔

ینابیع المودہ ص ۷۰ علامہ سلیمان قندوزی نے حکیم ترمذی محمد ابن علی کے رسالہ الفتح المبین سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس سے مروی ہے۔

ایک رات حضرت علیؑ نے بائے بسم اللہ کے نقطہ کے تفسیر بیان فرمانا شروع کی صبح نمودار ہوگئی لیکن نقطہ بائے بسم اللہ کی تفسیر ختم نہ ہوسکی۔الخ۔

۲۔اھدنا الصراط المستقیم

فاتحہ ۲

غایۃ المرام میں ابراہیم ابن محمد حموینی شافعی کی۔فرائد المسطین سے خثیمہ جعفی سے مروی ہے کہ امام محمد باقرؑ سے میں سنا ہے کہ

ہ۔ہم اللہ کے مختار ہیں۔

ہ۔ہم واضح اور غیر مبہم راہ حق ہیں۔

ہ۔اور اللہ کے طرف ہم ہی صراط مستقیم ہیں۔

ہ۔غایۃ المرام میں ثعلبی کی تفسیر۔کشف البیان فی تفسیر القرآن۔کے حوالہ سے مذکورہ

آیت کی تفسیر میں مسلم ابن حیان سے منقول ہے کہ۔

میں نے ابو ہریرہ سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ

اھدنا الصراط المستقیم میں صراط مستقیم سے۔محمدؐ وآل محمدؐ کی راہ حق مراد ہے۔

ہ۔غایۃ المرام میں وکیع ابن جراح کی تفسیر کے حوالہ سے عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ۔اھد نا الصراط المستقیم کے متعلق فرمایا ہے۔اے لوگو دعا مانگا کرو۔اے اللہ! ہمیں محبت محمد وآل محمد کی ہدایت ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم کا یہی معنی اور بھی متعدد مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں روایت کیا ہے۔

مثلاً۔السید ابوبکر شافعی نے۔رشفتہ الصادی میں۔اور علامہ سلیمان قندوزی نے ینابیع المودہ میں متعدد احادیث نقل کی ہیں۔

۳. صراط الذین انعمت علیھم

انعمت علیھم شواہد التنزیل ج ا ص ۶۶ از حافظ حسکانی میں عبدالرحمٰن ابن زید ابن اسلم نے اپنے باپ زید ابن اسلم سے روایت کی ہے کہ۔منعم علیہم لوگوں کا راستہ سے مراد آنحضور اور آپ کے ساتھیوں اور حضرت علیؑ اور آپؑ کے شیعوں کا راستہ ہے۔

چونکہ اس کتاب کا موضوع علی فی القرآن نہیں ہے لہذا ہم نے صرف ان آیات کا اشاریہ پیش کیا ہے۔وگرنہ اس کی تفصیل خود ایک ضخیم کتاب بن جاتی اس موضوع پر علامہ سبطین سرسوی' آقای سید صادق حسنی شیرازی اور مولانا سید جعفر حسین زیدی (۳۶۔بی لانڈھی کراچی) کی وقیع رشحات موجود ہیں۔علامہ سبطین سرسوی اور آقای سید صادق حسینی شیرازی کی معرکتہ الآرا کتاب ''علی فی القرآن'' کے بعد ویسے بھی اس موضوع پر کچھ لکھ

سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ دو چار اور لکھنے والوں نے بھی اس موضوع پر خامہ فرمائی کی ہے لیکن وہ محض چربہ ہے۔ ان اصل کتابوں کا ذات واجب علامہ سبطین سرسوی صاحب کے درجات بلند کرے اپنے وقت کے معروف خطیب اور قلم قبیلے کے معتبر فرد تھے آج وہ ہمارے درمیان نہیں لیکن ان کی تحریریں افق وقت پر روز روشن کی طرح روشن ہیں۔

ذیل میں ہم آیت اللہ صادق روحانی کے قرآن میں علیؑ کے موضوع پر چند استدلال آپ کی نذر کررہے ہیں۔

سورۃ البقرۃ

اس سورت میں حضرت علی علیہ السلام کی مدح وثنا کی گئی ہے۔

۱. ھدی للمتقین (۲)

۲. واولئک ھم المفلحون (۵)

۳. واذا قیل لھم اٰمنو کماامن الناس (۱۳)

۴،۵. واذا لقوالذین آمنواقالو آمناواذاخلواالی شیطینھم قالواانامعکم.انما نحن مستھزؤن.الله یستھزئ بھم ویمدھم فی طغیانھم یعمھون (۱۴،۱۵)

۶. وبشرالذین آمنواوعملواالصالحات ان لھم جنات تجری من تحتھا الانھر (۲۵)

۷. فتلقی اٰدم من ربه کلمات فتاب علیھم (۳۷)

۸. وارعواامع الراععین (۴۳)

۹. وانها لکبیرة الا علی الخاشعین (۴۵)

۱۰. الذین یظنون انهم ملقواربهم وانهم الیه راجعون (۴۶)

۱۱. وما ظلمونا ولکن کانواانفسهم یظلمون (۵۷)

۱۲. واذقلنا ادخلواهذه القریة (۵۸)

۱۴. واذاستقیٰ موسیٰ لقومه فقلنا اضرب بعصاک الحجر(۶۰)

۱۵. والذین آمنوا وعلملواالصالحات اولئک اصحاب فاتمهن قال انی جاعلک للناس امام (۱۲۴)

۱۶. یهدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم(۱۴۲)

۱۷. وکذلک جعلنا کم امة وسطا(۱۴۳) وان کانت لکبیرة الاعلی الذین هدی الله(۱۴۳)

۱۸. یایهاالذین آمنوا استعینوابالصبر والصلاة (۱۵۳)

۱۹. وبشر الصابرین (الی) واولئک هم المهتدون(۱۵۵،۱۵۷)

۲۰. اذتبرا الذین اتبعوا رأوالعذاب وتقطعت بهم الاسباب (۱۶۶)

۲۱. یایهاالذین امنوا کلو امن طیبات مارزقنا کم(۱۷۲)

۲۲. واتی المال علی حبه ذوی القربیٰ (۱۷۷)

۲۳. یا یها الذین آمنوا کتب علیکم القصاص (۱۷۸)

۲۴. یایها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام (۱۸۳)

۲۵. ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضاة الله (۲۰۷)

۲۶. یا ایهاالذین آمنوا ادخلوافی السلم کافه (۲۰۸)

۲۷. واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقم (۲۱۳)

۲۸. تلک الرسل فضلنا بعضھمہ علی بعض (۲۵۳)

۲۹. یا ایھا الذین آمنوا انفقوا مما روقنا کم (۲۵۴)

۳۰. فقد استمسک بالعروۃ الوثقی (۲۵۶)

۳۱. مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ (۲۶۱)

۳۲. ومثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ (۲۶۵)

۳۳. یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم (۲۶۷)

۳۴. یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا (۲۶۹)

۳۵. الذین ینفقون اموالھم باللیل والنہار سرا وعلاینۃ (۲۷۴)

۳۶. ان الذین آمنوا وعلموا الصالحات واقاموا الصلاۃ (۲۷۷)

۳۷. یاایھا الذین امنوا ذاتد اینتم (۲۸۲)

۳۸. آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون (۲۸۵)

سورۃ البقرۃ

۱. ھدی للمتقین. متقین کا ہادی ہے۔

شواہد التنزیل ج ا ص ۶۷ حافظ حاکم حسکانی حنفی نے اپنے سلسلہ سند کے ذریعہ عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ

ذالک الکتاب لا ریب فیہ

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ ھدی یعنی

بیان اور نور ہے۔ للمتقین۔ یعنی علی ابن ابیطالبؑ جس نے ایک لحہ کے لئے بھی نہ تو شرک کیا ہے اور نہ ہی کسی بت کے چرن چھوئے ہیں۔ خالصتہ للہ عبادت خدا کی ہے۔ علیؑ ابن ابیطالبؑ اور اس کے شیعہ بلا حساب داخل جنت ہونگے۔

مولف۔ تقویٰ کے بہت زیادہ مراتب ہیں۔ اور حضرت علیؑ تقویٰ کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز تھے ہر حیثیت میں ہر اعتبار سے کسی جگہ اور کسی وقت بھی دست علی سے دامن تقویٰ نہیں چھوٹا۔

اگر متقین کا کوئی کامل ترین فرد مصداق ہے تو ہو صرف اور صرف علیؑ ابن ابیطالبؑ کی ذات گرامی صفات ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس کی روایت سے بڑھ کر کوئی اور تائید وتصدیق نہیں ہو سکتی۔

۳. اولئک علی هدی من ربهم او الئک هم المفلیحون

''وہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ اور وہی لوگ فلاح یافتہ ہیں''۔

بقرہ ۴

شواہد التنزیل ج ا ص ۶۹ حافظ حاکم حسکانی حنفی نے اپنے سلسلہ سند کے ذریعہ حضرت علی سے روایت ہے کہ۔ مجھے سلمان خیر (سلیمان فارسی) نے کہا ہے۔ یا علیؑ جب کبھی میں آنحضور کی خدمت میں ہوتا تھا اور آپ تشریف لاتے تھے تو آپ کو آتا دیکھ کر نبی کونین فرماتے تھے ''اے سلیمان یہ آنے والا شخص اور اس کا گروہ ہی قیامت کے روز سرفراز ہوگا۔

مولف ....لغت عرب کے قواعد سے آشنا حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ سرور انبیاء کا یہ جملہ...... یا سلمان ہذا وحزبہ ہم المفلحون۔ قواعد زبان کی رو سے حصر ہے۔ یعنی آنحضورؐ نے فلاح کو حضرت علیؑ اور آپ کر حزب میں محصور فرمادیا ہے۔ گویا ان کے علاوہ فلاح اور

کسی جگہ سے ہی نہیں۔ کیونکہ۔ ہذا و جزبہ مبتدا ہے۔ اور المفلحون خبر ہے۔ مبتدا اور خبر کے درمیان ہم۔ ضمیر فصل کا فاصلہ اور المفلحون خبر کو معرف باللام کیا گیا ہے۔ جواز روئے قواعد زبان دلیل حصر ہوتی ہے۔

نبی کریم نے جناب سلمان کے سامنے۔ ھذا و حزبہ ہم الفلحون میں اس طرح حصر فرمایا ہے جس طرح ذات احدیت زیر عنوان میں حروف حصر استعمال فرمائے ہیں. **اولـئـک علـی هـدی من ربهم واولئک هم الفلحون** آنحضورؐ کے حصر اور ذات احدیت کے حصر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں جگہ مبتداء اور خبر کے مابین۔ ہم۔ ضمیر فصل کا فاصلہ ہے اور دونوں جگہ خبر مفلحون کو معرف باللام کر کے المفلحون کیا گیا ہے۔

۳. اذا قیل لهم امنو کما امن الناس (بقره: ۱۳)

"جب ان سے کہا جائے کہ اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں"۔

شواہد التنزیل ج ا ص ا ۷ حافظ حاکم حسکانی نے اپنے سلسلہ سند کے ذریعہ جناب عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں۔ میں دوسرے لوگوں سے مراد حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ جعفر طیارؓ جناب حمزہؓ۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ عمارؓ۔ مقدادؓ اور حذیفہ ابن یمانیؓ وغیرہ ہیں۔

مولف...... یعنی لفظ۔ الناس سے مراد یہی مذکورہ بالا افراد جیسے ہیں۔ اور کون نہیں جانتا کہ یہ سب لوگ حزب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ میں تھے۔

۴. واذا لـقـوا الـذیـن آمـنـو قـالـوا امنا واذاخلوا الی شیطینهم قالو انا معکم انمانحن مستهزون الله یستهزی بهم ویمدهم

ہ ھم فی طغیانھم یعمھون(بقرہ: ۱۴،۱۵)

''جب یہ لوگ اہل ایمان سے ملیں گے تو کہیں گے ہم تو ایمان لا چکے ہیں۔اور جب اپنے شیاطین کے پاس جائیں گے تو کہیں گے ہم تو آپ کے ساتھ ہیں۔ان کا تو صرف مذاق اڑاتے ہیں۔اللہ بھی ان کا مذاق اڑائے گا۔اور انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دے گا۔''

شواہد التنزیل ج ا ص ۷۲ حافظ حاکم حسکانی حنفی نے بیان کیا ہے کہ ہمیں ابو العباس علوی نے اپنے سلسلہ سند کے ذریعہ مقاتل سے اور مقاتل نے محمد حنفیہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی امیر المومنینؑ بیرون مدینہ سے تشریف لا رہے تھے ان کے ساتھ سلمان فارسی۔عمار۔صہیب۔مقداد اور ابوذر بھی تھے۔

راستہ میں ان کی ملاقات عبداللہ ابن ابی ابن سلول منافق سے ہوگئی۔جو اپنے تمام ساتھیوں کے ہمراہ تھا۔عبداللہ نے حضرت علیؑ کو دیکھ کر کہا۔اے سید بنی ہاشم۔وصی رسول۔برادر نبی۔داماد نبوت۔اور ابوالحسنین جس نے اپنی جان و مال آنحضورؐ پر صرف کر دیا ہے خوش آمدید۔

آپ نے فرمایا۔اے ابی یہ نفاق کتنی بری بات ہے۔اچھا ہوتا اگر اسے چھوڑ دیتا۔مگر میں گواہی دیتا ہوں کہ تو منافق ہے۔ابی نے کہا۔میری باتیں سن کر بھی آپ مجھے منافق کہہ رہے ہیں حالانکہ بخدا میں آپ اور کے اصحاب کے خلوص کا دل سے قائل ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔بخدا تو منافق ہے۔

پھر حضرت علیؑ آنحضورؐ کے پاس آئے اور تمام ماجرا بیان کیا۔۔۔ذات احدیت کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔ **اذالقو الذین امنو** ۔''یعنی جب ابن ابی حضرت علیؑ جیسے

تصدیق قرآن کرنے والے سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں۔ہم تو ایمان لا چکے ہیں۔
یعنی نبی اکرامؐ اور قرآن کی تصدیق کرتے ہیں۔۔مگر جب اپنے شیاطین کے پاس جاتے ہیں۔۔یعنی منافقین کی بزم میں حاضر ہوتے ہیں۔تو کہتے ہیں۔ہم تو آپ کے ساتھ ہیں۔۔یعنی کفروشرک میں ہمارا وہی راستہ ہے جو آپ کا ہے۔۔ہم تو ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔۔یعنی حضرت علیؑ اور ان کے ساتھیوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

اللہ نے بطور جواب ان سے فرمایا ہے کہ اگر یہ حضرت علی اور ان کے ساتھیوں کے ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں تو قیامت میں اللہ بھی ان کے اس مذاق کا بدلہ لینے کی خاطر ان کا مذاق اڑائیگا۔

غاتیہ المرام میں سید ہاشم بحرانی نے اہلسنت کے ایک عالم کبیر ھذلی کی تفسیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ بھی ان کا مذاق اڑائے گا۔یعنی قیامت میں اللہ ان لوگوں کو حضرت علیؑ اور آپ کے ساتھیوں سے کئے گئے مذاق کے جواب میں ان کا مذاق اڑائے گا۔

جناب عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ۔جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تمام نبی آدم کو پل صراط سے گزرنے کا حکم دے گا۔جب لوگ گزرنے لگیں گے تو مومنین پل صراط عبور کرتے جائیں گے اور منافقین جہنم میں گرتے جائیں گے۔ذات احدیت کی طرف سے داروغہ جہنم کو حکم ہوگا کہ منافقین کا مذاق اڑا۔چنانچہ جہنم سے جنت کا ایک دروازہ کھولے گا اور منافقین کو پکارے گا کہاں جاتے ہو ادھر آؤ۔وہ جہنم سے جنت کی طرف دوڑیں گے۔اور جہنم کے ستر سمندروں سے تیر کر کے جنت کے دروازہ پر پہنچ جائیں گے اور جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے تو داروغہ جہنم جنت کا وہ دروازہ بند کر دے گا۔اور اس کی مخالف سمت میں دوسرا دروازہ کھولے گا پھر یہ لوگ اس دروازہ کی طرف

لپکیں گے۔ جب وہاں پہنچیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ اور تیسری سمت میں تیسرا دروازہ کھولیگا۔ ان لوگوں کے ساتھ یہی سلسلہ ہمیشہ تک رہیگا۔

(۵) بشر الذین آمنو وعملو الصالحات ان لهم جنات تجری من تحتها الانهر کلما رزقومنها من ثمرة رزقا قالو هذا الذی رزقنا من قبل و الوبه متشابها ولهم فیها ازواج مطهره وهم فیها خالدون. (بقره : ۲۵)

''ان لوگوں کو ایسی جنت کی بشارت دے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جو ایمان لا چکے ہیں اور اعمال صالحہ کیے ہیں جب بھی انہیں میوہ جات سے رزق ملے گا تو یہ لوگ کہیں گے کہ یہ میوہ جات تو ہم پہلے بھی کھا چکے ہیں۔ حالانکہ قبل ازیں انہیں ان کے مشابہ دیئے گئے تھے۔ ان کو جنت میں پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور یہ لوگ ہمیشہ یہی رہیں گے۔''

ہ۔ غایتہ المرام ص۴۴۲ پر علامہ سید ہاشم بحرانی نے علمائے اہلسنت کے صف اول کے عالم جیری کے حوالہ سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن میں ایسی آیت جو صرف آنحضور اور آپ کے اہلبیت کے لئے نازل ہوئی ہے جس میں لوگوں میں سے اور کوئی بھی شریک نہیں۔ یہ سورہ بقرہ میں ہے۔ ایمان لانے اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو بشارت دیں دے۔ الخ۔

یہ حضرت علیؑ حضرت حمزہؓ جناب جعفرؓ اور عبیدہ ابن الحارثؓ ابن عبدالمطلبؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

۶۔ فتلقیٰ ادم من ربه کلمات فتاب علیه انه هو التواب الرحیم: (بقره: ۳۷)

''حضرت آدم نے اللہ سے کچھ کلمات حاصل کر کے معذرت کی اور اللہ نے معذرت قبول کر لی اور اللہ تواب اور رحیم ہے۔''

غاتیہ المرام ص ۳۹۴ پر علامہ سید ہاشم بحرانی نے مناقب مغازلی شافعی کے حوالہ سے اپنے سلسلہ سند کے ذریعہ سعید ابن جبیر ے سے سعید نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ۔

نبی کریمؐ سے ان کلمات کی بابت سوال کیا گیا جو حضرت آدمؑ کو معذرت کرنے کی خاطر تعلیم کیئے گیے تھے۔آپ نے جواب دیا۔حضرت آدمؑ کو یہ دعا تعلیم کی گئی تھی بحق محمدؐ و علیؑ وفاطمہؑ والحسنؑ والحسینؑ الامتبت علی۔۔۔۔اللہ نے معذرت آدم قبول کر لی۔

ہ۔غایۃ المرام ص ۳۹۴ پر علامہ بحرانی نے علمائے اہلسنت کے صف اول کے عالم قاضی ابوعمرو عثمان ابن احمد کے ذریعہ عبداللہ ابن عباس سے اور عبداللہ نے آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے جب حضرت آدم ترک اولی کے مرتکب ہوئے تو آپؑ نے سوئے عرش دیکھا آپ کو عرش کے گرد کچھ تصویریں نظر آئیں بارگاہ خالق میں عرض کیا۔بارالہا مجھے اپنے جیسی مخلوق نظر آرہی ہے یہ کون ہیں؟

ذات احدیت نے فرمایا۔اے آدم ان تصاویر میں دو تیری ذریت سے ہونگے جن میں سے ایک کا نام محمدؐ ہوگا۔نبوت کا آغاز تجھ سے ہوگا اور اختتام اس پر ہوگا۔دوسرا اس کا بھائی ہے اس کا نام علیؑ ہوگا۔میں محمد کی تائید اور نصرت اسی کے ہاتھوں کروں گا۔ان کے گرد جو انوار ہیں وہ اسی نبیؐ کی ذریت سے ہیں: جو اس کے بھائی علیؑ اور اس کی بیٹی فاطمہؑ سے ہوں گے۔اس کی بیٹی سیدہ النساء ہوگی۔میں اس فاطمہؑ اور اس کی ذریت کو آتش جہنم سے دور رکھوں گا۔جس دن کوئی نسب اور رشتہ نہیں ہوگا اس دن بھی میرے محمدؐ کا نسب اور رشتہ برقرار رہے گا۔حضرت آدمؑ نے اللہ کی اس نعمت پر اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سجدہ کیا۔جس کے جواب میں ذات احدیت نے ملائکہ کو سجدہ آدم کا حکم دیا۔

۷. اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوۃ وارکعو مع الراکعین.(بقرہ:۴۳)

''نماز پڑھو۔زکوٰۃ دواور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

مناقب خطیب خوازمی ص ۱۸۹ میں موفق ابن احمد نے اپنے سلسلہ سند سے ابن عباس سے روایت کی ہے۔

ارکعو امع الراکعین ۔صرف اور صرف نبی اکرمؐ اور حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ سب سے پہلے نمازی اور رکوع کرنے والے یہ دو ہی تھے۔

۸۔استعینو بالصبر وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین.(بقرہ: ۴۵)

''نماز اور روزہ سے مدد حاصل کرو۔نماز انکساری کرنے والوں کے سوا ہر ایک کے لئے بہت بھاری ہے۔

شواہد التنزیل از حافظ حاکم حسکانی میں مذکور ہے کہ مجھ ابو بکر سبیعی نے اپنے سلسلہ سند کے ذریعہ ابو صالح سے ابو صالح نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ۔

نماز میں خشوع وخضوع اور انکساری کرنے والے آنحضورؐ اور حضرت علیؑ ہی نہیں۔

۹۔الذین یظنون انھم ملقو ربھم وانھم الیہ راجعون (بقرہ:۴۶)

''وہ لوگ جو اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ انہیں دربار خالق میں جانا ہے اور ان کی باز گشت اسی کی طرف ہے۔

غایۃ المرام ص ۳۹۶ میں علامہ بحرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مذکورہ آیت حضرت علیؑ، عثمان ابن مطعون، عمار یاسر اور ان کے دیگر ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

۱۰۔وما ظلونا ولکن کانو انفسھن یظلمون (بقرہ:۵۷)

''ان لوگوں نے ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا یہ تو اپنے پر ہی ظلم کرتے رہے۔

ینابیع المودہ ص ۳۵۸ میں علامہ سلیمان قندوزی نے اپنے سلسلہ سند سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ۔ ذات احدیت اس بات سے کہیں عظیم تر۔ اجل اور ارفع ہے کہ اس پر ظلم کیا جائے۔ خلاق عالم نے اپنی ذات کو ہم اہلبیتؑ میں شمار کر کے اپنی طرف ظلم کی نسبت دی ہے اور فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ اپنے پر ظلم کیا ہے۔ گویا خداوند عالم نے ہمارے اوپر ظلم کو اپنی ذات پر ظلم سے تعبیر کیا ہے۔

۱۱. اذ قلنا ادخلوا ھذاہ القریة فکلوا منھا من حیث شئتم رغدو ادخلو االباب سجدو قولوا حطة نغفر لکم خلطا یا کم وسنزید المحسنین۔(بقرہ: ۸۵)

''جب ہم نے کہا کہ اس بستی میں چلے جاؤ اور جو چاہو تر و تازہ کھاؤ۔ البتہ دروازہ میں داخل ہوتے ہوئے ذرا سا سر بصورت سجدہ جھکا کر چلو اور حطہ۔ کہتے جاؤ ہم تمہارے تمام گناہ معاف کر دیں گے اور تم میں سے جو محسن ہیں ان کی نوازشات میں مزید اضافہ کریں گے۔ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا' اے علیؑ تمہاری مثال باب حطہ کی سی ہے۔

تفسیر درمنشور میں علامہ جلال الدین سیوطی نے اسی آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ۔ اس امت میں ہماری مثال کشتی نوح اور باب حطہ کی مانند ہے۔

۱۲. اذاستقیٰ موسی لقومه فقلنا اضرب بعصاک الحجوط فانفجرت منه اثنتا عشرة عیناً. (بقرہ :٦٠)

''جب حضرت موسیٰؑ نے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنا عصا پتھر پہ لگاؤ تو اس پانی کے بارہ

چشمے پھوٹ نکلے۔

علامہ بحرانی نے غایۃ المرام ۲۴۴ ابوالحسن فقیہ محمد ابن علی ابن شاذان کی۔المناقب ائماۃ کے حوالہ سے ابن عباس سے۔ ابن عباس نے جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے۔

جابر نے آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ آقا! آپؐ کے بعد آئمہ کی تعداد کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ جابر تو نے بہت اہم سوال کیا ہے اور گویا تمام اسلام کا سوال ہے۔ جابر میرے بعد ائمہ کی تعداد ان چشموں کی تعداد کے برابر ہوگی۔ جو حضرت موسیٰؑ کے لئے عصا مارنے کے بعد چھوٹے تھے۔

۱۳۔ الذین امنو وعملو الصالحات اولئک اصحاب الجنۃ ھم فیھا خالدون (بقرہ: ۸۲)

''جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وہی اصحاب جنت ہیں اور وہاں ہمیشہ رہنے والے ہونگے۔''

شواہد التنزیل ج ا ص ۹۰ میں حافظ حاکم حسکانی نے ابو بکر سبیعی کے ذریعہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سورہ بقرہ کی ان آیات میں سے جو نبی کریمؐ۔ حضرت علیؑ اور آپ کے اہل بیتؑ کے لئے بالخصوص نازل ہوئی ہیں ایک یہ آیت بھی ہے جو صرف اور صرف حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ علیؑ ہی اول مومن اور پہلا غازی ہے۔

مولف... یہ آیت مصداق اول اور فرد کامل ہونے کی حیثیت سے حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے اس وقت علی ہی مومن تھا جب کوئی اور نہ تھا۔ گویا حضرت علیؑ ہی واحد اور بلا شرکت غیر سے ایمان کے دائرہ میں فرد کامل تھا۔ اور حضرت علیؑ پر صدق ایمان بالاولیہ بھی ہے۔

شواہد التنزیل ج ۱ص ۹۱ میں حافظ حاکم حسکانی نے لکھا ہے کہ امام ابو طاہر زیادی نے اپنے سلسلہ سند سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ میں چار ایسی خصوصیات ہیں جو کسی میں نہیں ہیں۔

۱۔ حضرت علیؑ پہلا وہ انسان تھا جس نے آنحضورؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔

۲۔ حضرت علیؑ ہی وہ ہستی ہے جو ہر جنگ میں علمبردار رہے۔

۳۔ حضرت علیؑ ہی وہ واحد فرد تھے جو جنگ حنین میں اس وقت ثابت قدم رہے تھے جب تمام صحابہ آپ کو چھوڑ گئے تھے۔

۴۔ حضرت علیؑ ہی وہ ہستی ہے جسے آنحضورؐ کی تغسیل و تدفین کی تنہا سعادت حاصل ہے۔

۱۴۔ اذا ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن۔ (بقرہ: ۱۲۴)

''جب اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو چند کلمات سے آزمایا اور آپ نے انہیں مکمل کیا۔''

ینابیع المودۃ ص ۹۷ پر علامہ قندوزی نے اپنے سلسلہ سند سے مفضل سے روایت کی ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے سوال کیا کہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا۔۔ یہ وہی کلمات تھے جو حضرت آدمؑ کو تعلیم کیے گئے تھے اور جن کے واسطہ سے آپؑ نے معذرت کی اور آپؑ کی معذرت قبول ہوئی اور وہ تھے'اے اللہ میں تجھ سے۔ محمدؐ۔ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ کے نام پر سوال کرتا ہوں کہ میرے ترک اولیٰ کو معاف فرما۔ اللہ نے حضرت آدمؑ کا ترک اولیٰ معاف فرمادیا۔

میں نے عرض کیا۔ پھر فاتمھن۔ یعنی انہیں مکمل کیا۔ کا کیا معنی ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا۔ ان کلمات کو مکمل کرنے کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کو صرف پانچ اسماء تعلیم کیے گئے تھے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو بھی تعلیم تو پانچ کیے گئے تھے لیکن حضرت ابراہیمؑ نے امام حسینؑ کے بعد

حضرت امام مہدیؑ تک مکمل چودہ کے چودہ نام گنوا دیئے۔

۱۵۔ قال انی جاعلک للناس اماماً قال ومن ذریتی قال لاینال عہدی الظلمین۔ (بقرہ: ۱۲۴)

''اللہ نے فرمایا۔اے ابراہیم میں نے تجھے لوگوں کا امام بنا دیا ہے آپ نے عرض کیا۔اور میری ذریت میں بھی عہدہ امامت رکھ۔اللہ نے فرمایا۔مگر ایک شرط تیری ذریت کے ظالم میرے اس عہدہ کو حاصل نہ کرسکیں گے''۔

غایۃ المرام ص ۲۷۰ پر علامہ بحرانی نے ابوالحسن ابن مغازلی کے حوالہ سے عبداللہ ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔انا دعوۃ ابراہیم۔میں دعائے ابراہیم کا ثمر ہوں۔

آپ نے فرمایا۔جب ذات احدیت نے حضرت ابراہیمؑ کو امامت کی بشارت دی تو آپ نے خوش ہو کر دوسرا سوال کیا کہ کیا میری ذریت سے بھی مجھ جیسے امام ہونگے اللہ نے فرمایا۔ابراہیم میں وہ وعدہ نہیں کرتا جس کا ایفا نہ ہو سکے۔آپ نے عرض کیا بارالٰہی ! ایسا کون سا وعدہ ہے جس کی وفا تجھ سے نہ ہو سکے؟

اللہ نے فرمایا۔تیری ذریت کے کسی ظالم کو عہدہ امامت نہیں دوں گا۔اس وقت حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی۔اے اللہ! مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے محفوظ رکھنا اس نے لوگوں کی اکثریت کو گمراہ کر رکھا ہے۔چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کا ثمرہ میں اور علیؑ ہیں ہم میں سے کسی نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔ذات احدیت نے مجھے نبی اور علیؑ کو میرا وصی قرار دیا۔

۱۶۔ قل اللہ المشرق والمغرب یھدی من یشاء والی صراط مستقیم۔

''اے ایمان والو! روزے سے تم پر اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم عذاب خدا سے ڈرو۔

شواہد التنزیل ج ۱ ص ۴۸ پر حافظ حاکم حسکانی نے ابوذکریا ابن اسحاق کے سلسہ سند سے حذیفہ ابن یمان سے روایت کی ہے کہ۔۔۔۔چند لوگوں نے کہا کہ جس آیت میں یا ایھا الذین امنوا سے ہوتا ہے اس کا لب لباب علیؑ ہے۔

۲۶. من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد. (بقرة: ۲۰۷)

''لوگوں میں سے ایک ایسا شخص ہے جو اپنی جان رضائے خدا حاصل کرنے کی خاطر فروخت کرتا ہے اللہ لوگوں پر بڑا مہربان ہے۔''

غایۃ المرام ص ۳۴۴/ص ۳۴۵ میں علامہ بحرانی نے ثعلبی کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ جب آنحضورؐ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت علیؑ کو دو کاموں کے لئے اپنے پیچھے چھوڑا۔ ایک تو جو امانتیں آپؐ کے پاس تھیں انہیں واپس کرنے کی خاطر۔ اور دوسرا اپنے بستر پر سونے کی خاطر۔ کیونکہ مشرکین نے آپؐ کے مکان کے گرد گھیرا ڈال رکھا تھا آپ نے فرمایا۔ یا علیؑ! میری حضری چادر اوپر ڈال کر سو جا۔ حضرت علیؑ سو گئے۔

ذات احدیت نے جبرئیلؑ و میکائیلؑ سے فرمایا۔ کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسری کا بھائی بنایا ہے۔ تم میں سے کون اپنی جان دوسرے بھائی پر قربان کرتا ہے دونوں نے اپنی زندگی سے محبت کا اظہار کیا۔ تو اللہ نے فرمایا۔ کیا تم علی ابن ابی طالبؑ کی طرح نہیں بن سکتے میں نے علیؑ و محمدؐ کے مابین بھی مواخات کی ہے۔ ذرا دیکھو تو علیؑ کو اپنی جان محمدؐ پر قربان کرکے اس کے بستر پر سو گیا ہے۔ اب جاؤ اور اس کی حفاظت کرو۔

دونوں فرشتے زمین پر آئے جبرائیلؑ سرہانے اور میکائیلؑ قدموں کی جانب کھڑا ہوگیا۔ جبریلؑ نے کہا۔ اے ابن ابی طالبؑ تو کتنا مبارک ہے کہ آج اللہ ملاء اعلیٰ میں تجھ پر فخر کررہا ہے۔

جب آنحضورؐ غار سے نکل کر سوئے مدینہ جارہے تھے اثنائے راہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ہ۔ مستدرک حاکم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ۔ علیؑ اپنی جان بیچ کر بستر رسولؐ پر چادر رسول اوڑھ کر سویا تھا۔

مولف ..... بے شمار مفسرین نے اس آیت کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مثلاً ہ۔ محمد ابن سائب کلبی نے اپنی تفسیر التسہیل العلوم التنزیل ج اص ۹۴ پر

ہ۔ ابو عبداللہ محمد ابن احمد ابو بکر ابن فرج انصاری قرطبی نے اپنی تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۴۷ پر۔

ہ۔ علامہ ابوالحسن شیبانی المعروف ابن اثیر نے اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ ج ۴ ص ۲۵ پر

ہ۔ علامہ ابوبکر نیشاپوری نے اپنی تفسر نیشاپوری کی ج اص ۲۸۱ پر

ہ۔ علامہ گنجی نے کفاتیہ الطالب ص ۱۱۴ پر

ہ۔ علامہ عبدالرحمٰن صفوری نے نزھتہ المجالس ج ۲ ص ۱۶۸ پر

ہ۔ علامہ محب الدین طبری نے ذخائر العقبےٰ اص ۸۸ پر

ہ۔ علامہ ابوالحسن واحدی نے اسباب النزول پر حاشیہ تفسیر جلالین ج اص ۴۲ پر

ہ۔ علامہ امام غزالی نے احیاء علوم الدین۔ بحث الایثار علی النفس ہیں۔

ہ۔ علامہ شبلنجی نے نوالابصار ص ۸۶ پر

(بقرہ ۱۴۲)

"انہیں بتادے مشرق ومغرب اللہ کے ہیں۔وہی ہے جسے چاہے صراط مستقیم کی ہدایت دے۔"

شواہد التنزیل ج ا ص ۶۳، ص ۶۴ پر حافظ حاکم حسکانی نے اپنے سلسلہ سند سے حذیفہ ابن ایمان سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا۔۔۔۔اگر تم لوگ علیؑ کو اپنا حکمران بناؤ گے تو اسے ہادی ومہدیؑ پاؤ گے اور تمہیں صراط مستقیم پر چلائے گا۔

۱۷ . کذلک جعلنا کم امة وسط لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیداً. (بقرہ:۱۴۳)

"اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسطیٰ بنایا تا کہ تم لوگوں کے گواہ رہو اور میرا رسول تمہارا گواہ رہے۔

شواہد التنزیل ج ا ص ۹۲ پر حافظ حاکم حسکانی نے لکھا ہے کہ ہمیں محمد ابن عبداللہ ابن احمد صوفی نے اپنے سلسلہ سند سے سلیم ابن قیس سے سلیم نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ۔ مذکورہ آیت میں امت وسطیٰ سے مراد ہم ہی ہیں۔ہم لوگوں پر شاہد ہیں اور نبی کریمؐ ہمارے شاہد ہیں۔ہم زمین پر حجت خدا ہیں۔اور ہمارے ہی متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں امت وسطیٰ بنایا ہے۔

۱۸ . ماجعلنا القبلته التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول من ینقلب علیٰ عقبیه وان کانت لکبیرة الا علی الذین هدی الله. (بقرہ: ۱۴۳)

"جس قبلہ پر تو تھا اسے ہم نے صرف اس لئے تبدیل کیا کہ ہم معلوم کریں کہ ہمارے رسول کی اتباع کون کرتا ہے اور کون اپنے پچھلے قدموں پر لوٹ جاتا ہے۔اگر چہ تحویل قبلہ

سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ نے ہدایت یافتہ کیا ہے دوسرے افراد کے لئے بہت بھاری ہے۔"

شواہد التنزیل ج ا ص ۹۳ پر حافظ حاکم حسکانی نے لکھا ہے کہ ہمیں ابونصر مفسر نے اپنے سلسلہء سند سے بیان کیا ہے کہ حکام ابودرہم نے حسن سے روایت کی ہے کہ حسن نے کہا۔علی ابن ابی طالبؑ ہدایت یافتہ افراد سے تھے۔پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ہم نے تحویل قبلہ اس لئے کی۔الخ۔علیؑ ہی پہلا وہ شخص تھا جسے اللہ نے آنحضورؐ کے ساتھ ہدایت دی۔اور پہلا وہ شخص ہے جو آنحضورؐ کے ساتھ ملحق ہوا۔حجاج نے حسن سے کہا۔تو تو ابوترابی اور عراقی ہے حسن نے کہا۔حقیقت یہی ہے جو میں نے آپ کو بتادی ہے۔

۱۹ . یاایها الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان الله مع الصٰبرین (بقره: ۱۵۳)

"اے ایمان والو! نماز اورروزہ سے مدد حاصل کرو۔یقیناً اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔"

حافظ ابونعیم نے اپنی تالیف حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۶۴ پر مجاہد سے مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے قرآن میں جس آیت میں یاایھا الذین امنوا ہے اس میں علیؑ ہی پہلا فرد اور امیر المومنینؑ ہے۔

مولف۔۔۔چونکہ ایسی آیات قرآن کریم میں متعدد اور مختلف مقامات پر ہیں اس لئے ہم نے ہر جگہ ایک حدیث لکھی ہے۔

۲۰ . بشر الصابرین الذین اذا صابتهم مصیبة قالو انا لله وانا لیه راجعون اولئک علیهم صلوات من ربهم ورحمة واولئک هم المهتدون. .(بقره

:۱۰۰/۱۵۷)

''ان صابرین کو بشارت جنت دے جن پر جب مصیبت آئے تو کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہماری بازگشت ہے ان پر اللہ کی رحمتیں اور نوازش ہے یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اہلسنت میں سے ایک جید عالم اپنی تالیف الافکار کے ص ۵۶ پر لکھا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوتی جب حضرت علیؑ کو جناب حمزہ کی شہادت کی اطلاع ملی تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ یہ آیت حضرت علیؑ کے اظہار تاسف اور اقرار توحید کا جملہ ہے جسے اللہ نے آیت بنا دیا ہے۔

مولفؒ ۔۔۔۔ چونکہ یہ تینوں آیات بیک وقت نازل ہوئی ہیں اس لئے تینوں ہی حضرت علی کے حق میں ہیں۔

۲۱. اذتبرأالذین اتبعوا من الذین اتبعوورأو العذاب وتقطعت بهم الاسباب. (بقر۰:۱٦٦)

''جب وہ لوگ تبرا کریں گے جن کی اتباع کی گئی تھی ان لوگوں سے جنہوں نے اتباع کی تھی اور عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے تمام اسباب نجات ختم ہو جائیں گے''۔

حافظ محبّ الدین نے ذخائر العقبیٰ میں جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ آل محمدؐ کی ایک کنیز تھی جس کا نام بربرہ تھا۔ وہ آ رہی تھی گلی میں اسے ایک صحابی ملا۔ اس نے دیکھا تو کہنے لگا۔ اے بربرہ اپنا دوپٹہ سنبھال لے۔ محمدؐ و آل محمدؐ کی خدمت تجھے بارگاہ خالق سے نہ بچا سکے گی۔

بربرہ نے گھر آ کر حضورؐ کو یہ بات بتائی۔ آپ انتہائی غصہ کی حالت میں باہر تشریف

لائے۔ ہمیں آپؐ کے غصے کا پتہ یوں چل جاتا تھا کہ ایسی حالت میں آپؐ کی عبا زمین پر گھسٹتی تھی اور آپؐ کے رخسارے سرخ ہو جاتے تھے۔ ہم نے جب آپؐ کو اس حالت میں دیکھا تو ہم نے فوراً اپنی تلواریں نیاموں سے نکال کر عرض کیا۔ فیصلہ کیا ہوا؟ آپؐ حکم دیں۔ اگر ہمیں اپنے والدین اور بھائیوں کے قتل کا حکم بھی دیں گے تو ہم تعمیل کریں گے۔ آپؐ نے ہمیں کوئی جواب نہ دیا۔ سیدھے منبر پر تشریف لائے۔ حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا۔

کچھ لوگ یہ کیوں سمجھتے نہیں کہ۔ میری خدمت، خدمت گزاروں کو فائدہ نہ دے گی؟ میری خدمت۔ یقیناً میرے خدمت گزاروں کو نجات دے گی خواہ ان کی تعداد حکم اور حاء کے قبیلہ کے برابر کیوں نہ ہو۔ میں شفاعت کروں گا۔ میری شفاعت قبول ہوگی۔ حتیٰ کہ جس کی میں شفاعت کروں گا وہ بھی شفاعت کرنے کا مجاز ہوگا۔ میری وسعت شفاعت کو دیکھ کر ابلیس کے دل میں بھی شفاعت کرانے کا خیال آ جائے گا۔

فیض القدیر میں علامہ مناوی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن ہر نسب اور ذریعہ ختم ہو جائے گا لیکن میرا رشتہ اور میرا واسطہ منقطع نہیں ہوگا۔

۲۲ . یاایھاالذین آمنوا کلوامن طیبات مارزقناکم واشکروا اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون. (بقرگ: ۱۷۲)

"اے ایمان والو! ہمارے عطا کردہ پاکیزہ رزق سے کھاؤ اور اگر تم اللہ کی عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر یہ ادا کرو۔"

ینابیع المودۃ ص ۱۲۵ پر علامہ سلیمان قندوزی نے خوارزمی سے۔ خوارزمی نے مجاہد اور

عکرمہ سے۔مجاہد اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ۔قرآن میں جس آیت کی ابتداء یاایھا الذین امنوا سے ہوتی ہے اس کا رئیس اور امیر علیؑ ہے۔

۲۳. لکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملائکتر والکتاب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی اوالیتامیٰ والمساکین ابن لاسبیل والسائلین وفی الرقاب. (سورہ بقرہ: ۱۷۷)

''لیکن نیکی یہ ہے کہ۔اللہ۔قیامت' ملائکہ' قرآن اور انبیاء پر ایمان لایا جائے اور محبت خدا میں اقرباء۔یتامیٰ' مساکین' مسافروں' بھکاریوں اور غلاموں کو کچھ دیا جائے۔

شواہد التنزیل ج ۱ ص ۱۰۳ میں حافظ حاکم حسکانی نے اپنے سلسلہ سند کے ذریعہ ابوبکر سبیعی سے ابوبکر نے سدی سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی۔

۲۴. یا ایھا الذین امنو کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ الحر بالحر ولعبد بالعبد والا نثیٰ بالانثیٰ (بقرہ: ۱۷۸)

''اے ایمان والو! مقتول کے سلسلہ میں قصاص تم پر فرض کیا جاتا ہے۔آزاد کے عوض آزاد۔غلام کے عوض غلام اور عورت کے عوض عورت''۔

غایۃ المرام ص ۳۴۱ پر علامہ بحرانی نے ابن جبیر سے ابن جبیر نے عطا اور عکرمہ سے عطا اوعکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ۔اللہ نے قرآن میں یا آ ایھا الذین امنوا کے عنوان سے جو آیت بھی نازل کی ہے علیؑ اس کا امیر اور مصداق اشرف ہے۔

۲۵. یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون. (بقرہ: ۱۸۳)

''اے ایمان والو! روزے سے تم پراسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم عذاب خدا سے ڈرو۔

شواہد التنزیل ج ا ص ۴۸ پر حافظ حاکم حسکانی نے ابوذکریا ابن اسحاق کے سلسہ سند سے حذیفہ ابن یمان سے روایت کی ہے کہ۔۔۔۔چند لوگوں نے کہا کہ جس آیت میں یا ایھا الذین امنوا سے ہوتا ہے اس کا لب لباب علیؑ ہے۔

۲۶. من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد. (بقرة: ۲۰۷)

''لوگوں میں سے ایک ایسا شخص ہے جو اپنی جان رضائے خدا حاصل کرنے کی خاطر فروخت کرتا ہے اللہ لوگوں پر بڑا مہربان ہے۔''

غایۃ المرام ص ۳۴۴/ص ۳۴۵ میں علامہ بحرانی نے ثعلبی کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ جب آنحضورؐ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت علیؑ کو دو کاموں کے لئے اپنے پیچھے چھوڑا۔ ایک تو جو امانتیں آپؐ کے پاس تھیں انہیں واپس کرنے کی خاطر۔ اور دوسرا اپنے بستر پر سونے کی خاطر۔ کیونکہ مشرکین نے آپؐ کے مکان کے گرد گھیرا ڈال رکھا تھا آپ نے فرمایا۔ یا علیؑ! میری حضری چادر اوپر ڈال کر سو جا۔ حضرت علیؑ سو گئے۔

ذات احدیت نے جبرئیلؑ و میکائیلؑ سے فرمایا۔ کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسری کا بھائی بنایا ہے۔ تم میں سے کون اپنی جان دوسرے بھائی پر قربان کرتا ہے دونوں نے اپنی زندگی سے محبت کا اظہار کیا۔ تو اللہ نے فرمایا۔ کیا تم علی ابن ابی طالبؑ کی طرح نہیں بن سکتے میں نے علیؑ و محمدؐ کے مابین بھی مواخات کی ہے۔ ذرا دیکھو تو علیؑ کو اپنی جان محمدؐ پر قربان کرکے اس کے بستر پر سو گیا ہے۔ اب جاؤ اور اس کی حفاظت کرو۔

دونوں فرشتے زمین پر آئے جبرائیلؑ سرہانے اور میکائیلؑ قدموں کی جانب کھڑا ہوگیا۔ جبریلؑ نے کہا۔ اے ابن ابی طالبؑ تو کتنا مبارک ہے کہ آج اللہ ملاء اعلیٰ میں تجھ پر فخر کررہا ہے۔

جب آنحضورؐ غار سے نکل کر سوئے مدینہ جارہے تھے اثنائے راہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ہ۔ مستدرک حاکم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ۔ علیؑ اپنی جان بیچ کر بستر رسولؐ پر چادر رسول اوڑھ کر سویا تھا۔

مولف...... بے شمار مفسرین نے اس آیت کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مثلاً ہ۔ محمد ابن ساتب کلبی نے اپنی تفسیر التسہیل العلوم التنزیل ج ا ص ۹۴ پر

ہ۔ ابوعبداللہ محمد ابن احمد ابوبکر ابن فرج انصاری قرطبی نے اپنی تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۴۷ پر۔

ہ۔ علامہ ابوالحسن شیبانی المعروف ابن اثیر نے اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ ج ۴ ص ۲۵ پر

ہ۔ علامہ ابوبکر نیشاپوری نے اپنی تفسر نیشاپوری کی ج ا ص ۲۸۱ پر

ہ۔ علامہ گنجی نے کفاتیہ الطالب ص ۱۱۴ پر

ہ۔ علامہ عبدالرحمٰن صفوری نے نزھتہ المجالس ج ۲ ص ۱۶۸ پر

ہ۔ علامہ محبّ الدین طبری نے ذخائر العقبےٰ ص ۸۸ پر

ہ۔ علامہ ابوالحسن واحدی نے اسباب النزول پر حاشیہ تفسیر جلالین ج ا ص ۴۲ پر

ہ۔ علامہ امام غزالی نے احیاء علوم الدین۔ بحث الایثار علی النفس ہیں۔

ہ۔ علامہ شلنجی نے نوالابصار ص ۸۶ پر

علاوہ ازیں دیگر مفسرین نے بھی لکھا ہے کہ مذکورہ آیت ہجرت حضرت علیؑ کے اس ایثار کی سند ہے جو آپ نے بستر سرور انبیاء پر سو کر کیا تھا۔

۲۷. یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ و لا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین . بقرہ ۲۰۸

''اے ایمان والو! تمام کے تمام سلامتی کے دائرہ میں داخل ہو جاؤ۔شیطان کی اتباع نہ کرو وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔''

غایۃ المرام ص ۴۳۸ پر علامہ ہاشم بحرانی نے اموی اصفہانی سے اس آیت کی تفسیر میں متعدد سلسلہ ہائے سند سے روایت کیا ہے کہ۔ مسلم مراد ہم اہلبیتؑ کی ولایت ہے۔

یعنی وہ سلامتی جس کے دائرہ میں داخل ہونے کا اللہ نے حکم دیا ہے وہ علیؑ اور اس کے اہلبیت طاہرینؑ کی ولایت ہے۔

۲۸. واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم. (البقرہ ۲۱۳)

''اللہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔''

شواہد التنزیل ج ا ص ۶۴' ص ۶۵ پر حافظ حسکانی نے ابو اسعد مغازلی کے ذریعہ حذیفہ ابن ایمان سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ اگر تم نے علیؑ کو حکمران بنایا۔ تو اسے ہادی اور مہدی پاؤ گے جو تمہیں صراط مستقیم پر لے کر چلے گا۔ لیکن تم کبھی بھی ایسا نہ کرو گے۔

مولف۔۔۔ یعنی اگر میرے بعد تم نے علیؑ کو خلیفہ مان کر اس کی اطاعت پر جمع ہو گئے تو تمہیں صراط مستقیم پر لے چلے گا مگر تم ہرگز ایسا نہ کرو گے جیسا کہ صحابہ نے واقعاً آپ کے بعد ایسا کیا بھی نہیں۔

تمہیں واضح راستہ پر لے چلے گا یعنی وہ راستہ جو ذات احدیت نے معین کیا ہے اور

آنحضورؐ نے اس کی نشاندھی کی ہے۔حدیث میں الطریق پر الف لازم عہد کا ہوگا۔

۷۹ . تلک الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات وآتينا عيسى ابن مريم البينات وايدناه بروح القدس ولو شاء الله مااقتتل الذين من بعد هم من بعد ماجاء تهم البينات ولكن اختلفوا فمنهم من آمن ومنهم من كفر ولوشاء الله ما اقتتلوا ولكن الله يفعل مايريد. (البقره ۲۵۳)

"ہمارے یہ انبیاء (ہم مرتبہ نہیں) ہم نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے۔بعض ایسے ہیں جنہیں اللہ نے اپنا کلیم بنایا ہے۔بعض کے مراتب بلند کیئے ہیں عیسیٰ ابن مریم کو واضح معجزات دیئے ہیں۔ہم نے عیسیٰؑ کو روح القدس سے مؤید کیا ہے۔اگر اللہ چاہتا تو ان انبیاء کے بعد ان کی امتیں بعد میں آنے والے انبیاء سے برسر پیکار نہ ہوتیں لیکن ان لوگوں نے اختلافات کیئے ہیں۔ان میں سے کچھ اللہ پر ایمان لائے ہیں اور کچھ کافر رہے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا یہ لوگ جنگ نہ کرتے لیکن اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے"۔

غایۃ المرام ۴۲۹/ص ۴۳۰ میں علامہ بحرانی نے ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اصبغ ابن بناتہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت علیؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی اے امیر المومنین ہم لوگوں سے کس بنیاد پر لڑتے ہیں جبکہ منزل ایک ہے۔ رسول ایک ہے۔نماز ایک ہے۔اور حج ایک ہے۔ہم انہیں کے نام دیں۔

آپ نے فرمایا۔ہمیں نام دینے کی کیا ضرورت ہے اللہ نے قرآن میں ان کا نام خود رکھ دیا ہے۔

اس نے عرض کیا۔قبلہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ تمام تو میں نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: تلک الرسل کی آیت کا اختتامیہ دیکھ تجھے ان کا نام مل جائے گا' اللہ فرماتا ہے۔۔ اگر اللہ چاہتا تو انبیاء کے بعد ان کی امتیں آنے والے انبیاء اور ان کے پیش کردہ معجزات سے انکار کر کے ان سے جنگ نہ لڑتیں۔ لیکن ان لوگوں نے اختلاف کیا۔ کچھ مومن بنے اور کچھ کافر۔

جب آنحضورؐ کے بعد اختلاف ہوگیا ہے تو واضح سی بات ہے کہ۔ اللہ۔ کتاب خدا نبی اکرمؐ اور حق کے معاملہ میں ان کی نسبت ہم زیادہ قریب ہیں۔ بنابریں ھم الذین امنوا اور وہ الذین کفروا کے زمرہ میں آئیں گے۔

۲۹ . یا ایھا الذین آمنوا انفقوا مما رزقنا کم. (بقرہ ۲۵۴)

''اے ایمان والو۔ ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔''

شواہد التنزیل ج ۱ ص ۴۹ میں حافظ حسکانی نے ابونصر مفسر کے ذریعہ ابن عباس سے ہدایت کی ہے کہ۔ قرآن کی جس آیت کا بھی آغاز یاایھا الذین آمنوا سے ہوتا ہے علیؑ اس کا امیر ہے۔ ذات احدیت نے آنحضورؐ کے تمام صحابہ کی اجتماعی انفرادی سرزنش کی ہے لیکن علیؑ کا تذکرہ جہاں بھی فرمایا ہے مدح وثنا میں کیا ہے۔

۳۰. فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا. (بقرہ ۲۵۶)

''جو بھی طاغوت سے کفر کر کے اللہ پر ایمان لائے گا گویا اس نے ایسی عروۃ الوثقیٰ کو تھام لیا۔ جس میں انقطاع نہیں ہے۔''

غایۃ المرام ص ۲۲۴ علامہ بحرانی نے احمد خوارزمی کے حوالہ سے عبدالرحمٰن ابن ابویعلی سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ اے علیؑ تو عروۃ والوثقیٰ ہے۔

غایۃ المرام ص ۲۲۴ پر علامہ بحرانی نے اہلسنت کے سلسلہ سند کے ذریعہ ابن شاذان سے ابن شاذان نے امام رضاؑ سے امام رضاؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کے ذریعہ نبی کونینؐ سے روایت کی ہے کہ۔آنحضورؐ نے فرمایا ہے میرے بعد تاریک ترین فتنہ کھڑا ہوگا۔

۳۱۔ مثل الذین یفقون اموالھم فی سبیل اللہ (بقرہ ۲۶۱)

''ان لوگوں کی طرح جو راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

شواہد التنزیل ص ۱۰۴ میں حافظ حسکانی نے ابونصر عیاشی کے ذریعہ سلام ابن مستیز سے سلام نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ۔مذکورہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

۳۲۔ ومثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ و تثبیتاً مب انفسھم کمثل جنۃ بربوۃ اصابھا وابل فاتت اکلھا ضعفین (بقرہ ۲۶۵)

''جو لوگ اپنا مال راہ خدا میں رضائے خدا حاصل کرنے اور اپنی ثابت قدمی کے اعتراف واعلان کے بطور خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس باغ جیسی ہے جسے باران رحمت پہنچے اور دگنا پھل دے۔''

شواہد التنزیل ص ۱۰۴ ج ا میں حافظ حسکانی نے جعفر ابن محمد کے سلسلہ سند سے ابوبصیر سے اور ابوبصیر نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ مذکورہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

۳۳ یاایھا الذین آمنوا نفقوا من طیبات ماکسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ،(بقرہ ۲۶۷)

''اے ایمان والو! اپنے کسب کردہ رزق حلال اور زمین کے ذریعہ عطا کردہ ہمارے

رزق سے خرچ کرو۔"

شواہد التنزیل ج۱ص ۴۹ کا حاشیہ۔شیخ محمودی نے اپنے حاشیہ میں قطیعی کی کتاب الفضائل سے اپنے سلسلہ سند کے ذریعہ عکرمہ سے عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ۔

قرآن میں ہر وہ آیت جس کی ابتدا یاایھا الذین آمنوا سے ہوئی ہے اس کا امیر علیؑ ہے۔ذات احدیت نے قرآن میں تمام اصحاب محمدؐ کو انفرادی طور پر بھی اور مجموعی طور پر سرزنش کی ہے لیکن علیؑ کا ذکر ہمیشہ خیر اور اچھائی سے کیا ہے۔

۳۴. **ومن یوت لاحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً** (بقرہ ۲۶۹)

"جسے حکمت دی گئی ہے اسے خیر کثیر دی گئی ہے۔"

شواہد التنزیل ج۱ص ۱۰۶ میں حافظ حسکانی نے لکھا ہے کہ مجھے ابونصر مفسر نے اپنی تفسیر کے اس کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخہ میں اس وقت بتایا جب میں اس کے سامنے نسخہ کی عبارت پڑھ رہا تھا۔سفیان ثوری سے مروی ہے کہ ربیع ابن خیثم نے روایت کی ہے کہ۔ مذکورہ بالا آیت سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔

ہ۔البدایہ والنھایہ ج۷ص ۳۵۹ میں ابن کثیر سے روایت ہے کی ہے کہ۔آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔حکمت کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا۔اس میں نو حصے تنہا علیؑ کو دیئے گئے اور ایک حصہ تمام لوگوں میں تقسیم کیا گیا۔

ہ۔کنزالعمال ج۶ص ۱۵۴ علی متقی نے یہی حدیث روایت کی ہے۔

ہ۔مناقب خوارزمی میں بھی یہی حدیث مروی ہے۔

ہ۔اسد الغابہ ج۴ص ۲۲ میں ابن اثیر نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

ہ۔علامہ بحرانی نے اپنی الکتاب الصیغر ص ۱۵ پر یہی حدیث نقل کی ہے۔

ہ۔مناقب خوارزمی ص ۴۹ پر ابن عباس نے مذکورہ حدیث کچھ اضافہ کے ساتھ نقل کی ہے۔ اضافہ یہ ہے آنحضورؐ نے فرمایا۔ بخدا علیؑ تمہیں ملنے والے دسویں حصہ میں بھی شریک ہے۔

ہ۔اسی اضافہ کے ساتھ اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۲ ذخائر العقبیٰ ص ۸۷ پر بھی موجود ہے۔

ہ۔مسند حنبل ج ۱ ص ۱۴۰ اور ص ۱۸۵ پر بھی یہی حدیث موجود ہے۔

ہ۔خوارزمی کی مقتل الحسین ج ۱ ص ۴۳ میں بھی یہی حدیث موجود ہے۔

مولف۔۔ یہ خیال رہے کہ خود آنحضورؐ الناس سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ نبی اکرمؐ ہر حالت میں ہر حیثیت میں حضرت علیؑ سے افضل ہیں، یہی صورت بقیہ احادیث کی ہوئی مثلاً آپ نے فرمایا ہے۔ جنگ خندق میں علیؑ کی ایک ضرب ثقلین کی عبادت سے افضل ہے یہاں ثقلین سے خود آنحضورؐ مستثنیٰ ہوں گے۔

۳۵. الذین ینفقون اموالهم بالیل والنهار سِراً وعلانیةً فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون. (بقرہ ۲۷۴)

''جو لوگ اپنا مال رات میں اور دن میں خرچ کرتے ہیں ان کے لئے اللہ کے ہاں اجر ہے اور انہیں نہ تو کسی قسم کا غم ہوگا نہ حزن وملال۔''

غایۃ المرام ص ۳۴۷ مناقب خوارزمی کے حوالہ سے عبدالوہاب ابن مجاہد سے۔ عبدالوہاب نے اپنے باپ مجاہد سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس چار درہم تھے۔ آپؑ نے ایک درہم رات میں۔ ایک درہم دن میں ایک۔ درہم بطور مخفی اور ایک درہم کھلم کھلا صدقہ کیا تو اللہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

ان کے علاوہ دیگر مفسرین نے بھی آیت کا شان نزول یہی بیان کیا ہے۔ مثلاً۔

تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۰۱ میں علی ابن محمد خازن نے

فرائد السمطین ج ا ص ۶۷ پر علامہ حموینی نے

الفصول المہمہ کی فصل اول میں علامہ ابن صباغ نے

الدر المنثور جلد اول میں علامہ سیوطی نے۔

۳۶. ان الذین امنوا وعملو الصالحات واقاموا الصلوٰۃ اواتوا الزکوٰۃ لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون. (بقرہ.۲۷۷)

''جولوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے نماز پڑھی زکوۃ دی ان کے لئے اللہ کے ہاں اجر ہوگا نہ انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ حزن۔''

شواہد التنزیل ج ا ص ۲۱ پر حافظ حسکانی نے علی ابن موسےٰ ابن اسحاق سے علیؑ نے عکرمہ سے اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں **الذین امنوا وعملوا الصالحات** ہے علیؑ اس کا امیر ہے۔ عکرمہ نے پھر کہا مجھے علیؑ کی ایک ایسی فضیلت معلوم ہے کہ اگر وہ میں بیان کروں تو آسمان وزمین کی وسعتیں اس کے مقابلہ میں کوتاہ ہو جائیں گی۔

مولف۔۔ یہ خیال رہے کہ یہ احادیث ان احادیث سے مختلف ہیں جن میں یا ایھا الذین امنوا کی آیات کے متعلق بتایا گیا ہے۔ کیونکہ مذکورہ آیت اور اس جیسی دیگر آیات میں صرف اہل ایمان مخاطب ہیں اور ان کے ایمان کو عمل سے مقید نہیں کیا گیا۔ مذکورہ بالا آیت میں ایمان اور عمل صالح ہر دو کو یکجا کر دیا ہے۔

چونکہ ایمان اور عمل صالح کو یکجا کرنے والی آیات بھی قرآن کریم میں بکثرت ہیں اس

لئے بقرہ ۲۷۷ کی تفسیر کے مطابق تمام وہ آیات جن میں ایمان اور عمل صالح کو یکجا کیا گیا ہے ان میں امیر حضرت علی ہی ہوں گے۔ ذیل میں ہم بقرہ ص ۲۷۷ جیسی قرآن میں موجود تمام آیات کو آپ کی سہولت کے لئے مع آیت اور سورہ کے نام پیش کر رہے ہیں۔

سورہ البقرۃ

ا. وبشر الذین امنوا وعملوا الصالحات ان لهم جنات تجری من تحتها الانهر (۲۵)

''ان لوگوں کو بشارت دے جو ایمان لائے ہیں اور اعمال صالح کئے کہ ان کے لئے ایسے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔''

۲. و الذین آمنوا وعملوا الصالحات و الئک اصحاب الجنة (۸۲)

''جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے وہ اصحاب جنت ہیں''۔

۳. ان الذین امنوا وعملوا الصالحات و اقاموا الصلاۃ (۲۷۷)

''جو لوگ ایمان لائے اعمال صالحہ کئے اور نماز پڑھی۔''

سورۃ آل عمران:

۴. واما الذین آمنوا وعملوا الصالحات فیوفهم اجورهم (۵۷)

''جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اعمال صالحہ بجا لائے انہیں ان کا اجر کامل ملے گا۔''

سورۃ النساء:

۵. والذین آمنوا وعملوا الصالحات سند خلهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین ابداً لهم فیها ازواج مطهرة وند خلهم ظلا ظلیلاً (۵۷)

''جو لوگ ایمان لائے۔ اعمال صالحہ کئے انہیں ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے

جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے انہیں پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور بہترین سایہ فراہم ہوگا۔"

۶. والذین امنوا وعملو الصالحات سند خلهم جنٰت تجری من تحتها الانہر خالدین فیها ابداً وعدالله حقاً من اصدق من الله قیلا (۱۲۲)

"جولوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے انہیں ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ لوگ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ حق ہے اور اللہ سے کون زیادہ وعدے کا سچا ہے۔"

۷. فاماالذین آمنوا وعملو الصالحات فیوفیهم اجورهم (۱۷۳)

"جولوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے انہیں ان کے مکمل اجر ملیں گے۔"

سورۃ المائدۃ:

۸. وعدالله الذین آمنوا وعملوا الصالحات لهم مغفرة و اجر عظیم (۹)

"اللہ نے اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔"

۹. لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیماطعموا (۹۲)

"اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والے اگر کوئی جائز خواہش کریں تو کوئی حرج نہیں۔"

سورۃ الاعراف:

۱۰. والذین آمنوا وعملوا الصالحات لانکلف نفساً الاوسعها (۴۲)

"جولوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے ہم انہیں ان کی طاقت کے مطابق تکلیف

دیتے ہیں۔"

سورۃ یونس (علیہ السلام):

۱۱. لنجزی الذین امنوا وعملوا الصالحات بالقسط (۴)

"اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والو ں کو عدل سے جزا ملے گی۔"

۱۲. ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات یھدیھم ربھم بایمانھم (۹)

"ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو ایمان کی بدولت اللہ ہدایت دیتا ہے۔"

سورۃ ھود (علیہ السلام)

۱۳. ان الذین امنوا وعملوا الصالحات واخبتوا الی ربھم (۲۳)

"جو لوگ ایمان لائے اعمال صالحہ اور دامن توحید میں پناہ لی۔"

سورۃ الرعد:

۱۴. الذین امنوا عملوا الصالحات طوبی لھم وحسن مآب (۲۹)

"جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے انہیں اچھے انجام کی بشارت ہو۔"

سورۃ ابراھیم (علیہ السلام)

۱۵. وادخل الذین آمنوا وعملوا الصالحات جنات (۲۳)

"ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔"

سورۃ الکھف:

۱۶. ان الذین امنوا وعملوا الصالحات انا لا نضیع اجر من احسن عملا (۳۰)

"جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے ہم کسی بھی اچھے عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔"

۱۷. ان الذین امنوا وعملو الصالحات کانت لهم جنٰت الفردوس نزلا (۱۰۷)

"ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کی جنت الفردوس میں میزبانی کی جائے گی۔"

سورۃ مریم (علیہا السلام):

۱۸. ان الذین امنوا وعملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمٰن ودا. (۹۶)

"ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو اللہ محبت عنایت کرے گا۔"

سورۃ الحج:

ان الله یدخل الذین امنوا وعملوا الصالحات جنات تجری من تحتها الانهر ان الله یفعل مایرید (۱۴)

"ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو اللہ ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

۲۰. ان الله یدخل الذین آمنوا وعملوا الصالحات جنات تجری من تحتها الانهر یحلون فیها من اساور من ذهب ولؤلؤا ولباسهم فیها حریر /۲۳

"اللہ اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو ایسے باغات میں رکھے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ لوگ سونے سے آراستہ ہوں گے۔ موتی پہنیں گے اور لباس ریشمی ہوگا۔"

۲۱. فالذین امنوا وعملوا الصالحات لهم مغفرة ورزق کریم /۵۰

"اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں کے لئے مغفرت اور عمدہ رزق ہے۔"

۲۲ .فالذین امنوا وعملو الصالحات فی جنات النعیم /۵۶

''اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والے جنات نعیم میں ہوں گے۔''

سورۃ النور:

۲۳ .وعده الله الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات یستخلفنهم فی الارض/۵۵

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے اللہ نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے کہ ایک دن ضرور انہیں حکمران بنائے گا۔''

سورۃ الشعراء:

۲۴ .الاالذین آمنوا وعملوا الصالحات وذکروا الله کثیرا/۲۲۷

''ان لوگوں کے سوا جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے اور اللہ کا غیر محدود ذکر کیا۔''

سورۃ العنکبوت:

۲۵ .والذین آمنوا وعملوا الصالحات لنکفرن عنهم سیاتهم /۷

''جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ کیے ہیں ہم ان کے گناہ معاف کر دیں گے۔''

۲۶ .والذین امنوا وعملو الصالحات لند خلنهم فی الصالحین/۹

''جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے ہم ان کا شمار صالحین میں کریں گے۔''

۲۷ .والذین آمنوا وعملوا الصالحات لنبؤنهم من الجنة غرفاً/۵۸

''جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے ہم انہیں جنت کے محلات الاٹ کریں گے۔''

سورۃ الروم:

۲۸ .فاما الذین امنوا وعملوا الصالحات فی روضة یحبرون/۱۵

''جولوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وہ جنت میں خوش وخرم ہوں گے۔''

۲۹. لیجزی الذین آمنو او عملو االصالحات من فضله (۴۵)

''تا کہ اللہ اپنی عنایت سے ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے۔''

سورۃ لقمان:

۳۰. ان الذین امنو االصالحات لهم جنات النعيم/۸

''جولوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے ان کے لئے جنات نعیم ہوں گی۔''

سورۃ السجدہ:

۳۱. اماالذین امنو او عملو االصالحات فلهم جنات المأوی/۱۹

''جولوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے ان کے لئے جنت ماوٰی ہوگی۔''

سورۃ سبأ:

۳۲. لیجزی الذین امنو او عملو االصالحات اولئک لهم مغفرة/۴

''تا کہ اللہ اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو جزا دے اور مغفرت انہی کے لئے ہے۔''

سورۃ فاطر:

۳۳. و الذين آمنو اعملو االصالحات لمه مغفرة و اجر كبير/۷

''جولوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے ان کے لئے مغفرت اور بہت اجر ہوگا۔''

سورۃ ص:

۳۴. الاالذين آمنو او عملو االصالحات وقليل ماهم/۲۴

''ان لوگوں کے سوا جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے اور ایسے لوگ کم ہی ہوں گے۔''

۳۵. ام نجعل الذين امنو او عمو االصالحات كالفسدين فى الأرض/۲۸

''کیا ہم اہل ایمان اور اعمال صالح کرنے والوں کو روئے ارض پر فتنہ پردازوں کی طرح برابر رکھیں گے۔''

۳۶.وما یستوی الأعمی والبصیر والذین امنواوعملواالصالحات ولاالمسیئ/۵۸

''مومن اور اعمال صالحہ کرنے والے اور بدعمل برابر نہیں ہو سکتے۔''

سورۃ فصلت:

۳۷.ان الذین امنواوعملواالصالحات لهم اجر غیر ممنون/۸

''جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے وہ جنت کے باغات میں ہوں گے۔''

سورۃ الشوریٰ:

۳۸.والذین امنواوعملواالصالحات فی روضات الجنات/۲۶

''جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے وہ جنت کے باغات میں ہوں۔''

۳۹.ذلک الذی یلبشر الله عباده الذین امنواوعملواالصالحات /۲۳

''یہ وہ بشارت ہے جو اللہ اپنے مومن اور اعمال صالحہ کرنے والے بندوں کو دیتا ہے۔''

۴۰.ویستجیب الذین آمنواوعملواالصالحات ویزیدهم من فضله/۲۶

''اللہ اہل ایمان اور اعمال صالح کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہے اور اپنی عنایات میں اضافہ کرتا ہے۔''

۴۱.ام حسب الذین اجترحوا السیئات أن نجعلهم كالذین امنواوعملواالصالحات سواء محیاهم ومماتهم/۲۱

''جن لوگوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے کیا ہم انہیں ان کے برابر مقام دیں گے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے''۔

۴۲. فأما الذين امنوا وعملوا الصالحات فيدخلهم ربهم في رحمته/ ۳۰

''جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے اللہ انہیں اپنی رحمت کے سایہ میں رکھے گا''۔

سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم):

۴۳. والذين امنوا وعملوا الصالحات وامنوا بما نزل على محمد وهو الحق من ربهم كفر عنهم سيئاتهم /۲

''جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے اور محمد پر نازل کردہ پر ایمان لائے جو کہ اللہ کی طرف سے حق ہے اللہ ان کے گناہوں سے درگزر کرے گا''

۴۴. ان يدخل الذين آمنوا وعملوا الصالحات جنات/ ۱۲

''اللہ اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو جنت میں داخل کرے گا''

سورۃ الفتح:

۴۵. وعدالله الذين آمنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرة واجراً عظيما.

''اللہ نے اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے''

سورۃ الطلاق:

۴۶. يخرج الذين امنوا وعملوا الصالحات من الظلمات الى النور/ ۱۱

''اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو اللہ ظلمات سے نور میں لائے گا''

سورۃ الانشقاق:

۴۷. الاالذین آمنو او عملو االصالحات لھم اجر غیر ممنون/ ۲۵

''ان لوگوں کے سوا جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے ان کے لئے اجر ہوگا۔''

سورۃ البروج:

۴۸. ان الذین آمنو او عملو االصالحات لھم جنات/ ۱۱

''جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے کہ ان کے لئے جنت ہوگی۔''

سورۃ التین:

۴۹. الاالذین امنو او عمو االصالحات فلھم اجر غیر ممنون/٦

''ان لوگوں کے سوا جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے ان کے لئے اجر ہوگا۔''

سورۃ البینۃ:

۵۰. ان الذین آمنو او عملو االصالحات اولٰک ھم خیر البریۃ. /۷

''جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وہی کائنات کے بہترین افراد ہیں۔''

سورۃ العصر:

۵۱. الاالذین آمنو او عملو االصالحات و تو اصو ابالحق/۳

''ان لوگوں کے سوا جو ایمان لائے اور اعمال صالح کئے اور حق کی وصیت کی۔''

۳۷. یاایھا الذین آمنو اذاتدایتم بدین الی أجل مسمتی فاکتبوہ.

البقرہ/۲۸۲

''اے ایمان والو! اگر کبھی کسی مدت مقررہ مدت کے لئے قرضہ لو تو اسے لکھ لو۔''

مقتل الحسین خوارزمی ج۱ص ۹۵ میں خوارزمی نے اور فرائد السمطین ج ۲ میں آنحضورؐ کے اونٹوں کے چرواں ابو سلٰے سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا جب مجھے معراج پر

لے جایا گیا تو ذات احدیت نے فرمایا۔

اللہ کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے اس پر رسول ایمان لے آیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔تمام مومنین بھی ایمان لا چکے ہیں۔

اللہ نے فرمایا۔۔۔۔تو نے سچ کہا ہے۔پیچھے کسے چھوڑ کر آئے ہو؟

میں نے عرض کیا۔۔۔اپنی امت کے بہترین فرد کو چھوڑ آیا ہوں۔

اللہ نے فرمایا۔۔۔۔۔کیا علی کو چھوڑ آئے ہو؟

میں نے عرض کیا۔۔۔۔۔ہاں میرے اللہ۔

اللہ نے فرمایا۔اے محمدؐ! میں نے جب پہلی مرتبہ اپنی نگاہ قدرت سے اپنی مخلوق کو دیکھا تو ان میں سے تجھے مصطفےٰ کیا۔چنانچہ میں نے اپنے اسماء سے تیرے لئے ایک نام چنا۔اب جس جگہ بھی مجھے محمود سے یاد کیا جائے گا اسی جگہ تجھے محمد سے یاد کیا جائے گا۔

پھر میں دوسری مرتبہ اپنے نگاہ قدرت سے اپنی مخلوق کو دیکھا تو علیؑ کو چن لیا۔اور اس کا نام بھی اپنے سے مشتق کیا۔میں اعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے۔

اے محمدؐ! میں نے تجھے۔علیؑ کو۔حسینؑ کو اور اولاد حسینؑ سے آئمہ کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔پھر تمہاری ولایت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی۔جس نے اسے قبول کر لیا میرے نزدیک وہی مومن ہے۔اور جس نے تمہاری ولایت کا انکار کیا میری نگاہ میں وہ کافرین سے ہے۔

اے محمدؐ! کیا اپنے اوصیاء کو دیکھنا چاہتا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ہاں میرے اللہ!

اللہ نے فرمایا۔عرش کے دائیں جانب دیکھ۔جب میں نے عرش کے دائیں جانب

دیکھا تو مجھے علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ۔ حسینؑ۔ علی ابن حسینؑ۔ محمد ابن علیؑ۔ جعفر ابن محمدؑ۔ موسیٰ ابن جعفرؑ۔ علی ابن موسیٰؑ۔ محمد ابن علیؑ۔ علی ابن محمدؑ۔ حسن ابن علیؑ اور مہدی ابن حسنؑ دریائے نور میں کھڑے عبادت رب میں مصروف تھے۔ مہدیؑ ان میں کوکب دری کی طرح نظر آ رہا تھا۔

اللہ نے فرمایا۔ اے محمدؐ! یہ میری طرف سے میری مخلوق پر حجت ہیں۔ اور مہدیؑ تیرا اور تیری ذریت کا انتقام لینے والا ہے اور میرے وعدہ سے نمٹنے والا ہے۔

ینابیع المودہ ص ۴۸۶ پر علامہ سلیمان قندوزی نے بھی یہی حدیث نقل کی ہے۔

۳۸۔ امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل امن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ (بقرہ ص ۲۸۳)

"جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس پر رسول اور مؤمنین ایمان لا چکے ہیں ہر ایک اللہ۔ ملائکہ۔ کتب الہیہ اور اللہ کے انبیاء پر ایمان رکھتا ہے۔"

علامہ خوارزمی نے مقتل الحسین ج ۱ ص ۹۵ پر اور علامہ حموینی نے آنحضورؐ کے چرواہے ابوسلمیٰ سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ کو میں نے فرماتے سنا ہے کہ جس رات مجھے معراج پر پہنچایا گیا اس رات اللہ نے فرمایا۔

جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس پر رسولؐ ایمان لا چکا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ اور مومنین بھی۔

اللہ نے فرمایا۔ آپ نے سچ کہا ہے۔ اپنی امت میں کسے چھوڑ کے آیا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ اپنی امت کے بہترین فرد کو۔

اللہ نے فرمایا۔۔ کیا علیؑ کو؟

میں نے عرض کیا۔ہاں۔

ذات احدیت نے فرمایا۔اے محمدؐ! میں نے اپنی نگاہ قدرت سے تجھے پہلے منتخب کیا اور اپنے نام سے تیرا نام مشتق کیا۔جہاں کہیں میرا ذکر ہوگا تیرا تذکرہ بھی ہوگا۔میں محمود ہوں تو محمد ہے۔پھر میں علیؑ کو منتخب کیا۔اور اپنے نام سے اس کا نام مشتق کیا۔میں اعلیٰ ہوں وہ علیؑ ہے۔

اے محمدؐ! میں تجھے۔علیؑ کو۔حسنؑ کو۔حسینؑ کو اور ذریت حسینؑ میں سے تمام آئمہ کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے پھر تمہاری ولایت کو کائنات پر پیش کیا۔جس نے اسے قبول کرلیا میری نظر میں وہ مومنین سے ہوگا اور جس نے انکار کیا میرے نزدیک وہ کافر ہے۔

اے محمدؐ! اگر کوئی شخص میری عبادت کرتے کرتے خشک مشکیزہ کے طرح ہو پھر میرے دربار میں تمہاری ولایت کے بغیر آئے میں اس کا کوئی عمل قبول نہیں کروں گا۔

اے محمدؐ! کیا اپنے اوصیاء کو دیکھنا پسند کرے گا؟

میں نے عرض کیا۔ہاں باری تعالیٰ

اللہ نے فرمایا۔عرش کی بائیں جانب دیکھ۔ میں نے دیکھا تو علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ۔حسینؑ۔محمد ابن علیؑ۔جعفرؑ ابن محمدؑ۔ موسیٰؑ ابن جعفرؑ۔علی ابن موسیٰؑ۔محمدؑ ابن علیؑ۔علی ابن محمدؑ۔ حسنؑ ابن علیؑ اور مہدیؑ ابن حسنؑ دریائے نور میں مصروف عبادت تھے۔مہدیؑ ان تمام کے درمیان درخشندہ ستارے کی مانند تھا۔

اللہ نے فرمایا! اے محمدؐ! یہ میری طرف سے حجت ہوں گے اور مہدیؑ تیری عترت سے انتقام لے گا۔

قرآن میں انبیاء کرام کا تذکرہ

قرآن میں دور ماضی کے بہت سے انبیاء کرام کا ذکر موجود ہے جو انہوں نے صلاح وفلاح انسانی کے لئے وحی والہام کی روشنی میں منجانب اللہ انجام دیے۔ اور معلمانہ انداز سے روحانی واخلاقی اور سیاسی واجتماعی انقلاب کی جدوجہد میں سخت مصیبتیں اٹھائیں۔ اس کے ساتھ مختلف اقوام ماضیہ کے عروج وزوال کی داستانیں بھی قرآن میں پیش کی گئیں ہیں جن کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ جن اقوام نے خدا کے انبیاء کے نظام حیات کو قبول کیا۔ انہوں نے فلاح وسعادت پائی۔ اور جنہوں نے انحراف کیا وہ اپنی مادی قوتوں اور اقتصادی خوش حالی کے باوجود تباہی سے دوچار ہوئیں۔

قرآن کے ان قصص کو یونہی تصریحاً زیب داستان نہیں بنایا بلکہ ان کے مقاصد وضاحت سے بتادیئے ہیں۔ ایک یہ کہ ان کو پڑھ کر عبرت حاصل کی جائے۔

دوسری یہ کہ ان سے استفادہ کر کے راہ حق میں ثابت قدمی کا درس لیا جائے۔

ان قصص کے مطالعہ سے ایک بڑی اہم حقیقت سامنے آتی ہے' اور وہ یہ تمام کے تمام انبیاء علیہم السلام کا پیش کردہ دین ایک ہی تھا' ان کی بنیادی دعوت ایک ہی تھی' ان کا طریقہ کار ایک ہی قسم کے اخلاقی اصولوں پر مبنی تھا۔ ان کی آواز پر لبیک کہنے والے ہمیشہ ایک خاص طرح کے صالح فطرت لوگ تھے۔ ان کی مخالفت کرنے والے بندگان اور آباء پرست اور اسیران لذت بھی ایک خاص طرح کا کردار رکھتے تھے۔ پھر انبیاء کو ایک ہی طرح کی کش مکش پیش آئی۔ اور اس کشمکش کے نتائج بھی یکساں رہے۔ انسان کی خودساختہ دعوتوں

اور فلسفوں کے بالمقابل یہ ایک خصوصی امتیاز ہے جو انبیاء علیہم السلام کے کام میں ملتا ہے۔ ان کی دعوت بھی زبانوں اور ملکوں کے اختلاف کے باوجود ایک رہتی ہے اور ان کا بے لوث اور بے داغ کردار بھی ہر جگہ یکساں دکھائی دیتا ہے۔

اس طرح پوری انسانیت دو حصوں میں بٹ جاتی ہے۔ ایک وہ افراد و اقوام جنہوں نے انبیاء کی غیر متبدل دعوت حق کا ساتھ دیا' دوسرے وہ جنہوں نے نت بدلتے فلسفوں اور انسانوں کے من گھڑت نظریوں کی پیروی کی۔

یہ عنوان اتنا وسیع ہے کہ اس کے تحت جملہ قصص قرآنی کو اگر لایا جاتا تو اس کام کے لیے خود کئی جلدوں کی کتاب درکار تھی۔ مجبوراً صرف چند قصص کو لیا گیا۔ اور ان کی بھی پوری تفصیل دینے کے بجائے محض ایک جھلک دکھائی جاسکتی ہے۔

قرآنی قصص کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ مختلف اقوام میں پھیلی ہوئی حکایات روایات اور مذہبی کتب میں درج شدہ مواد میں جو غلط اجزاء شامل تھے' قرآن نے ان کو چھانٹ دیا ہے' اور انبیاء کی سیرتیں اور تاریخی واقعات بالکل مختصر کیے ہیں۔

قرآنی قصص کے مختلف اجزا جن میں صرف ضروری حقائق اجمالاً بیان کیے گئے ہیں' مختلف مقامات پر اس لیے بکھرے ہوئے ملتے ہیں کہ ان کو مختلف استدلالی ضروریات کے لیے حسب ضرورت مختلف مقامات پر استعمال کیا گیا ہے کسی بھی داستان کو مکمل کرنے کے لیے ان تمام اجزا کو یکجا کرنا پڑتا ہے۔

دنیا بن کر تیار ہو چکی' زمین کا فرش اپنی رنگینیوں اور بوقلمونیوں کے ساتھ بچھ چکا ہے۔ آسمان کی چھت اپنی بلندیوں کے ساتھ قائم ہو چکی ہے۔ آفتاب اور ماہتاب کے ہنڈے روشن ہو چکے ہیں۔ تاروں کے قمقمے مدت ہوئی کہ رات کے اندھیرے کو اجالے میں تبدیل

کر چکے ہیں۔ گھوڑے، ہاتھی، مچھلی، کچھوے، فاختہ، کبوتر سارے جاندار زمین پر، سمندر میں، فضا میں، زندگی کی سانس لے رہے ہیں۔ دریا کی جگہ دریا موجوں کا لطف دکھا رہے ہیں۔ پہاڑ کی جگہ پہاڑ اپنی ہیبت دلوں میں بٹھا رہے ہیں۔ نور کے بنے ہوئے فرشتے، نار کے بنے ہوئے جنات، سب خلعت وجود سے مشرف ہو چکے ہیں۔ غرض مجلس کائنات ہر طرح آراستہ۔

انتظامات مکمل ہوئے تو اب حکمت کاملہ کا منظور ہوا کہ محفل میں قدم رونق محفل کے آئیں اور زمین پر نفاذ آسمان والے قانون کا شروع ہو۔ قانون تکوینی ۔۔۔ تو شروع ہی نافذ تھا۔ اب منظور ہوا کہ سکہ قانون تشریعی ۔۔۔ کا چلے۔ اضطراری جس کی تعمیل اول دن سے ہو رہی تھی۔ اب وقت اس کا آیا کہ تعمیل عقل و ارادہ کے ساتھ ہو، قصد و اختیار کے ساتھ ہو۔ مخلوقات کی صف میں سب سے معزز سب سے مقرب فرشتے تھے۔ ارشاد انہیں سے ہوا، کچھ خبر ہے؟ وجود میں ایک تازہ مخلوق آنے کو ہے۔ وہ روئے زمین پر ہمارا خلیفہ ہوگا۔ ہمارا قانون چلائے گا۔ فرشتے غیب دان نہ تھے لیکن بہر حال فہم و فراست کے تو حصہ دار تھے ہی۔ اور حاضر پر غائب کو قیاس کر ہی سکتے تھے۔ نوائے بشری کی ترکیب اور زمینی مخلوقات کی ضروریات و مقتضیات کا اندازہ لگایا دل میں سمجھے اور صحیح سمجھے کہ اس نئی مخلوق کی ذریات میں کچھ سرکش و غدار عاصی و نافرمان ضرور ہی پیدا ہوں گے۔ بولے، اور وفا سرشت بندوں کی طرح آقا پرستی کے جوش سے لبریز ہو کر بولے کہ حضور والا! ہم خدام قدیم آخر کس دن کے لیے ہیں؟ جو بھی خدمت ہو ہمارے جسم و جان اس کے لیے حاضر ہیں؟ یہ نئے حضرت جو آ رہے ہیں۔ نفس اور ارادہ بھی تو ساتھ لا رہے ہیں۔ آپس میں لڑیں گے، بھڑیں گے، جھگڑیں گے اور ایک دوسرے کا سر اور سرکار کا قانون توڑیں گے۔ طبع مبارک کی گرانی کے

سبب بنیں گے۔ یہ منظر ہم جانثاروں سے کس دل سے دیکھا جائے گا'' جواب میں ارشاد ہوا کہ تمہاری خیر خواہی مسلم! لیکن تمہارا علم بہر حال محدود۔ تم نے وہی کہا جو تمہیں اپنی بصیرت کے مطابق نظر آیا۔ تمہیں کیا علم ہماری لامحدود حکمتوں کا' بے پایاں مصلحتوں کا' جو کام اس نئی مخلوق سے لینے ہیں'' اس کو قوی بھی تو ملیں گے انہیں کے مناسب' انہیں کے متناسب۔'' خاموشی ملاء اعلیٰ پر چھا گئی۔ نار' نور دونوں سے الگ' دونوں کے خواص ترکیبی سے جدا' خاک کا ایک پتلہ تیار ہوا' اور اس کے اندر روح الٰہی دم ہوئی۔ روح کا دم ہونا تھا کہ گیلی مٹی کا خمیر کیا ہوا اور اب خشک اور کھنکھناتا ہوا پتلہ' دم کے دم میں جیتا جاگتا دانا اور بینا آدم بن گیا۔ سلسلہ نسل انسانی کے مورث اعلیٰ' علوم و معارف سے لبریز' آخر خلیفہ اللہ تھا نا! میں کیا لفظ بول گیا؟ اصل قصہ کا سررشتہ بیان چھوڑ کر چند لمحوں کے لیے ذرا اسی لفظ کو دہرا لیجئے' اور اسی کو معنویت پر دھیان جما لیجئے' خلیفتہ اللہ' کہ یہ حیثیت تو آدم کی اصل اور اہم ترین حیثیت تھی قرآن مجید میں جہاں خلقت آدم کا بیان پہلی بار آیا ہے۔ یہ نہیں وارد ہوا ہے کہ جب ہمیں نوع انسانی کی آفرینش منظور ہوئی۔ یا جہانِ بشری کا پہلا انسان پیدا کرنا منظور ہوا۔ بلکہ ارشاد ہوا ہے

و اذ قال ربک للملا تکته انی جاعل فی الارض خلیفته

یعنی یاد کرو وہ وقت جب پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ آدم نے کو ابو البشر مسلمانوں کے علاوہ یہود اور مسیحیوں نے بھی مانا ہے لیکن ملاحظہ ہو کہ بائیبل میں یہ ذکر کس انداز سے اور کس محل پر آتا ہے۔ اوپر سے ذکر آسمان و زمین اور جمادات و نباتات' حیوانات کی پیدائش کا چلا آتا ہے کہ اسی لپیٹ میں یہ تذکرہ بھی آجاتا ہے۔

''خداوند خدا نے زمین پر پانی نہ برسایا تھا اور آدم نہ تھا کہ زمین کی کھیتی کرے اور زمین سے بخارا اٹھتا تھا اور تمام روئے زمین کو سیراب کرتا تھا اور خداوند خدا نے زمین کی خاک سے آدم کو بنایا' اور اس نے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا' سو آدم جیتی جان ہوا۔''

(پیدائش ۲۔۵۔۷)

گویا جس طرح اور سب جانوروں کی نوعیں پیدا ہو رہی تھی۔ ایک جاندار انسانی نامی کی بھی نوع پیدا ہو گئی۔ اور اس سلسلہ کے بانی کا نام آدم رہا! اور گویا اس کا کام زیادہ سے زیادہ یہ تھا کہ زمین کی کھتی کرے! کہاں مادیت' حیوانیت کی یہ پستی اور کہاں نصب العین کی یہ بلندی' کہ انسان ایک ذمہ دار مخلوق ہے۔ اسے اپنے اعمال کے لیے جواب دہ اپنے خالق کے روبرو ہونا ہے۔ پہلی بات تو لفظ خلیفہ کے تلفظ کے ساتھ ہی یہ سمجھ میں آئی۔ پھر اتنا ہی نہیں۔ وہ دوسروں کی بھی تکمیل کرے گا۔ اخلاقی' عقلی' روحانی اصلاح میں لگا رہے گا اور روئے زمی پر معدلت اور سیاست کی شریعت کا سکہ چلا جائے گا۔ یہ سلسلہ مفہوم ذرا سے لفظ خلیفۃ اللہ کے اندر شامل!

پھر ایک اور گوشہ سے روشنی اس حقیقت پر ڈالیے۔ ایک اور زاویہ سے اسے جانچیئے۔ ایک اور پیمانہ سے اسے ناپیئے۔ آفرینش تو جس طرح آدم کی ہوئی ہے۔ اسی طرح آخر ساری مخلوق کی ہوئی ہے۔ جمادات وحیوانات کی بھی' ملائکہ اور جنات کی بھی' عرش کی بھی' کرسی کی بھی' لیکن اور کسی کے بھی ارادہ تخلیق کا ذکر قرآن نے اہتمام کے ساتھ کیا ہے؟ یہ فخر تو صرف خلقت آدمؑ کے موضوع کو ملا اور کیوں نہ ملتا؟ نائب السلطنت کا ورود' اور عوام الناس کی نقل وحرکت کہیں ایک درجہ کی چیزیں ہیں؟ اللہ اللہ خام کے پتلے کا یہ شرف ومرتبہ! مذاہب شرکیہ کا تو خیر ذکر ہی کیا۔ انسان کے شرف واحترام کا یہ مقام' یہودیت نے کب جانا

ہے؟ مسیحیت نے کب پہچانا ہے؟ اہل کتاب کی کتاب کا حوالہ بھی اوپر گذر چکا ہے۔

اچھا اب پھر آجائے اصل قصہ کی طرف۔ آدم ۔۔۔ خلیفہ نامزد تیار ہو چکے۔ اب فرشتے بلائے گئے۔ کہ وہی مخلوقات میں سب سے دانا تر' کامل تر تھے۔ ارشاد ہوا کہ اچھا ان اسمائے گرامی کو بیان کرو۔ نہ بیان کر سکے کہ اس سے کورے تھے اس کا انہیں علم ہی نہ تھا۔ ذکر و شغل میں لگے رہنے والے صوفیوں اور زاہدوں کو حدیث کے نقد سے' رجال کی جرح سے' فقہ کے فتویٰ سے' قانون کے احکام سے آخر واسطہ ہی کیا؟۔۔۔ اشارہ آدمؑ کو ہوا۔ آپ نے سبق یعنی اسمائے گرامی کو سنا دیا یعنی پنجتنؑ پاک کے اسمائے گرامی کو سنا دیا۔ تسبیح و تقدیس کرتی رہنے والی معصوم مخلوق بے اختیار نعرہ لگا اٹھی۔

سبحنک لا علم لنا الا ما علمتا انک انت العلیم الحکیم (البقرۃ۔۳۲)

پاک ہیں آپ ہمارے سرکار' پاک ہیں اس سے کہ آپ کا کوئی بھی فعل حکمت سے خالی ہو' مصلحت سے عاری ہو۔ ہمیں علم ہی کیا ہے؟ ہاں بس وہی تھوڑا بہت جو آپ ہی نے ہمیں عطا کر رکھا ہے۔ ہمارے علم جزئی کو آپ کے علم کل سے نسبت کیا؟ حقیقتاً علم والے تو آپ ہیں کہ آپ کے لیے حاضر و غائب' قریب و بعید' ماضی و مستقبل سب یکساں' عالم کل آپ ہیں' ہر مخلوق کے ظرف کے' استعداد کے' صلاحیت طبع کے! اور حکمت والے بھی آپ ہی کہ بشر و ملک ہر مخلوق میں تقسیم علم اسی کے استعداد کے مطابق اس کے ظرف کے متناسب کر دی!

یہ منظر برخاست' اب پردہ دوسرے منظر سے اٹھتا ہے۔ آدمؑ کے سر پر اب خلافت الٰہی کا تاج ہے۔ حکم فرشتوں کو ملتا ہے کہ ہمارے اسی نائب کے آگے جھکو۔ نذرانہ عقیدت اس کے سامنے پیش کرو۔ اسجدو الادم میں سجدہ اپنے لغوی معنی میں ہیں۔ سجدیٰ خضع نماز کا اصطلاحی سجدہ مراد نہیں۔ نماز کے سجدہ کو بھی سجدہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ تذلل و تواضع کا

بہترین مظہر ہے اور پھر اہل تحقیق کی یہ تصریح بھی موجود ہے کہ لادم میں صرف ''لام'' معنی میں ہے الی یا سمت و جہت کے سجدہ آدم کو نہیں۔ طرف سمت آدم میں تھا۔ آج عالم اجسام میں' تکلیفات شرعیہ کے پورے ظہور کے وقت بھی سجدہ کعبہ کو نہیں' رب کعبہ کو کیا جاتا ہے۔ کعبہ صرف سمت ہے کل اسی طرح عالم ارواح میں جب تکلیفات شرعیہ کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا۔ مسجود آدم نہیں' آدم آفرین ہی تھا پیکر آدم صرف سمت سجدہ تھا۔

بہر حال حکم اظہار اطاعت کا فرشتوں کو ملا اور جب فرشتوں کو ملا تو ظاہر ہے کہ ان سے ادنیٰ مخلوق کو پہلے ہی سے مل چکا اور یہ بات ایسی کھلی ہوئی اور اتنی موٹی ہے کہ قرآن مجید نے اس کی صراحت ضروری نہ سمجھی' خیر حکم کی تعمیل سب نے کی۔ ایک نہ کی تو آگ کے بنے ہوئے ایک جن ابلیس نامی نے۔ انانیت کی آگ سے جل کو بولا۔ ''میں آتشی ہو کر خاکی کے آگے جھکوں؟ ادنیٰ کے آگے اعلیٰ اپنے کو جھکائے گرائے؟ ناممکن!'' اپنی عقل پر نازاں بیوقوف اتنا نہ سوچا کہ خود اسی کی کیا دلیل ہے۔ عقلی یا نقلی کہ آگ ہر حال میں خاک سے افضل ہی ہے بالفرض ہو بھی تو یہ کس قاعدہ سے ثابت ہے کہ کسی خاص مصلحت سے کسی مخصوص حکمت کی بنا پر بھی بڑا چھوٹے کے آگے کسی حال میں نہ جھکے؟ غرض اس منطق ابلیسی کے صغریٰ و کبریٰ دونوں غلط۔ نکالا گیا ملاء اعلیٰ سے پھینکا گیا آسمان سے۔ حکم کی نافرمانی کی علت میں' حکم بھی کس کا! حاکم برحق کا حکیم مطلق کا!

ابلیس نکلنے کو تو نکالیکن اکڑ کے ساتھ۔ اکڑ وہی جس کا نام آج کی ادبی بولی میں پندار تفوق'' کہتا ہوا نکلا کہ میں جا رہا ہوں لیکن اپنے ساتھ اور بھی تیرے بہت سے بندوں کو لے مروں گا۔'' ارشاد ہوا چل دور ہو۔ جو تیری راہ میں چلنا چاہیں گے۔ وہ اپنا کیا ہوا خود ہی بھگتیں گے باقی جو لوگ اپنے ارادہ واختیار سے صحیح کام لیتے رہیں گے اور ہمارے نازل

کیئے ہوئے پیغمبروں کی راہ پر قائم رہیں گے ان پر تیرا جادو کچھ بھی نہ چل سکے گا۔ تیرے پاس قوت ہی کون سی ہے بجز وسوسہ اندازی کے'' ادھر یہ ہوا' ادھر آدمؑ مع اپنی صاحبہ حوا کے مزے چین سے جنت میں رہنے بسنے لگے۔ مخالفت صرف ایک خاص درخت کے پاس جانے کی تھی۔

دونوں ایسی عیش میں تھے کہ موقع مل گیا ابلیس کو وار کرنے کا۔ ابلیس کا صفاتی نام اب شیطان تھا۔ پٹی ایک روز یہ پڑھائی کہ مزے سے جائیے نا اس درخت کے پاس وہ ممانعت جو ہوئی تھی۔ وہ تو عارضی تھی اس وقت آپ کے قویٰ میں پختگی نہیں آئی تھی۔ اب آپ ہر طرح سے پختہ ہو چکے۔ جائیے اور بے تکلف کھائیے پھل اس درخت کے۔ اور سنیئے کان ادھر لائیے۔ بات کان میں کہنے کی ہے۔ اس پھل کی تاثیر یہ ہے کہ ایک بار زبان پر رکھ لیجئے۔ تو بس سمجھ لیجئے کہ ہمیشہ کے لیے جنت کے ہو گئے۔ بس' یہیں جم گئے۔ آپ کو میری بات کا اور میری خیر خواہی کا یقین کیوں آنے لگا تو لیجئے میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور اپنے آپ کے پروردگار کی اور آپ تو عاشق ٹھہرے ان کے نام کے۔

عاشق محبوب کا سن کر پھسل پڑا۔ اس کا طائر فکر یہاں تک پہنچ ہی نہ سکا کہ اس کے محبوب کا نام کوئی بے وقعتی یا بے قدری کے ساتھ لے سکتا ہے۔ حضرت آدمؑ حریص تو تھے ہی دل و جان سے مقام قرب حق میں قیام کے۔ ادھر ذہن ہی نہ گیا کہ کہنے والا ہے کون؟ اور کس نیت سے یہ افسوں پھونک رہا ہے۔ بس ان کے پھسلاوے میں آ' پھل کھا بیٹھے۔ پھل کا کھانا ہی تھا کہ عمل کے طبعی اثرات ظاہر ہونے لگے۔ برہنگی اب تک چھپی ہوئی تھی اب ظاہر ہو گئی۔ اور گزری جو کچھ گزری۔ اب احساس ہوا غلطی کا دور شروع ہوا تو توبہ کا ندامت کا' استغفار کا' اس پر قصور معاف ہوا۔ مرتبہ مقبولیت پر بحال ہوئے لیکن بہر حال طبعی اثرات

گناہ دھل جانے کے بعد بھی قانون تکوینی کے ماتحت ظہور کر ہی دیتے ہیں۔ سنکھیا کھا کر توبہ وندامت میں غرق ہو جانے سے خودکشی کا گناہ ممکن ہے لیکن جسم پر موت کے مادی اثرات تو طاری ہو کر ہی رہیں گے۔ جنت کی آب وہوا کے ناموافق اور وہاں کی فضا کے لیے غیر مناسب وغیر صالح غذا کھا کر وہاں مزید قیام کی گنجائش نہ تھی، حکم ہوا۔۔ میاں بیوی دونوں زمین پر اتر جاؤ۔ اب وہیں پر تمہاری نسل رہے بسے گی۔ ہر ایک کے لیے ایک مقدار کی عمر مقرر ہوگی۔ اس کے بعد ہماری طرف واپس آنا ہوگا۔ وہاں ہماری ہدایتیں ہمارے قاصدوں کے ذریعہ پہنچتی رہیں گی۔ جو کوئی ہمارے قانون کے مطابق زندگی بسر کرے گا وہ ہاں آ کر ہر طرح آرام پائے گا۔۔ دنیا کھیتی ہے اور آخرت حاصل کشت!''

انہیں خدائی قاصدوں کا نام پیمبر پڑا اور سب سے پہلے پیمبر حضرت آدم ہی ٹھہرے۔ وہی سب سے پہلے انسان بھی ہیں۔ جو زمین پر آئے اور وہی سب سے پہلے نبی ہیں جو خدا کا قانون زمین پر لائے۔

سرگذشت حیات نبی اول کی ختم ہوگئی۔ قرآن مجید نے چند سبق جو اس سادہ وداد حیات کے ذریعہ سے دیئے ہیں۔ کچھ ضمناً اور کچھ مستقلاً وہ بجائے خود اس قابل ہیں کہ ایک نظر ان پر بھی ہونی چاہیے۔

پہلی بصیرت تو یہ حاصل ہوئی ہے کہ انسان کی ہستی ذات باری سے بالکل جدا اور متمایز ہے۔ اور وہ ذات پاک اس سے بالکل منزہ ہے کہ انسان کے ساتھ کوئی رشتہ مشارکت یا مجانست کا رکھے۔ آدم بس آدم ہی تھے۔ خدا یا دیوتا' معبود اکبر یا معبود اصغر کسی معنی میں بھی نہ تھے۔ لیکن یہ کیا بات ہوئی کیا کسی نے انسان کو خدا یا جزو خدا بھی سمجھا ہے؟ جی ہاں اس دنیا میں ایسے دانشمند بھی آباد ہیں۔ قوموں کی قومیں مشرکوں کی ایسی گذر چکی ہیں جن کے نزدیک

انسان اول جو تھا۔ دیوتا ہی تھا۔ اب بھی قبیلہ در قبلیہ ایسے ہیں جو انسان کے جد اول کی پرستش میں لگے ہوئے ہیں۔ قرآن نے آفرینش آدم کا قصہ بیان کر کے اس مشرکانہ عقیدہ پر ضرب کاری لگادی اور یہ تعلیم عام کر دی کہ مخلوق اور خالق کے درمیان رشتہ داری کیسی؟ آدم اور آدم آفریں کے درمیان بجز وجود کوئی شے مشترک ہی نہیں۔

دوسری تعلیم یہ ملتی ہے کہ آدم خلق ہوئے ہیں' نیست سے ہست ہوئے ہیں' عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ یہ نہیں کہ پہلے سے کوئی مادہ موجود تھا۔ آدم کا قالب اس سے ترکیب دے لیا گیا۔ نہ یہ کہ پہلے سے حیوانی نوعیں موجود تھیں۔ ان میں سب سے زیادہ ترقی نوع کے سب سے ترقی یافتہ فرد کا نام آدم ٹھرادیا گیا۔ عقیدہ کی یہ دونوں گمراہیاں پہلے بھی عام رہ چکی ہیں۔ آج بھی خدا معلوم کتنے مشرک مزاج انہیں گمراہیوں کے شکار ہیں۔

تیسرا سبق یہ ملتا ہے کہ آدم اللہ کے عبد اور خلیفہ تھے۔ اس کے مظہر یا اوتار نہ تھے۔ قوانین تکوینی کے پابند احکام شرعی کے مکلف' بالکل اس طرح جیسے آپ کے بعد سے سارے آدم زاد آج تک چلے آرہے ہیں۔ مشرک قوموں کے نزدیک مشرکانہ مذہبوں کے نزدیک انسانیت اور الوہیت گویا ایک ہی سلسلہ کی دو کڑیاں ہیں۔ فرق صرف اعلیٰ اور ادنیٰ کا ہے۔ قرآن نے شرک کی ریڑھ کی ہڈی توڑ کر رکھ دی۔

چوتھی ضرب قصہ نے ملائکہ پرستی پر لگادی۔ مشرک قومیں اپنے عقیدے میں دیوتا انہیں ہستیوں کو کہتی تھی اور انہیں عالم میں متصرف اور کائنات کے مختلف شعبوں میں حاکم سمجھتی تھیں۔ اسلام نے آکر بتایا کہ قوت تصرف اور قدرت تو الگ رہی۔ ملائکہ کا علم بھی کامل نہیں۔ انسان کی طرح وہ بھی قیاس اور فراست ہی سے کام لے سکتے ہیں اور انسان ہی کی طرح ان کا علم بھی خدائی تصحیح کا محتاج رہتا ہے۔

پانچواں علم یہ حاصل ہوا کہ بشر کی ہستی اپنے خالق کے مقابلہ میں اس سے بھی زیادہ حقیر و پست ہے۔ جتنی آفتاب کے مقابلہ میں ذرہ کی ہوتی ہے۔ تاہم مخلوقات میں بشر کا مرتبہ سب سے افضل سب سے اعلیٰ ہے یہاں تک کہ ملائکہ کو حکم ہوا ہے کہ اس کی تعظیم اس کا جھکنا ملائکہ پرستی کی جانب' عناصر پرستی کی جانب' کواکب پرستی کی جانب' ذہن کی پستی کا فہم کے انحاط کا آخری نقطہ ہے۔

چھٹا پہلو یہ ہے کہ کوئی انسان بزرگ سے بزرگ بھی خطا و میلان عصیاں سے محفوظ نہیں۔ اجتہادی لغزش پیمبروں تک سے ممکن ہے۔ یہ اور بات ہے کہ جس کا تعلق اس سے جتنا زیادہ جڑا ہوا اور مضبوط ہوتا ہے۔ اس نسبت سے جلد تر وہ سنبھل جاتا ہے اور نبی کو معصیت پر جمنے نہیں دیا جاتا۔

ساتویں بات یہ معلوم ہوئی کہ معصیت یا لغزش کے بعد توبہ کا دروازہ بالکل کھلا رہتا ہے۔ اور اگر ندامت دل سے ہے تو اس داغ کو دھلتے کچھ دیر نہیں لگتی اور توبہ کے مرتبہ مقبولیت پر بحالی۔

آٹھواں مسئلہ یہ حل ہوا کہ قبول توبہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ معصیت کے جسمانی و مادی اثرات بھی زائل ہو جائیں اور تکوینی و طبعی نتائج سے رہائی مل جائے۔

نواں سبق یہ حاصل ہوا۔ اسی قصہ کے ضمنی واقعہ ہابیل سے کہ محض بزرگ زادگی ہرگز کام نہیں آتی۔ قابیل حضرت آدمؑ کا آخر صلبی بیٹا تھا۔ اپنی قوت ارادی کو صحیح مصرف میں نہ لایا۔ اختیار سے صحیح کام نہ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قتل انسانی' برادر کشی جیسی خونی معصیت سے اپنے ہاتھ رنگین کیے۔

دسویں بات کام کی یہ معلوم ہوئی کہ آدمؑ و نسل آدمؑ اپنے خالق کی نظر میں ایک معزز

مخلوق ہوتی ہے۔ ولقد کرمنا بنی آدم اس پر آیت ناطق ہے۔ نعوذ باللہ ایسا نہیں ہے کہ اللہ میاں انسان کو بنا کر پچھتائے ہوں اور افسوس کیا ہو کہ میں نے ناحق ایسی مخلوق بنا ڈالی۔۔۔۔ یہ مفروضہ کوئی موہوم نہیں یہودیت جیسے قدیم و مستند اور مسیحیت جیسے عالم گیر دونوں مذہبوں کی کتاب مقدس میں آج تک یہ لکھا چلا آ رہا ہے۔

''خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا۔''

(پیدائش ٦۔٦)

ہابیل اور قابیل

حضرت آدمؑ جب زمین پر آئے تو انہوں نے اور حضرت حواؑ نے مل کر پہلی بار زمین پر ایک خاندان کی بنیاد رکھی۔ ان کے کئی بیٹے ہوئے۔ توریت میں ہابیل اور قابیل اور شیثؑ کے نام لکھے ہوئے ہیں حضرت شیث پیغمبر تھے اور تمام پیغمبر انہیں کی نسل سے ہوئے۔

توریت میں ہابیل اور قابیل کا واقعہ ایک دلچسپ کہانی کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ دونوں نے بارگاہ الٰہی میں نذر پیش کی۔ ہابیل کی نذر قبول ہوئی۔ اس بات پر قابیل کو بہت غصہ آیا۔ اور اس نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ خدا کی طرف سے حکم ہوا کہ تو زمین کی طرف سے لعنتی ہوا اب زمین سے تیری محنت کا پھل تجھے پورا نہیں ملے گا۔ تو خانہ خراب اور آوارہ رہے گا۔ قابیل نے خدا سے کہا کہ میری جان کو خطرہ ہے اللہ تعالیٰ نے کہا جو تجھے قتل کرے گا میں اسے سات گنا بدلہ لوں گا۔ اس کے لیے پہچان مقرر کردی گئی کہ کوئی اسے مار نہ ڈالے۔"

قرآن میں ہابیل اور قابیل کا واقعہ بیان ہوا ہے لیکن اس کا انداز بیان توریت سے مختلف ہے وہ بہت حقیقت پسندانہ اور حکیمانہ ہے۔

اور ذرا انہیں آدمؑ کے دو بیٹوں کا بھی قصہ بے کم و کاست سنا دیں جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی۔ اور دوسرے کی نہ کی گئی۔ اس نے کہا میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اس نے جواب دیا۔ اللہ تو متقیوں ہی کی نذریں قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھ کو قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا میں

اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ
میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن رہے۔ ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے۔"

آخر کار قابیل کے نفس نے اپنے بھائی کا قتل اس کے لیے آسان کر دیا اور وہ اسے مار کر ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا۔ تاکہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے! یہ دیکھ کر وہ بولا افسوس مجھ پر میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا۔ اس کے بعد وہ اپنے کیے پر بہت پچھتایا۔ اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا۔

"جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا۔ اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر کے رکھ دیا۔ اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔

مگر حال یہ ہے کہ ہمارے رسولؑ پے در پے ان کے پاس کھلی کھلی ہدایت لے کر آئے۔ لیکن پھر بھی ان میں بکثرت لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔"

توریت کی رو سے قاتل (قابیل) ہمیشہ کے لیے لعنتی ہوا۔ اور شیطان کی طرح اسے بھی محفوظ کر دیا گیا کہ کوئی اسے قتل نہ کر سکے۔ اور وہ ہمیشہ کے لیے مردود رہے۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ قاتل پشیمان ہوا جیسا کہ ہر مجرم کا ضمیر کسی جرم کے ارتکاب کے بعد اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔ اسے احساس ہوا اور اس طرح شاید اس نے توبہ کی ہو اور نیک بن گیا ہو! قرآن واقعہ قتل کو بیان کر کے اسے سنگین جرم قرار دیتا ہے اور اس سلسلے میں توریت کا

حوالہ بھی دیتا ہے۔ لیکن بنی اسرائیل اس اہم اخلاقی جرم کے متعلق خدا کی تاکیدی ہدایات کو بھول جاتے ہیں موجودہ توریت میں سرے سے یہ مکتوب حکم درج ہی نہیں۔ اس میں صرف یہ ملتا ہے کہ بنی اسرائیل کے جج مقدمہ قتل کے گواہوں سے کہا کرتے تھے۔ جو شخص ایک انسان کی جان ہلاک کرتا ہے وہ ایسی باز پرس کا مستحق ہے کہ گویا اس نے دنیا بھر کے انسانوں کو قتل کر دیا ہے۔"

توریت سے پتہ چلتا ہے کہ قابیل کا پیشہ زراعت اور ہابیل کا چوپانی یعنی گلہ بانی تھا۔ ہابیل کے واقعہ قتل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے جہاں آدمؑ کو چیزوں کے نام اور ان کے خواص بتائے تھے زندگی کے اصولوں کی تعلیم دی تھی' وہاں ان لوگوں کو دھاتوں کے استعمال میں لانے کے طریقے اور آلات بنانے کے اصول بھی سکھائے تھے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ اگر ہابیل بہت متقی تھا جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے تو وہ ایسے معاملہ میں کیونکر جھگڑا ہوگا۔

یہاں یہ بات سمجھنے کے قابل ہے کہ اگر ہابیل نے یہ کہہ دیا کہ وہ ہاتھ نہیں اٹھائے گا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم کے مقابلے میں دفاع ضروری نہیں۔ دفاع بہرحال ضروری ہے مگر قتل کے سلسلے میں پہل نہ کی جائے تو بہتر ہے۔ ظلم کے آگے ہتھیار ڈال دینا قرآنی تعلیم کے منافی ہے کیونکہ اس طرح ظلم کے فروغ کے لیے راستہ دینا ہے۔

حضرت ادریسؑ

"حنوک (اخنوخ) گوشہ عزلت سے نکلو۔ اور زمین کے باشندوں میں چل پھر کر ان کو راستہ بتاؤ جس پر ان کو جانا چاہیے اور وہ طریقے بتاؤ جس پر انہیں عمل کرنا چاہیے۔"

تالمود کی اسرائیلی روایات میں ان کے حالات تفصیل کے ساتھ بتائے گئے ہیں خلاصہ

کے طور پر حضرت نوحؑ سے پہلے جب بنی آدمؑ میں تبلیغ کی ابتداء ہوئی تو خدا کے فرشتے حنوک کو جو لوگوں سے الگ تھلگ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے یوں پکارا تھا۔

یہ حکم پاکر وہ نکلے اور انہوں نے جگہ جگہ لوگوں کو جمع کر کے وعظ و تلقین کی اور نسل انسانی نے ان کی اطاعت قبول کر کے اللہ کی بندگی اختیار کر لی۔

حضرت ادریسؑ کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی تھے یا جو اکثریت کا خیال ہے کہ وہ حضرت نوحؑ سے بھی پہلے گذرے ہیں۔ حضور اکرمؐ کی کوئی حدیث ایسی نہیں ملتی جس سے ان کی شخصیت کا تعین کیا جاسکے۔ البتہ قرآن کا ایک اشارہ اس بات کی تائید کرتا ہے کہ وہ حضرت نوحؑ سے پہلے گذرے ہیں۔ ''سورہ مریم'' میں تمام انبیاء کے ذکر کے بعد فرمایا گیا ہے کہ یہ انبیاء اولاد آدمؑ' اولاد نوحؑ' اولاد ابراہیمؑ اور اولاد بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اولاد نوحؑ میں سے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کا وہاں ذکر کیا گیا ہے ان میں سے حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ بنی اسرائیل مین سے ہیں۔ حضرت ابراہیم اولاد نوحؑ میں سے ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ' حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ اولاد ابراہیمؑ میں سے۔ اس کے بعد حضرت ادریس رہ جاتے ہیں جن کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ اولاد آدمؑ میں سے ہیں۔

مفسرین کے عام خیال ہے کہ بائبل میں جن بزرگ کا نام حنوک (خنوخ)ENOCH ہے وہ حضرت ادریسؑ ہیں۔

حنوک ۳۵۳ برس تک نسل انسانی پر حکمران رہے' ان کی حکومت حق و انصاف پر مبنی تھی۔ ان کے عہد میں زمین خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا گہوارہ تھی۔

آسمانی کتابوں اور انبیاء کے تذکروں کے علاوہ حکماء کے یہاں بھی حضرت ادریسؑ کا

ذکر ملتا ہے۔ لیکن ان بیانات سے پیغمبر ہونے کا پتہ نہیں چلتا۔ ان کے بیان کے مطابق وہ علم نجوم میں ماہر تھے یا یہ کہ انہوں نے اہرام کی تعمیر میں حصہ لیا تھا۔ اب انکشافات عصریہ نے اہرام کی تعمیر سے متلق غلط فہمی رفع کر دی ہے۔

ہوسکتا ہے کہ حکماء نے یہ باتیں حضرت ادریسؑ سے غلط طور پر منسوب کی ہوں یا یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی ادریس بھی ہوا ہو جس کا ذکر حکماء کرتے ہیں اور سکندر رومی اور ذوالقرنین کو ملا کر ایک نہیں افسانوری شخصیت تراشتے ہیں۔

بعض لوگ آپ کی جائے پیدائش مصر کا علاقہ عتف بتاتے ہیں۔ بعض حضرات بابل کے اس حصے کو بتاتے ہیں' جہاں اب کوفہ آباد ہے۔ دوسرا اخبار زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ابتدائی آبادی اس علاقہ میں تھی۔ پھر اس کے قریب بابل سے جو جدید انکشافات ہوئے ہیں' ان میں سے ایک ایسی تختی بھی ملی ہے جس سے حضرت ادریسؑ کے نام کی کتاب کا بھی پتہ چلتا ہے' جو اصل عبرانی میں تھی پھر قبطی زبان میں منتقل ہوئی۔ دوسری کتاب اسرار ادریسؑ SECRETS OF ENOVH بھی دریافت ہوئی ہے جو سلاونک SLAVONIC زبان میں ہے اس کتاب کو یہودی اور عیسائی دونوں ناقابل قبول قرار دے رہے ہیں۔

حضرت ایوبؑ

حضرت ایوبؑ کا نام ہمارے ذہن میں صبر اور استقامت کے نشان کے طور پر آتا ہے سب کو معلوم ہے کہ وہ مشکلوں اور آزمائشوں میں صبر کرنے والے تھے۔ ایک بار شدید بیمار ہوئے' رشتہ دار اور اہل وعیال پاس نہ تھے۔ گھر کی دولت اور شوکت بھی ختم ہوگئی تھی۔ ان کے پاس صرف ایک وفادار بیوی تھیں۔ بیماری میں آپ بہت زیادہ کمزور ہوگئے تھے۔ پھر

یہ ہوا کہ آپ بیوی سے کسی بات پر ناراض ہوئے اور انہیں سو کوڑے مارنے کی قسم کھالی' جب آپ پر مصیبتوں کی انتہا ہوئی تو آپ نے اللہ سے دعا مانگی اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور آپ کے پاؤں کے نیچے سے آب شفا کے چشمے پھوٹے۔ حضرت ایوبؑ نے اس پانی پیا اور پانی سے غسل کیا تو صحت یاب ہو گئے۔

صحت یاب ہونے کے بعد ایک دوسری مصیبت کا سامنا ہوا جو قسم حضرت ایوبؑ نے بیماری کے زمانے میں کھائی تھی اب اسے پورا کرنا تھا۔ وہ یہ بات جانتے تھے کہ قسم پر عمل نہ کرنا جرم اور معصیت ہے۔

آخر میں خدا نے اس مصیبت سے انہیں نجات دلائی انہیں بتایا گیا کہ وہ ایسی جھاڑو سے انہیں ماریں جو سو شانو کی بنی ہوئی ہو!

لیکن یاد رکھیے کہ شریعت کے مسئلوں میں کوئی حیلہ صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب دونوں قاعدوں پر بیک وقت عمل نہ کیا جا سکے۔ اور سچا مسلمان شرعی اعمال سے بچنے کے لیے کوئی پسند نہیں کرتا۔ خدا سب کی نیتوں سے واقف ہے۔

حضرت ایوبؑ کی شخصیت' ان کے عہد اور ان کی قومیت کے بارے میں مختلف آرا ہیں۔ بائبل می ایک کتاب ''سفر ایوبؑ'' کے نام سے ہے۔ اس میں حضرت ایوبؑ کے بارے میں متضاد قسم کی باتیں ملتی ہیں اس میں ان کی وہ خوبیاں بھی لکھی ہیں جو قرآن میں بیان کی گئی ہیں اور وہ باتیں بھی ہیں جو ایک نبی کی شان کے بالکل خلاف ہیں۔ ''سفر ایوب'' پہلے قدیم عربی زبان میں تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں کیا تھا۔ یہ کتاب ایک نہایت قدیم ادبی شاہکار ہے۔ مگر اسے کوئی آسمانی کتاب کہنا درست نہ ہوگا۔ اسے مذہبی داستان ضرور کہا جا سکتا ہے۔

حضرت ایوبؑ کا زمانہ حضرت اسحاقؑ اور حضرت موسیٰؑ کا درمیانی زمانہ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب عیسو بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ سے ملتا ہے۔ عیسو بن اسحاقؑ کی اولاد ادمی عرب کے نام سے مشہور ہوئی وہ شمالی عرب کے ان علاقوں میں آباد تھی جہاں کے لوگ سرخ رنگ کے تھے اسی لیے ان کا لقب ادوم پڑ گیا انہوں نے بہت ترقی کی اور ایک زبردست تہذیب کی بنیاد ڈالی جس میں حکومت کے طویل سلسلے چلے انہوں نے قوم مدین کو شکست دی تھی۔ اس طرح پتہ چلتا ہے کہ حضرت ایوبؑ کا مسکن شمالی عرب میں کوہ سراۃ کا دامن تھا۔

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہودؑ ان پیغمبروں میں سے ہیں جن کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ حضرت ہودؑ کو تورات میں عبر کہا گیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ "بھول نہ جاؤ کہ تمہارے رب نے نوحؑ کے بعد تم کو ان کا جانشین بنایا۔"

قومِ ہود کا عہد و مسکن اور تہذیب

عاد جس میں حضرت ہودؑ مبعوث ہوئے تھے' عرب کی قدیم ترین قوم تھی۔ اس کے عروج کا زمانہ ۲۲۰۰ ق م سے ۱۷۰۰ ق م تک رہا ہے' عربوں میں اس کے افسانے بچہ بچہ کی زبان پر تھے۔ ان کا نام و نشان مٹ جانا ضرب المثل بن گیا۔ قدیم چیز کو "عادی" اور آثار قدیمہ کو "عادیات" کہا جانے لگا۔ تورات اس قوم کے ذکر سے خاموش ہے۔ لیکن قرآن مجید نے تفصیل سے ان کے حالات بتائے ہیں۔ حضرت ہود کی قبر وادی السلام نجف عراق میں ہے۔

عاد کا مسکن پورا جنوبی عرب تھا۔ یمامہ' عمان' بحرین حضر موت اور مغربی یمن کے درمیان کا خالی اور صحرائی علاقہ ان کا مسکن تھا۔ اور یہاں ہی عاد ارم آباد تھے اور بڑی شان

وشوکت کے مالک تھے۔

قوم مادی ترقی کے لحاظ سے انتہائی عروج پہ تھی ان کی جسمانی حالت اور صحت قابل رسک تھی اور تمہیں خوب تنومند کیا۔ وہ صنعت وحرفت میں بھی ترقی یافتہ تھے خصوصاً تعمیرات کے میدان میں۔ تمہارا حال یہ ہے کہ تم ہر اونچے مقام پر لاحاصل ایک یادگار عمارت بنا ڈالتے ہو اور بڑے بڑے قصر تعمیر کرتے ہو گویا تمہیں ہمیشہ رہنا ہے" ڈرا اسی سے جس نے وہ کچھ تمہیں دیا ہے جو تم جانتے ہو۔ تمہیں جانور دیئے اولادیں دیں باغ دیئے اور چشمے دیئے" وہ صنعت کے ماہر تھے۔ (کیا تم کارگریاں بناتے ہو) دوسری جگہ انہیں ذات العماد (یعنی بڑے ستونوں والے کہا گیا ہے) اس کے ساتھ وہ نہایت بداخلاق اور مغرور ہو گئے تھے۔" عاد ملک میں ناحق غرور کرنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر کون طاقت ور ہے؟"

ایک ترقی یافتہ اور خصوصاً مادی ترقی یافتہ قوم کے ہاں جو اخلاق پیدا ہوتے ہیں ان کا معمولی نمونہ ہٹلر و سولینی ہے اور اعلیٰ نمونہ قوم عاد تھی جو نہایت متکبر اور جابر تھی۔ ان کی حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ دین اسلام کی راہ روکی جائے ان کے اعمال کو شیطان نے ان کے لیے خوشنما بنایا دیا تھا اور راہ راست سے برگشتہ کردیا۔ اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو جبار بن کر ڈالتے ہو۔ انہوں نے پوری قوت کو وجود انسانی کے حیوانی پہلو کی آرائش شان و شوکت اور استحکام پر صرف کردیا تھا لیکن روحانیت کے لحاظ سے وہ صفر ہے اور اجتماعی نظام اخلاق کے لحاظ سے منکر اور حکومت کے لحاظ سے جبار بن گئے۔

حضرت ہودؑ کی دعوت

یہ لوگ بت پرست اور سیارہ پرست تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جن بتوں کی پوجا کی جاتی تھی وہ اس وقت تک رائج تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ستارہ پرستی بھی ان

میں رائج ہوگئی تھی۔ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اسلام پیش کیا اور کہا کہ اللہ کے سوا کوئی خالق اور حاکم اور مالک ورازق نہیں ہے تو سب سے پہلے ان حکمرانوں نے مخالفت کی چونکہ وہ نہایت طاقت ور تھے اور ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کا امکان نہ تھا۔ اس لیے انہوں نے حضرت ہودؑ کی دعوت حق کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی محض زبانی تردید کو کافی سمجھا' اور پیغام حق کے جواب میں تحقیر سے کام لیا اور محض زبانی دھمکی دیتے رہے۔قوم کے سربراہوں نے جو حضرت ہودؑ کی بات ماننے سے انکار کر رہے تھے' جواب میں کہا ''ہم تو تمہیں بے عقلی میں مبتلا سمجھتے ہیں اور ہمیں گمان ہے کہ تم جھوٹے ہو' ان کی ان دھمکیوں کے جواب میں حضرت ہودؑ نے صاف صاف کہہ دیا۔ میں اللہ کی شہادت پیش کرتا ہوں اور تم گواہ رہو کہ یہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو تم نے خدائی شریک ٹھہرا رکھا ہے اس سے میں بیزار ہوں تم سب کے سب میرے خلاف اپنی کرنی میں کسر نہ اٹھا رکھو۔

اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا رب اور تمہارا رب بھی۔۔۔اگر تم منہ پھیر لو۔۔۔۔اب میرا رب تمہاری جگہ دوسری قوم اٹھائے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔''

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم ہودؑ نے حضرت ہودؑ کو لالچ دینے کی کوشش کی تھی لیکن انہوں نے صاف جواب دیا'' اے برادران قوم! اس کام پر میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا۔ میرا اجر تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ کیا تم عقل سے ذرا بھی کام نہیں لیتے۔''

آیت کے آخری فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ظالموں نے حضرت ہودؑ کے خلاف مفاد پرستی کا مکروہ پروپیگنڈا کیا تھا کہ یہ دنیاوی مفاد چاہتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔ حضرت ہودؑ کا مقابلہ ایک مکمل مادی تہذیب سے تھا جس میں اکثریت منکرین خدا' منکر بعث بعد الموت کی تھی اور یہ لوگ حضرت ہودؑ کے خیالات کو محض وہم قرار دیتے تھے۔

''یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا جو کچھ تم کھاتے ہو وہی یہ کھتا ہے' اور جو کچھ تم پیتے ہو وہی یہ پیتا ہے۔ اب اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت قبول کر لی تو تم گھاٹے ہی میں رہے۔ یہ تمہیں اطلاع دیتا ہے کہ جب تم مر کر مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ جاؤ گے' اس وقت تم قبروں سے نکالے جاؤ گے؟ بعید بالکل ہے۔ یہ وعدہ جو تم سے کیا جا رہا ہے۔ زندگی کچھ نہیں ہے مگر بس یہی دنیا کی زندگی۔ یہیں ہم کو مرنا اور جینا اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ یہ شخص خدا کے نام پر محض جھوٹ گھڑ رہا ہے اور ہم اس کے ماننے والے نہیں ہیں'' جس طرح آج کی خالص مادی تحریکیں کمیونزم اور مغربی لادینیت' مذہبی تحریکوں کے خلاف ہیں بعینہ اسی طرح حضرت ہودؑ کی مخالفت کی گئی۔ لادینوں اور مادہ پرستوں نے مذاق اڑایا۔ اور جاہل وہم پرستوں نے کہا کہ ہم نے اپنے دادا سے یہ کچھ نہیں سنا۔ یہ تو بالکل ایک نیا ہی دین ہے۔

عادِ اولیٰ کا انجام

قوم عاد کو ان کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے قحط میں مبتلا کیا گیا۔ بارشیں بند ہو گئیں۔ حضرت ہودؑ نے کہا کہ ''اے برادران قوم! اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹو۔ وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت میں مزید کا اضافہ کر دے گا۔ مجرموں کی طرح منہ نہ پھیرو۔''

انہوں نے جواب دیا۔ ''اے ہودؑ آپ ہمارے پاس کوئی صریح شہادت لے کر نہیں

آئے ہیں"۔ کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دیں۔ اگر آپ سچے ہیں تو جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہیں پس وہ لے ہی آئیں۔ "پھر جب انہوں نے اس عذاب کو دیکھا کہ بادلوں کی صورت میں اس میدان کی طرف آ رہا ہے۔ تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا (نہیں) بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کے لیے تم جلدی کر رہے تھے یعنی آندھی جس میں دردناک عذاب ہے جو ہر چیز کو حکم خداوندی کے مطابق تباہ کر دیتی ہے۔ اس پر ان لوگوں کی حالت یہ ہوگئی کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔

نمونہ عبرت

"قوم عاد میں تمہارے لیے نشانیاں ہیں جب ہم نے ان پر ایک منحوس آندھی چلائی۔ جس چیز کے پاس ہو کر گذرتی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح چور کئے دیتی۔ ان لوگوں کے لاشے اس طرح پڑے تھے جیسا کہ کھجور کی اکھڑی ہوئی چیزیں۔" عاد کو نہایت تیز رفتار ٹھنڈی ہوا سے ہلاک کیا گیا جو ان پر یہ مسلسل سات دن اور آٹھ راتیں چلتی رہی۔ انہیں اس طرح اکھاڑ پھینکا جس طرح اکھڑی ہوئی کھجور کا تنا اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

حضرت صالح علیہ السلام

قرآن مجید نے قوم ثمود کو قوم عاد کا اولیٰ کا جانشین بنایا ہے۔ عاد اولیٰ کی طرف حضرت ہودؑ کو بھیجا گیا۔ حضرت ہودؑ کے ساتھ مومنین کا جو گروہ بچا تھا۔ وہ مغربی عرب سے کوچ کر کے شمالی جانب الحجر میں آباد ہو گیا جو خلیجک عقبہ کے سامنے واقع ہے۔ نزول قرآن کے وقت اس قوم کے افسانے بھی زبان زد خاص و عام تھے۔ ان کے آثار اس وقت اور اب بھی لوگوں کے

سامنے ہیں۔حضرت صالحؑ کی قبر بھی حضرت ہودؑ کی طرح نجف اشرف عراق میں ہے۔

قوم ثمود کی تہذیب

تہذیب وثقافت میں زبان کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ثمود چونکہ عاد کے بعد ترقی یافتہ قوم تھی۔لہٰذا اس کے ہاں اس میدان میں ترقی کرنا بالکل قدرتی ہے ''شمالی عرب کے جن مقامات میں ثمود کی سکونت ثابت ہے وہاں ایک خاص خط کے بہت سے کتبات پائے گئے ہیں جن کی زبان آرامی عربی ہے۔العلاء کے کتبات اسی قسم کے ہیں۔اس خط کا نام پہلے گیروٹو عربک'' (ابتدائی عربی) تھا۔بعض اسے طباقی کہتے ہیں کہ بعض کتبات میں لحیان نامی قبیلے کا ذکر آیا ہے لیکن اکثر لوگ اسے ثمود ہی کہتے ہیں۔

قرآن کے بیان کے مطابق یہ نہایت ترقی یافتہ تہذیب تھی۔ان کی حالت یہ تھی کہ وہ مادیت میں گم تھے ان کے پیغمبر نے انہیں بار بار کہا۔۔۔'' کیا تم ان سب چیزوں کے درمیان جو یہاں ہیں۔بس یونہی اطمینان سے رہنے دیئے جاؤ گے؟ ان باغوں اور چشموں میں؟ ان کھیتوں اور نخلستانوں میں جن کے خوشے رس بھرے ہیں؟ تم پہاڑ کھود کھود کر فخریہ ان میں عمارتیں بناتے ہو'' وہ پہاڑ کاٹ کاٹ کر مکانات بناتے تھے تاکہ ان کی زندگی خطرے سے باہر ہو۔۔۔لیکن ان کی کوئی تدبیر ان کے کام نہ آسکی۔''

معیار زندگی اس قدر بلند کرنے کے باوجود ان کا اخلاقی اور نظریاتی معیار نہایت پست تھا جس طرح کہ ایک مادی تہذیب کا ہونا چاہیے۔

سرکاری طور پر ان کے ہاں دین وسیاست کی تفریق تھی۔اجتماعی امور میں دین کو دخل اندازی کرنے کی اجازت نہ تھی۔مذہبی طبقہ حکمرانوں کے زیرسایہ رہتا تھا۔ہر آبادی میں دو بڑی عمارتیں ہوتی تھی۔ایک بیت الحکومت اور ہیکل اور ان دونوں کی شرکت یا ملی بھگت سے

حکومت کی جاتی تھی۔ لیکن یہ مذہبی ڈھونگ محض عوام کو بیوقوف بنانے کے لیے رچایا جاتا تھا۔ ان کے برسر اقتدار اور تعلیم یافتہ لوگوں کا خیال یہ تھا۔ ''جن لوگوں کو ہم نے دنیا کی زندگی میں آسودہ کر رکھا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ (حضرت صالحؑ یا ہوڈ) تم ہی جیسا آدمی ہے۔۔۔۔ کہتا ہے کہ جب تم مر کر مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ جاؤ گے اس وقت قبر سے نکالے جاؤ گے۔ بعید یہ وعدہ جو تم سے کیا جا رہا ہے۔'' اس تہذیب اور ایسے نظام حیات کے ماحول میں جب حضرت صالحؑ نے دعوت اسلام کا آغاز کیا تو ایوان ہل گئے۔ انہوں نے طرح طرح کے پروپیگنڈے کیے۔ کیا تم ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے دین سے روکنا چاہتے ہو؟ ہمیں تم سے بڑی امیدیں تھیں لیکن تم تو رجعت پسند بن گئے لوگو! کیا تم اپنے جیسے انسان کی اطاعت کر رہے ہو جو بازاروں میں پھرتا ہے اور تم جیسا کھانا ہی کھاتا ہے۔

دو گروہ

''اس کی قوم میں سے جو سردار اپنی بڑائی کا گھمنڈ رکھتے تھے۔ انہوں نے ان لوگوں سے جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے جو ان میں سے ایمان لائے تھے کہا۔ کیا واقعی تم جانتے ہو کہ صالحؑ اپنے رب کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم اس چیز پر ایمان رکھتے ہیں جن کو وہ لے کر بھیجے گئے ہیں۔ ان منکرین نے کہا جس چیز پر تم ایمان لائے ہو اس کے ہم منکر ہیں۔'' ''یکا یک وہ دو گروہ میں منقسم ہو گئے'' لیکن حضرت صالحؑ کی طاقت اس قدر کمزور نہ تھی کہ سہولت سے اسے کچل دیا جاتا۔ اس لیے ان کے خلاف گہرے منصوبے بنائے جانے لگے۔ شہر میں نو جتھے در تھے جو ملک میں فسا پھیلاتے تھے۔ اور اصلاح سے ان کو کوئی واسطہ نہ تھا انہوں نے کہا خدا کی قسم کھا کر عہد کر لو کہ ہم صالحؑ اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے اور پھر ان کے ولی سے کہیں گے کہ ہم اس کے خاندان کی ہلاکت کے

وقت موجود ہی نہ تھے۔ لیکن اللہ کی تدبیر نہایت وسیع تھی۔ اور یہ لوگ کامیاب نہ ہو سکے۔

قوم کی تکذیب' معجزہ کا مطالبہ

قوم نے کہا ''تم خدا پر جھوٹ باندھ رہے ہو'' ''تم سحر زدہ ہو'' تم جھوٹے اور خود پسند ہو'' تم ہم جیسے آدمی ہو۔ ورنہ پھر کوئی نشانی پیش کرو کہ تم کسی فوق الفطرت ہستی کے نمائندے ہو۔ چنانچہ اللہ کے حکم سے ان کی شرائط کے مطابق ایک اونٹنی پیدا ہوئی یہ کس طرح پیدا ہوئی اللہ ہی جانتا ہے۔ ان کا پانی تقسیم ہو گیا۔ ایک دن کنویں کا تمام پانی اونٹنی کے لیے مخصوص ہو گیا۔ انہوں نے چند دنوں تک تو صبر سے کام لیا لیکن ان کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ ان میں سے ایک شقی القلب اٹھا اور اس نے ناقے کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف تین دن زندہ رہنے کی مہلت دی۔ یہ دن ان کے لیے نہایت صبر آزما تھے خوف میں مبتلا رہے اور چہروں کے رنگ اڑ گئے۔

عذاب الٰہی

یہ نہایت سخت عذاب تھا۔ ایک خوفناک زلزلہ آیا۔ بجلیوں کی خوفناک کڑک نے ان کو آن لیا۔ یہ آواز اس قدر سخت تھی کہ ان سب کی جان نکل گئی اور جو جیسا اور جہاں تھا وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ان کے لاشے اوندھے پڑے رہ گئے اور ان کا اس سرزمین پر نام ونشان نہ رہا۔''

ثمود کی عمارتوں میں سے کچھ اب بھی باقی ہیں۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ اور تبوک کے درمیان حجاز کے مشہور مقام العلاء (جسے عہد نبوی میں وادی القریٰ کہا جاتا تھا) سے چند میل کے فاصلے پر بجانب شمال واقعہ ہے۔ آج بھی اس جگہ کو مقامی باشندے الحجر مدائن صالح کے

ناموں سے پکارتے ہیں۔ اس علاقے میں العلاء تو اب بھی ایک سرسبز اور شاداب وادی ہے جس میں کثرت سے چشمے اور باغات ہیں مگر الحجر کے گردوپیش نحوست پائی جاتی ہے آبادی برائے نام ہے روئیدگی بہت کم ہے۔ چند کنوئیں ہیں۔ انہیں میں سے ایک کنویں کے متعلق مقامی آبادی میں ایک روایت چلی آرہی ہے کہ حضرت صالحؑ کی اونٹنی اسی سے پانی پیتی تھی۔ اب وہ ترکی کے عہد کی ایک چھوٹی سی ویران فوجی چوکی کے اندر پایا جاتا ہے اور بالکل خشک پڑا ہے۔ اس علاقے میں العلاء کے قریب ہر طرف ایسے پہاڑ نظر آتے ہیں جو بالکل کھیل کھیل ہو گئے ہیں۔ صاف محسوس ہوتا ہے کہ کسی سخت ہولناک زلزلے نے انہیں سطح زمین سے چوٹی تک جھنجھوڑ کر قاش قاش کر رکھا ہے۔ اسی طرح کے پہاڑ شرق العلاء سے خیبر جاتے ہوئے تقریباً ۵۰ میل تک اور شمال کی طرف ریاست اردہ کے حدود میں ۳۰، ۴۰ میل اندر تک ملتے چلے گئے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تین چار سو میل لمبا اور ۱۰۰ میل چوڑا ایک علاقہ تھا جسے ایک زلزلے عظیم نے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

آج سے کوئی چار ہزار سال پہلے عراق میں بسنے والی قوم گمراہ تھی۔ کفروشرک کی ہر برائی ان میں موجود تھی اور بت پرستی کا تو یہ حال تھا کہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بے ہنگم بت ان کی عبادت، نذر و نیاز اور عقیدت مندی کے مرکز تھے۔ انہیں کو وہ اپنا سفارشی، مددگار، کارساز اور ملجاو ماویٰ سمجھتے تھے اور ان سے اتنی محبت رکھتے تھے کہ ان کی طرف ہر بری نظر ڈالنے والے کی آنکھیں نکال سکتے تھے۔ راہ حق سے ان کا یہ گریز کچھ تو ان کی فطری کجروی کی بناء پر تھا اور کچھ اس وجہ سے تھا کہ ایک عرصے سے ان کی طرف کوئی ہادی اور بشیر و نذیر نہ آیا تھا۔ رہی سہی کسر نمرود نے پوری کر دی تھی۔ جو لوگوں کو ایک خدا سے ہٹا کر ان پر زبردستی اپنی

خدائی کا رعب جما تا تھا۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے قوم کی اصلاح کرنے اور راہ ہدایت دکھانے کے لیے اسی قوم کے ایک مشہور بت تراش و بت پرست آذر کے گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرما کر منصب نبوت سے سرفراز فرمایا۔

نبیوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ جس اصلاح کی دعوت وہ دوسروں کو دیتے ہیں اس پر سب سے پہلے خود عامل ہوتے ہیں اور جب کام کا آغاز کرتے ہیں تو سب سے پہلے اپنے گھر سے کرتے ہیں۔ یہ نہیں کرتے کہ اپنے گھر کی آگ بجھانے کے بجائے دوسرے گھروں کی آگ بجھاتے پھریں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک و بت پرستی کے خلاف توحید کی تعلیم یوں تو پوری قوم کو دی۔

''اور ابراہیمؑ کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اگر تم سمجھ رکھتے ہو یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ تم تو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور طوفان باندھتے ہو۔ تو جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو وہ تم کو رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ بس خدا ہی کے ہاں رزق طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو۔ اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے اور اگر تم (میری) تکذیب کرو تو تم سے پہلے بھی امتیں (اپنے پیغمبروں کی) تکذیب کر چکی ہیں اور پیغمبر کے ذمہ کھول کر سنا دینے کے سوا کچھ نہیں۔''

مگر آغاز اپنے گھر سے کیا۔ اور اپنے چچا آذر سے کہا۔

''چچا جان! آپ ان چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کا کوئی کام بنا سکتی ہیں۔ چچا جان! میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں، آپ میرے پیچھے چلیں،

میں آپ کو سیدھا راستہ دکھادوں گا۔ چچا جان! آپ شیطان کی بندگی نہ کریں۔ شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ چچا جان! مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمٰن کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور شیطان کے ساتھی نہ بن کر رہیں۔"

آذر نے دعوت حق کو تسلیم نہ کیا۔ انسان کی یہ خاصیت ہے جس حکم اور قانون کی زد خود کے ذاتی مفاد اس کے نفس اس کے خاندان اور اس کی انا پر پڑتی ہے اسے تسلیم نہیں کرتا اور سچی بات تو ویسے بھی کڑوی لگتی ہے۔ اس لیے وہ ان مشاغل کو تو ترک نہ کیا کرتے الٹا ابراہیمؑ کو نصیحت کرتے ہوئے کہنے لگے۔

"ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کروں گا اور تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے الگ ہو جا۔

جب حضرت ابراہیمؑ اپنے چچا آذر سے بالکل مایوس ہو گئے تو علیحدہ ہو کر تن تنہا تبلیغ حق میں کوشاں ہو گئے اور مشرک قوم کے سامنے توحید کی تعلیم اور دین مبین کی دعوت پیش کی۔ اگرچہ قوم کی بدتمیزیوں کا آپ کو سخت مقابلہ کرنا پڑا لیکن اس کے باوجود آپ نے بڑی حاضر دماغی ذہانت اور حسن بیان کے ساتھ ان سوالات کے جوابات دیئے اور ایسے ایسے دلائل پیش کیے کہ کفار سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔

حضرت ابراہیمؑ نے قوم سے سوال کیا کہ تمہارا معبود کون ہے؟ تم کس چیز کی پرستش کرتے ہو؟ قوم اس سوال کے جواب میں اپنے بتوں کی لمبی چوڑی تعریفیں کرنے لگی۔ ان کے سامنے سرنگوں ہونے پر اظہار مسرت کیا اور کہا کہ ہمارے باپ دادا یہی کرتے آئے ہیں اور بتوں کے تصرفات اور ان کی قوت کے متعلق من گھڑت قصے سنانے شروع کر دیئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا پروردگاری اور پرستش کے لائق وہی ہستی ہے اور ہو سکتی

ہے جو کائنات عالم کی ہر چیز کو پیدا کرنے والی اور اس کو پالنے والی ہو' جو فلاح دارین کی راہ دکھاتی ہو۔ اور مادی و روحانی فوائد کی طرف رہنمائی کرتی ہو' جو بھوک میں رزق اور بیماری میں شفا بخشتی ہو۔ چونکہ تم اپنی مرضی اور خود ساختہ بتوں کے متعلق ان میں سے کسی چیز کا بھی دعوٰی نہیں کر سکتے اس لیے تم پر واضح ہونا چاہیے کہ وہ ہرگز پرستش کے لائق نہیں ہیں۔ اور اگر تمہارے باپ دادا بھی یہی کرتے تھے تو وہ سب گمراہی پر تھے اور تم بھی گمراہی پر ہو۔"

حضرت ابراہیمؑ توحید کی جس دعوت کو لے کر اٹھے تھے اس کا اثر صرف اتنا ہی نہ تھا کہ ان کے باپ دادا کے مسلک پر آنچ آتی تھی۔ بلکہ شاہی خاندان کی الوہیت' اور حاکمیت' پجاریوں اور اونچے طبقوں کی معاشرتی اور سیاسی حیثیت اور پورے ملک کی اجتماعی زندگی اس کی زد میں آتی تھی۔ ان کی دعوت کو قبول کرنے کے یہ معنی تھے کہ نیچے سے اوپر تک ساری سوسائٹی کی عمارت کو ادھیڑ ڈالا جائے اور اسے ازسر نو توحید الہٰ کی بنیاد پر تعمیر کیا جائے۔ اس لیے حضرت ابراہیمؑ کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ عوام' خواص' پجاری اور ایک عام آدمی سے لے کر نمرود جیسے مصنوعی خدا تک سب کے سب بیک وقت اس آواز کو دبانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

ایک داعی حق کے لیے ضروری ہے کہ مخاطبین کی طبیعت' ذہنیت' قوت جذب اور استعداد قلبی کا اندازہ لگا کر تبلیغ کرے۔ لوگوں کی نفسیات کو سمجھے بغیر دعوت و تبلیغ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اللہ کے نبی بڑے نباض اور مردم شناس ہوتے ہیں۔ وہ وقت اور موقع کی مناسبت سے بات پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ علمی دلائل سے قوم مطمین نہیں ہوتی تو آپ نے ایک اور سبق دینے کا فیصلہ کیا۔ تا کہ ان لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور ایمان لانے پر آمادہ ہو سکیں بہر حال ایک دن موقع پا کر ان کے قومی بت

خانے میں گھس گئے اور سب سے بڑے بت کو چھوڑ کر باقی سب بتوں کو توڑ پھوڑ کر ڈھیر کر دیا۔لوگ جب لوٹ کر آئے اور اپنے چہیتے معبودوں کی یہ گت بنی ہوئی دیکھی تو حیران رہ گئے۔مجرم کا پتہ چلانا مشکل نہ تھا' وہ سمجھ گئے کہ یہ کام سوائے ابراہیمؑ کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔اس پر انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ تو الگ بات ہے۔البتہ اس واقعہ نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔اپنے بے جان وخود ساختہ خداؤں کی حقیقت ان کے سامنے آ گئی تھی اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ کیا واقعی یہ معبود بننے کے لائق ہیں؟

لیکن جو قوم قبول حق کی استعداد کھو چکی ہو اس پر کوئی دلیل اثر نہیں کرتی۔حضرت ابراہیمؑ کو اعلان توحید اور بت پرستی کے خلاف آواز اٹھانے کی سزا یہ تجویز ہوئی کہ آپ کو آگ میں ڈال دیا جائے۔کیونکہ توحید کا اعلان ان کے لیے ایسا کانٹا تھا جو ان کے عیش وآرام سے سجے ہوئے بستروں میں کھٹک اور بے چینی پیدا کر رہا تھا۔

آگ کا زبردست اہتمام کیا گیا۔دربار شاہی لگا۔پوری قوم جمع ہوئی اور حضرت ابراہیمؑ کو ہاتھ پاؤں باندھ کر بھڑکتی ہوئی آگ کے سپرد کر دیا گیا۔حضرت ابراہیمؑ کا دل نور ایمان سے منور تھا۔آپ کو خدا کی ذات پر مکمل بھروسہ تھا اور یہ بڑا آزمائش کا وقت تھا۔مگر وہ جس کو خود اللہ نے موحد اور اپنا خلیل کہا ہو اس کے پائے استقلال میں جنبش کس طرح آ سکتی تھی؟

ادھر حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا اور ادھر خدا نے آگ کو حکم دیا۔

''اے آگ ابراہیمؑ پر سرد ہو جا اور سلامتی بن جا۔''

اس حیرت انگیز معجزہ کو دیکھ کر نمرود سہم گیا اور اس کو اندازہ ہو گیا کہ ابراہیمؑ خدا کے پیغمبر ہیں۔اس نے حضرت ابراہیمؑ کو مرعوب کرنے کے لیے اپنے پاس بلوایا۔

''بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس (نمرود) کے سبب سے خدا نے اس کو سلطنت

بخشی تھی۔ ابراہیمؑ سے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ جب ابراہیمؑ نے کہا میرا پروردگار تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے وہ بولا کہ جلا اور مار تو میں بھی سکتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا خدا تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے ذرا مغرب سے نکال دے۔ یہ سن کو وہ کافر ششدر رہ گیا۔"

پھر جب اس سرزمین میں تبلیغ حق کی ساری کوشش بیکار ثابت ہوئیں اور اشاعت حق کی تمام راہیں مسدود ہوگئیں تو آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے فلسطین کا رخ کیا۔ اثنائے راہ میں کچھ عرصے کے لیے مقام حراں میں قیام فرمایا۔ لیکن جلد ہی آپ کو معلوم ہوگیا کہ یہاں کے لوگ بھی سیدھے راستے پر نہیں آئیں گے لہٰذا آپ وہاں سے مصر تشریف لے گئے۔ آپ کی اہلیہ حضرت سارہ ساتھ تھیں۔ مصر میں ایک عرصے تک قیام فرکر آپ دوبارہ فلسطین پہنچے اور وہی سکونت اختیار کرلی۔ حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لیے آپ نے حضرت ہاجرہ سے شادی کرلی۔ جن کے بطن مبارک سے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔ پھر بحکم خدا اپنے نور نظر حضرت اسماعیلؑ اور اہلیہ حضرت ہاجرہ کو لے کر مکہ کے بے آب و گیا صحرا میں پہنچے۔ جہاں زندگی کے وسائل بھی موجود نہ تھے پھر آزمائشوں کا سلسلہ ابھی ختم بھی نہ ہوا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اس کے حضور اپنی عزیز ترین متاع۔ "اسماعیل" بھی نذر کرو۔

"وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا۔ تو (ایک روز) ابراہیمؑ نے اس سے کہا بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے آپ انشاء اللہ مجھے صابروں میں پائیں گے۔" آخر کو جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور ابراہیم نے

بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا۔ اور ہم نے ندا دی کہ "اے ابراہیمؑ تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والے کو ایسی جزا دیتے ہیں۔" یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی۔" اور ہم نے اس قربانی کو فدیہ میں تبدیل کر دیا ہے یہ فدیہ ذبح عظیم کی شکل میں قربانی حضرت امام حسین علیہ السلام پر منتج ہوا اور اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی سلام ہے ابراہیمؑ پر ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔"

غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی دعوت حق میں گذری اور اس راہ کی ہر آزمائش میں آپ پورے اترے۔ دنیا کی ہر عزیز سے عزیز اور قیمتی سے قیمتی شے کو محبت الٰہی پر قربان کر دیا۔ پہلے وطن اور خاندان کو چھوڑا۔ پھر جان کی بازی لگا دی اور اللہ کا نام لے کر آتش نمرود میں کود پڑے۔ اپنی عزیز بیوی اور اس بیٹے کو جو ایک عمر کی تمنا اور بڑی دعاؤں کے بعد پیدا ہوا تھا۔ سینکڑوں میل دور ایک بے برگ و گیاہ اور سنسان ویران میدان میں اللہ کے حوالے کر آئے اور سب سے بڑھ کر اللہ کا اشارہ پا کر اپنے عزیز اور اکلوتے بیٹے تک کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ان ہی قربانیوں کا صلہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری دنیا کے لوگوں کے پیشوا اور امام بنایا اور اپنا خلیل قرار دیا۔

"یاد کرو جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا تو اس نے کہا کہ میں تجھے سب لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔"

حضرت ابراہیم کا پیغام کوئی نیا پیغام نہ تھا۔ آپ کی تحریک کوئی نئی تحریک نہیں تھی۔ اور آپ کی دعوت کوئی نئی دعوت نہیں تھی بلکہ اس کا آغاز آدم علیہ السلام سے ہوا تھا۔ بس فرق یہ ہے کہ یہ دعوت اب کئی منزلیں طے کر چکی تھی۔ حضرت آدمؑ کے زمانے میں تہذیب و تمدن اپنے ابتدائی مرحلے میں تھا۔ اس لیے دعوت بھی محدود تھی لیکن حضرت ابراہیمؑ کے زمانے

میں تہذیب وتمدن میں بہت ترقی ہوگئی تھی۔ انسانوں کی آبادی میں بہت وسعت ہوگئی تھی۔ معاشرتی ضروریات کافی بڑھ گئی تھیں۔ صنعت وحرفت کا ایک نیا دور شروع ہو چکا تھا۔ تجارت ایک ملک سے دوسرے ملک تک پھیل گئی تھی۔ غرض انسانوں کے وسیع میل جول نے ایک نئی تہذیب کو جنم دیا۔ اس جہالت کے پیش نظر ضرورت اس بات کی تھی کہ گمراہ اقوام کو دین حق کی قبولیت پر آمادہ کیا جائے اور راہ مستقیم پر گامزن کیا جائے اور تحریک اسلامی کو عالم گیر حیثیت دی جائے اور اس کے استحکام اور اشاعت عام کے لیے ایک مرکز کو قائم کیا جائے۔ ان تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے ذریعہ پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کو اس کام کی تکمیل میں سخت سے سخت آزمائش سے گزرنا پڑا۔ اسی کام کے لیے آپ نے فلسطین، مصر اور شام کو ہجرت فرمائی اور ہر جگہ تحریک کا چرچا کیا۔ حضرت اسماعیلؑ کو سرزمین عرب میں اسی کام پر مامور فرمایا۔ حضرت لوطؑ کو شام بھیجا اور خود فلسطین میں قیام فرمایا اور تحریک اسلامی کے استحکام کے لیے ایک دائمی مرکز بیت اللہ (مکہ) کو تعمیر فرمایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یعقوب کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی شخصیت نمایاں ہوتی ہے، اور یہی سرگزشت کی اصلی شخصیت ہے۔ یہاں پہنچتے ہی ایک خاص حقیقت کی جلوہ نمائی شروع ہوجاتی ہے اور جس جس رخ سے دیکھئے اور جہاں کہیں دیکھئے اس کی نمو سامنے آتی رہتی ہے یعنی انسان کی سیرت (کیریکٹر) کی فضیلت اور اس فضیلت کی اٹل کامرانیاں۔

ان کی سیرت کا مطالعہ ہمیں بتلاتا ہے کہ انسانی زندگی کی سب سے بڑی قوت اس کی

سیرت کی فضلیت ہے اور اگر یہ فضلیت موجود ہو تو پھر اس کے لیے فتح و کامرانی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ دنیا کی ساری رکاوٹیں اس کی راہ روک لیں جب بھی وہ اپنی راہ نکال لے گا۔ دنیا کے سارے سمندر اور پہاڑ اس کی راہ میں حائل ہو جائیں جب بھی اس کی رفتار نہیں رکے گی۔ حوادث و قائع اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ احوال و ظروف اس پر غالب نہیں آ سکتے۔ افراد و جماعت کی کوششیں اسے مسخر نہیں کر سکتیں۔ اس کے لیے ہر حال میں کامرانی ہے۔ اس کے لیے ہر گوشہ میں فتح مندی ہے۔ اس کے لیے ہر طاقت پر فرمانروائی ہے۔ وہ اعمال و نتائج کی اس امتحان گاہ میں صرف اس لیے ہے کہ سر بلند ہو۔ عجز و درماندگی کی آلودگی کبھی اسے چھو نہیں سکتی۔

سترہ برس کا ایک کمسن لڑکا' باپ کی آغوش محبت سے جبراً چھین لیا جاتا ہے اور اچانک اپنے آپ کو کن لوگوں میں پاتا ہے؟ ان لوگوں میں جو چند سکوں کے بدلے اسے غلام بنا کر بیچ رہے ہیں۔ دنیا کی ایک لاکھ انسانی طبیعتیں ایسی حالت میں کیا کرتیں؟ مگر غور کرو' اس نے کیا کیا؟ اچانک ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک تجربہ کار دانشمند کی طرح اس نے صورت حال کا پورا جائزہ لے لیا ہو اور پھر فیصلہ کر لیا ہو کہ جو حالت بھی پیش آئے سے صبر و سکون کے ساتھ جھیل لینا چاہیے۔ اور اسی کے مطابق کام کیے جانا چاہیے۔ قافلہ والوں نے انہیں غلام کی حیثیت میں پیش کیا' وہ ایک غلام کی طرح پیش ہو گئے۔ عزیز مصر نے غلام کی طرح خرید لیا' انہوں نے غلام کی طرح اس کی خدمت شروع کر دی اور اس کے ساتھ اسی طرح پیش آئے جس طرح ایک اطاعت شعار اور وفادار غلام کو اپنے آقا کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ کہیں سے بھی کوئی ایسی بات مترشح نہیں ہوتی کہ ایسا کرنے میں انہیں کوئی تامل ہوا ہو۔ گویا نہ ناگہانی مصیبت جو ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لیے پوری زندگی کی سوگواری بن جاتی'

ان کے لیے مصیبت ہی نہ تھی۔

باپ کی آغوش محبت سے نکل کر اچانک ایک اجنبی ملک میں ایک اجنبی کا غلام بن جانا' ان کے لیے ایسی ہی بات ہوئی جیسے اپنی مرضی سے زندگی کا ایک عیش چھوڑ کر دوسرا عیش اختیار کر لینا' نہ پچھلی حالت کا ماتم ہے' نہ موجودہ حالت سے جھجک' نہ گذشتہ کی یاد میں سوگواری ہوئی' نہ آئندہ کے اندیشہ میں بدحالی۔ اس عازم اور بے پروا ملاح کی طرح جسے نہ تو کنارہ چھوٹنے کا غم ستاتا ہے نہ آنے والے طوفان کا اندیشہ' اسنے اپنی کشتی چلانی شروع کر دی اور دیکھو بالآخر ساحلِ مقصود تک پہنچ کر رہی۔

حوادث و انقلاب کے ترکش میں اس سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے جو اس پر نہ چلایا گیا تھا؟ لیکن اس کے صبر و عزم نے اسے ذرہ کے برابر بھی نہ سمجھا اور اس طرح بے داغ نکل گیا گویا گردش حوادث کا ہاتھ اس کے خلاف اٹھا ہی نہ تھا۔

چیں برجبیں زجنبش ہر خس نمی رسد
دریا دلاں چو موج گر آرمیدہ اند!

غور کرو ہر اس انسان کے لیے جو دنیا کی مصیبتوں اور ناموافقتوں میں اپنی راہ نکالنا چاہتا ہو' اس معاملہ میں کیسی عظیم الشان عبرت ہے؟ اگر حضرت یوسفؑ نے مصائب و محن کی پہلی ہی منزل میں صبر' عزم' اعتماد نفس اور توکل علی اللہ کی یہ روح عظیم اپنے اندر نہ پیدا کر لی ہوتی' تو کیا ممکن تھا کہ اس منزل مقصود تک پہنچ سکتے جو بالآخر ان کی منزل مقصود ثابت ہوتی۔

پھر دیکھو زمانہ کی گردشیں کس طرح آزمائشوں پر آزمائشیں پیدا کرتی رہیں اور ان کی غیر متزلزل اور بے داغ سیرت کس طرح فتح مندیوں پر فتح مندیاں حاصل کرتی گئی؟

سب سے پہلے عزیز مصر کے ساتھ اس کا معاملہ سامنے آتا ہے اس نے بحیثیت غلام کے

انہیں خرید کیا تھا اور مصر کے آثار و نقوش ہمیں بتلا رہے ہیں کہ مصریوں کا سلوک غلاموں کے ساتھ کیسا ہوا کرتا تھا۔ وہ غلاموں کے لیے اتنے ہی سنگ دل تھے جتنے سنگ دل دنیا کی تمام پرانی قومیں رہ چکی ہیں۔ تاہم انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اپنے حسن سیرت سے اس کا دل ایسا مسخر کرلیا کہ غلامی کی جگہ آقائی کرنے لگے اور اس نے اپنی بیوی سے کہا۔

اکرمی مثوہ عسیٰ ان ینفعنا او نتخذہ ولداً

غور کرو۔ یہ انقلاب حال کیسے پیدا ہوگا؟ وہ کیسی وفاداری و دیانت اور راست بازی و امانت شعاری ہوگی، جس نے ایک مصر کے امیر کو اس درجہ متاثر کردیا کہ ایک عبرانی غلام کو اپنے فرزند کی طرح چاہنے لگا اور اپنے تمام گھربار اور علاقہ کا مختار کل بنا دیا؟

پھر امراۃ العزیز کا معاملہ رونما ہوتا ہے۔ پچھلی آزمائش ذہن و دماغ کی آزمائش تھی۔ یہ جذبات کی تھی اور انسان کے لیے سب سے بڑی آزمائش جذبات ہی کی آزمائش ہوتی ہے، وہ سمندر کی موجوں سے ہراساں نہیں ہوتا، پہاڑ کی چٹانوں سے نہیں گھبراتا، آسمان کی بجلیوں سے نہیں لرزتا، درندوں کے مقابلہ سے منہ نہیں موڑتا، تلواروں کے سائے میں کھیلنے لگتا ہے، لیکن نفس کی ایک چھوٹی سی ترغیب اور جذبات کی ایک ادنیٰ سی کشش کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ لیکن حضرت یوسفؑ کی سیرت کی چٹان یہاں بھی متزلزل نہیں ہوسکی، ان کی بے داغ فضیلت پر نفس انسانی کا سب سے بڑا فتنہ بھی دھبہ نہ لگا سکا۔

قرآن کی معجزانہ بلاغت نے چند لفظوں کے اندر صورت حال کی پوری تصویر کھینچ دی ہے اور اگر ان اشاروں کو تشریح و بیان کا پورا جامہ پہنا دیا جائے تو کئی صفوں کی داستان بن جائے۔

تم چشم تصور سے کام لو اور دیکھو، ترغیبات کی قہر و سلطانی کا کیا حال تھا اور عیش نفس کی یہ دعوت کیسے شکیب آزما سامانوں اور صبر آزما حالتوں کے ساتھ آئی؟ عمر عین عروج شباب کی

عمر' اور معاملہ محبت کا نہیں محبوبیت کا' طلب کا نہیں' مطلوبیت کا۔ پھر طلب بھی ہوئی تو کیسی طلب؟ دیوانی کی طلب اور دل باختگی کا تعاقب۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ موانع بہ کلی مرتفع ہو گئے۔ پھر کوئی انسانی آنکھ دیکھنے والی نہیں۔ کوئی پردہ حجاب حائل ہونے والا نہیں۔ کون ہے جو ایسی حالت میں بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکتا ہے؟ عفت و پاکبازی کا کون سا پہاڑ ہے جو ان بجلیوں کی تاب لا سکتا ہے؟

لیکن ایک پہاڑ تھا جسے یہ بجلیاں بھی جنبش میں نہ لا سکیں۔ یہ حضرت یوسفؑ کی سیرت تھی جو کسی حال میں متزلزل نہیں ہو سکتی تھی۔ خود امراۃ العزیز کے لفظوں میں (اور اس سے بڑھ کر اس معاملہ کا کون شاہد ہو سکتا ہے) ولقد راودتہ عن نفسہ فاستعصم وہ اس حال میں بھی اپنی جگہ سے بے جگہ نہ ہوا۔ اس کو عصمت کے لیے ذرا سے بھی جنبش نہ ہوئی۔

پھر دیکھو! امرأۃ العزیز کی دعوت عیش کے جواب میں جو کچھ ان کی زبان سے نکلا وہ کیا تھا؟ **معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای** تیرا شوہر میرا آقا ہے۔ اس نے مجھ پر اعتماد کیا۔ عزت و احترام کے ساتھ رکھا۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کے حسن سلوک کا بدلہ میں یہ دوں کہ اس کی امانت میں خیانت کرنے لگوں؟ غور کرو یہ برائی ایسی برائی تھی کہ اسے برائی دکھلانے کے لیے کتنی ہی باتیں کہی جا سکتی تھی لیکن ان کا ذہن اسی بات کی طرف گیا اور اسی کو قرآن نے بھی نمایاں کر کے دکھایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کی سیرت کا اصل جوہر یہیں ڈھونڈنا چاہیے۔ امانت داری' راست بازی اور ادائے فرض کی روح اس طرح ان پر چھائی ہوئی تھی کہ ہر موقع پر سب سے پہلے وہی سامنے آتی تھی۔

پھر اس کے بعد اعمالات کا معاملہ پیش آتا ہے۔ اب صرف ایک امرأۃ العزیز ہی کا فتنہ

نہ تھا۔ دارالحکومت مصر کے تمام فتنہ گران حسن جمع ہو گئے تھے کہ ان کی متاع ضبط وتحمل کی غارت گریوں میں حصہ لیں۔

وائے برصید کہ یک باشد وصیاد ے چند مگر یہاں بھی کیا نتیجہ نکلا۔؟

قلن حاش للہ ما ھذا بشراً ان ھذا الا ملک کریم

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

پھر دیکھوں! راست بازی وحق پرستی کی آزمائش نے اچانک کیسی صورت اختیار کر لی؟ دنیا میں انسانوں کو سزائیں اس لیے بھگتنی پڑتی ہیں کہ جرم ومعصیت سے اپنے کو نہیں روک سکتے۔ لیکن اب حضرت یوسفؑ کے سامنے قید کی سزا اس لیے لائی جا رہی ہے کہ جرم و معصیت سے کیوں اپنے آپ کو روک رہے ہیں! لوگوں کو قید و بند کی مصیبت اس لیے برداشت کرنی پڑتی ہے کہ عیش حیات ڈھونڈتے ہیں اور جب نہیں ملتا تو جبراً لینا چاہتے ہیں' لیکن حضرت یوسفؑ کو اس لیے قید خانے کی دھمکی دی جا رہی ہے کہ عیش حیات نے اپنی ساری دلفریبیوں اور رعنائیوں کے ساتھ انہیں دعوت دی اور انہوں نے اس سے منہ موڑ لیا۔

یہ حضرت یوسفؑ کی سیرت کا سب سے زیادہ عظیم مظاہرہ ہے یہ عشق حق کا نمونہ ہے۔ یہ پرستاری صدق کا دستور العمل ہے۔ یہ ایمان کامل کا معیار ہے۔ جب ان کے سامنے دو باتیں پیش کی گئیں زندگی کا عیش مگر معصیت حق کی راہ میں۔ زندگی کے شدائد مگر راست بازی کی راہ میں۔ تو ان کا قطعی اور بغیر کسی تامل کے یہ تھا کہ السجن احب الی مما یدعوننی الیہ۔ قید خانہ مجھے محبوب ہے مگر وہ بات نہیں جس کی مجھے دعوت دی جا رہی ہے۔

ہمارے مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کی بدشگونی تھی کہ خود قید خانہ کی بابت بول

اٹھے۔ اگر جلدی میں آ کر ایسا نہ کہہ دیتے تو یہ ابتلا پیش نہ آتی۔

افسوس، کس درجہ حقیقت فراموشی ہے حضرت یوسفؑ کی جو بات ان کی پاکی وعظمت کا سب سے بڑا جوہر تھی۔ وہی ان حقیقت نا آشناؤں کی نظر میں ان کی لغزش ہوگئی۔ گویا حضرت یوسفؑ کا قید خانہ کو معصیت پر ترجیح دیا اور اسے خوشی خوشی اختیار کر لینا کوئی ایسی بات تھی جو نہ ہونی چاہیے تھی اور صرف اس لیے ہوگئی کہ حضرت یوسفؑ نے بدشگونی کی بات کہہ دی تھی۔ غور کرو قرآن کہاں ہے اور اس کے شارح کہاں پہنچ گئے ہیں۔ یہ ہے اہلبیتؑ سے دوری کا نتیجہ۔

پھر دیکھو حضرت یوسفؑ کی یہی سیرت ہے جو قید خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھڑی کو بھی اسی طرح روشن کر دیتی ہے، جس طرح عزیز مصر کے ایوان وعزت و اقبال کو اس نے روشن کر دیا تھا۔ کیونکہ چراغ جہاں کہیں بھی رکھ دیا جائے روشنی ہی دے گا اور ہیرے کی چمک اس سے کم نہیں ہو جائے گی کہ جواہر خانہ ای میں رہنے کی جگہ کوڑے کرکٹ میں ڈال دیا گیا۔

پھر دیکھو عین قید خانہ کی زندگی میں دعوت حق کا داعیہ ان کے قلب مبارک میں اٹھتا ہے۔ اس وقت مصر میں انہوں نے دین حق کی تبلیغ نہیں کی تھی۔ اگرچہ خود اسی پر قائم تھے۔ لیکن اب وقت آ گیا تھا کہ خاندانی نبوت کا ان میں ظہور ہو۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اب یکایک اپنے قلب کو ولولہ تبلیغ سے معمور پایا۔ لیکن یہاں کون تھا جو اس تبلیغ کا مخاطب ہوتا؟ صرف قید خانہ کے چند ساتھی تھے جو طرح طرح کے جرموں کی پاداش میں یہاں پہنچا دیئے گئے تھے۔ مگر غور کرو، انہوں نے رہائی کا انتظار نہیں کیا۔ انہیں قیدیوں میں تبلیغ شروع کر دی اور مصر کا قید خانہ دعوت حق کی تعلیم و تربیت کی ایک درسگاہ بن گیا۔

پھر دیکھو، تبلیغ کے جوش وطلب کا کیا حال ہے؟ دو نئے قیدی آتے ہیں جو بادشاہ کے

خاص پیش خدمتوں میں سے تھے اور اپنا اپنا خواب بیان کرتے ہیں خواب سن کر حضرت یوسفؑ معلوم کر لیتے ہیں کہ ایک کی رہائی قریب ہے' دوسرے کی موت قریب ہے' پس چاہتے ہیں کہ فرصت کا ایک لحہ بھی ضائع نہ کریں اور تعلیم حق سے انہیں آشنا کر دیں۔ ممکن ہے جو رہا ہونے والا ہے وہ حق کا بیج اپنے ساتھ لے جائے اور دربار شاہی میں تخم ریزی کر سکے۔ جس کی موت قریب ہے' ممکن ہے سچائی قبول کر لے اور دنیا سے جائے تو راہ حق پر جائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے خواب سنتے ہی اس کی تعبیر نہیں بتلا دی بلکہ ان کی توجہ و رجوع سے فائدہ اٹھا کر ایک دوسرا ہی بیان شروع کر دیا۔

ان ترکت ملته قوم لا یومنون بالله وهم بالاخرة هم کفرون

ان کی سیرت کے اس مقام سے ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ دعوت حق کا فریضہ کیونکر ادا کرنا چاہیے اور داعی حق کے جوش میں طلب دعوت کا کیا حال ہوتا ہے؟ قید خانے کی زندگی بھی ادائے فرض دعوت سے مانع نہ ہوئی۔ اس حالت میں بھی فکر اس کی نہ تھی کہ میں کیونکر قید سے رہائی پاؤں بلکہ تمام تر اس کی تھی کہ خدا کے بندے جہل و گمراہی سے کیونکہ نجات پائیں؟ مہلت جب کبھی ملی اور جس حال میں ملی' معاً اسی مقصد کے لیے کام میں لائی گئی اور جس طرح اس آدمی کی ہدایت میں جلدی کی جو ابھی مدتوں زندہ رہنے والا تھا اسی طرح اس کی ہدایت کے لیے بھی صبر نہ کر سکے جس کے سر پر اجل کی تلوار لٹک رہی تھی۔ کیونکہ ہدایت پانا انسان کا قدرتی حق ہے' اور زندہ رہنے والا ہو یا مر رہا ہو اسے اس کا حق فوراً ملنا چاہیے۔

پھر دیکھو! معاملہ صرف اتنے ہی پر ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ حتی الوسع کوشش کرتے ہیں کہ جہاں تک پہنچا سکتے ہیں پہنچا دیں' جوں ہی یہ بات معلوم ہوئی کہ ان میں ایک آدمی بادشاہ کے ساقیوں کا سردار ہے اور پھر اسی منصب پر مامور ہونے والا ہے۔ معاً ان کا ذہن اس

طرف چلا گیا کہ ایسے آدمی کو جو خلوت وجلوت میں بادشاہ کے حضور میں رہنے والا ہے کتنا اچھا موقع حاصل ہوگا کہ پیام حق بادشاہ کے کانوں تک پہنچادے۔ چنانچہ تعبیر بیان کرنے کے بعد اس سے فرمایا۔

اذکرنی عندار بک اپنے آقا کے پاس جائیو تو مجھے یاد رکھیو یعنی میری یہ تعلیم ودعوت یاد رکھیو اور اپنے آقا سے بعنوان مناسب اس کا تذکرہ کردیجیو۔ ممکن ہے پیام حق کام کر جائے۔

عام طور پر حضرت یوسفؑ کے قول کا مطلب یہ سمجھا گیا کہ انہوں نے اپنی رہائی کے لیے کہا تھا یعنی اپنے آقا سے میری سفارش کیجیو۔

لیکن جس محل میں یہ بات کہی گئی ہے اس سے اس کی تائید نہیں ہوتی قیدیوں سے جو کچھ بھی ان کی گفتگو ہوئی یا تو تعبیر کے بارے میں ہے یا دین حق کے بارے میں ہے۔اس کا کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا کہ انہوں نے اپنے قید محن کے مصائب کا کوئی ذکر کیا ہو۔ پس اس بات کا وہی مطلب موزوں معلوم ہوتا ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔

یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ قیدیوں کا خواب سن کر آپ نے تعبیر فوراً کیوں بیان نہیں کر دی تھی مفسرین کہتے ہیں تاخیر اس لیے کہ وحی کا انتظار تھا۔لیکن اگر آپ انتظار کی حالت میں ہوتے تو اس وثوق کے ساتھ کیونکر وعدہ کر لیتے کہ

لا یاتیما طعام ترزقنه الا نباتکما بتاویله

اور فیضان وحی سے تو آپ کا قلب معمور ہو رہا تھا تعبیر کے لیے انتظار کرنے کی کیوں ضرورت پیش آتی ؟ صاف بات یہی ہے کہ تاخیر قصداً کی تھی اور اس خیال سے کی تھی کہ تعبیر کیا احتیاج نے دونوں کو میری طرف متوجہ کر دیا ہے چاہیے کہ اس توجہ سے فوراً فائدہ اٹھایا جائے

اور دین حق کی دعوت چھیڑ دی جائے۔ چنانچہ اس کا ذکر اس مناسبت سے شروع کر دیا کہ۔

ذلکما مما علمنی ربی انی ترکت ملته قوم لا یومنون باللہ وھم بالاخرۃ ھم کفرون

یعنی خواب کی تعبیر میں بہت جلد بتلا دوں گا۔ کیونکہ میرے پروردگار نے مجھے اس کا علم دیا ہے' لیکن میرے علم کو اس طرح کا علم نہ سمجھنا جس طرح اپنے کاہنوں اور جادوگروں کو سمجھا کرتے ہو۔ میری راہ دوسری ہے۔ میں تمہارے طریقہ پر کاربند نہیں۔ پھر اس طرح بات میں سے بات نکالتے ہوئے دین حق کی دعوت شروع کر دی۔

یصاحبی السجن ع ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القھار

اے یاران مجلس! جدا جدا معبودوں کا ہونا بہتر ہے یا اللہ جو یگانہ اور سب پر غالب ہے؟

پھر دیکھو اس سیرت کی فضلی کا کیسا عجیب منظر سامنے آ جاتا ہے جب بادشاہ مصر خواب دیکھتا ہے اور سردار ساقی آ کر یہ معاملہ انہیں سناتا ہے۔ دنیا کا ہر انسان ایسے موقع پر کیا کرتا؟ دنیا کا ہر وہ قیدی کیا کرتا جسے بغیر کسی جرم و گناہ کے قید خانے میں ڈال دیا گیا ہو۔ اور سالہا سال سے اس حالت میں بے یار و مددگار پڑا ہو؟ یقیناً اسے تائید غیبی سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا اور کہتا۔ میں یہ مشکل حل کر سکتا ہوں۔ مجھے یہاں سے نکلنے اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کا موقع دیا جائے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کی جانب سے کوئی اس طرح کی خواہش ظاہر نہیں ہوئی۔ انہوں نے خواب سنتے ہی اس کی تعبیر بیان کر دی۔ اس کا خیال بھی نہیں گزرا کہ اپنی مطلب براری کی یہ نہایت قیمتی بات تھوڑی دیر کے لیے روک لوں۔

"پھر صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ جتنی بات پوچھی گئی تھی بتلا دی' بلکہ اس سے بھی زیادہ علم و

فضل کی بخشش سائل کے دامن میں ڈال دی یعنی خواب میں ایک آنے والی ہولنا کی کی خبر دی گئی تھی۔ انہوں نے تعبیر کے ساتھ یہ بھی بتلا دیا کہ اس ہولناک مصیبت سے بچنے کی سبیل کیا ہوسکتی ہے۔ سوال بادشاہ کی طرف سے تھا' لیکن دیکھو' جس نے جواب دیا وہ قید خانہ کی کوٹھڑیوں میں بیٹھا ہوا اپنے علم وفضیلت کی بخشش میں بادشاہوں سے بھی زیادہ فیاض تھا۔

عدی ہمت ساقی است فطرت عرفی

کہ خاتم دگراں و گدائے خویشتن است

حضرت یوسفؑ نے ایسا کیوں کیا؟ اس لیے کہ دنیا نے ان کے ساتھ کچھ ہی کیا ہو' وہ دنیا کی خدمت وہدایت کے سوا اور کوئی شے اپنے سامنے نہیں رکھ سکتے تھے۔ جب انہوں نے خواب سنا اور خواب کا حل ان کے علم وبصیرت نے معلوم کرلیا تھا تو وہ ایک لمحہ کے لیے بھی علم وہدایت کا فیضان انسانوں پر نہیں روک سکتے تھے۔ ان کا فرض تھا کہ جب کبھی طلب واعانت کا ہاتھ ان کے آگے بڑھے' وہ اس کی دستگیری کریں اور انہوں نے دستگیری کی۔ اگر نہ کرتے تو داعی حق نہ ہوتے۔ ان کا بے لوث جذبہ خدمت اس خود غرضانہ مطلب براری کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا کہ ایک انسان کی مشکل اور احتیاج کو اپنی رہائی کا ذریعہ بنائیں۔

پھر جب بادشاہ ملاقات کا مشتاق ہوا اور اپنا پیامبر بھیجا تو چاہیے تھا کہ جوش مسرت سے اس پیام کا استقبال کرتے۔ کیونکہ اب خود بخود رہائی سامنے آ گئی تھی اور ایسی حالت میں آ گئی تھی کہ بادشاہ وقت مشتاق زیارت ہو رہا تھا' لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کی نگاہوں میں معاملہ نے دوسری شکل اختیار کی۔ انہوں نے قید خانہ چھوڑنے اور بادشاہ کی ملاقات سے انکار کر دیا اور کہلایا کہ پہلے میرے معاملے کی تحقیقات کرلی جائے۔

اب یہاں پھر بے اختیار یہی سوال سامنے آجاتا ہے کہ دنیا کا ہر مظلوم قیدی ایسی حالت

میں کیا کرتا اور پیکر صدق وصفا نے کیا کیا؟

غور کرو ان کی سیرت کیسے جوہروں سے گوندھی گئی تھی اور کس طرح صبر وضبط کی عدیم النظیر قوتوں کے ساتھ خودداری اور عزت نفس کی روح اس کے ایک ایک ذرہ میں رچی ہوئی تھی؟ حضرت یوسفؑ کے اس انکار وانتظار میں ان کی اخلاقی ذہنیت کی ایک پوری دنیا پوشیدہ ہے۔ گویا وہ زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ قید سے رہائی بلاشبہ ایک خوشخبری ہے۔ لیکن ایسی رہائی مجھے کیا خوش دے سکی ہے' جو میری بے حرمتی کی وجہ سے ظہور میں نہ آ رہی ہو بلکہ محض بادشاہ کا ایک عطیہ اور بخشش ہو؟ میں تو تھا مجرم' لیکن چونکہ بادشاہ نے خواب دیکھا' کسی سے تعبیر بن نہ آئی' میں نے بتلا دی' اس لیے خوش ہو کر بادشاہ نے رہا کر دیا۔

پس یہ بادشاہ کا احسان ہوا۔ حق وانصاف کا فیصلہ نہ ہوا' نہیں' میں اپنی رہائی بطور ایک احسان کے قبول نہیں کر سکتا اگر میں مجرم ہوں تو سزا کا سزاوار ہوں۔ کیوں مجھے کوئی بخشے؟ اگر مجرم نہیں ہوں تو میری بے جرمی کا اعتراف کرنا چاہیے؟ اور اس لیے کرنا چاہیے کہ سزا کا مستحق نہ تھا۔ اس لیے نہیں کہ کسی نے بخش دیا۔

عزت نفس اور استقامت حق کا کیسا بلند مقام ہے؟ اور اخلاقی سیرت کی کیسی عجیب مضبوطی ہے جس میں کہیں سے بھی کوئی لچک پڑتی دکھائی نہیں دیتی۔ جس رخ سے دیکھو اور جہاں کہیں دیکھو' اس کی بے داغ خصوصیتیں یکساں طور پر نمایاں ہیں اور اس سورج کی روشنی کبھی مدھم نہیں پڑ سکتی۔

کانهه علم 'فی راسه نار

فی الحقیقت جمال یوسفؑ کی یہی رعنائیاں تھیں جنہوں نے ایک ہی نظارے میں بادشاہ کا دل مسخر کر لیا تھا۔

انک الیوم لدینا مکین امین

پھر سب سے آخر اس موقع کا مطالبہ کرو جب حضرت یوسفؑ کے بھائی ان کے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں۔ کون بھائی۔؟ جنہوں نے قتل کا سامان کیا اور پھر غلام بنا کر اجنبیوں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ کس کے سامنے؟ اس مظلوم کے سامنے جو آج مظلوم نہیں ہے' بلکہ وقت کی سب سے بڑی مصیبت میں سامان زندگی بخشنے والا ہے کیسا عجیب موقع تھا اور نفس انسانی کے لیے ولولہ انتقام کی صبر آزما آزمائش!

تاہم غور کرو' اول سے لے آخر تک حضرت یوسفؑ کا طرز عمل کیسا رہتا ہے؟ کہیں بھی کوئی بات ایسی دکھائی دیتی ہے کہ کہہ سکو' بغض و انتقام کے جذبہ کی کوئی ہلکی سی بھی پرچھائیں پڑ رہی ہے؟ اتنا ہی نہیں بلکہ' وہ تو ان کے لیے سرتاپا شفقت و رحمت ہو گئے تھے' انتقام و سرزنش کا کیا ذکر ہے۔ ان کی زبان سے تو ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکلا جس سے بھائیوں کے دلوں کو ذرا سی بھی ٹھیس لگتی۔ صاف نظر آ رہا ہے کہ ان کی شرمندگی و پشیمانی کا زخم ان سے کہیں زیادہ خود ان کے دل پر لگ رہا ہے اور اب فکر ہے تو اس بات کی کہ کس طرح ان کے دلوں کے لیے تسکین خاطر کے سامان پیدا کر دیں۔

جب تیسری مرتبہ بھائی آئے تو اپنی مصیبتوں کی داستان سنائی۔ مسنا واھلنا الضر اور پھر دست سوال بڑھایا کہ تصدق علینا' ان اللہ یجزے المتصدقین تو جوش محبت سے بے قرار ہو گئے۔ اس وقت ان کے سامنے اور کوئی بات نہ تھی۔ صرف یہ تھی کہ میرے بھائی فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں۔ میں مسند عزت پر بیٹھا ہوں اور وہ دریوزہ گروں کی طرح دست سوال دراز کیے ہوئے ہیں۔ بے اختیار ان کا جی چاہا کہ اپنے آپ کو ظاہر کر دیں۔

ھل علمتم ما فعلتم بیوسف و اخیہ

تمہیں وہ بات بھی یاد ہے جو یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کی تھی؟ کہنے لگے تو یہ کہہ گئے اور یہ کہے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ کیونکہ یاد دلانا تھا کہ میں مصر کیونکر پہنچا۔ لیکن معاً یہ خیال ہوا کہ اس معاملہ کی یاد میں ان کے لیے سرتاسر زنش وخجالت ہے اس لیے فوراً ایک ایسی بات بھی کہہ دی کہ ان کے لیے ایک معذرت کا پہلو نکل آئے اور شرمندگی کا بوجھ محسوس نہ کریں۔

اذانتم جهلون

یہ اس وقت کی بات ہے جب تمہاری نادانیوں کا زمانہ تھا۔ یعنی اس معاملہ پر شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ نادانیون کے زمانہ کی بات ہے اور دنیا میں کون ہے جس پر کوئی نہ کوئی زمانہ نادانیوں کا نہ گزرا ہو؟

یہ سنتے ہی جب انہوں نے پہچان لیا اور عجز وندامت کا سر جھکا کر بولے۔

تاالله لقد اثرک علینا و ان کنا لخطین

تو بلا تامل جواب ملا۔

لا تثریب علیکم الیوم یغفر الله لکم وهو ارحم الرحمین

نہیں' آج کا دن بچھڑے ہوؤں کو ملنے اور ٹوٹے ہوئے رشتوں کے جڑنے کا دن ہے۔ ملامت والزام کی باتوں کا یہاں گزر نہیں۔ میرا دل تو ہر طرح کی رنجشوں سے صاف ہے۔ باقی رہا خدا کا معاملہ تو اس کے لیے بھی میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ وہ تمہارے سارے قصور بخش دے اور وہ ضرور بخش دے گا کیونکہ اس سے بڑھ کر رحم کرنے والا اور کون ہے؟ پھر آگے چل کر جب وقت آیا کہ اللہ کے فضل وکرم کا شکر ادا کرتے ہوئے گذرے ہوئے واقعات کی طرف اشارہ کریں تو دیکھو اس معاملہ کی طرف کیوں کر اشارہ کرتے ہیں۔

من بعد ان نزغ الشیطن بینی وبین اخونے

(جب ایسا ہوا کہ شیطان نے مجھ اور میرے بھائیوں میں اختلاف ڈال دیا تھا)

یعنی اول تو اس معاملہ کو شیطان کی طرف منسوب کر دیا' کہ بھائیوں پر اس کا بوجھ نہ پڑے۔ گویا شیطان کا ایک فتنہ تھا' ورنہ میرے بھائی ایسا کیوں کرتے۔ پھر سارے معاملہ کو محض ایک طرح کے اختلاف سے تعبیر کیا تا کہ اصل واقعہ کی شناخت کم ہو جائے پھر جتنا کچھ بھی ظاہر کیا' وہ اس طریقہ پر کیا کہ ''مجھ میں اور میرے بھائیوں میں اختلاف پڑ گیا تھا'' گویا یہ بھائیوں کا بلا وجہ جور و ستم نہ تھا۔ کوئی ایسی بات تھی جسے بھائیوں میں باہم وگردپیش آ جایا کرتی ہے اور دونوں جانبوں کو اختلاف کے وجوہ میں دخل ہوتا ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی ایک ہی جانب کا قصور تھا۔

غور کرو' عفو و بخشش کا وہ کیا مقام ہے' ہمت کا وہ کیسا علو ہے' ظرف کی وہ کیسی پہنائی ہے؟ خلق کی وہ کیسی عظمت ہے جو دشمنی کرنے والوں کے ساتھ ایسا سلوک کر سکتی ہے؟ اور جس سیرت کا یہ حال ہو اس کے لیے فضلیت و مظلومی و بیچارگی کی حالت میں صبر کر لینا بلاشبہ ایک بڑائی ہے' لیکن طاقت و اختیار کی حالت میں بدلہ نہ لینا اور بخش دینا سب سے بڑی بڑائی ہے۔ **ولمن صبر و غفر' ان ذالک لمن عزم الامور** اور اس سیرت کی عظمت میں دونوں مقام جمع ہو گئے۔ جب بیچارگی تھی تو اُف تک نہ کی۔ جب طاقت ملی تو انتقام کا وہم و گمان بھی نہ گزرا اور بلاشبہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا اسوۂ حسنہ ہے۔

سب سے آخر میں ان کی دعا نمایاں ہوتی ہے اور یہ فی الحقیقت ایک مرقع ہے جس میں ان کی سیرت کا ایک ایک خط دیکھ لیا جا سکتا ہے۔ عظمت و کامرانی کے اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد بھی جو صدا ان کے دل و دماغ سے نکل سکتی تھی وہ یہ تھی

فاطر السموات والارض و انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما

والحقنی بالصلحین

یعنی زندگی کی ساری کامرانیوں کا آخری ما حصل جس کی طلب و آرزو سے کبھی دل خالی نہیں ہو سکتا' یہی ہے کہ اطاعت حق پر خاتمہ ہو اور الحاق ان کے ساتھ ہو جو تیرے صالح بندے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

آج سے کئی ہزار برس قبل جب مصر کے ایک دریا کا پانی خاموشی سے بہہ رہا تھا۔ایک ماں نے اپنے معصوم و نوزائیدہ بچے کو گود میں لیا۔کلیجہ سے لگایا اور پھر لرزتے ہاتھوں سے ایک صندوق میں رکھ کر پانی میں چھوڑ دیا۔ ماں کی مامتا عجیب چیز ہے۔دل پر کیا گزری ہوگی۔مگر بس ایک آواز تھی جو اس کے سینے کو اطمینان سے بھر دیتی تھی۔

''اسے دریا میں ڈال دے اور اس کی جدائی کا ذرہ برابر غم نہ کر۔ہم اسے تیرے پاس پہنچا دیں گے اور ہم تو اس کو رسول بنائیں گے۔''

خدا کی قدرت بچہ کا صندوق اس جبار و سرکش فرعون کے محل کے پاس سے گزرا جس نے کچھ عرصہ پہلے ہی یہ حکم دیا تھا کہ ملک میں بنی اسرائیل کے ہاں جو بھی لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے اور یہ حکم محض درباری نجومیوں کی فراہم کردہ اس خبر پر تھا کہ عنقریب بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہو کر اس (فرعون) کی نام نہاد خدائی کو تلپٹ کر دے گا۔

یہ تھا فرعون کا مبلغ علم اور یہ تھا اس کے علام الغیوب'' ہونے کا حال۔اس پر دعویٰ تھا۔۔۔کہ۔۔۔میرے سوا اور کوئی اللہ ہے۔''؟

اتنے میں محل کے خادموں میں سے کسی نے اس صندوق کو بہتے ہوئے دیکھ لیا۔وہ اٹھا لایا اور فرعون کی بیوی کو آگاہ کیا۔فرعون کی بیوی کی نظر اس بچہ پر پڑی تو اسے بے اختیار پیار

آ گیا۔ اسے سینے سے لگایا اور اپنے شوہر فرعون سے کہا کہ ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں گے۔

غرض حضرت موسیٰؑ فرعون کے درباد میں پرورش پانے لگے۔ اور جب سن شعور کو پہنچے تو آپ تندرست وتوانا جوان تھے اور ساتھ ہی اللہ نے آپ کو علم وحکمت فہم وفراست سے بھی نوازا تھا۔

''اور جب موسیٰؑ جوانی کو پہنچے اور بھرپور جوان ہو گئے تو ہم نے ان کو علم وحکمت عنایت کیا۔''

بڑے ہو کر جب آپ نے شعوری طور پر ماحول کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ بنی اسرائیل پر انتہائی ستم ہو رہے ہیں۔ فرعون کی طرف سے ان کو ظلم کی چکی میں پیسا جا رہا ہے۔ آپ سے اپنی قوم کے ساتھ یہ بے انصافی نہ دیکھی گئی۔ آپ نے فیصلہ کرلیا کہ بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دلوائیں گے اور اس کی غلامی کا جو بوجھ ان کے کندھے پر پڑا ہے اس سے آزاد کرائیں گے۔ ان عزائم کے ساتھ آپ موقع کا انتظار کرنے لگے۔ اسی اثناء میں ایک دن موسیٰ (منف) کے شہر میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ آپ قریب گئے تو دیکھا کہ ان میں ایک بنی اسرائیل کا فرد ہے اور دوسرا قبطی ہے۔ جو فرعون کی سلطنت کے مقتدر لوگوں میں ہے۔ اسرائیلی مرد کی نظر جب حضرت موسیٰؑ پر پڑی تو اس نے آپ سے مدد چاہی اور اپنے بچانے کے لیے بلایا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس ظالم قبطی کے ایک گھونسہ رسید کیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اسی گھونسے نے قبطی کا کام تمام کر دیا اور وہ بے جان ہو کر زمین پر گر پڑا۔ حضرت موسیٰؑ یہ منظر دیکھ کر بڑے پیشمان اور پریشان ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہی۔ دوسرے روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی ماجرا دیکھا۔ اسی اسرائیلی نے حضرت موسیٰؑ کو پھر امداد کے لئے بلایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بگڑے اور جھگڑا کرنے سے منع فرمایا اور دونوں کی طرف لپکے۔ اسرائیلی نے

خیال کیا کہ موسیٰ اس کو قتل کرنے آ رہے ہیں۔ کیونکہ آپ نے اس کو غلطی پر ٹوک دیا تھا۔ اس لیے وہ چلایا۔

''اے موسیٰ! جس طرح تم نے کل ایک آدمی کو مار ڈالا تھا۔ (اسی طرح) چاہتے ہو کہ مجھے بھی مار ڈالو۔ کیا تم اس جبر و تشدد سے اپنے آپ کو جابر و ظالم بنانا چاہتے ہو؟ کیا تم اصلاح کرنے والے نہیں بننا چاہتے ہو۔''

فرعون کے آدمی نے جب یہ بات سنی تو اس نے سمجھ لیا کہ کل کے مرد کا قاتل یہی موسیٰ ہے۔ اس نے فوراً ان لوگوں کو اطلاع کر دی۔ پولیس اور جاسوس آپ کے تعاقب میں دوڑ پڑے تاکہ آپ کو گرفتار کر لیں اور اس قتل کی پاداش میں قتل کر دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی تھی۔ آل فرعون ہی میں سے ایک شخص نے آپ کو اطلاع دی کر دی کہ فرعون کی قوم نے آپ کو قتل کر دینے کا منصوبہ بنا لیا ہے اس لیے آپ بہت جلد یہ شہر چھوڑ جائیں اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیں۔ حضرت موسیٰ ڈرتے ڈراتے اور لوگوں کی نظروں سے بچتے بچاتے شہر سے باہر کی طرف روانہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے وہ آپ کو ظالم فرعونیوں سے محفوظ رکھے۔

حضرت موسیٰ مصر سے نکلے تو راستہ سے واقف نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی سیدھے راستے پر چلائے۔ اس نے سیدھے مدین کے راستہ پر ڈال دیا جہاں آپ کی ملاقات حضرت شعیب علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ نے تسلی و تشفی دی۔ اپنے پاس رہنے کو جگہ دی اور آپ کی امانت و دیانت سے متاثر ہو کر آپ کو اپنا داماد بنا لیا لیکن خدا تعالیٰ کا ابھی سب سے بڑا انعام باقی تھا۔ حضرت موسیٰ کی ذات ان حالات و حوادث اور ان امتحانوں اور آزمائشوں کی بھٹی میں تپائی جا رہی تھی اور اب وہ نکھر کر خالص سونا بن چکی تھی اب وہ وقت آ گیا تھا کہ مشیت ایزدی میں جو بات پہلے سے مقدر ہو چکی تھی اور جس کی بشارت

آپ کی ولادت ہی کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کو دے دی گئی تھی۔ اس کا ظہور ہو جائے۔ یعنی آپ کو رسالت کے منصب پر سرفراز کر دیا جائے۔ چنانچہ وہاں دس سال کی مقررہ مدت گزارنے کے بعد آپ اپنے اہل و عیال اور بھیڑ بکریوں کے ہمراہ دوبارہ مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں جب کوہ طور کے پاس پہنچے تو راستہ بھول گئے۔ سرگرداں و پریشان پھر رہے تھے کہ شام ہو گئی اور تاریکی کا سایہ ہر طرف پھیل گیا کہ اچانک دور روشنی کی کرن نظر آئی۔ راستہ کا تعین ابھی تھا نہیں اس لیے خیال کیا کہ شاید وہاں کوئی رہبر مل جائے وہ آگ کی روشنی معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے کم از کم سردی سے تاپنے کے لیے آگ تو ہی مل جائے گی چنانچہ اس آگ کی طرف روانہ ہوئے، جس جگہ یہ تجلی تھی وہ طویٰ کی مقدس وادی تھی۔ یہاں پہنچ کر حضرت موسیٰؑ نے عجیب منظر دیکھا۔ ایک درخت سے پر ہیبت شعلے بھڑک رہے ہیں۔ آگ جس قدر بڑھتی ہے درخت اسی قدر زیادہ شاداب ہو جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ آگے بڑھتے ہیں وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ گھبرا کر لوٹنا چاہتے ہیں تو آگ آگے آ جاتی ہے اس حیرت کے عالم میں ایک آواز آئی۔

"اے موسیٰؑ"

آپ اس آواز کی طرف متوجہ ہوئے تو ندا آئی۔

"میں ہوں تیرا رب! تو اپنے جوتے اتار دے تو (یہاں) پاک میدان طویٰ میں ہے میں نے تجھے (رسالت کے لیے) منتخب کر لیا ہے۔ تجھے جو حکم (وحی) دیا جاتا ہے اسے کان لگا کر سن!

منصب رسالت کے لیے منتخب کر لینے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سب سے پہلے خالص توحید کی تعلیم فرمائی گئی۔ پھر ہر قسم کی بدنی اور مالی عبادت کا حکم دیا گیا۔ قیامت پر

ایمان لانے کا حکم ہوا۔ ساتھ ہی یہ امر بھی واضح فرمادیا کہ مختلف مصالح وحکم کی بناء پر ہم قیامت کے آنے کا وقت سب سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ مزید برآن رسالت کے ساتھ ساتھ اب اس کے لوازم معجزات بھی عطا ہوئے یہ اس وقت دو تھے۔ یعنی ایک تو یہ کہ جب وہ اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈالیں تو اژدھا بن جائے اور دوسرے جب اپنے داہنے ہاتھ کو گریبان میں ڈال کر نکالیں تو وہ آفتاب کی مانند چمکنے لگے۔

''پس تیرے پروردگار کی جانب سے فرعون اور اس کی جماعت کے مقابلے میں تیرے لئے یہ دو برہان'' ہیں۔ بلاشبہ وہ فرعون اور اس کی جماعت نافرمان قوم ہے۔''

اس کی جماعت کو راہ ہدایت دکھانے کا حکم ملا۔ حضرت موسیٰؑ اس کی جماعت کو راہ ہدایت کا حکم ملا۔ حضرت موسیٰؑ نے پہلے تو اپنے لیے دعا فرمائی پھر یہ عذر پیش کیا کہ اے اللہ میں تو اس سرزمین پر ایک خون کر چکا ہوں مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ لوگ مجھے قتل نہ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ تم بلاخوف وخطر مصر جاؤ تمہارا کوئی بال بیکا بھی نہیں کرے گا اور تمہاری مدد کے لیے ہم تمہارے بھائی ہارون کو نبی مددگار اور وزیر بناتے ہیں کیونکہ وہ زیادہ فصیح اللسان ہیں۔ ساتھ ہی یہ حکم بھی ہوا کہ بطور مبلغ تم پر واجب ہے کہ دعوت تبلیغ اور وعظ و نصیحت کے وقت درشتی اور سختی سے کام نہ لو بلکہ نرمی اور خوش اسلوبی سے گفتگو کرو اس طرح شاید وہ کچھ سوچ سمجھ کر نصیحت حاصل کریں یا اللہ کے جاہ وجلال سے ڈر جائیں۔ پھر مشن کی وضاحت ایک مرتبہ پھر کر دی گئی۔ کہ فرعون کے پاس جاؤ اسے دعوت حق دو سرکشی کے نتیجہ سے ڈراؤ اور بنی اسرائیل کو اس کے پنجہ ظلم سے نجات دلاؤ۔

حضرت موسیٰ ہارون علیہم السلام فرعون کے دربار میں پہنچے اور کہا!

''اے فرعون! میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔ مجھ پر واجب ہے کہ خدا کی طرف سے

جو کچھ کہوں سچ ہی کہوں۔ میں تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ سو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دے۔

قاہر و مطلق انسان فرعون جس کو صرف اپنی حکومت و بادشاہت ہی کا غرور نہیں۔ اپنی خدائی اور ربوبیت کا بھی دعویٰ ہے اور کے سامنے بڑے بڑوں کو لب کشائی کی جرأت نہی ہوتی تھی۔ بھرے دربار میں بڑے طمطراق اور جاہ و جلال سے تخت سلطنت پر متمکن ہے کہ یکا یک بدحال غلام قوم کے دو افرا آ کر بے باکانہ اس کی نخوت شاہی اور دعویٰ خدائی پر ایک زبردست ضرب لگاتے ہیں۔ فرعون زخمی شیر کی طرح تڑپ اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ موسیٰؑ! کیا تو بھول گیا کہ تو ایک قبطی کا خون کر کے بھاگا ہے اور ہم ابھی تک تیرے اس جرم کو بھولے نہیں ہیں بجائے ان باتوں پر شرمندہ اور احسان مند ہونے کے الٹا ہم سے گستاخی کرنے آیا ہے۔

"(فرعون نے) کہا کیا ہم نے تجھے کہ ابھی بچہ تھا۔ پرورش نہیں کیا۔ اور کیا تو نے برسوں ہم میں اپنی عمر بسر (نہیں) کی؟ اور تو کر گیا اپنی ایک کرتوت اور تو ناشکرا (معلوم ہوتا) ہے۔"

علاوہ ازیں حضرت موسیٰؑ نے اس کو نصیحت کی کہ وہ اپنے غرور وطغیان کو چھوڑ دے کہ اس کا نتیجہ بالآخر ہلاکت ہے اور اور ان معجزات اور آیات مبین پر غور کرے جن کے ساتھ آپ مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ آپ کی رسالت پر ایمان لائے۔ اس پر فرعون بیجا جھگڑنے لگا لیکن بالآخر حضرت موسیٰؑ کے مسکت دلائل اور معجزات کے آگے کچھ پیش نہ گئی اور کھسیا کر کہنے لگا۔

ان ھذا لسحر مبین

یہ تو کھلا جادو ہے۔

درباریوں نے ہاں میں ہاں ملائی!

''وہ کہنے لگے کہ یہ بڑا علامہ جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہارے ملک سے نکال دے۔ وہ بولے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ جس (راہ) پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے اس سے ہم کو پھیر دو اور (اس) ملک میں تم دونوں ہی کی سرداری ہو جائے اور ہم ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ!

''انہوں نے کہا فی الحال موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملے کو موقوف رکھئے اور شہر میں نقیب روانہ کر دیجئے کہ تمام ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے موقع کے منتظر تھے کہ مجمع عام میں حق کا اعلان و اظہار کر سکیں۔ چیلنج قبول کیا۔ وقت مقررہ پر جادوگروں سے مقابلہ ہوا۔ سلطنت کے تمام بڑے بڑے ساحرین معہ اپنے سازوسامان کے میدان مقابلہ میں جمع ہوئے۔ فرعون کو یقین تھا کہ موسیٰؑ ضرور شکست کھائیں گے اور اس کے لیے اس نے جادوگروں کو بڑے انعام کی امید دلوائی تھی۔ جادوگرون کے دل بڑھ گئے اور انہوں نے اپنے جادو کا اتنا زبردست مظاہرہ کیا اور پورے میدان کو مصنوعی سانپوں سے بھر دیا کہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک لمحہ کے لیے خوف زدہ ہو کر رہ گئے۔ مگر پھر اللہ کی تسلی نازل ہوئی اور وحی آئی کہ تم بھی اپنی لاٹھی ڈال دو۔'' عصا کا پھینکنا تھا کہ وہ ایک اژدہا بن کر ان کے سارے سانپوں کو چٹ کر گیا۔ ذرا سی دیر میں میدان صاف تھا اور باطل کے سارے طلسم مٹ چکے تھے۔

عجیب منظر تھا' لوگوں کا انبوہ کثیر جمع تھا۔ باطل کی قوتوں کو جن پر بھروسہ تھا' فرعون اور اس کی قوم جن کے کمال فن پر تکیہ کیے بیٹھی تھے۔ فرعون نے جن کو انعام و اکرام اور عزت و جاہ کے لالچ دے کر اپنی قوت بازو بنایا تھا۔ جو بڑے خم ٹھونک کر اپنے تمام سازوسامان سمیت

صف در صف بظاہر بے سہارا اور بے سروسامان مردان حق کے مقابلہ میں نکلے تھے۔ باطل کے ستون رب حقیقی کے حضور میں سجدہ ریز تھے۔

"پس ساحر سجدے میں گر پڑے۔"

اور فرعون کے اس نعرہ کے جواب میں کہ جو ابھی اس نے لگایا تھا۔

ان کے منہ سے یہ صدائے حق آ رہی تھی کہ۔

"ہم ایمان لائے تمام جہانوں کے پروردگار پر اور اس رب پر جو موسیٰؑ اور ہارون کا رب ہے"

یہ وہ رسوا کن اور ذلت آمیز شکست تھی جو فرعون اور اس کے ساتھیوں کو نصیب ہوئی۔

فرعون جس کے لیے یہ سب باتیں بالکل ہی غیر متوقع تھیں۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ فرعون نے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیے۔ حضرت موسیٰؑ صبر و استقلال کے ساتھ دین حق کی تبلیغ کرتے رہے۔ اسی دوران یہ حکم نازل ہوا کہ بنی اسرائیل مصریوں سے علیحدہ اپنی بستی آباد کریں۔ اور مصر سے نکل جانے کا حکم ہوا۔ نیز یہ بھی بتا دیا گیا کہ فرعون کی طرف سے تمہارا تعاقب کیا جائے گا لیکن وہ اور اس کا لشکر غرقاب ہوگا۔ وہی ہوا آپ مصر سے معہ اپنے لاؤ لشکر سمیت روانہ ہوئے۔ پیچھے پیچھے فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت تعاقب کر رہا تھا۔ جب بحر قلزم کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلامؑ پہنچے تو آپ نے خدا کے حکم کے تحت) اپنے عصا کو پانی پر مارا جس سے سمندر میں ایک خشک گزرگاہ بن گئی اور آپ معہ ساتھیوں کے گزر گئے ادھر جب فرعون تعاقب کرتا ہوا اسی راستہ سے گزرا تو اللہ تعالیٰ نے پانی کے شگاف کو دوبارہ ملا دیا۔ اس طرح فرعون اپنے تمام کروفر کے ساتھ ہمیشہ کے لیے غرق ہو گیا۔

بحر قلزم کو عبور کرنے کے بعد بنی اسرائیل جس سرزمین میں داخل ہوئے وہ جزیرہ نمائے سینا تھی۔ توراۃ کی زبان میں اس کا نام (میدان تیہ) وادی سینا ہے اور وادی تیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک خشک اور بے آب و گیاہ میدان تھا۔ یہاں شدت کی گرمی پڑتی تھی اور درخت نہ ہونے کے سبب سایہ کا بھی انتظام نہ تھا۔ حضرت موسیٰؑ کو جس قوم سے سابقہ پیش آیا وہ صدیوں ذلت و رسوائی اور غلامی کی زندگی بسر کر چکی تھی۔ ان میں عزائم کی پستی، اخلاقی کمزوری اور ہمت و شجاعت کا فقدان ہو گیا اور مستقل مایوسی اور ناامیدی طاری ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی عزت کر بڑھانے کے لیے ان پر مسلسل انعامات و احسانات کی بارش فرمائی، طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا، ہر مطالبہ اور فرمائش کو پورا فرمایا۔ مثلاً جب وہ وادی سینا کے میدان مین پہنچے تو کہنے لگے "اے موسیٰؑ اس بے آب و گیاہ میدان میں ہمارے کھانے کے لیے غذا کہاں سے آئے گی۔ پینے کے لیے پانی کہاں سے میسر ہوگا اور سایہ کے لیے مکان کہاں ہوگا۔" تب اللہ تعالیٰ نے پینے کے لیے پتھر سے بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔ کھانے کے لیے بغیر کسی کد و کاوش کے آسمان پر سے من و سلویٰ اتارا اور سایہ کے لیے بادلوں کو سایہ فگن کیا لیکن اس قوم کی فطرت میں تو ناقدری اور ناشکری شامل ہو چکی تھی۔ چند دنوں بعد کہنے لگے۔

"اے موسیٰ! ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکے۔ پس اپنے پروردگار سے ہمارے لیے دعا کرو کہ وہ زمین سے ہمارے لیے ترکاری، ککڑی، لہسن، مسور کی دال اور پیاز جیسی چیزیں اُگائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم بہتر اور عمدہ چیز کے بدلے گھٹیا چیز کے خواہشمند ہو۔ کسی شہر میں جا رقیام کرو۔ بلاشبہ وہاں سب چیزیں مل جائیں گی۔ جن کے تم طلبگار ہو۔"

اب بنی اسرائیل کو آزادی اور پریشانیوں سے اطمینان نصیب ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ

السلام سے درخواست کی کہ آپ دعا فرمائیے کہ ہمارے لیے کوئی کتاب اور شریعت نازل فرمائی جائے تاکہ ہم اس پر عمل کریں اور گمراہی سے محفوظ رہ سکیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کی یہ درخواست بارگاہ الٰہی تک پہنچا دی اور وہاں سے اس عطائے خاص کے لیے ایک وقت مقرر کیا گیا اور حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ وہ وقت معینہ پر آ کر تیس سے چالیس دن تک اعتکاف کریں۔ روزہ رکھیں اور عبادت میں مصروف رہیں چنانچہ اس کے بعد آپ کو ہم کلامی کا شرف بخشا گیا تو تجلی ذات کا دیدار کرایا گیا۔ جس کی تاب حضرت موسیٰؑ نہ لا سکے۔ اور بے ہوش ہو گئے پھر آپ کو کتاب (توراۃ) تختیوں کی شکل میں عطا کی گئی!

"پس جو میں نے تجھ کو (تورات) دیا ہے اس کو لے اور شکر گزار بن اور ہم نے اس لیے (تورات) کو تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور (احکام میں سے) ہر شے کی تفصیل لکھ دی ہے۔ پس اس کو قوت کے ساتھ پکڑ اور اپنی قوم کو حکم دے کہ وہ ان میں سے اچھی باتوں کو اختیار کریں۔ اور عنقریب میں تم کو نافرمان کا گھر دکھاؤں گا۔"

تورات میں یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ اچھا سلوک' نماز و زکواۃ' چوری' شرک' زنا' قتل' جادو' سود اور عفیف عورتوں پر تہمت لگانے کی ممانعت' جہاد کرنے اور سبت (ہفتہ' شنبہ) کے دن حد سے نہ گزرنے کے احکامات تھے۔

اسی اثنا میں ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر شریعت کے لیے تشریف لے گئے تو ان کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک شخص سامری نے جو بظاہر مسلمان تھا لیکن اس کے سینے میں کفر و شرک کی بھٹی دہک رہی تھی۔ ایک بچھڑا بنایا اور بنی اسرائیل کو مکر و فریب کے ذریعہ اس کی پرستش پر آمادہ کر لیا۔ اپنی قوم کی اس جاہلیت کا علم حضرت موسیٰؑ کو کوہ طور پر ہی ہو گیا تھا۔ آپ نے واپس آ کر قوم پر غیض و غضب کا اظہار کیا اور اللہ سے درخواست کی ان پر عذاب نازل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سزا تجویز

فرمائی کہ یہ خود ہلاک کریں۔ چونکہ بنی اسرائیل کو اپنی جاہلیت کا اعتراف تھا۔اس لیے اس سزا کو قبول کرلیا۔حضرت موسیٰ ؑ نے بعد میں قوم کی ہلاکت دیکھ کر بارگاہ خداوندی میں ان کی معافی کے لیے دعا کی جو قبول ہوئی۔

جب ان کا یہ گناہ معاف کردیا گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے ان کی ہدایت کے لیے الواح (توراۃ) کو پیش کیا تاکہ سب اس پر ایمان لائیں۔ لیکن اس موقع پر بھی بنی اسرائیل کی کجروی رنگ لائی اور کہا جب تک ہم خدا کے بے حجاب نہ دیکھ لیں گے۔ اس وقت تک اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کے اصرار پر حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر آدمیوں کو لے کر کوہ طور پر گئے جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ذات کی تجلی دکھائی۔ بعد میں جب یہ لوگ واپس قوم میں آئے تو حضرت موسیٰؑ کو رسول برحق اور تورات کے کتاب اللہ ہونے کی تصدیق کی۔ لیکن چونکہ اس قوم کی فطرت میں کجی تھی۔ سلامتی کا فقدان تھا حضرت موسیٰؑ کی اطاعت وفرمانبرداری سے منہ موڑ کر سرکشی پر آمادہ ہوئے اور حضرت موسیٰؑ کے ارشادات پر کان نہ دھرا۔قوم کو اس کجروی سے باز رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کو ان پر سائبان کی طرح لا کھڑا کیا۔ اس چیز نے بنی اسرائیل پر وحشت طاری کردی اور فوراً حضرت موسیٰؑ کی اطاعت کا اقرار کرنے لگے لیکن ان کا یہ عہد و پیمان ہنگامی ثابت ہوا۔ جلد ہی انہوں نے حسب عادت خلاف ورزی شروع کردیا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ ارض مقدس (فلسطین) میں داخل ہوکر وہاں کے ظالم و جابر حکمرانوں سے جہاد کرے تو انہوں نے بزدلی دکھائی۔ لڑائی کے خوف سے کانپ اٹھے اور بولے۔

''اے موسیٰ! ہم کبھی اس شہر میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس میں موجود ہیں۔ پس تو اور تیرا رب دونوں جاؤ اور ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ (یعنی

تماشہ دیکھیں گے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے یہ بے ہودہ اور ذلیل جواب سنا تو بہت افسردہ ہوئے اور خدا سے دعا کی۔

"(موسیٰؑ نے کہا اے پروردگار میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا کس کا مالک نہیں ہوں۔ اس لیے تو ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان تفریق کر دے اللہ تعالیٰ نے کہا) بلاشبہ ان پر ارض مقدس کا داخلہ چالیس سال تک کے لیے حرام کر دیا گیا اس مدت میں یہ اسی میدان میں بھٹکتے پھریں گے۔ پس تو نافرمان قوم پر غم نہ کھا۔ اور افسوس نہ کر۔

غرض اس قوم کو ۴۰ سال تک جزیرہ نمائے سینا میں صحرا نوردی کی سزا دی گئی۔ حضرت موسیٰؑ و ہارون علیہم السلام بھی اسی میں شامل رہے۔ سزا کے طور نہیں بلکہ قوم کی ہدایت کے لیے، ممکن ہے کہ ان میں سے بعض بوڑھے یا جدید نسل راہ پر گامزن ہو جائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

مسجد اقصیٰ کے ایک حجرے میں بنی اسرائیل کی معزز خاتون مریم بنت عمران اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے بعد شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتی تھیں۔ پھر مریم کی اس عبادت گذاری کا چرچا نہ صرف گھر گھر ہوا بلکہ اس کا زہد و تقویٰ بنی اسرائیل میں ضرب المثل بن گیا۔ مریم کی یہ عبادت گزاری نمائشی یا دوسروں سے سند تقویٰ حاصل کرنے کے لیے نہ تھی بلکہ پاکیزہ نیت اور اخلاص قلبی کے ساتھ ساتھ محض اللہ کے لیے تھی۔ اسی بناء پر مقبول بارگاہ ہوئی اور اس کی عظمت کا اعلان فاطر ارض وسما نے خود کیا۔

"جب فرشتوں نے کہا اے مریم بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بزرگی دی ہے اور پاک کیا

اور دنیا کی عورتوں پر تجھ کو برگزیدہ کیا۔"

ایک دن یہی پیکر عفت و عصمت لوگوں کی نگاہوں سے دور مسجد اقصیٰ کے مشرقی جانب ایک گوشے میں بیٹھی تھی کہ اچانک ایک اجنبی آدمی اس کے قریب آ گیا۔ وہ گھبرا گئی' کہنے لگی۔

"اے اجنبی! اگر تو نیک آدمی ہے تو میں خدائے رحمان کے نام پر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں!" "میں تیرے پروردگار کا بھیجا (فرشتہ) ہوں۔ اور اس لیے نمودار ہوا ہوں کہ تجھے ایک پاک فرزند کی خوشخبری سنا دوں۔" اجنبی نے کہا۔ اس پر مریم حیرت سے بولی۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے لڑکا ہو؟ حالانکہ کسی مرد نے مجھے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدچلن ہوں۔" مگر اس نے جواب دیا "ایسا ہی ہوگا تیرے پروردگار کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں ہے وہ فرماتا ہے کہ میں اس (فرزند) کو لوگوں کے لیے نشانی بنا دوں گا اور میری رحمت کا اس میں ظہور ہوگا اور یہ ایک طے شدہ امر ہے۔

اور کچھ ہی دن گذرے تھے کہ فرشتے کی بات پوری ہوئی اور مریم کو ایک فرزند عطا ہوا لیکن جب وہ اس کو لے کر قوم کے سامنے آئی تو لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے' اور انہوں نے کہا۔

"مریم! تو نے عجیب کر دکھائی اور بڑی تہمت کا کام کر گزری۔

"اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا نہ تیری ماں بدچلن تھی۔"

اس پر مریم کچھ نہ بولی بس لڑکے کی طرف اشارہ کر دیا۔ تو لوگوں نے (ہنس کر) کہا۔

"بھلا ہم اس سے کیا بات کریں گے جو ابھی شیر خوار اور گہوارہ میں پڑا ہے؟"

لیکن ان کی یہ بات ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ لڑکا بول اٹھا۔

"میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا ہے۔ مجھے بابرکت کیا۔ خواہ

میں کسی جگہ رہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکواۃ کا حکم دیا ہے۔ جب تک کہ میں زندہ رہوں۔"

حضرت مریم کے یہ فرزند عیسیٰ علیہ السلام تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کے لیے منتخب فرمایا اور کتاب و حکمت اور نبوت سے سرفراز کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جس قوم سے سابقہ پیش آیا وہ انفرادی و اجتماعی برائیوں کے دلدل میں پھنسی ہوئی تھی۔ پیغمبروں اور داعیان حق کو قتل کرنا ان کے لیے معمولی بات تھی۔ مشرکانہ عقائد و مراسم ان کے مذہب میں جز ولاینفک بن گئے تھے۔ جھوٹ' فریب' بغض وعناد اور بے حیائی و بدکاری وغیرہ ان کے ہاں عام تھی۔ حرص وہوس گویا ان کی سرشت میں داخل ہو گئے تھے۔ حرام وحلال میں کوئی تمیز نہ تھی۔ ان حالات میں حضرت عیسیٰؑ نے دعوت رشد و ہدایت کا آغاز کیا۔ پوری قوم کو خطاب فرمایا۔ ہر طبقہ کو متنبہ کیا۔ ان کی گمراہیوں کی نشاندہی کی۔ فواحشات و منکرات سے بچنے کے ہدایت کی اور اللہ کی طرف بلایا۔ اس دعوت الی الحق کا کام آپ نے پورے اخلاص اور انہماک سے انجام دیا۔ اپنی ساری قوتیں اور توانائیاں اسی میں صرف کردیں اور ہر جگہ اور ہر مجلس میں اللہ کا پیغام پہنچانے کے لیے دن رات محنت کی۔ علمی مجالس' راہبوں کے اجتماعات' عبادت گاہوں' اعیان وامراء کے دربار' عوام وخاص کی محفلوں' کوچہ و بازار غرض ہر جگہ تبلیغ حق کی کوششیں فرمائیں۔ لوگوں نے آپ سے کج بحثی کی' الٹے سیدھے سوالات کیے۔ آپ کو جھوٹا ثابت کرنے کی سعی ناکام کی لیکن حضرت عیسیٰؑ نے صبر واستقلال سے ان کو جواب دیئے اور مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

پھر انبیاء ماقبل کی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چار معجزے بھی عطا فرمائے تھے چنانچہ (۱) وہ خدا کے حکم سے مردہ کو زندہ کر دیتے تھے (۲) پیدائشی نابینا کو بینا

اور جذامی کو صحت یاب فرما دیتے تھے (۳) مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو خدا کے حکم سے اس میں روح پڑ جاتی تھی (۴) اور وہ یہ بھی بتا دیتے تھے کہ کس نے کیا کھایا اور کیا خرچ کیا اور گھر میں کیا ذخیرہ محفوظ کر رکھا ہے؟

اللہ کے دوسرے رسولوں اور نبیوں کی طرح آپ کی دعوت اسلام کی طرف تھی نہ کہ نصرانیت کی طرف۔ آپ کی تعلیمات کا خلاصہ یہ تھا کہ توحید' رسالت' کتاب' ملائکہ اور آخرت پر ایمان لایا جائے۔ برائیوں سے اجتناب کیا جائے' نیکیوں کو اختیار کیا جائے' خدا سے محبت' طہارت سے رغبت' دنیا سے نفرت' اور مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کی جائے لیکن بد بخت یہودی اپنی پرانی سرکشی اور فطری کجروی کے سبب آپ کی پیاری اور پاکیزہ تعلیم سے بغاوت کرتے رہے اور اس حد تک مخالفت پر اتر آئے کہ ایک مختصر سی جماعت کے علاوہ بڑی اکثریت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر ایمان نہیں لائی۔

جو مٹھی بھر آپ پر ایمان لائے انہیں حواری کہا جاتا ہے یہ ان لوگوں کی جماعت تھی جنہوں نے شدید مخالفت کے باوجود دعوت حق کو لبیک کہا اور حضرت مسیحؑ کی تعلیم پر عمل پیرا ہوئے۔ ان کے اس رویہ کو قرآن نے بنظر استحسان دیکھا اور فرمایا۔

"اے ایمان والو! تم اللہ کے مددگار (انصار اللہ) ہو جاؤ جیا کہ عیسیٰؑ ابن مریم نے حواریوں سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے کون میرا مددگار ہوتا ہے؟ تو وہ حواری بولے کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار!"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ تو اپنا گھر بسایا اور نہ ہی کہیں مکین ہوئے۔ آپ شہر شہر قریہ قریہ پھر کر دعوت حق دیتے اور خدا کا پیغام سناتے تھے اور قوم کے سرکش سرداروں کا مخالفانہ رویہ بھی ایسا تھا جس کی بنا پر ایک جگہ دراصل قیام ممکن ہی نہ تھا۔ ان کی چیرہ دستیوں سے بچنے

کے لیے آپ کو جلد جلد نقل مکانی کرنی پڑتی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ ابھی آپ کی تبلیغ دین حق کے سلسلے کو صرف تین ہی سال ہوئے تھے کہ ان سرکش یہودیوں نے آپ کے خلاف سازشیں کرنا شروع کیں۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ہم نے حضرت عیسیٰؑ کو کھلی چھٹی دے دی تو آہستہ آہستہ ان کی پاکیزہ دعوت اور موثر شخصیت قلوب کو مسخر کرلے گی۔ اس سے نہ صرف ہمارے خودساختہ مذہبی عقائد پر ضرب پڑے گی بلکہ اقتدار بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔ اس سلسلے میں انہوں نے آپ کے خلاف زبردست مہم چلائی' یہاں تک کہ حکمران وقت کو بھی آپ کے خلاف بھڑکایا۔ چنانچہ آپ کو حکومت کے خلاف سرگرمیوں کا الزام لگا کر گرفتار کرلیا گیا۔ پھر آپ کو پھانسی دینے کی تیاری بھی کرنے لگے کہ اتنے میں اللہ نے معجزہ دکھایا اور آپ کو زندہ اٹھالیا۔

اسرائیلی روایات کے اعتبار سے ان کا گمان یہ تھا کہ انہوں نے حضرت مسیحؑ کو واقعی پھانسی دے دی ہے حالانکہ یہ محض ان کی نظر کا دھوکہ اور عقل کا فریب تھا۔ قرآن نے اس کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔

''اور یہودی ملعون قرار دیئے گئے اپنے اس قول پر کہ ہم نے مسیحؑ بن مریم پیغمبر خدا کو قتل کردیا۔ حالانکہ انہوں نے ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا بلکہ (خدا کی خفیہ تدبیر کی بدولت) اصل معاملہ ان پر مشتبہ ہوکر رہ گیا جو ان کے قتل کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔ بلا شبہ وہ اس (عیسیٰؑ) کی جانب شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس حقیقت حال کے بارے میں ظن (اٹکل) کی پیروی کے سوا علم کی روشنی نہیں ہے اور انہوں نے عیسیٰؑ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے اپنی جانب (ملاءاعلیٰ) کی جانب اٹھالیا۔ اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

(حوالے کے لئے ملاحظہ فرمائیں سیارہ ڈائجسٹ کا قرآن نمبر)

قرآن اور اسرار کائنات

تخلیق کائنات

تخلیق کائنات کے سلسلے میں کچھ علمی اشارات جو آیات قرآنی سے سمجھ میں آسکتے ہیں اور جو نتیجے جدید سائنس کی تحقیق و تجسیس کے بعد سامنے آئے ہیں ان میں سے ان کائنات UNIVERS کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے، نظام شمسی کے سلسلے میں اب تک جو معلومات حاصل ہوسکی ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کائنات میں بے شمار سیارے سورج اور چاند جن کی تخلیق کروڑوں اور اربوں سال پہلے ہوئی تھی جس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ یہ سیارے اور اجرام فلکی (سیارے، سورج اور چاند) اربوں اور کھربوں کی تعداد میں خلاؤں میں اپنے اپنے مقررہ مدار پر گردش کررہے ہیں اور اس طرح ہر سورج کا اپنا الگ نظام شمسی ہے۔ ہماری زمین بھی اس طرح ایک سیارہ ہے جو اپنے سورج کے نظام شمسی کے تحت سات سیاروں کے ساتھ سورج کے گرد چکر لگا رہی ہے ان سیاروں میں کتنے ہی ابھی آگ اور گیس کے گولے بنے ہوئے سورج کی طرح چکر لگا رہے ہیں نہ جانے کتنے ایسے بڑے بڑے آتشیں سمندر خلاؤں میں شعلے اگل رہے ہیں جن میں اگر ہمارے نظام شمسی کا سورج ڈال دیا جائے تو ایسا لگے گا جیسے آگ کے سمندر میں ایک آتشیں گیند گر گئی ہو۔ اس کائنات میں نہ جانے کتنے ہی ایسے سیارے ہوں گے جو بالکل ٹھنڈے پڑ کر اس قدر ٹھوس بن چکے ہیں جسے لوہے کی عظیم گیندیں اور جن میں کسی نباتات یا زندگی کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ کتنے ایسے ہیں جو جل کر خاکستر ہو چکے ہیں ہمارے نظام شمسی کا سورج اتنا بڑا ہے کہ

اگر اس کو کھوکھلا کیا جائے تو ہماری دنیا کی جسامت کی دس لاکھ دنیا اس میں سما سکتی ہیں۔ کائنات کی خلاؤں میں بعض سیارے تو اتنے بڑے ہیں جو ہمارے سورج سے ۵ ہزار گز بڑے ہیں اور اتنے بڑے سیاروں کی تعداد ایک کہکشاں GALAXY میں کم سے کم ایک لاکھ ہے ماہرین فلکیات اب تک اس طرح کی ایک ہزار لاکھ کہکشائیں دریافت کر چکے ہیں پھر بھی ہماری معلومات کائنات میں کہکشاؤں کے وجود کی شکل سے ۲۰ فیصد ہوگی جواب تک طاقتور دوربینوں کی گرفت میں آسکی ہیں۔

اس عظیم کائنات میں بہت سارے سورج تو ہمارے سورج سے لاکھوں گنا بڑے ہیں۔ یونانی دانشوروں اور نجومیوں کا قیاس تھا کہ یہ آسمان طبق در طبق ہیں ان میں کے پہلے آسمان کا رنگ نیلا ہے۔ یہ چاند اور تارے اس میں جڑے ہوئے ہیں۔ زمین چپٹی اور ساکت ہے سورج زمین کے گرد ۲۴ گھنٹوں میں ایک چکر لگاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر مالک کائنات نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی جن حقائق سے پردہ اٹھایا ہے انہیں آیات کریمہ میں اس طرح ظاہر کیا گیا۔

"هو الذی خلق اللیل والنهار والشمس والقمر ط کل فی فلک یسبحون"

وہ ہی ایسا (قادر) ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا (یہ) سب کے سب اپنے اپنے مدار پر تیزی کے ساتھ گھومتے رہتے ہیں۔ (۳۱-۳۲)

اس طرح ذیل کی آیات میں قوت جاذبہ اور سیاروں کی کشش کو ایسے ستونوں سے تشبیہ دی گئی ہے جن کے سہارے پر یہ قائم ہیں۔ جن کو ہم دیکھ نہیں سکتے (یہ قوت جاذبہ کے ستون ایسے نہیں ہیں جن کو ہم عموماً دیکھتے ہیں)

اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونہا ثمہ استویٰ علی العرش وسخر الشمس والقمرط.

اللہ ایسا صاحب قدرت ہے کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کھڑا کر دیا۔ پھر عرش (تمام کائنات پر) غالب آیا اور سورج اور چاند کو اس نے (اپنے احکام کا) پابند بنادیا ہے)(۱۳۔۲)

آیات قرآنی جس " عالمی قوت جاذبہ (UNIVERSAL GRAVITY) کی طرف اشارہ کررہی ہیں اس پر سب سے پہلے نیوٹن نے غور کیا تھا اور وہ بڑی تحقیق و تجسس کے بعد اس نظریہ کو حل کرنے میں کامیاب ہوسکا تھا اس نظریہ کی رو سے کسی گول یا کروی شے کی قوت جاذبہ اس کے ہر نقطہ پر وہی ہوگی جو اس کے مرکز پر ہوگی۔ نیوٹن اس عالمی قوت جاذبہ کو علم ریاضی اور فزکس کے فارمولوں سے ثابت کرکے ایک مشہور عالم سائنسدان بن گیا اور اس نظریہ کو موجود قرار پا گیا جبکہ مندرجہ بالا آیات مقدسہ چودہ سو سال پہلے اشارہ کر چکی ہیں کہ یہ سیارے چاند اور سورج خلاؤں میں اپنے مقررہ مدار پر ایک مقررہ رفتار سے باہم ایک دوسرے کے قوت جازبہ (کے ستونوں کے سہارے) گردش کر رہے ہیں۔ اور یہ قوت جازبہ کے ستون ایسے ستون نہیں ہیں جن کو تم دیکھا کرتے ہو۔ اسی قوت جاذبہ کے تحت یہ اجرام فلکی ایک دوسرے سے ایک مقررہ فاصلہ قائم کیئے ہوئے گردش کررہے ہیں نہ قریب آسکتے ہیں نہ ٹکراتے ہیں۔ اور نہ ان میں کسی قسم کے بے ترتیبی دیکھنے میں آئی ہے۔ اور قرآن کریم نے ان کے استحکام کے طرف مندرجہ ذیل آیت میں اشارہ کیا ہے۔"

ھوالذی خلق السموات والارض بالحق"۔ وہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حکیمانہ پختگی کے ساتھ پیدا کیا۔ (۶۔۷۳) کب پیدا ہوئی یہ کائنات

کچھ معلوم نہیں۔شاید کھربوں سال پہلے کچھ پتہ نہیں۔"

آج کے جدید سائنسی دور میں دانشوروں اور منجموں نے طاقتور دوربینوں کی مدد سے آسمانوں کے نیلے رنگ کا راز بھی معلوم کرلیا ہے کہ قدرت نے کائنات کی خلاؤں کو ایک نہایت ہی لطیف گیس ایتھر EHTER سے پر کرر کھا ہے جو بہت ہی ہلکی اور بے رنگ ہے مگر دور حد نگاہ سے پرے نیلا رنگ اسی گیس کا ردعمل REACTION ایتھر ہی کی مدد سے کائنات صاف اور بے رنگ معلوم ہوتی ہے۔سیاروں کی روشنی ہماری زمین پر دکھلا دیتی ہے یہ اجرام فلکی کی قوت جاذبہ پر کسی حالت میں مخل نہیں ہوتی اور ایسا لگتا ہے کہ یہ چمکتی ہوئی مچھلیاں ہیں جو نیلگوں سمندر میں تیر رہی ہیں یہ گیس اس قدر سبک ہے کہ سیاروں کی روشنی کو ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکینڈ کی رفتار سے ہم تک پہنچاتی ہے ان خلاؤں اور فضاء بسیط اور بھی نہ جانے کون کون سی چیزیں ہوں گی۔جن کو ہم دیکھ ہی نہیں پا رہے ہیں اور جن کو شاید ہم آئندہ دیکھ سکیں جیسا کہ آیت کریمہ میں آیا ہے۔وما خلق السموات والارض وما بینھما الا فی الحق." اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان جو جو چیزیں ہیں ناحق پیدا نہیں کیا۔(۱۵۔۸۵) ابھی تو ان خلاؤں میں کہکشائیں اور ایتھر کے کچھ حصے ہی انسانی علم میں آسکے ہیں اور ابھی نہ جانے کیا کیا اس کائنات میں ہوگا جس کا کسی کو علم نہیں ہے۔چنانچہ ایک آیت میں آیا ہے" للہ غیب السموات والارض" آسمان اور زمین کی پوشیدہ باتیں خدا ہی سے متعلق ہیں (۱۶۔۷۷)

خالق ایسا عظیم ہے جس کو کسی چیز کے پیدا کرنے میں کسی قسم کا تردد نہیں کرنا پڑتا ہے کسی چیز کے لئے اس کا صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ "ہو جا" اور وہ ہو جاتی ہے۔فاذاقضٰی امراً فانما یقول لہ کن فیکون" اور جب وہ کسی کام کے کرنے کے ارادہ کرلیتا ہے تو

اس کے لئے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے ہوجا اور وہ ہوجاتی ہے (۲۔۱۱۷) کائنات کی تخلیقات کو دور حاضر کے سائنسدان جب جدید دوربینوں کی مدد سے دیکھتے ہیں ان کی عقلیں حیران رہ جاتی ہیں اور انہیں قرآن کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ میں اس سلسلے میں ایک جدید معلومات اور پیش کرتا ہوں کہ نیپ چیون NEPTUNI سیارہ جو ہماری نظام شمسی سے ہی متعلق ہے اور جو دیکھنے میں اتنا چھوٹا ہے کہ بڑی مشکلوں سے جدید اور طاقتور دوربینوں کی گرفت میں آسکا ہے اس کے فاصلہ کا یہ عالم کہ اس کی روشنی ہماری زمین تک تین سو سال میں پہنچ پاتی ہے۔ جبکہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکینڈ ہے۔ اس طرح ہمارے نظام شمسی کے سب سے دور افتادہ اور آخری سیارہ پلوٹو PLUTO ہے جس کا فاصلہ ہماری دنیا سے تقریباً پچاس بلین میل ہے جس کے بعد پھر ہمارے سورج کی کشش ثقل بے اثر ہوکر ختم ہوجاتی ہے اور اس کے آگے دوسرے سیاروں اور نظامات شمسی کا کائناتی نظام ہے جس کے سمجھنے اور دیکھنے کے لئے عقل انسانی کے ساتھ ساتھ علمی استعداد بھی ناکافی ہے جوں جوں علمی معلومات میں اضافہ اور ترقی ہورہی ہے سائنسدانوں اور ماہر افلاکیات کو اب تک بے شمار اجرام فلکی اور جھرمٹوں میں محض کچھ کی معلومات ہو پائی ہیں یہ اجرام فلکی ہماری نظام شمسی سے بہت دور دور فاصلوں پر واقع ہیں۔ بہت طاقتور دوربینوں کی مدد سے دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کہکشاؤں اور سیاروں کے فاصلے ہماری دنیا سے جس قدر دور ہیں اس سے بھی زیادہ ان کی آپس کی دوریاں بھی ہیں اور ان کے یہ فاصلے خلائی سائنس کی زبان میں انٹر اسٹیلر اسپیس کہلاتے ہیں ان میں کا سب سے نزدیک سیارہ جو ہماری نظام شمسی کے فوراً بعد دیکھا جاسکتا ہے اس کا فاصلہ بھی ہماری دنیا سے ۲۵ ٹریلین میل ہے اس فاصلے کو طے کرنے کے لئے اگر کوئی راکٹ روشنی کی رفتار سے پرواز کرے اور

پھر واپس آنا چاہے تو اس کو چالیس سال لگ جائیں گے جبکہ ان سیاروں کا آپس کا فاصلہ اس سے بھی کہیں زیادہ ہے تو پھر اس کائنات کی وسعتوں کا اندازہ لگانا ایک دشوار امر اور محض ناممکن تصور ہے ابھی تک تو یہ بھی معلوم نہیں ہو پایا ہے کہ اس کائنات میں کتنی کہکشائیں پھیلی ہوئی ہین اور اگر کبھی انسان نے یہ لامتناہی فاصلہ طے کر بھی لیا تو پھر اس طرح نئے سرے سے شروع ہو جاتی ہے ایک اور INTER GLACTEC SPACE انٹر گیلیکٹک (اسپیس) اور پھر اس کی لامتناہی حدیں جہاں پر ختم ہوتی ہیں وہیں سے شروع ہو جاتی ہیں ایک نئی انٹر گیلیکیٹک (اسپیس) اور پھر نہ جانے کتنی ہوں گی اس طرح منزلیں اور دُوریاں۔!!

سائنسدانوں اور محققوں کو ابھی تک اس کائنات کی وسعتوں کا ٹھیک اندازہ نہیں لگ پایا ہے اس سلسلے میں انہوں نے بہت دور خلاؤں میں کچھ تابناک جھرمٹوں کا نظارہ کیا ہے ان کا اندازہ ہے کہ یہ تابناکیاں ہماری دنیا سے کم از کم سولہ کروڑ نوری سال کے فاصلے پر ہیں۔!!

کائنات کے بارے میں دور گذشتہ کے منجموں اور دانشوروں کے نظریات محض توہماتی اور فرضی تھے اور ان کے مطابق اس کائنات کی انتہا محض ان کی دنیا تک ہی محدود تھی ان میں کے کچھ تو سورج چاند اور ان سیاروں کو خدا اور دیوتا تصور کرتے تھے اور کچھ انہیں ملکوتی اور روحانی ہستیاں سمجھ کر ان کی پوجا کیا کرتے تھے اور اس طرح ان اجرام فلکی کا راز چودھویں اور پندرھویں عیسوی میں معلوم ہونا شروع ہوا تھا کہ دنیا گول ہے جو اور دوسرے سیاروں کے ساتھ سورج کے گرد چکر لگا رہی ہے اس سلسلے میں بڑی طاقتور دوربینوں کی مدد سے ہی یہ بات ۱۹۳۰ء میں ہی معلوم ہو سکی ہے کہ ہماری نظام شمسی اس ملکی وے (Milke

(way کے باہر کا حصہ پر واقع ہےاور پھر ہمارا سورج بھی اپنے ملکی وے کی چاروطرف اس کی کشش ثقل کے تحت گردش کررہاہےاوروہ اس کا ایک چکر 250 ملین سالوں میں لگا دیتا ہےاس طرح بہت دور نظر آرہے ہیں ستاروں کے جھرمٹ کی روشنی بھی کہیں دور افتاد کہکشاں وٗں سے ہی آرہی ہے۔

اسی کے بعد ان کو یہ بھی دریافت ہوا کہ یہ کائنات وسعت پذیر ہے' وار پھیل رہی ہے کائنات کے گہرے مطالعہ کے بعد یہ بھی معلوم کیا جاسکتا کہ ان تخلیقات کا زمانہ بھی تقریباً ایک ہی رہا ہوگا اسی کے ساتھ اس بات کی بھی تصدیق ہوسکی ہے کہ روشنی کی رفتار سے تیز اور کوئی نہیں ہے اور قوانین طبیعیات (LAWS OF PHYSICS) اس ساری کائنات میں جاری ہیں جدید دور کے سائنسدانوں کے مطابق اس کائنات کے پھیلتے رہنے کے ساتھ اس کے سمٹنے کے بھی امکانات ہیں۔انہوں نے اس کے وجوہاتی امکانات پر بھی بحث کی ہے جس کے مطابق اگر اس کائنات کی حدیں لامحدود ہیں تو اس صورت میں ان اجرام فلکی کا نظام بڑھتے بڑھتے انجام کار ایک دن اپنی ان انتہائی حددود تک پہنچ جائے گا جہاں پر ان کی قوت جاذبہ اور کشش ثقل ختم ہوکر صفر ہوجائے گی کیونکہ یہ اجرام فلکی دور ہونے کے ساتھ ایک دوسرے سے بھی دور ہوتے جارہے ہیں اور اس طرح ایک ان اس کے برعکس اگر ان کی قوت جاذبہ اور آکسیجن کے ذرات ATOMS کی کمی بھی محسوس ہونے لگی گی جو محض برائے نام ہی رہ جائے گی اس کے برعکس اگر ان کی قوت جاذبہ اور آکسیجن کی مقدار بدستور قائم رہی تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ کائنات کی حدیں کہیں نہ کہیں ضرور ہیں جہاں پہنچ کر اس پھیلیتی ہوئی کائنات کو پھر سے اپنے گذشتہ مقام پر واپس آنا ضروری ہے ان نظریات کے علاوہ ایک دوسرے مدرسہ فکر کے دانشوروں کا نظریہ بھی کہ یہ کائنات ہر جگہ

اپنی لامحدود وسعتوں تک ایک ہی جیسے نظام کائنات کے تحت محوِ عمل ہے اور اجرام فلکی کے پھیلنے اور وسعت پذیر ہونے کا اس پر کسی قسم کا غیر معمولی اثر نہیں پڑے گا اور ہر جگہ ان کو اپنی مدت حیات تک جو اربوں برس کی ہے اسی مقررہ مقدار کے مطابق آکسیجن اور توانائی ملتی رہے گی یہاں تک کہ وہ اپنی مدت حیات پوری کر کے فنا ہو جائیں گے اور پھر ان کی جگہ دوسرے اجرام فلکی اور نظام شمسی کا وجود ہوتا رہے۔

یہ آج کے سائنسدانوں کے نظریات جدید ترین آلات کی مدد سے ملے ہوئے اشارات کی بنیادوں پر ہیں ورنہ اس کائنات کی صحیح حقیقت کیا ہے اس کا صحیح اندازہ لگانا آج بھی عقل و بساط انسانی سے بالاتر ہے جس کی طرف خالق کائنات نے مندرجہ ذیل آیات گرامی میں اشارہ کیا ہے۔

" الذی خلق سبع سمٰوت طباقاً ط ماتری فی خلق الرحمٰن من تفوت ط فارجع البصرہ ھل تری من نظور. ثمہ البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وھو حسیر ٭(٦٧. ٣،٤)

''اور اس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے (اے دیکھنے والے) کیا تو خدائے رحمٰن کی آفرینش میں کوئی نقص دیکھا ہے ذرا آنکھیں اٹھا کر دیکھ۔ کیا تجھ کو آسمان میں کوئی شگاف (نقص) نظر آتا ہے پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر تو ہر بار نظریں (ناکام) اور تھک کر لوٹ آئیں گی۔'' (٦٧۔٣،٤)

قرآن اور نظام شمسی

جیسا کہ تخلیق کائنات کے سلسلے میں آ چکا ہے اس کائنات میں لاکھوں اجرام فلکی کی طرح کروڑوں سال پہلے سورج بھی ایک جلتے ہوئے بڑے آگ کے گولے کی طرح خلاؤں میں آہستہ آہستہ گردش کر رہا تھا بالکل ایک ایسی بھٹی کی طرح جس میں اسپات' لوہا' میگنیز' میگنشیم' یورنیم' ہیلیم' اور ریڈیم کے ساتھ دوسرے جمادات اور پتھر پگھل کر جل رہے تھے جس کی لپٹیں ہزاروں میل تک پھیل رہی تھیں پھر تقریباً چار ارب سال پہلے ایک دوسرا جلتی ہوئی گیس کا گولہ جس کی جسامت سورج سے بھی ہزاروں گنا بڑی تھی ہمارے سورج کے قریب سے گذرا اور پھر دونوں کی قوت جاذبہ کے تحت ہمارے سورج میں بہت بڑا ہیجان اور انتشار پیدا ہوا۔ اور چونکہ ہمارا سورج حجم اور جسامت میں مہمان سورج سے بہت چھوٹا تھا لہٰذا اس بڑے مہمان سورج کی قوت جاذبہ سے بہت زیادہ متاثر ہوا اور اس میں جلتی ہوئی سیال گیس کا ایک ٹکڑا الگ ہو گیا اس کے بعد مہمان سورج تو جلد ہی اپنے مدار پر آگے بڑھ گیا اور سورج کی دائرہ کشش سے باہر نکل گیا مگر سورج سے جدا شدہ یہ ٹکڑا ہمارے سورج اور مہمان سیارہ کے درمیان دونوں کی کشش جاذبہ سے متاثر ہو کر ایک ایسی فطری شکل اختیار کر گیا جس کے دونوں سرے تو پتلے اور درمیان گول مٹول شکر قند جیسا تھا جو گیسوں کے انخرات اور حدت کی وجہ سے کسی غبارے یا دھونکنی کی طرح پھولتا رہا اور پھر ایک دن پھٹ کر بکھر گیا جس کے درمیان موٹے اور بڑے حصہ کے بڑے اور دونوں سروں کے پتلے حصوں سے چھوٹے چھوٹے سیارے جو خلاؤں میں جل کر فنا ہو گئے اور کتنے ہی آج بھی ہماری دور بین نگاہوں سے اوجھل ہیں ان میں کے وہی سات سیارے قابل ذکر ہیں جو ہماری

زمین کی طرح سورج کے گرد گردش کررہے ہیں اور جن کا ذکر قرآن کریم میں سات آسمانوں کے نام سے آیا ہے "**الم تر کیف خلق الله سبع سماوات طباقاً**۔کیاتم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے ساتھ آسمان کیسے اوپر تلے بنا دیئے ہیں" (۱۵۔۷۱)

اور یہ سات آسمان اس نظام شمسی کے وہی سات سیارے زہرہ عطارد مریخ، مشتری، زحل، یورینس اور نیپچون ہیں جن کا اوپر کی آیت میں ذکر آیا ہے ٹوٹ کر الگ ہونے کے بعد ہماری زمین غیر مستحکم اور غیر متوازن تھی جو بڑی تیزی کے ساتھ اپنے محور پر چکر لگانے کے ساتھ اپنے مدار پر گردش کررہی تھی ایسی حالت میں ہماری زمین سے الگ ہوکر اس کا بہت بڑا ٹکڑا اس کے گرد چکر لگانے لگا اور اس طرح زمین پر ایک بہت بڑا داغ چھوڑ گیا جس پر اس وقت دنیا کا سب سے بڑا سمندر (بحرالکاہل) موجیں مار رہا ہے۔ اب یہی سات سیارات ہماری زمین کی طرح اپنے اپنے مدار پر سورج کے گرد گردش کررہے ہیں اور چاند جو ہماری زمین کے بطن سے ہی وجود میں آیا ہے اس زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے اس طرح ایک ہی سورج کے تحت اس نظام شمسی (Solar System) میں سات سیارے ہماری زمین اور چاند آتے ہیں جو تعداد میں نو ہیں اور یہی قابل ذکر ہیں اس سلسلے میں ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے کہ یہ سات سیارے (آسمان) جن کا تذکرہ قرآن حکیم میں آیا ہے ماہرین فلکیات اور منجموں کو صدیوں تک اس کا علم نہیں تھا اور وہ ان میں چاند اور سورج کو ملا کر سات کا شمار پورا کرلیا کرتے تھے اور ان دو سیاروں یورینس اور نیپچون کو بہت بعد میں طاقتور دوربینوں کی ایجاد کے بعد ہی دیکھا جاسکا ہے انہیں سات سیاروں کو "ہفت افلاک" یا سبع سیارہ" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے ان سات آسمانوں کی پیدائش کا ذکر قرآن حکیم میں کئی جگہ آیا ہے اس سلسلہ کی ایک آیت کا ذکر کردینا ضروری ہے " **ثمہ استویٰ علی السما**

فسوھن سبع سموات'' پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک ٹھاک سات آسمان بنادیا۔(۲۹۔۳)

دور حاضر کے تمام ماہرین سائنس افلاکیات(ASTRONOMERS) اس بات پر متفق ہیں کہ اس نظام شمسی کا وجود تقریباً چار ارب سال پہلے ایک بہت بڑے گیس کے گولے (MASS OF SODIUM) سے ہوا تھا اور اس سے قبل یہ سات افلاک زمین اور چاند سب موجودہ سورج میں مدغم تھے جو بالکل اکیلا خلاؤں میں جلتی ہوئی گیس کی بھٹی کی طرح گردش کررہا تھا اور پھر ایک وقت میں وہ سب الگ الگ ہوگئے اور بالکل اسی نظریہ کا قرآن حکیم کی آیات میں ذکر ملتا ہے۔ ثمہ استویٰ الی السماء وھی دخان'' پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا'' (۱۱۔۴۱)

اور اس حقیقت کو ایک دوسری آیت میں ایک اور طریقہ سے واضح کیا گیا ہے۔اولم یری الذین کفرو ان السموات والارض کانتا رتقا'' کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے جدا جدا کردیا(۳۰۔۳۱)

دور حاضر کا مانا ہوا سائنسدان گیماف GAMOF لکھتا ہے کہ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ سورج ایک بہت بڑے گیس کا مجموعہ ہے اور سورج کے مسلسل اخراج سے اور بہت سے سیارے اور زمین وغیرہ وجود میں آئے اور انہیں گیسوں کے باقیات کا نام سورج ہے۔ ایک دوسرا ماہر فلکیات جیمس JAMES اس سلسلہ میں رقمطراز ہے کہ ''کروڑوں سال پہلے ایک بہت بڑا سیارہ اس بڑے گیس کے گولے کے قریب سے گذرا اور ان دونوں کی قوت جاذبہ کی وجہ سے ایک مہیب اور پرجلال کشش پیدا ہوئی اور پھر اس جلتی ہوئی گیس کے ڈھیر (سورج) میں ایک عظیم اور دہشتناک مدوجزر کی کیفیت پیدا ہوئی جس کے نتیجہ میں سورج

سے ایک شکر قند جیسی لمبی اور مخروطی شے باہر آ گئی اور خلاؤں میں تیرنے لگی جس کا ایک حصہ موٹا اور دوسرا پتلا تھا۔ یہ آتشیں مادہ اپنی تیز روی سے گردش کے دوران ایک دن خلاؤں میں ٹوٹ کر بکھر گیا جس کے موٹے حصہ سے بڑے بڑے سیارہ اور پتلے حصہ سے چھوٹے چھوٹے اجرام فلکی فضائے بسیط میں تیرتے اور اپنے مدار پر گردش کرنے لگے۔ قرآن حکیم نے نظام شمسی کی بنیاد کو "دخان" دھواں (GAS) سے تشبیہ دے کر ایک عالمی صداقت بیان کی ہے اور ایک بہت ہی عظیم علم سے پردہ اٹھایا ہے دنیا کے سائنسدان اس بات پر متفق ہیں کہ سوڈیم (SODIUM) ایک ایسی گیس ہے جس میں فولادی عناصر موجود ہیں اور قرآن کے لفظ "دخان" "دھواں" میں گیس اور فولاد دونوں شامل ہیں ایک ایسی دھات جو انتہائی درجہ کی حرارت سے پگھل کر گیس کی طرح جل رہی ہو اس کے لئے "دخان" کا لفظ نہایت ہی موزوں اور برمحل ہے اور اس طرح اس نظام شمسی کے وجود میں آنے کے رموز قرآن حکیم کی آیات اس زمانہ میں بتلا رہی ہیں جب عقل کے لئے اس عظیم سائنس کا قیاس میں آنا ہی ممکن نہیں تھا اور یہ اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ قرآن ایک آسمانی کتاب ہے جو اس خداوند علیم وحکیم کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو اس کائنات کا خالق ہے۔

ڈاکٹر بیوکالے (DR,BUCAILLA) نہایت ہی پرخلوص الفاظ میں اعتراف کرتا ہے کہ "قرآن نے ابتدائی ایام ہی میں ہمیں دور حاضر کے ترقی یافتہ جدید سائنسی نظریات سے روشناس کرادیا تھا کہ یہ نظام شمسی ایک بہت بڑے جلتے ہوئے گیس کے ڈھیر سے وجود میں آئی ہے گیس کا ایک ایسا ڈھیر جس میں سوڈیم (S O D U I M) ہائیڈروجن (HYDRPGEN) اور ہیلیم (HESIUM) دوسری دھاتوں اور پتھروں کے ساتھ جل رہے تھے اور ایک عظیم ڈھیر خلاؤں میں آہستہ آہستہ گردش کر رہا تھا

اور پھر ایک دن یہ عظیم گیس کا گولہ پھٹ کر خلاؤں میں بکھر گیا۔

نظام شمسی کے ساتوں آسمان (سیاروں) زمین اور چاند کا خلاؤں میں اپنی اپنی قوت جاذبہ کے تحت گردش کرنے کا قرآن حکیم میں خصوصیت کے ساتھ ذکر آیا ہے۔

وھو الذی خلق اللیل والنھار والشمس والقمرط کل فی فلک یسبحون ۔ وہی ہے جس نے رات اور دن، سورج اور چاند کو بنایا یہ سب چاند سورج اور ستارے افلاک میں اس طرح چل رہے گویا تیر رہے ہیں (۳۳۔۳۱)

اس طرح کائنات اور نظام شمسی کا علم آن سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے ہی قرآن حکیم کے ذریعہ مل رہا تھا جبکہ اس سلسلہ میں اس وقت کے ترقی یافتہ ملکوں کے ماہرین کے خیالات محض وہمی اور توہماتی ہی تھے جن میں سے کچھ کا ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

قدیم ہند کے مفکروں اور منجموں کے مطابق دنیا چپٹی تھی اور شیش ناگ کے ہزاروں پھنوں پر قائم تھی اور دنیا کو مرکز مان کر یہ سات سیارے چاند اور سورج اس کے اردگرد چکر لگا رہے تھے زمین کو کسی طرح جھکنے اور غیر متوازن ہونے سے روکنے کے لئے اس کے آٹھ کناروں پر آٹھ لحیم شحیم ہاتھی "دگج" یا "دگپال" نام کے کھڑے ہوئے تھے۔ کچھ منجموں کا یہ بھی خیال تھا کہ دنیا ایک کچھوے کی شکل کی ہے جس وشنو بھگوان اپنی پیٹھ پر سنبھالے ہوئے ہے۔ یونانی منجموں اور مفکروں کے مطابق زمین ایک تھال کے مانند سپاٹ ہے جو ہر کیولیس کے بارہ کھمبوں پر ٹکی ہے اور یہ کھمبے انسان کے اعمال اور افعال ہیں کچھ کالو یانی مفکروں اور منجموں کے مطابق دنیا چپٹی ہے جس کو ہر کیولیس نام کا ایک دیوا اپنے سر پر اٹھائے ہوئے ہے۔

دنیا کے متعلق سب سے دلچسپ نظریہ اہل مصر کا تھا جن کے مطابق دنیا ایک بہت بڑے

ہال کے فرش کی سی ہے اور نیلا آسمان چاروں طرف سے ڈھک کر چھت کا کام کر رہا ہے جو چار کھمبوں پر ٹکا ہوا ہے۔ قدیم چین والوں کا خیال تھا کہ یہ زمین سمندر پر ابھری ہوئی دیواروں پر قائم ہے۔ تبت کے لوگوں کا خیال تھا کہ زمین مینڈھکوں کی پیٹھ پر قائم ہے۔

یہ قیاسات اور نظریات آج چاہے کتنے ہی پر مذاق اور توہماتی کیوں نہ ہوں مگر اس بات کا ثبوت ضرور ہیں کہ اس سلسلہ میں انسان کی تجسس اور تحقیق زمانہ قدیم سے ہی چلی آ رہی ہے۔

یہاں یہ بات بھی مضحکہ خیز ہے کہ دنیا کبھی تو گول اور چپٹی بنایا گیا کبھی تکونی۔ کبھی چوکور کچھ چھ کوروں والی۔ کبھی اسے ایک پتے کی شکل دی گئی کبھی ڈھولک کی تو کبھی شنکھ کی۔

یورپ کے مفکر ٹولیمی (TOLIMI) کا نظریہ اہل یورپ کے ایک ہزار سال تک اس غلط فہمی میں مبتلا کئے رہا کہ زمین ساکت ہے اور سورج اور ستارے اس کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔

سترھویں صدی میں گیلیلیو (GALILLEO) نے زمین کی گردش کا نظریہ پورے وثوق اور ٹھوس ثبوت کے ساتھ پیش کیا تھا مگر اس وقت کے توہمات میں گرفتار منجموں اور پنڈتوں جن کا قیاس تھا کہ زمین اپنی جگہ پر ساکت ہے اس کے نظریہ کو بری طرح ٹھکرا دیا تھا۔

ان سارے توہماتی اور قیاسی نظریات کو پڑھنے کے بعد قرآن حکیم کی صداقت کا اندازہ ہو جاتا ہے جس نے آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل نظام شمسی کی بنی نوع انسان کو نہایت ہی واضح اور مکمل تعلیم دی ہے جس کو آج ے جدید سائنس کے ہر مذہب وملت کا دانشور تسلیم کر چکا ہے اور قرآن مقدس کو کتاب آسمانی مان لینے پر مجبور ہے اور اب علم سائنس اور جغرافیہ کا ابتدائی طالب علم بھی اس بات کو ثبوت کے ساتھ بتلا سکتا ہے کہ دنیا گول ہے جو دوسرے سات سیاروں کے ساتھ سورج کے گرد اپنے مدار پر گردش کر رہی ہے اور اب تو سائنسدانوں نے زمین کی مکمل معلومات حاصل کر لی ہیں اور اس کی پیمائش بھی کر ڈالی ہے کہ زمین گول نہ ہو کہ نارنگی کی شکل کی ہے جس کے دونوں کنارے اوپر اور نیچے کی طرف

سے دبے ہوئے چپٹے ہیں خط استوا سے ہو کر گذرتے ہوئے زمین کا قطر(DIAMETER) ۱۲۷۳۶ کیلو میٹر اور قطبین سے گذرتے ہوئے اس کا قطر (DIAMETER) ۱۲۷۱۳ کیلو میٹر ہے زمین کا محیط CIREUMFERENCE ۴۰۲۳۳ کیلو میٹر ہے۔ زمین کا کل رقبہAREA ۱۰۰۰۰۰۰،۱۹۷ مربع میل ہے اس کا حجم VOLUME ۲۶۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ مکعب میل ہے اس کا اوسط وزن ۶،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ٹن TON ہے یہ اپنے محور AXIS پر ایک ہزار مربع میل فی گھنٹہ کی رفتار سے لٹو کی طرح ناچ رہی ہے جو سورج کے گرد اپنا چکر ایک سال میں اپنے مدار ORDIT پر چل کر لگا لیتی ہے اور سورج سے اس کا سب سے نزدیکی فاصلہ ۹۳،۹۶۳۰۰۰ میل ہے۔ آج کے دور کا سائنسدان اس نظام شمسی کے دوسرے سیاروں تک بھی علم ریاضی فزکس اور خلائی سائنس SCSPAC کی مدد سے نہ صرف پہنچنے کی کوششیں کر رہا ہے بلکہ وہ چاند کی دنیا تک پہنچنے میں کامیاب بھی ہو چکا ہے۔ اسی سلسلے میں اس مخصوص کہکشاں کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہوگا جس میں یہ ہماری نظام شمسی واقع ہے او جسے علم نجوم اور سائنس افلاکیات نے ملکی وے MILKEYWAY کا نام دیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر آ چکا ہے اس کائنات میں بے شمار کہکشائیں بکھری ہوئی ہیں اور ہماری متعلقہ کہکشاں MILKYWAY بھی انہیں میں کی ایک ہے۔ ملکی وے اس قدر وسیع و عریض ہے کہ اس میں ہمارے سورج کی طرح کے اور اس سے بھی بڑے کروڑوں HUNDERDS OF MILLIONS سورج زمینی نظام شمسی کے ساتھ اپنے اپنے مدار پر سرگرم عمل رہ کر ملکی وے کے گرد گردش کر رہے ہیں۔ اس کہکشاں میں بڑے مہیب، کثیف اور ضخیم نیوکلیائی ذرات کی دھواں اور گیسوں کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ ملکی وے کے پتلے اور باہری کنارے پر واقع ہونے کی وجہ سے ہم

اس کے کنارہ کے بعض حصے بڑی آسانی کے ساتھ بلا کسی دوسرے استعانتی سہارے یا مدد کے بھی صاف موسم کی باریک راتوں میں دیکھ سکتے ہیں جو آسمان پر ایک روپہلے رنگ کی روشن سڑک جیسی افق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلی ہوئی نظر آتی ہے اس میں کہیں کہیں تاریک رخنے اور دھبے بھی نظر آتے ہیں جو حقیقت میں غبار اور گیس کے بادل ہیں جن کی وجہ سے ہم ان کے پیچھے موجود ستاروں اور سیاروں کو نہیں دیکھ سکتے۔

ملکی وے کی شکل ایک بہت بڑی ٹکیہ DISK جیسی ہے جس کا مرکزی حصہ کروی اور ابھرا ہوا ایک بہت بڑی گیند جیسا نظر آتا ہے یہ مرکزی گولہ ایک بہت بڑے دائرہ میں اپنے ساتھ گیس اور ریڈیائی دھول کے ساتھ بہت بڑے مخروطی پنکھے کی طرح تیزی سے گردش کر رہا ہے۔ ماہرین افلاکیات اس کہکشاں کو SIPRAL GLAXY یا مخروطی چکروالی کہکشان بھی کہتے ہیں یہ کہکشاں اپنے چاروں طرف گول دائرہ کی شکل میں پتلی اور ہموار ہوتی چلی گئی ہے اور اسی ہموار کنارے پر باہر کی طرف ہمارا نظام شمسی بھی واقع ہے جس کی وجہ سے ہم اپنے چاروں طرف لاتعداد روشن سیاروں اور ستاروں کی روشنی کا بھی نظارہ کر سکتے ہیں۔

ملکی وے کے اس باہری پتلے اور ہموار حصہ پر بے شمار چھوٹے اور بڑے ستارے چھدرے انداز میں بکھرے ہوئے ہیں یہ OPEN CLUSTER چھریرا جھرمٹ کہلاتا ہے ملکی وے کا یہ باہری کافی دور تک پھیلا ہوا تاروں سے مزین حصہ نیوکلیائی ذرات کی دھول اور گرد کے بادلوں کے ساتھ ایک بہت بڑے دائرہ میں گھومتا ہوا ایک نورانی لچھے جیسا نظر آتا ہے جس کو GLASTIC CLUSTER یا کہکشانی لچھا بھی کہتے ہیں۔

ملکی وے کے اس باہری پتلے سرے پر گیس اور دھول کے بادلوں کے ساتھ نئے ستاروں کی ایک بہت بڑی تعداد ابھرتی اور تیزی کے ساتھ گردش کرتی نظر آتی ہے ان

ستاروں کی تعداد کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے۔ دوسری طرف اس کے مرکزی حصہ کے بہت بڑے ابھار میں بہت جسیم عظیم اور کہن سال ستارے نظر آتے ہیں جو دور دور نہ ہو کر ایک دوسرے کے قریب گھنے اور گنجان ہیں اور اس طرح ملکی وے کے درمیانی اور مرکزی حصہ اپنے اندر بے شمار بڑے اور کہن سال ستاروں کے ساتھ ایک بہت بڑی گیند جیسا ہے جس کے چاروں طرف دور تک پھیلی ہوئی پتلی اور ہموار نورانی ٹکیہ اپنے بیشمار چھدرے ستاروں کے ساتھ تیزی سے گردش کر رہی ہے جو اپنے ساتھ ریڈیائی دھول اور برقی روشنی کے ساتھ ایک نورانی حالہ جیسا نظر آتی ہے درمیانی گھنے اور گنجان ستاروں کے گیند جیسی ابھار کو GLOBULOR CLUSTER یا کروی جھرمٹ کہتے ہیں۔

ملکی وے کا ڈائمیٹر (قطر) D I A M E T E R ایک لاکھ نوری سال 1000.00LIGHT YEARS ہے جبکہ ایک لائٹ ایر اس فاصلہ کا تعین کرتا ہے جسے روشنی کی رفتار ایک سال میں طے کرسکتی ہے جو تقریباً 5-88 MILLION & MILLION MILLION کے برابر ہوتا ہے۔ ملکی وے کے مرکز سے اس کے کسی کنارے کا فاصلہ دس ہزار نوری سال ہے ہماری دنیا سے ملکی وے کے مرکز کا فاصلہ ۳۵۰۰۰ دو ہزار پانچ سو نوری سال ہے اور اس کہکشاں میں واقع ہر ستارہ کا فاصلہ ایک دوسرے سے کم از کم پانچ نوری سال ہے۔ علم الافلاک کے ماہرین کا خیال ہے کہ ملکی وے کی ضخامت۔۔۔ سورج سے تقریباً ۱۰۰ ملین گنا بڑی ہے۔ ملکی وے میں واقع تمام ستارے اس کے مرکز کے چاروں طرف ایک ہی رخ اور سمت سے چکر لگا رہے ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے یہ ستاروں کا جھرمٹ اپنے مرکز کے گرد ایک نورانی پہیہ کی طرح گردش کر رہا ہے۔ دھول اور گرد کی زیادتی کی وجہ سے ہم ملکی وے کے مرکز کی طرف زیادہ دور تک نہیں دیکھ سکتے مگر سائنسدان

وہاں سے آئی ہوئی ریڈیائی لہروں RADIO WAVES اور کائناتی لہروں اور الفراویوز ALFRAWAVES کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں جو ریڈیائی دھول اور بادلوں سے گذر کر آسکتی ہیں اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس کہکشاں کا مرکز ENERGY توانائی کا بہت بڑا ذخیرہ ہے جسے وہ اپنے چاروں طرف بکھرے ہوئے ستاروں کے لئے فراہم کرتا ہے۔

لاسلکی۔ ریڈیائی اور الفرا لہروں کی دوربینوں سے اس بات کا بھی انکشاف ہوا ہے کہ اس کہکشاں کے مرکز میں بہت طاقتور اور عظیم کشش ثقل GRAVTTATIONAL FORCE پایا جاتا ہے جو اپنے چاروں طرف پھیلے ہوئے ستاروں میں پڑے جاذباتی طریقہ سے اثر انداز ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس قدر وسیع وعریض دور تک پھیلی ہوئی کہکشاں میں واقع ستاروں کے جھرمٹ اس کے مرکز کے گرد ایک مقررہ رفتار سے اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔ نجومیوں اور سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اس کہکشاں کا مرکز ایک بہت بڑی کال کوٹھری BLACK HOLE ہے۔ ایک کچھ نظر نہ آنے والی تاریک بھنور جس کی کشش ثقل اتنی طاقتور ہے کہ اس سے روشنی تک باہر نہیں آسکتی۔ اس کا نظریہ یہ ہے کہ اس کے مرکز میں انرجی اور توانائی انہیں نیوکلیائی دھول اور گیسوں سے پیدا ہوتی ہے جو اس کے گرد پھیلی ہوئی ہے اور مرکز کی کشش ثقل سے متاثر ہو کر اس میں بطور ایندھن استعمال ہوتی ہے ان نظریات میں کچھ تو انکشافات کو دخل ہے تو اس کا بہت بڑا حصہ محض قیاسات پر مبنی ہے ورنہ" وهو الحكيم الخبير " خدا ہر چیز پر قادر ہے غالب ہے۔ واقف کار اور حکیم ہے" (۶۔۱۸)

قرآن' فضائے بسیط اور خلائیں

قرآن حکیم میں فضائے بسیط اور خلاؤں کا بھی ذکر آیا ہے جس میں خداوند عالم نے دنیا کے حدود سے باہر نکلنے کی صورت میں زمین کی کشش ثقل اور خلاؤں میں ہر طرف اڑ رہی جوہری چنگاریوں اور ریڈیائی تابناکیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے گروہ جن وانسان اگر تم چاہو بھی تو دنیا کے حدود سے باہر نہ تو جا ہی سکتے ہو اور نہ کسی دوسری افلا کی دنیا میں جا سکتے ہو اور نہ وہاں سے واپس آ سکتے ہو۔ یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب ہماری دی ہوئی توفیق اور غلبہ تمھاری مدد اور رہبری کرے۔ اس کے بعد پھر اس بات کی بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ زمینی حدود سے باہر نکلنے پر خلاؤں میں' تمہارے اور پر آتشیں دھول اور چنگاریوں کی بھی بارش کی جائے گی۔

خلاؤں اور فضائے بسیط میں پرواز کے سلسلے میں جن خطرات اور خدشات کا آج سے چودہ سو سال قبل ذکر کیا گیا ہے وہ سب آج کے جدید سائنسی علوم کے عین مطابق ہے۔ ان آیات گرامی کو سمجھنے سے پہلے فضائے بسیط کا اجمالی جائزہ لینے کے بعد قرآن حکیم کی عظمت کا اندازہ اور اس کو کتاب آسمانی قبول کر لینے میں دنیا کی کسی قوم کو تردد نہ ہوگا فضائے بسیط اور خلاؤں میں پرواز کے کے لئے تین ہزار فٹ کی بلندی پر سانس لینے کے لئے آکسیجن گیس کا ہمراہ ہونا ضروری ہو جاتا ہے پھر دوسری دشواری حرارت کی یکبارگی زیادہ بڑھنے یا گھٹنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ سطح زمین سے اوپر اٹھنے پر تین سو فٹ بلندی پر ٹمپریچر (1'c) کم ہو جاتا ہے اور پھر اسی طرح یہ سلسلہ ۲۵ میل تک چلتا رہتا ہے اور آخر یہ نقطہ انجماد سے بہت نیچے پہنچ جاتا ہے پھر اس کے بعد ہواؤں کا سب سے اہم اور زندگی کا سب سے ضروری

(بلٹ) اوزون ozone ہے۔ اوزون کی تہہ کی موٹائی تقریباً ۱۵ میل کی ہے۔ یہ بہت تیز اثر آکسیجن کی تہہ ہے جس کو آکسیجن کی اسپرٹ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ یہ پرت سورج کی تیز حرارت اور دوسرے ستاروں اور سورج سے آرہی زہریلی گیس کو اپنے اندر جذب کر کے اس کے اثر کو معتدل اور بے ضرر کرتی رہتی ہے۔ یہ سورج سے دوسری کائناتی الٹرا وبلٹ کرنوں ULTRA VIOLET RAYS میں شامل زہریلی شعاعوں کو چھان کر ہماری دنیا کی طرف بھیجتی ہیں اوزون بلٹ کے بعد تو سورج کی انتہائی جھلسا دینے والی آتشیں لپیٹیں ہیں اور اس سے نکلنے والی زہریلی گیس یا تو پھر دوسرے سیاروں سے اٹھتی ہوئی چنگاریاں ہیں چھوٹے چھوٹے اجرام یا ان کے ٹکڑے اور جوہری سالمات سے چانچ کر گرد اور دھول اس جگہ پہنچ کر درجہ حرارت بھی یکبارگی 178c تک پہنچ جاتا ہے جبکہ 100c پر پہنچ کر پانی ابلنے لگتا ہے اس کے اور اوپر اسی میل جا کر درجہ حرارت 215c تک پہنچ جاتا ہے اور پھر فضائے بسیط میں دو سو میل اوپر پہنچ کر درجہ حرارت 2000c ہو جاتا ہے اب اس نقطہ پر پہنچے ہوئے ٹمپریچر خلائی جوہری تابنا کی برقی قوت رکھنے والے ذرات اور دھول کو ذہن نشین کر لینے کے بعد مندرجہ ذیل آیات گرامی کا مطالعہ کیجئے اور قرآن کے کتاب آسمانی ہونے کا یقین کیجئے۔

"یمعشر الجن والانس اناسطعتم ان تنفذو من افطار السموت والارض فانفذوا لا تنفذون الابسلطن ہ یرسل علیکما شواظ من نار ہ" (۳۵.۳۳.۵۵)

"اے گروہ جن وانس اگر تم میں قدرت ہے کہ آسمانوں اور زمین کے کنارے سے نکل سکو گے تو نکل جاؤ مگر تم تو بغیر قوت اور غلبہ کے نکل ہی نہیں سکتے۔ تم پر آگ کے شعلے اور

دھواں (گیس) چھوڑ دیا جائے گا۔"

یہ خلائیں اور فضائے بسیط جو تاحد نگاہ دنیا کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اس کی نہ تو کوئی حد ہے اور نہ کوئی انتہا۔ انھیں خلاؤں میں چاند ہماری زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ ہماری دنیا کی طرح اس نظام شمسی کے دوسرے سات سیارے PLANETS سورج کے گرد گھوم رہے ہیں اور ہمارا یہ سورج اپنی کہکشاں GLAXY میں بے شمار دوسرے سیاروں اور سورج سے بھی ہزاروں گنا بڑے ستاروں کی طرح رو بہ حرکت اور مائل بہ توسیع ہے جدید طاقتور دوربینوں سے بھی دیکھا جا سکا ہے کہ فضاء بسیط میں ایسی بے شمار کہکشائیں پھیلی ہوئی ہیں جن میں کروڑوں سیارے اور لاکھوں سورج ایسے ہیں جو ہمارے سورج سے بھی ہزاروں گنا بڑے ہیں اور یہ کہکشائیں بھی دوربینوں کی زد میں جہاں تک دکھلائی دے سکیں وہیں سے ختم نہیں ہو جاتیں بلکہ اب تک خلائی سائنسدانوں کے مطابق فضاء بسیط یا خلائیں اس جگہ سے شروع ہو جاتی ہیں جس جگہ سے ہواؤں کا کاروبار اس حد تک ختم ہو جاتا ہے کہ وہ کسی اڑنے والی شے پر اثر انداز ہو سکے۔ زمین پر ہوا کا دباؤ اس سے اوپر جانے کی مناسبت سے کم ہو جاتا ہے اور زمین سے تقریباً سو میل کی بلندی پر پہنچنے کے بعد ہوا کا دباؤ صفر ہو جاتا ہے وہ بلندی ہے جس جگہ پہنچنے کے بعد مصنوعی سیارہ SATELLITE زمین کے گرد بلا کسی رکاوٹ کے مہینوں گردش کر سکتا ہے مگر اتنی بلندی پر بھی کچھ نہ کچھ ہوا تو بہر حال ہوتی ہے جو مصنوعی سیارہ پر اثر انداز ہوتی ہے اور پھر ایک دن وہ سیارہ رک کر گر جاتا ہے اور یا تو پھر جل اٹھتا ہے اس سے زیادہ بلندیوں تک پہنچنے کے بعد مصنوعی سیاروں پر آفتابی طوفانوں کا بھی اثر ہونے لگتا ہے جو آہستہ آہستہ اس کو ناکارہ کر کے گرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ زمین سے سو میل سے زیادہ پر بھی ہوائیں ہیں مگر وہ زمین جیسی وزنی اور

کثیف نہیں ہوتی۔فضاء بسیط میں ان ہلکی اور معدوم ہوتی ہواؤں میں جوہری اور سالماتی ذرات جوہری گیس اور تابناک گرد اور دھول ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔یہ جوہری ذرات مثبت اور منفی برقیہ سے چارج ہوتے ہیں اور تابکاریاں کرتے رہتے ہیں۔خلائی پروازوں پر جانے کے سلسلے میں ان جوہری ذرات اور آفتابی کرنوں کے خطرات سے بچاؤ کا مکمل اور تسلی بخش انتظام کرنے کے بعد ہی یہ مہمات ممکن ہوسکتی ہیں۔انھیں خدشات اور خطرات کی طرف قرآن حکیم نے اشارہ کیا ہے اور کیا ہے کہ تم پر آتش بھری گرد کی بارش کی جائے گی بدلتے ہوئے زمانہ کے حالات اور ادوار کے ساتھ سائنس کے الفاظ ٹیکنکل ٹرم اور نام بدلتے رہتے ہیں مگر قرآن حکیم کے ارشادات اور تعلیمات ایسی زبان میں ہیں اور ایسے اسلوب میں ہیں جو ہمیشہ سمجھ میں آتے رہیں گے ذہن انسانی آج سے چودہ سو سال قبل ان خلاؤں' فضائے بسیط' سالماتی تابناکیاں' برق پارے اور ان کے ساتھ خلاؤں میں اڑتا ہوا تابناک غباران سب کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا ایک ایسا علم جو خلائی سائنسدانوں کے لئے آج بھی ادھورا ہے ایک ایسا معمہ جس کو پوری طرح حل نہیں کیا جاسکا ہے۔'' خلائی پروازوں کے سلسلے میں جو مہمات چل رہی ہیں اور جو تحقیق جاری ہے ان کا تھوڑا سا تذکرہ کر دینا شاید قارئین کے لئے مفید اور معلوماتی ہوگا جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے زمین سے تقریباً ۱۰۰ میل (کیلومیٹر) ۱۶۰ کی بلندی سے فضائے بسیط کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جہاں ہوائیں بس برائے نام ہیں اور ان خلاؤں میں سیارچے دوسرے سیاروں کی گرد اور ذرات جوہری سالمات اور آفتابی تابناکیاں ہی ہر طرف بکھری ہوئی ہیں جن میں زیادہ تر وقت برقیہ کے حامل ہوتی ہے ان کا جوہری ذرہ کوئی شعاعوں کی مثبت (Proton) سے تو کوئی منفی (Electron) کی صفات رکھتا ہے۔ان کے ساتھ خلاؤں میں اٹیمی اور سالماتی

گیس (Gas) کی بھی ایک بڑی مقدار ہوتی ہے۔ جو ہر گزرنے والی شے پر اپنی تابنا کی کے اثرات ڈالتی رہتی ہے اور خلابازوں کو بہت احتیاط کے ساتھ اپنا مخصوص لباس اور مخصوص خلائی جہاز استعمال کرنا پڑتا ہے چاند کی مہم پر جانے اور خلائی شٹل کے سلسلے میں یہ تحقیق ہوچکی ہے کہ پرواز کی بلندیاں زمین سے جس قدر بڑھتی جاتی ہیں زمین کی کشش ثقل اسی قدر کم ہوتی جاتی ہے اور اس طرح زمین کی کشش ثقل کمزور پڑنے کے ساتھ ساتھ چاند کی کشش ثقل بڑھتی جاتی ہے پھر زمین سے دس لاکھ میل کی بلندی پر وہ مقام آتا ہے کہ جب زمین اور چاند کی کشش ثقل کی طاقت مساوی (برابر) ہوجاتی ہے اور اس جگہ کو خلائی سائنس کے الفاظ میں Transluner Space یا چاند کی متبادل خلا کہتے ہیں اس سلسلے میں یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ خلاؤں میں اپنے نظام شمسی میں سورج ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی عظیم کشش ثقل سے محصور یہ زمین اور ساتوں سیارے اس کے گرد گردش کررہے ہیں۔ مگر زمین چاند اور دوسرے اپنی کشش ثقل بھی رکھتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دوسرے سیاروں پر بھی اثر انداز ہوکر اپنے اپنے معینہ مداروں پر گردش کرتے رہنے کا ذریعہ ہیں۔ سورج کا فاصلہ ہماری دنیا سے تقریباً ۹۳ ملین میل ہے اپنے ہی نظام شمسی کا سیارہ زہرہ زمین (Venus) سے سب سے زیادہ قریب ہے جس کا فاصلہ یہاں سے تقریباً ۲۵ ملین میل ہے۔

خلائی سائنس نے بڑی ترقی کرلی ہے اور خدا کی دی ہوئی توفیق اور مدد سے لوگ خلاؤں میں مختلف قسم کی مہمات پر جارہے ہیں۔ مختلف تجربات کررہے ہیں۔ اور آج اس نظام شمسی کے ایک سیارہ سے دوسرے سیارہ پر بھی کمندیں ڈالنے کی سوچ رہے ہیں خلائی پرواز بیسیوں صدی کے انسان کی سب سے عظیم کامیابی ہے آج کے طاقتور اور دیو پیکر

راکٹ مہیب اور گرجدار آوازوں کے ساتھ نارنگی رنگ کا دھواں اور لپٹیں نکالتے ہوئے خلا بازوں کو ان کے خلائی جہازوں کے ساتھ منٹوں میں خلاؤں کی بلندیوں پر لے جاتا ہے جہاں ہر طرف نیلا آسمان ہے اور اس پر جھلملاتے ہوئے روشن ستارے ہر وقت نظر آتے ہیں یہ راکٹ مصنوعی سیاروں کو اس نظام شمسی کے دوسرے سیاروں کے حدود میں بھی لے جاتے ہیں اور اس طرح کی تجرباتی پروازیں ہو رہی ہیں اور مصنوعی سیاروں کو موسمیات خبر نشر و اشاعت اور ٹیلی ویژن کی سہولتوں کے لئے بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔

یہ خلائی دور ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء سے شروع ہوا تھا جب متحدہ ملک روس نے اپنا ایک مصنوعی سیارہ اسپوتنگ خلاؤں کی طرف بھیجا تھا جس نے کامیابی کے ساتھ زمین کے چکر لگائے تھے کر بعد ۳ نومبر ۱۹۵۷ء کو روس نے ہی اپنا دوسرا مصنوعی سیارہ اسپوتنک دوم (S, ...nis II) لائکہ (Laika) نامی ایک کتے کو رکھ کر خلاؤں کی طرف بھیجا تھا جس نے زمین کی گردش بھی کی تھی یہ پہلا جاندار تھا جسے دور خلاؤں میں کسی جاندار پر خلاؤں کے اثرات کا اندازہ لگانے کے خیال سے بھیجا گیا تھا۔ پھر اس کے بعد روس نے ایک آدمی کے ساتھ مصنوعی سیارہ ۱۳ اپریل ۱۹۶۱ء کو خلاؤں میں بھیجا تھا جس نے زمین کے گرد چکر بھی لگایا تھا۔ اس کے فوراً بعد روس کے خلابازوں نے جہاز سے باہر نکل کر خلاؤں میں تقریباً پندرہ منٹ تک پرواز بھی کی تھی مگر انہوں نے زمین کے گرد چکر نہیں لگائے تھے۔ اس کے بعد ۲۰ فروری ۱۹۶۲ کو امریکہ کے ہوابازوں نے خلاؤں میں تیرتے ہوئے زمین کے گرد ایک چکر لگایا تھا اور اس طرح ایک خلائی دوڑ شروع ہوگئی تھی۔ ۲۰ جولائی ۱۹۶۹ء خلائی سائنسدانوں کا ایک نہایت ہی مبارک دن تھا جب امریکہ کے خلاباز نیل اے آرم اسٹرانگ (Nell. A. Armstrong) کے قدم چاند کی زمین پر پڑے تھے۔ اب تو بہت سی

پرائیویٹ کمپنیاں خلائی پروازوں میں استعمال ہونے والے آلات‘ لباس اور دوائیں تیار کرنے لگی ہیں نئی نئی دواؤں‘ مختلف قسم کی دھاتوں اور کیمیاؤں کا خلاؤں میں ردعمل بھی دیکھا جارہا ہے یہ مصنوعی سیارے آنے والے خطرات‘ طوفان‘ سیلاب اور موسمیات کی تبدیلی کی اطلاع وقت سے بہت پہلے دیتے رہتے ہیں۔ ان مصنوعی سیاروں کے ذریعہ سے ٹیلی فون اور ٹیلی ویژن کا رابطہ اور سلسلہ دنیا کے کسی حصہ سے قائم کیا جاسکتا ہے۔

الم ترو ان اللہ سخر لکم ما فی السموٰت وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ وباطنۃً ط (۳۱۔۳۰)

”کیا تم لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (غرض سب کچھ) خدا ہی نے یقینی تمہارے تابع کر دیا اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں۔“ (۳۱۔۳۰)

خلائی سائنس کی روز افزوں ترقیوں کے ساتھ ساتھ سائنسدانوں کی امیدیں بڑھتی جارہی ہیں کہ اب وہ آئندہ سورج اور دوسرے سیاروں کے سلسلے میں اور بھی بہت سی معلومات فراہم کرسکیں گے۔ اب تو خلائی سائنسدانوں نے ایسے شٹل (Shuttle) بھی بنا ڈالے ہیں جو ٹھوس ایندھن سے چل کر اور خلاؤں سے واپس آکر اپنے رن وے پر جہازوں کی طرح اتر سکتے ہیں اور ضروری توجہ اور مرمت کے بعد وہی شٹل ایک ہفتہ بعد پھر اپنے خلائی سفر پر روانہ ہوجاتے ہیں۔ اور زمین کے گرد چکر لگا کر جب چاہیں پھر بھی لوٹ سکتے ہیں۔ خلائی پروازوں کے لئے کچھ خصوصی دواؤں کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو ان کو ہر طرح کی جوہری تابنا کی اور برقی اثرات سے محفوظ رکھتی ہے۔ گو کہ اب یہ سب انتظام ان کے خلائی جہاز میں ہی ہوتے ہیں جو ان کو تابنا کی ٹمپریچر اور برقیاتی اثرات سے محفوظ رکھتے

ہیں۔خلاؤں میں ہوا کا دباؤ بہت ہو جاتا ہے اور کسی دوسرے سیارے کی کشش ثقل کے دائرہ میں داخل ہونے کے بعد یہ دباؤ پھر بڑھ جاتا ہے جس کے لئے خلابازوں کو خاص قسم کے لباس پہننے پڑتے ہیں جو اپنے اندر ہی ضروری ہوا کا دباؤ بنائے رکھتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ باہر کے دباؤ کے کم یا زیادہ ہونے کا ان پر اثر نہیں ہونے دیتے اس کے علاوہ وہ لباس ان کو خطرناک قسم کے تابناک دھول(Particle of Space Dust) سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔خلاؤں میں حرارت اور گرمی بہت زیادہ پائی جاتی ہے ان سب سے تحفظ کے لئے خلائی جہاز ایک خاص قسم خذفاتی ٹائلوں(Ceramict Tiles) سے بنائے جاتے ہیں ان کے اوپر کی تہہ نمدہ (fely material) کی ایک قسم کی ہوتی ہے جو خلابازوں کو نقطہ انجماد سے بھی بہت نیچے کی ٹھٹھرن اور سردی سے بچاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ جوہری تابکاری سے بھی ان کی حفاظت کرتی ہیں۔اگر اتفاقیہ کوئی تابکار سالمہ ان پرتو سے گزر کر کیبن میں داخل ہو بھی جاتا ہے تو خلابازوں کے تحفظ کے لئے خلائی جہاز میں لگا ہوا محافظ زندگی استعمال کر کے وہ اپنا سفر جاری رکھ سکتے ہیں اگر ان تابکاریوں کی وجہ سے کوئی سالمہ ان پرتوں کو توڑ دیتا ہے اور ان میں آدھے انچ سے بھی بڑا سوراخ ہو جاتا ہے پھر بھی خلاباز ان آلات کی مدد سے کیبن کا پریشر بہت عرصے تک معمول پر رکھ سکتا ہے اور اس درمیان میں وہ واپس لوٹ سکتا ہے وہ خلاباز جن کو جہازوں سے باہر نکل کر خلاؤں میں تجربات کرنے ہوتے ہیں ان کے لئے ایسے سربند (Airtight) لباس ہوتے ہیں جن کے اندر آکسیجن پہلے سے ہی بھری ہوتی ہے جو ان کو سانس لینے ہوا اور حرارت برقرار رکھنے میں ہی مددگار نہیں ہوتے بلکہ اس نظام شمسی سے باہر کے سیاروں اور آتشی سمندروں سے آتی ہوئی تابکاریوں اور سورج کی کرنوں اور شعاعوں سے بھی خلابازوں کو محفوظ رکھتے ہیں۔

ان تابکاریوں میں سب سے خطرناک سالماتی یا جوہری تابکاریاں ہیں جو مثبت اور منفی برقیہ سے چارج ہوتی ہیں ان میں اکثر زہریلی گیسوں کرنوں اور تابکاریوں سے لیس ہوتی ہیں جن میں کائناتی کرنیں(Cosmic rayas Gamma X. Rays) شامل ہیں ۔ان کی تابکاری انسانی خلیوں کو برباد کر کے ختم کر دیتی ہے۔

خلائی جہاز کے اندر حرارت کنٹرول کرنے کے بھی آلات ہوتے ہیں جو حرارت کی ناقابل برداشت کمی یا زیادتی کو معتدل اور قابل برداشت حدوں کے اندر رکھتے ہیں جن کی وجہ سے انتہائی کم یا انتہائی زیادہ ٹمپریچر زون سے گذرنے کے باوجود خلابازوں پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا ہے۔

خلاؤں میں جہاں پہنچ کر زمین کی کشش ثقل ختم ہو جاتی ہے اور ہوائیں نہیں ہوتیں وہاں پر خلابازوں کا وزن بھی کم ہو جاتا ہے اور وہ بھی کس دقت یا رکاوٹ کے خلاؤں میں تیر سکتے ہیں یہ بے وزنی ان کے لئے کسی نقصان کا باعث نہیں ہوتی ۔اکثر خلابازوں کو ابتدا ئیں اس بے وزنی کی حالت میں کام کرنے میں سر کے چکرانے یا متلی کی شکایت ہو جاتی ہے۔مگر یہ حالت چند دنوں کے بعد خو بخود ختم ہو جاتی ہے۔اور یا پھر فوری آرام کے لئے ان کو چکر نہ آنے والی دوائیں استعمال کرنی پڑتی ہیں۔ اب آئندہ کے خلائی مہمات کے لئے سائنسدانوں نے خلائی جہازوں کو پھرکی طرح نچا کر اور گردش کے کر ان میں کشش ثقل پیدا کرنے کا کامیاب تجربہ کیا ہے۔

خلابازوں کو ہر طرح کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے خلائی جہازوں میں محافظ زندگی(Life Suppor System) کا مکمل انتظام ہوتا ہے اور اس میں ہر وہ چیز مہیا ہوتی ہے جس کی خلاباز کو اپنی زندگی بچانے کے لیے ضرورت پڑ سکتی ہے۔ یہ ہلکا اور سفری

محافظ زندگی پشت پر پشتارہ کی طرح سے باندھ کر وہ خلاؤں میں باہر تجربات کرتے ہیں۔ خلائی جہازوں میں سانس لینے کا بھی مناسب انتظام ہوتا ہے جس میں آکسیجن اور نائٹروجن کی وہی مناسبت اور ترتیب ہوتی ہے جو ہماری دنیا میں پائی جاتی ہے ان آلات کے ذریعہ سے زیادہ نمی یا کسی قسم کی گندگی کو روکنے کا بھی انتظام رہتا ہے ان خلائی جہازوں پر غذائیت سے بھرپور کھانوں کا بھی انتظام ہوتا ہے جب سب سے پہلے خلائی مشن پر میں خلاباز بھیجے گئے تھے تو احتیاط کے طور پر ان کی خوراک منجمد اور خشک تھی جو پلاسٹک ٹیوب میں بھری ہوئی تھی اور اس طرح مرغ کا شوربہ 'کافی' کریم چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کٹے ہوئے گوشت اور پکی ہوئی مرغ کے ٹکڑے بھی پلاسٹک میں بھرے ہوئے تھے خلاباز اس ٹیوب کو ایک سرے پر گرم پانی انجکٹ کر کے تھوڑی دیر تک اس کو ہلاتا تھا پھر ٹیوب کے دوسرے سرے میں سوراخ کر کے اس غذا کو بھینچ بھینچ کر اور نچوڑ کر کھاتا تھا۔ مگر پھر اس کے بعد کے خلائی مہمات پر جانے والے اپالوں کے ہوابازوں کے لیے پلاسٹک ٹیوب کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی اور اس بار ان کے وہ سب کھانے خشک اور منجمد کر کے ڈبوں میں پیک کر دیئے گئے تھے جس کو وہ چمچ سے کھاتے تھے۔

اس کے جب خلائی تجربہ گاہ خلا میں بھیجی گئی تو اس میں خلابازوں کے لیئے پچھلے تجربات کی بنیاد پر اور معلومات کی فراوانی پر بہتر سے بہتر سہولتیں مہیا کرنے کی کوششیں کی گئی تھیں۔ اس اسکائی لیب میں ایک باروچی خانہ بھی تھا جس میں وہ اپنے منجمد اور خشک کھانے کو گرم بھی کر سکتے تھے وہ چاندی کی پلیٹیں اور برتن بھی استعمال کرتے تھے ان کے لئے پینے کا پانی بھی اسی میں تیار ہوتا تھا اور ساتھ ہی ساتھ جہاز کی توانائی بھی اسی میں تیار ہوتی تھی یہ مشین آکسیجن اور ہائیڈروجن کے ردعمل سے صاف پانی تیار کرتی تھی ہواباز پینے کے ساتھ ساتھ

اسی پانی کو اپنی صفائی ودھلائی اور بیت الخلاء میں بھی استعمال کرتے تھے۔

خلاؤں میں سب سے بڑا مسئلہ پیشاب اور استعمال شدہ پانی کے ٹھکانے لگانے کا ہوتا ہے۔خلائی جہازوں میں بیت الخلاء بھی ہوتی ہیں مگر یہ صرف انہیں جہازوں میں ہوتا ہے جن کو کافی دنوں تک خلاؤں میں رہنا پڑتا ہے جیسے خلائی شٹل یا اسکائی لیب وغیرہ۔ان جہازوں میں بجلی کے ایسے آلات لگے ہوتے ہیں جن سے پیشاب اور استعمال شدہ پانی خشک کردیا جاتا ہے اور فضلہ بھی خشک ہوکر ایک طرف اکٹھا ہوتا رہتا ہے جب خلاباز اپنے کسی تجرباتی کام کے سلسلے میں جہازوں سے باہر ہوتے ہیں تو ان کے خصوصی لباس کے اندر پیشاب اکٹھا ہوتے رہنے کی ایک تھیلی بھی لگی ہوتی ہے۔خلائی جہازوں میں خلابازوں کے سونے کا انتظام دوطریقوں سے ہوتا ہے چھوٹے خلائی جہازوں میں تو ان کے سونے کا انتظام اسی سیٹ پر ہوتا ہے جس پر بیٹھ کر ہواباز اپنے جہاز کو کنٹرول کرتا ہے بے وزنی کی وجہ سے خود کو سوتے میں ادھر سے ادھر لڑھکنے اور تیرنے سے بچانے کے لئے سونے سے پہلے وہ خود کو اپنی سیٹوں پر ہی فیتوں سے باندھ لیتا ہے مگر بڑی خلائی گاڑیوں میں ان کے سونے کا انتظام الگ ہوتا ہے۔جیسے اسکائی لیب میں یا خلائی شٹل میں ان کے سونے کے الگ کیبن ہوتے ہیں جن میں سلیپنگ بیگ جڑے ہوتے ہیں جن مین بند ہوکر خلاباز نہایت اطمینان کے ساتھ سوسکتا ہے اور پھر اس کو کہیں لڑھکنے یا خلا میں تیرنے کا خطرہ نہیں رہتا۔

زیادہ عرصہ تک خلاؤں میں رہنے والے خلاباز کو کام کم اور وزن بالکل نہ ہونے کی وجہ سے ان کے دل، دماغ، مسلز اور دوران خون میں بہت کمزوری آجاتی ہے اسکائی لیب کا سفر جو کہ ۸۴ دنوں تک جاری رہا۔اس کے خلاباز روزانہ ۳۰ منٹ تک کثرت کرتے تھے۔اور وہ غیر متحرک سائیکل یا پیر چکی چلا کر پٹھوں کی ایکسرسائز کیا کرتے تھے۔تفریح اور دماغی تازگی

کے لئے ان کے لئے دلچسپ کتابوں' ناولوں' اندرونی کھیلوں اور ٹیپ ریکارڈ کا انتظام کیا گیا تھا۔ ایسے ابتدائی خلائی دور میں خلابازوں کے زمین سے پرواز کرنے اور پھر لوٹ کر آنے کے فوراً بعد ان کی ڈاکٹری جانچ ہوا کرتی تھی۔ اور ڈاکٹر ان کا گہرا طبی معائنہ اور جانچ کرتے تھے کہ ان کے جسم پر خلائی پرواز کا کیا اثر پڑا ہے اور اسی جانچ کے نتیجے میں ان کی غذاؤں اور دواؤں میں خاطر خواہ اور حسب ضرورت ردوبدل اور نئی تجاویز عمل میں لائی جاتی تھیں اور پھر اسی کے مطابق سارا مناسب انتظام کیا جانے لگا۔ اب ہر خلائی جہاز میں خاص خاص دواؤں کا ایک پیکٹ بھی ہوتا ہے جس میں خصوصاً چھوت والی بیماریوں' اور پیٹ کی تکلیفوں والی دوائیں ہوتی ہیں۔ خاص حالات میں زمینی رابطہ کے ذریعے یہاں سے ڈاکٹر خلابازوں کو علاج کے سلسلے میں علیحدہ سے ہدایتیں بھی دیا کرتے تھے۔

چاند کے سفر کے دوران خلابازوں نے تحقیق وریسرچ کے سلسلے میں بڑے کام کئے تھے انہوں نے چاند میں سائنس کے آلات لگائے تھے۔ اور وہاں کی مٹی اور چٹانوں کے نمونے لائے تھے جس کے مطالعہ سے بہت سی نئی معلومات اور چاند کے بارے میں انکشافات ہوئے تھے اس طرح اسکائی لیب کے سائنسدانوں اور ماہرین نے سورج کی ہواؤں اور کرنوں کے نمونے اور سوج کی آتشیں بھبکوں کے سلسلے میں بہت سے مفروضات اور حقائق اکٹھا کئے تھے ان لوگوں نے خلاؤں میں ہی رہ کر مصنوعی سیارہ بھی چھوڑا تھا جس نے زمین کے چکر بھی لگائے تھے اور بہت سی جغرافیائی موسمیاتی اور کائناتی معلومات اکٹھا کی تھیں اور آج بھی یہ تحقیق وتجسس جاری اور ترقی پذیر ہے مستقبل قریب میں خلائی پروازوں اور اس سلسلے میں کی جارہی تلاش اور تحقیق کے بہت ہی امید افزا نتائج ملنے والے ہیں جن میں کائنات پر اور بھی واضح معلومات کے سلسلے میں تحقیق دور دراز کے سیاروں اور ستاروں کے

بارے میں معلومات وسیع تر ہوتی ہوئی کہکشاؤں کے راز اور ان کی تفصیلات خدا کی دی ہوئی توفیق سے یہ رموز آہستہ آہستہ کھلتے جا رہے ہیں۔

الا یسجدللہ الذی یخرج الخب فی السمٰوات والارض ویعلم ما تخفون وما تعلنون ٭ (۲۷۔۲۵)

"(اتنی سی بات بھی انہیں کیوں نہیں سوجھتی؟) کہ وہ لوگ خدا ہی کا سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر کرتا ہے۔" (۲۷۔۲۵)

راکٹوں اور خلائی سفر کے سلسلے میں انسان کی تلاش اور اس کا تجسس کوئی نیا نہیں ہے سب سے پہلے ۱۹۰۳ء میں کونسٹینٹن ای سالکورسکی نام کے ایک اسکول ٹیچر نے خلائی پرواز اور راکٹ کے استعمال پر ایک سائنسی مقالہ پیش کیا تھا لیکن اس وقت لوگوں نے اس میں کوئی دلچسپی نہیں لی تھی اس کے بعد امریکہ کے ایک ماہر سائنسدان روبرٹ ایچ گڈارہ نے ۱۹۲۶ء میں سیال ایندھن سے راکٹ داغنے کا کامیاب تجربہ کیا تھا۔ پھر راکٹ کے سلسلے کی تحقیق وتجدید نے ۱۹۳۰ء میں جرمنی پہنچی جہاں پر اس پر مزید تحقیق وتجسس کے بعد لمبی اڑان والے راکٹ بنائے گئے اور پھر انہیں راکٹوں کی مدد سے جرمنی نے دوسری عالمی جنگ کے آخری مہینوں میں انگلینڈ اور بلجیئم وغیرہ ملکوں پر دور دراز سے بم برسائے تھے اسی دوسری عالمی جنگ کے درمیان میں امریکہ نے جرمنی کے سینکڑوں راکٹ اپنے قبضے میں لے کر امریکہ بھیج دیا جہاں ان پر ریسرچ کا کام شروع کیا گیا تھا۔ عالمی جنگ کے اختتام پر امریکہ نے تقریباً دو سو جرمن ماہرین راکٹ کو اپنے یہاں بلا لیا اور ان کی مدد ورہبری سے یہاں راکٹ ٹیکنالوجی کو بہت فروغ ملا اسی درمیان بہت سے جرمن ماہرین راکٹ روس بھی چلے گئے اور اس طرح وہاں بھی راکٹ ٹیکنالوجی کو فروغ ملنے لگا۔

امریکہ کا بلند ترین منزلوں کو چھو لینے والا پہلا راکٹ جرمنی کے کی بنیادوں پر ہی بنایا گیا تھا جو ۱۹۴۵ء میں فضاؤں میں چھوڑا گیا تھا اس راکٹ کی لمبائی ۲۱ فٹ میٹر تھی اور اس راکٹ کی اپنی آزمائشی پروازیں ۴۵ میل کی بلندی تک تھیں۔ اس کے بعد ہی امریکن فوج کی ٹیکنیکل ونگ نے ۱۹۵۰ء میں جیوپیٹر اور پرشنگ نام کے دو لمبے رینج کے راکٹ داغے تھے جن کی رینج (Range) ۱۶۰۰ سو میل تک تھی اور پھر آج دفاعی اور فوجی سامانوں کی ٹیکنالوجی نے ان پر لگاتار تحقیق و تجسس کی جس کے نتیجے میں آج کی دیو پیکر اور دور مار میزائلیں ابھر کر سامنے آ گئی ہیں۔

قرآن اور کائنات کی وسعتیں

نظام شمسی کے بعد کائنات میں لگاتار وسعتوں کا علم بھی سائنس کی دنیا کے لئے نیا اور تازہ ہے جس کے بارے میں موجودہ دور کے اوائل تک کسی کو علم نہیں تھا۔ مگر قرآن حکیم نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی اس حقیقت سے مندرجہ ذیل آیات میں آگاہی دیدی تھی۔

والسماء بیننھا بأید وانا لموسعون ° (۵۱۔۴۷)

"آسمانوں کو ہم نے ہی ہاتھوں سے بنایا ہے اور ہم ہی اس کو وسعت دیتے ہیں"۔ (۵۱۔۴۷)

اس آیہ کریمہ میں کائنات کو وسعت کہکشاں اور ستاروں کے اور بھی وسیع دائرہ کی طرف پھیلنے اور ان کے دور ہوتے جانے کا ذکر موجود ہے۔ ابھی بہت زیادہ دن نہیں ہوئے جب یہ معلومات ماہرین علم الافلاک اور منجمین نے جدید اور طاقتور ریڈیائی دوربینوں کی مدد سے حاصل کی ہیں۔ ان طاقتور دوربینوں کے ذریعہ سے جب وہ ان دور افتاد کہکشاؤں کی

طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے پایا کہ یہ کہکشائیں اپنے ایک نظم وضبط کے تحت ہماری نظام شمسی (ملکی وے) سے لگاتار دور ہوتی جارہی ہیں۔ ان میں کی وہ کہکشاں جو ہماری دنیا سے سب سے نزدیک ہے اس کا فاصلہ بھی زمین سے تقریباً (۵۰۰) نوری سال ہے۔ ان کہکشاؤں کے سبھی اجرام حرکت میں ہیں اور وہ سب قوت جاذبہ کے تحت اپنے اپنے مدار کو بڑھاتے ہوئے خلاؤں میں بلا کسی ٹکراؤ یا بے ترتیبی کے گردش کررہے ہیں۔ جدید سائنس نے یہ بات بھی واضح کردی ہے کہ ان اجرام فلکی اور کہکشاؤں کا فاصلہ ایک مقررہ رفتار کے ساتھ نہ صرف ہماری دنیا سے ہی بڑھتا جارہا ہے بلکہ وہ سب ایک دوسرے سے بھی دور ہوتی جارہی ہیں جن کی سرعت رفتار ایک منٹ میں دو لاکھ میل تک پائی گئی ہے اور اس طرح توسیع کائنات کا یہ عمل اہم انکشاف ہے کہ یہ ستارے سیارے اور کہکشائیں مستقل طور سے ایک مقررہ سرعت رفتار کے ساتھ اپنے مدار میں حدود سے باہر کی طرف مائل بہ توسیع ہیں۔ یہ وہ معلومات ہیں جو بیسویں صدی کے اوائل تک کسی کو معلوم نہیں تھیں۔ قرآن حکیم کی ان آیات کی تشریح علم الافلاک کے ایک ماہر بارسٹ (Barest) کے مندرجہ ذیل بیان سے ہوجاتی ہے۔

"ماہر افلاکیات طاقتور دوربینوں کی مدد سے اب دھیرے دھیرے اس رازِ سربستہ سے واقف ہوچکے ہیں کہ بہت دور دراز کی کہکشائیں اپنی مقررہ رفتار کے ساتھ گردش میں ہیں یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ سب سے نزدیک والی کہکشاں کا فاصلہ ہماری دنیا سے پانچ سو نوری سال ہے اس کی مہینہ گردش دوسرے ان سیاروں سے مختلف ہے جو ہماری دنیا سے قریب تر ہیں۔ ان کہکشاؤں کی یہ بڑھتی ہوئی دوری اور ان کے مدار کی وسعتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ ساری کائنات حرکت میں ہے اور باہر کی طرف پھیلتی جارہی ہے جس کی مثال صابن

کے اس بلبلے جیسی ہے جو ہر آن پھیل رہا ہو۔"

اسی طرح ایک دوسرے سائنسدان پی فریر (Peefrer) کا خیال ہے کہ "یہ کائنات پھیل رہی ہے اور یہ دیکھا جا رہا ہے کہ یہ کہکشائیں ایک دوسرے سے بھی دور ہوتی جا رہی ہیں اور ان کے فاصلے بھی بڑھتے جا رہے ہیں۔ ان میں کی وہ کہکشاں جو ہماری دنیا سے سب سے دور ہے وہ ہم سے ایک منٹ میں تقریباً ڈھائی لاکھ میل کی انتشاری رفتار سے لگاتار دور ہو رہی ہے اسی طرح دوسرے اجرام فلکی بھی ایک مقررہ رفتار سے ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے ہیں جس کی مثال بندوق سے نکلی ہوئی ایک گولی جیسی ہے جو فضائے بسیط سے اوپر کہیں داغی گئی ہو اور جس سے نکلی ہوئی کرچیں اور ذرات منتشر ہو کر پھیلتے ہیں جا رہے ہوں ٹھیک اسی طرح یہ کہکشائیں اور سیارے بھی ہر گھڑی پھیلتے اور دور ہوتے جا رہے ہیں۔" پی فریر آگے رقم طراز ہے کہ "ہم یہ پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس کائنات کی ابتدا سوڈیم ہیلیم اور فولادی مادوں کے بڑے ڈھیر سے ہوئی۔ یہ گولہ ہر گھڑی بڑھ رہا تھا اور پھٹ پڑنے کو تیار تھا۔ یہ مادہ خلاؤں میں آہستہ آہستہ تیر رہا تھا جو سورج سے لاکھوں گنا بڑا تھا اور پھر ایک دن آج سے تقریباً دس ملین سال پہلے یہ عظیم ذخیرہ ایک مہیب دھماکہ اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی چمک کے ساتھ پھٹ گیا جس سے نکلے ہوئے آتشیں سیال کے ٹکڑے فضائے بسیط میں بکھر کر منتشر ہو گئے اور خلاؤں میں تتر بتر ہو گئے ان کے چھٹتے رہنے بکھرتے رہنے اور دور ہوتے جانے کا یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے جو ہر طرف پھیلتے اور اپنے مدار کا دائرہ بڑھاتے جا رہے ہیں۔ یہ ٹوٹنے بکھرنے اور دور ہو جانے کا سلسلہ کب تک جاری رہے گا کون جانے۔"!! سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا۔

خداوند علیم و حکیم ذہن انسانی کو اپنی اس عظیم تخلیق کائنات کی طرف متوجہ کرتے ہوئے

اپنی اخلاقی وحدت اور حکیمانہ صنعت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار لا یات لاولی الالباب ۰ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلاً سبحانک فقنا عذاب النار ۰"(۳۔۱۹۰۔۱۹۱)

بے شک آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں رات اور دن کے اول بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں جو کھڑے بیٹھے اور ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) اے پروردگار تو نے اس مخلوق کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔"

بیسویں صدی کے وسطی دور میں ایک انگریز دانشور اور منجم ہبل (Hubble) نے ان دور افتادہ کہکشاؤں کی دوری اور سرعت رفتار کا مشاہدہ کرنے کے بعد نہایت ہی دور رس اور وسیع النظر نتائج نکالے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ کائنات باہر کی طرف پھیل رہی ہے اگر ہم اس کا مشاہدہ کریں تو اندازہ لگا سکیں گے کہ کائنات حقیقت میں پھیل رہی ہے اس کے مطابق اگر کسی کہکشاں سے آنے والی روشنی کا مشاہدہ کریں جو کروڑوں ستاروں کی مجموعی پیدا کردہ ہے اور اس کے ساتھ ہی ہر ستارہ میں اپنی انفرادی روشنی اور حرکت بھی ہے اور ان کی روشنیاں کہکشاں کے اندر مختلف رفتار سے حرکت کرتی نظر آئے گی تاہم ان انفرادی روشنیوں کی رفتار کہکشاں کی مجموعی روشنی کی رفتار سے کم دکھلائی دیتی ہے پھر ہم ساری کی ساری کہکشاں کی روشنی کی سرعت کا اپنی کہکشاں (ملکی وے) سے موازنہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ دور افتادہ کہکشاں کی ان رنگین روشنیوں کو قوس قزحائی رنگوں کا آلہ پیماں طیف پیماں

کی مدد سے دیکھنے پر ان ستاروں سے آتی ہوئی بدلتے ہوئے رنگوں کی روشنیاں سارے کہکشاؤں میں ایک ہی جیسی ملیں گی جو ہر بدلتے ہوئے رنگوں کی ساعتوں کے نوری سال کو ظاہر کرتی رہتی ہیں۔

ان مشاہدات کا ملکی وے سے سب سے قریب واقع کہکشاں سے ہی کیا جاسکا ہے اور یہ پایا گیا ہے کہ یہ کہکشاں ہماری کہکشاں سے بڑی تیزی کے ساتھ دور ہوتی جارہی ہے اور پیچھے کی طرف ہٹ رہی ہے ہبل کے مطابق کسی کہکشاں کے دور ہونے کی رفتار کا اس کے فاصلے سے براہ راست تعلق ہے یعنی کہکشاں ہم سے جس قدر دور ہے وہ اسی قدر رفتار کے ساتھ ہم سے دور ہورہی ہے ہبل نے اس بات کا بھی مشاہدہ کیا ہے کہ مختلف کہکشائیں اپنی الگ الگ سرعت رفتار رکھتی ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل بے ربط اور مختلف ہیں۔ بہرحال ہر کہکشاں کسی قدر مختلف رفتار کے ساتھ ہم سے دور ہوتی جارہی ہے اواس طرح وہ ملکی وے سے بھی دور ہوتی جارہی ہے ان کے دور ہوتے رہنے کی رفتار ان کے فاصلوں سے براہ راست تعلق ہے جو یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ یہ کائنات پھیل رہی ہے۔

ہبل نے اپنے اس نظریہ کو ایک غبارے نما کائنات کے ماڈل سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔اس طرح اگر کائنات کو ایک غبارے کی مثل سمجھا جائے تو اس ماڈل سے کائنات کے بہت سے سربستہ راز ان کے پھیلنے اور دور ہوتے رہنے کا اندازہ کافی حد تک لگایا جاسکتا ہے اگرچہ اس طرح کے ماڈل کو کائنات کا مکمل نمونہ نہیں کہا جاسکتا اور نہ اس کو ایک مکمل مثالی ماڈل ہی کہا جاسکتا ہے کیونکہ غبارہ صرف سطحی حالات اور سطح پر پھیلنے اور دور ہوتے رہنے کا نظریہ یہی پیش کرسکتا ہے بہرحال اگر اس غبارے پر کہکشاؤں کو نقطوں کی شکل میں ظاہر کریں اور پھر غبارہ میں ہوا بھریں تو یہ پالیں گے کہ جس طرح غبارہ پھولتا ہے اور

پھر دائرہ نما چاروں طرف بڑھتا اور پھیلتا ہے اسی کے ساتھ ساتھ یہ نقطے بھی ایک دوسرے سے دور ہوتے جاتے ہیں اور دور ہونے کے ساتھ ساتھ ان پر ظاہر کی گئی کہکشاؤں کی دوری بھی ایک دوسرے سے الگ اور دور ہوتی نظر آئے گی جو کچھ بے ترتیب سی نظر آئے گی۔ اور اس طرح ان کی یہ دور ہوتے رہنے کی رفتار اور ہر کہکشاں کی اپنی انفرادی رفتار اور سمت بھی ہوگی کہکشاؤں کے یہ نقطے ایک دوسرے سے جس قدر دور ہوں گے ان کے دور ہونے کی رفتار بھی اسی مناسبت سے زیادہ ہوگی ساتھ ہی ساتھ ہر کہکشاں کے اندرونی پھیلاؤ کی رفتار اور سمت بھی الگ الگ ڈھنگ کی ہوگی۔

مگر کیا غبارہ کائنات کی مثالی شکل ہوگا اور کیا اس پر کائنات کے ہر طرح کے عروض کو مکمل مشاہدہ ہو سکے گا۔ ایسا ممکن نہیں ہے اور ان میں چند خصوصی اختلافات نظر آئیں گے پھیلنے اور بڑھنے والے غبارے محض دو بعد (Twc Dimensioned) یعنی محض لمبائی اور چوڑائی ہی ظاہر کرتے ہیں جبکہ کائنات سہ بعدی (Three Dim ensioned) یعنی لمبائی چوڑائی اور موٹائی تینوں طرح کے پھیلاؤ کی حامل ہے اور اس طرح ایک غبارہ کائنات کی صحیح عکاسی نہیں کرسکتا ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ہبل (Hubble) کا ماڈل غبارہ کہکشاؤں اور ستاروں کے دور ہوتے رہنیا ور پھر ایک دوسرے سے دور ہونے کا مثالی نمونہ ہوسکتا ہے۔

کائنات کے سلسلے میں مختلف نظریات پیش کیے گئے ہیں کہ یہ محدود (Finite) لامحدود (Infinite) جس پر ابھی تحقیق جاری ہے اور شاید جلد یا بہ دیر کوئی قابل اعتماد حل ہو سکےگ اب تک اس کا لامحدود ہونا ہی چند وجدانی فیصلوں (Conclosiions with out Reasons) سے ہو پایا ہے اور یا پھر خداوند علیم و حکیم کی وہ آیات پیش نظر ہیں جن میں

اس نے فرمایا ہے کہ۔

''اور آسمانوں کو ہم ہی نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور ہم ہی اس کو وسعت دیتے ہیں''(۵۱۔۴۷) اور اسی طرح اس کائنات کا سائنسی دنیا میں بھی لامتناہی ہونا زیادہ قرین قیاس ہے گو کہ ان کے ذہن میں اس احساس کا سما جانا ایک وجدانی تخیل کے سوا کچھ نہیں ہے۔

کچھ دانشوروں کا نظریہ ہے کہ کائنات محدود ہے اور ان کے مطابق یہ بات بھی ماننی ہوگی کہ یہ پھیلتی ہوئی کائنات آخر ایک دن سمٹ کر اپنی پہلی حالت پر ضرور آئے گی مگر کائنات کے محدود نظریہ رکھنے والے دانشوروں کو اس وقت کا ابھی لامحدود مدتوں تک انتظار کرنے پڑے گا۔ ورنہ اصل حقیقت تو اسی خالق مطلق کو معلوم ہے جس نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے کہ۔

" بدیع السمٰوٰت و الارض ط و اذا قضیٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون ० (۲.۱۱۷)

''وہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔''(۲۔۱۱۷)

کائنات کے پھیلتے رہنے کے سلسلے میں یہ نظریہ سب سے زیادہ قرین قیاس اور راسخ سمجھا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اپنے ابتدائی مراحل میں خلاؤں سے بھی اوپر کسی جگہ ایک بہت بڑا گھنا اور ٹھوس مادوں کا ڈھیر تھا جو ہر لحظہ بڑھ رہا تھا پھول رہا تھا اور اس کے گھنے اور ٹھوس پن میں عظیم دھماکے (Bigbang) کے فوراً بعد انتشار اور پھیلاؤ ہونا شروع ہو گیا۔ اس وقت نہ کوئی سورج تھا نہ سیارے نہ کہکشائیں۔ بلکہ ایک تابناک اور رقیق مادوں کا ملا جلا

ڈھیر تھا جس کی نہ کوئی شکل دی جاسکتی ہے اور نہ نام۔ !بس جو ہر توانائی سے بھرپور تابنا کی کہی جاسکتی ہے۔ جس درجہ حرارت انسانی تخلیات سے بھی زیادہ اور ہیبت ناک حدوں تک بلند تھا۔ پھر دسیوں لاکھ سال بعد جب عظیم دھماکے کے بعد اس مادوں کے ڈھیر میں کچھ پھیلاؤ آیا تو پھر مادوں کے جھنڈ اور جھرمٹ الگ الگ ہونے لگے پھیلنے لگے اور ساتھ ہی ان کے درجہ حرارت میں بھی کمی آنے لگی مگر اس وقت بھی ان جھرمٹوں کا ٹھوس پن اوسط سے بہت زیادہ تھا۔ کروڑوں برس بعد جب ان جھرمٹوں میں اور بھی پھیلاؤ آیا تو وسعت ہونے کے ساتھ ساتھ ستاروں اور کہکشاؤں کا وجود بھی ہوا اور پھر الگ الگ کہکشاؤں ستاروں اور سیاروں کے پھیلاؤ فطری مادوں اور ان کی ساخت کے لحاظ سے وہ دھیرے دھیرے ٹھنڈے پڑتے رہے اس عظیم دھماکے (Big Bans) سے مادوں کا وجود کس طرح سے ہوا اور کیسے ہوا اس کے بارے میں مفکر اور سائنسدان کچھ کہنے یا بتلانے سے قاصر ہیں مگر جس سے باب مدینۃ العلم حضرت علیؑ نے ان لفظوں میں پردہ اٹھایا ہے جو ہر مومن کے لئے قابل قبول ہے آپؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ " قادر ہے وہ ہستی جس نے عدم سے وجود کو پیدا کیا۔" (نہج البلاغہ) اور یا پھر اس راز سے وہ قادر اور قدیم ہے اور واقف ہے جو قرآنِ حکیم میں فرماتا ہے۔

" ویعلم ما فی السموٰت وما فی الارض ط واللہ علی کلی شئی قدیر ۰ (۳۰۰۲۹)

"جو کچھ آسمانوں میں ہے جو کچھ زمین میں ہے اس کو سب کی خبر ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

کائنات کی وسعتوں کے پیش نظر اور ان کے بڑھتے ہوئے مدار کے نتیجے میں ذہن

انسانی میں اکثر سیاروں کے آپس میں ٹکراؤ کے خدشات بھی اٹھ کر سامنے آتے ہیں اور اکثر بہت سے حادثات واقع بھی ہوتے رہتے ہیں۔ مگر اس کائنات کا بنانے والا علیم وحکیم ہونے کے ساتھ ساتھ رحمٰن اور رحیم بھی ہے جس کی مرضی کے بغیر نہ تو اس کائناتی نظام میں کسی قسم کی بے ترتیبی ہو پاتی ہے اور نہ بے ضابطگی جو کسی سیارے کو بلا اس کے حکم کے فنا کے گھاٹ اتار سکے۔

اسی سلسلے میں موجودہ دور کے ایک نہایت ہی اہم اور سنسنی خیز خبر کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہوگا جو دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ ہیجان انگیز بھی ہے اور جس کی اطلاع آج کل کے اکثر اخباروں سے بھی مل رہی ہے دسمبر ۱۹۹۲ء کے سائنس رپورٹر میں "TARGET-EARTH" زمین نشانہ کی زد میں کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے کہ ہماری دنیا کو ایک مدار ستارہ COMET کی ٹکر کا ۱۴ اگست ۲۱۲۶ء کے دن بہت بڑا خطرہ ہے اور وہ دن ہماری دنیا کا یوم آخر بھی ہو سکتا ہے۔ دانشوروں اور منجموں کی پیش گوئی کے مطابق اگر زمین کی ٹکر اس بڑے مدار ستارہ سے ہوگئی تو پھر وہ دن ہماری دنیا کے لئے خطرناک اور سخت ہوگا۔ سیاروں کے دور ہوتے ہوئے اور ان کے بڑھتے ہوئے مدار کے اثرات کے تحت ۱۹۸۲ء میں ایسی ہی ایک پیش گوئی "JUPITEREFFECT" مشتری کے اثرات کے تحت ہوئی تھی جس میں یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ ایک ایسا لمحہ بہت جلد آنے والا ہے جب بہت سارے سیارے سورج کی دوسری طرف ہی خط مستقیم پر ہو کر زمین پر بڑا ہی تباہ کن اثر ڈالنے والے ہیں جس کی وجہ سے مہیب زلزلے، عظیم جوار بھاٹے، اور بدترین تباہ کاریاں ہوں گی مگر پھر یہ واقعہ نظام قدرت کے تحت بال بال بچ گیا تھا اور ٹل گیا تھا۔

ویسے اس قسم کی چھوٹی موٹی حادثاتی ٹکریں تو دوسرے چھوٹے چھوٹے اجرام فلکی سے زمین کی ہوتی ہی رہتی ہیں جو اس کائنات کے ہر آن توسیع ہونے کے تحت عمل میں آتی رہتی ہیں اس سلسلے میں مزید معلومات کے لئے ہمیں اپنی نظام شمسی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شامل سب سیاروں کے ساتھ وہ چھوٹے چھوٹے اجرام فلکی بھی ہیں جو سورج سے الگ ہوئے ابتدائی آتشیں تودے کے پتلے حصے ٹوٹ کے بکھر گئے تھے' اور جو پتھروں اور سنگلاخی دھاتوں اور برف سے ملی جلی شکلوں میں آج بھی سورج کے گرد گردش کر رہے ہیں اور کائنات کی وسعتوں کے ساتھ ہماری دنیا پر بھی ان کا اثر انداز ہونا لازمی ہے انھیں اکثر ضخامت اور وزن کی کمی کی وجہ سے سورج کی کشش ثقل سے متاثر ہو کر اکثر ختم بھی ہو چکے۔ اکثر خلاؤں میں فنا ہو گئے۔ اکثر اس نظام شمسی کے حدود سے باہر دوسرے ستاروں سے متاثر ہو کر کہیں دور چلے گئے اور اپنی ثقل کی کمی کی وجہ سے آوارہ سیاروں کی طرح کائنات میں بھٹکتے پھر رہے ہیں' اور کبھی کبھی بڑے سیاروں سے ٹکرا کر حادثات برپا کرتے رہتے ہیں۔ ایسے اجرام فلکی کی بہت بڑی تعداد آج بھی' مریخ MARS اور مشتری JUPITER کے درمیان پائی جاتی ہے اور اتفاق سے ہماری زمین کا مدار ان دونوں سیاروں کے درمیان سے ہی گذر رہا ہے ان چھوٹے چھوٹے اجرام فلکی کی تعداد اب تک تقریباً تین ہزار شمار کی جا سکی ہے جو اکثر ہماری زمین کے مدار کو کاٹ کر گذرتے رہتے ہیں۔

اس کے علاوہ وہ دمدار سیارے بھی ہیں جن کی لامتناہی مدار ہماری اس نظام شمسی سے بھی اربوں میل دور تک پھیلی ہوئی ہے جن کی دوری کا اندازہ لگا پانا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے یہ سیارے دھاتوں پتھروں اور برف سے ڈھکے ہوئے ساخت کے ہوتے ہیں جن کی

ایک بہت لمبی جھاڑو جیسی دم بھی ہوتی ہے جو ہر آن جوہر توانائی کے اثر سے خوب تیز روشنی بکھیرتی رہتی ہے ان کا گذر بھی ہماری نظام شمسی سے ہو کر دس لاکھ سال سے تیس لاکھ سال بعد ہوتا ہے ماہریں افلاکیات اور منجم انھیں سیلانی اجرام CELESTIAL WANDERERS بھی کہتے ہیں ان کے مدار کا تعین کیا جانا بھی ممکن نہیں ہوتا کیونکہ یہ فضائی اور کائناتی جوہری شعاؤں سے بھی متاثر ہوتے رہتے ہیں اور دوسرے سیاروں کی کشش ثقل سے بھی یہ سیارے کائنات کی ان لامحدود اور دور دارز وسعتوں کی طرف چلے جاتے ہیں جہاں سے پھر یہ لاکھوں برس بعد ہی واپس ہوتے ہیں یہ دمدار سیارے جب کبھی ہماری زمین کے مدار کو کاٹتے ہوئے گذرتے ہیں تو حالات بہت سنگین ہو جاتے ہیں۔

اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ تقریبا چھ سو پچاس لاکھ سال پہلے ہماری زمین کی ایک چھوٹے سے سیارے سے ٹکراؤ کے نتیجے میں ڈائنا سور DUNOSOUR کو وجود ہی صفحہ ہستی سے ختم ہو گیا تھا جبکہ یہ سیارچہ محض ۱۵ کلومیٹر ڈائی میٹر کا رہا ہوگا۔ ٹکرنے کے بعد یہ چھوٹے چھوٹے سیارچے یا تو جل جاتے ہیں اور یا تو پھر تحلیل ہو جاتے ہیں مگر اپنی اپنی ریڈیائی توانائی کا اثر بہت دنوں تک کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک دوسرا حادثہ ۱۹۰۸ء میں ہوا تھا جبکہ ایک دمدار سیارہ جس کا ڈائی میٹر محض سو میٹر ہی رہا ہوگا زمین پر روس کے علاقہ میں پھٹ پڑا تھا جس کے نتیجہ میں سائبیریا میں واقعہ دریائے پوڈ کامنا ٹنگا سکا POD KAMENNA TUNGUSKA کا ہزاروں کلومیٹر میدانی جنگلی علاقہ چپٹا ہو کر نیست و نابود ہو گیا تھا یا پھر اس طرح کی ایک ٹکر ابھی حال ہی میں ۲۲ مارچ ۱۹۸۹ء کے دن جب زمین کی ایک سیارچہ سے ہوتے ہوئے رہ گئی تھی اور وہ خوش قسمتی سے دنیا سے سات لاکھ کلومیٹر کے فاصلے سے گذر گیا تھا اس کا ڈائی

میٹر اگر چہ مشکل کے نصف کیلومیٹر ہی رہا ہوگا لیکن اگر اس کی ٹکر زمین سے ہوگئی ہوتی تو اس کے دھماکہ کا اثر ایک کروڑ ٹن کے برابر ہوتا جس کی وجہ سے زمین پر تقریباً سات کلومیٹر ڈائی میٹر کا گڑھا پڑ گیا ہوتا۔

اسی طرح کے ایک دمدار سیارے سے ٹکر کا خدشہ ایک بار پھر ہماری دنیا پر منڈلا رہا ہے جو آج سے ۱۳۴ سال بعد ہونے والا ہے اور اگر خدانخواستہ زمین کی ٹکر اس سیارے سے ہوگئی جو ہزراوں میل کی رفتار سے بڑھ رہا ہے اور جس کا ڈائی میٹر بھی سوکلومیٹر کا لگا جا رہا ہے اور وہ چٹانوں اور برف کا ملا جلا ڈھیر ہے تو اس کی وجہ سے زمین پر ایک عظیم گڑھا بن جائے گا اور اس جگہ سے تقریباً 10'15 یعنی ۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ ٹن مٹی اور چٹانیں اٹھ کر آسمان کی طرف جائے گی اور پھر اگر اس کی ا فیصدی 1% دھول بھی اٹھ کر فضائے بسیط تک پہنچ گئی تو اس کے نتیجے میں دنیا مہینوں تک گہری تاریکیوں میں ڈوبی رہے گی۔ ہر طرف آگ کے شعلے بلند ہوں گے اور سورج کی شعائیں اس دبیز موٹی دھویں اور کالکھ ملی دھول سے نہیں گذر سکیں گی۔ اس دھماکہ سے ہوائیں ایک لاکھ میل تک عنقا ہو جائیں گی اور کہیں آکسیجن کا نام ونشان بھی نہ ہوگا اگر یہی ٹکر سمندری علاقوں میں ہوئی تو پانی کی بہت اونچی لہر اٹھ کر آسمانوں کی طرف بلند ہوگی۔ ہر طرف جوار بھاٹے اور سیلاب کا سماں ہوگا آبی اور خشکی کی زندگیاں تباہ و برباد ہو کر رہ جائیں گی۔ سمندر کی تہیں نظر آنے لگیں گی اور لہریں آسمان سے باتیں کرتی نظر آئیں گی۔ اس دمدار سیارے کا نام بھی دانشوروں لیوس سیفٹ LEWIS SWIFT اور ہورس ٹٹل HORCWTUTTLE کے نام پر رکھ دیا گیا ہے جنھوں نے اسے پہلی بار ۱۸۶۲ء میں زمین کے گرد مدار کاٹ کر گذرتے ہوئے دیکھا تھا اور اب وہی سویفٹ ٹٹل جب نومبر ۱۹۹۲ء میں سورج کے گرد گذرتے

ہوئے دیکھا گیا تو ماہرین افلاکیات اور دانشوروں نے یہ پیشین گوئی کردی ہے جب یہ دمدار سیارہ اپنی واپسی کے دوران زمین کے مدار کاٹتا ہوا گذرے گا تو اس کی ٹکر ہماری زمین سے ہوسکتی ہے مگر ابھی یہ پیشین گوئی بہت پیش از وقت ہے۔اور ایک لمبے عرصے کے بعد ہونے والے حادثہ کی طرف اشارہ کررہی ہے جس کا اندازہ انھوں نے علم نجوم کی معلومات اور تخمینوں سے ہی لگایا ہے۔مگر یہ پیشین گوئی بہت پیش از وقت کی بات ہے ایک ایسے حادثہ کی پیش بینی جو ایک لمبے عرصہ کے بعد ہونے والی ہے ایک سیلانی سیارہ کے متعلق اس قدر وثوق کے ساتھ کہنا کہ اس کی سیدھی ٹکر ہماری زمین سے ہوگی بہت زیادہ قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ دمدار سیارہ جس کا مدار واضح نہیں ہوتا اس کا تعین اتنے پہلے سے کرلینا صحیح نہیں ہوگا۔دمدار سیارہ ایک سیلانی سیارہ ہی ہوتا ہے جس پر دوسرے بہت سے سیاروں کی کشش ثقل ہر گھڑی اثر انداز ہوتی رہتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ سیارہ کائناتی اور خلائی جوہر توانائی اور تابکاری سے متاثر بھی ہوتا رہتا ہے اور اگر خدانخواستہ ہماری زمین سے اسکی سیدھی ٹکر ناگریز اور یقینی ہو بھی گئی تو پھر جوہر توانائی اور سالماتی شفاؤں کے ماہرین نے اس سے نپٹنے کے لئے ایک ہنگامی منصوبہ بھی تیار کررکھا ہے۔اور ان کا دعویٰ ہے کہ اگر ''سویفٹ ٹٹل'' کے ہماری زمین سے ٹکرانے کا امکان ہو بھی ہوگیا تو پھر اس کے مدار کو ایک زبردست جوہری دھماکہ سے بدل دیا جائے گا اس لئے اس سلسلے میں ابھی سے بہت زیادہ ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ دمدار سیارے۔یہ اجرام فلکی۔یہ سیارچے اور یہ دور ہوتی ہوئی کہکشائیں اور نہ جانے کیا کیا خلاق عالم نے اس کائنات میں پیدا کیا ہے جن کا ابھی تک ہم کو علم نہیں ہے اور پھر مندرجہ آیت پڑھنے کے بعد تو ایسا لگتا ہے جیسے ہم اس کائنات کے بارے میں ابھی تک جو بھی جان سکتے ہیں وہ کچھ نہ جاننے کے برابر ہے۔آسمانوں اور

زمین میں اور جو کچھ بھی اس کے درمیان میں ہے سب خدا ہی کا ملک ہے (۵۔۱۸) دوسری جگہ فرماتا ہے:

"وہ لوگ خدا ہی کا سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمان اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔" (۲۷۔۲۵)

قرآن' ستارے اور سیارے

خالق ارض وسماں نے قرآن حکیم میں انسان کو اپنے زمینی اور سمندری سفر میں ستاروں کی رہبری حاصل کرنے کی بھی تعلیم دی ہے۔ نیلگوں افق پر چمکنے والے ان ستاروں کی حقیقت کیا ہے ان کا پر یقین مقام وقیام اور ان کی ضمانت استحکام کیا ہے جن پر انحصار کرتے ہوئے نہایت ہی واضح اور یقینی لہجہ میں تعلیم دی جارہی ہے کہ خشکی اور تری میں سفر کرنے والے مسافروں اور قافلوں کو چاہیئے کہ وہ ان اجرام فلکی کی مدد سے اپنے راستوں کا تعین کریں اور سمتیں معلوم کریں اس سے پہلے کہ ان آیات کریم کی وضاحتوں کی طرف رجوع کیا جائے ستاروں کی حقیقت کا ایک اجمالی جائزہ لینا ضروری ہوگا۔

یہ ستارے بہت بڑے اور جسیم جلتے ہوئے آگ کے گولے ہیں اور یہ بھی ہمارے سورج جیسے ہی ہیں مگر چونکہ سورج ہماری دنیا سے بہت قریب ہے اس لئے وہ اتنا بڑا دکھلائی دیتا ہے اور اس کی حدت اور اس کی گرمی ہماری زمین پر براہ راست اپنا اثر ڈالتی ہے کائنات میں اور بھی لاکھوں سیارے ہیں مگر وہ ہماری زمین سے اتنی دور ہیں کہ ان میں کے اکثر تو ایک سوئی کے ناکے کے برابر ہی روشن نقطے جیسے نظر آتے ہیں اور بعض تو اتنے چھوٹے لگتے ہیں کہ انھیں دیکھنے کے لئے طاقتور دوربینوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ماہرین فلکیات کا کہنا ہے کہ کائنات میں دوسو بلین ۲۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ ستارے ہیں ستاروں کا وجود خود

ان کے اور دوسرے اجرام فلکی سے نکلتی ہوتی جو ہر توانائی گیس اور دھول کے مجموعہ سے عمل میں آیا ہے دور دراز فاصلوں پر ہونے کی وجہ سے اگر چہ یہ ستارے بہت چھوٹے لگتے ہیں مگر حقیقت میں یہ بہت بڑے حجم میں ہیں اور سورج انہیں کا ایک معمولی اور عام جسامت کا ستارہ ہے۔ مگر یہی سورج جو دیکھنے میں محض ایک فٹ بال کی سائز کا لگتا ہے یہ بھی ہماری دنیا سے ۱۰۹ گنا بڑا ہے اور اس کہکشاں کے سب سے بڑے ستارہ کا سائز اتنا بڑا ہے کہ وہ ہماری زمین اور سورج کے درمیانی فاصلے کو آسانی کے ساتھ پر کرلے گا۔ ایسے ستاروں کا ڈائی میٹر ہمارے سورج سے بھی ہزاروں گنا بڑا ہے۔۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری نہیں کہ سب ستارے اتنے بڑے ہوں کیونکہ انہیں کے بہت سے ستاروں کا سائز ہمارے دنیا سے بھی چھوٹا ہے اس کائنات میں کچھ ستارے اس قدر عظیم اور بڑے ہیں جن کا اندازہ لگانا ہمارے بس کی بات نہیں ہے اور انھیں ہم صرف آگ کا جلتا ہوا سمندر ہی کہہ سکتے ہیں مگر ہماری دنیا سے بہت دور ہونے کی وجہ سے وہ بھی ایک چمکیلے نقطے سے بڑے معلوم نہیں ہوتے ان ستاروں کے فاصلوں کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سورج کے بعد جو دوسرا ستارہ ہماری زمین سے قریب ترین ہے اس کا فاصلہ بھی یہاں سے ۲۵ ملین میل ہے۔ ستاروں میں چمک اور ان کی رنگت ان کے سائز اور حرارت TEMPERATURE کی وجہ سے ہوتی ہے ان کا نیلا رنگ بہت زیادہ حرارت اور سرخ یا گلابی رنگ کم حرارت کی نشاندہی کرتا ہے۔ بہت سے ایسے ستارے بھی ہیں جو نزدیک ہو کر بھی بہت چمکدار نظر آتے ہیں اور کچھ بہت دور ہوتے ہوئے بھی بہت چمکدار دکھلائی دیتے ہیں۔ ستاروں کی روشنی جھلملاتی نظر آتی ہے کیونکہ ان کی روشنی متحرک ہواؤں کی تہوں سے ہو کر گذرتی ہے۔ ستاروں میں خصوصا دو طرح کی گسوں یہ عمل ہوا کرتا ہے ہائیڈروجن گیس کے ردعمل

سے ایک بہت ہی لطیف گیس ہیلم 1;2 کے تناسب سے بنتی رہتی ہے یعنی دور ہائیڈروجن سے ایک ہیلم ایٹم کے بننے سے خالی ہوئی جگہ زبردست جوہری قوت اورتوانائی سے بھر جاتی ہے جوستاروں سے شعاؤں اور کرنوں کی شکل میں نکل کر چمکتی رہتی ہے۔

انسان زمانہ قدیم سے ہی ستاروں کی گردش اوران کے مقام وقیام کے سلسلے میں مطالعہ کرتا آرہاہے پرانے زمانہ میں کاشتکاری اور باغبانی کا کام کرنے والے انھیں ستاروں کی مدد سے اپنے کھیت بونے کاٹنے پھل آنے اوران کوتوڑنے کا حساب وکتاب رکھتے تھے اس زمانہ سے ہی مسافر اور قافلے ستاروں سے اپنی سمتوں کا تعین کرلیا کرتے تھے۔پرانے وقتوں کے مفکر اور منجم ستاروں کے جھرمٹ کوملا کر انھیں انسانوں' جانوروں اور چڑیوں کی شکلیں دے کر اوران کی تصویریں بنا کر تقویمات میں درج کرلیا کرتے تھے اوران کی متعلق عوام میں ان کے لکھے قصے مشہور ہو گئے تھے جو شاید ان ستاروں کے جھرمٹ کو رہنمائی اور رہبری کے سلسلے میں پہنچانے کا ذریعہ تھے۔بہت سے اجرام فلکی ایسے بھی ہیں جو نظر تو ستاروں ہی جیسے آتے ہیں مگر وہ حقیقت میں ستارے نہیں ہیں بلکہ ان میں سے کچھ تو سیارے(PLANETS) متحرک سیارے ہیں اور کچھ محض گیس اور دھول کے گولے جو ستارے بن جانے کا آغاز کر رہے ہیں کائنات میں آسمانوں پر شہاب ثاقب METEORS بھی نظر آیا کرتے ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے کوئی ستارہ گر رہا ہو مگر حقیقت یہ نہیں ہوتی اور یہ شہاب ثاقب چٹانوں اور دوسرے سیاروں سے ٹوٹ کر الگ ہوتے بڑے بڑے پتھروں اور دھاتوں کے ٹکڑے ہیں جو گولی جیسی سرعت کے ساتھ گذرتے ہوئے اور ہواؤں کے تیز دباؤ سے گذرتے وقت جل اٹھتے ہیں۔

ان ستاروں کا وجود قیام اور ان کا ربط کبھی منتشر نہیں ہوتا بلکہ یہ الگ الگ جھرمٹ

GLAXY میں رہتے ہیں۔اور اس طرح ہمارا سورج بھی اسی طرح کی ایک بہت بڑی کہکشاں میں رہتا ہے جس کو ملکی وے MILKEY WAY کہتے ہیں وہ حقیقت آج تک کوئی بھی پر یقین انداز میں نہیں بتلا سکا کہ اس کائنات میں کتنے ستارے ہیں۔ایک رات جتنے ستارے نظر آتے ہیں دوسری رات تعداد بہت بڑھی ہوئی لگتی ہے منجمین اور ماہر فلکیات نے بلا کسی دوربین کی مدد کے چھ۶۰۰۰ ستارے دیکھے ہیں پھر ۱۳۰ انچ ڈائمیٹر کی دوربین سے انھوں نے ایک کروڑ ایسے جھرمٹ دیکھے ہیں اور اس طرح دنیا کی بڑی سے بڑی ڈائمیٹر کی دوربین سے انھوں نے ایک کروڑ ایسے جھرمٹ GALAXIES دیکھیں ہیں جن کی ہر گلیکسی میں کم سے کم دوسو کروڑ ستارے ہیں مگر سائنس کی طاقتور ترین دوربینوں کی مدد سے بھی نہ تو ہم تخلیق کائنات کا سلسلے میں بہت زیادہ سمجھ سکے اور نہ شاید سمجھ سکیں گے۔اس کو تو بس وہی خلاق کائنات جانتا ہے جس نے فرمایا ہے کہ

"ان اللہ کان عالما حکیما"(۳۳۔۱)

''میں آسمانوں اور زمین کے چھپے ہوئے رازوں کو جانتا ہوں'' (۳۳۔۱) یا تو پھر ایک دوجگہ فرمایا ہے **ثم استوىٰ الى السماء فسوهن سبع سمٰوٰت ط وهو بكل شئی**(۲۹.۲)

کائنات کے دوسرے ستاروں کے درمیان ہمارا سورج ایک عام جسامت کا ستارہ ہے جس کا ڈائی میٹر ۸۶۵۰۰۰ میل ہے منجموں نے اپنے علم نجوم اور رہبری کے خیال سے ان ستاروں کی جسامت' رنگوں سے روشنی کے لحاظ سے ان کو پانچ قسموں میں تقسیم کیا ہے ان کی پہلی قسم عظیم اور دیو پیکر ستاروں SUPER GIANTS ستاروں کی ہے جو ہمارے سورج سے چار سو سے ایک ہزار گنے تک بڑے ہیں اس کے بعد دوسرا نمبر آتا ہے یو پیکر

ستاروں GAINTSTAR کا جو ہمارے سورج سے دس سے لے کر سو گنے تک بڑے ہیں جیسے ستارہ الدٰباران۔ALEBRAN جو ہمارے سورج سے ۳۶ گنا بڑا ہے۔پھر تیسرا نمبر آتا ہے جو ہمارے سورج کے محض دسویں چھوٹے سے لے کر دس گنے تک بڑے ہیں ایسے ستاروں کے جھرمٹ کو منجمیں الثائر کا نام دیتے ہیں ایسے ستاروں کے جھرمٹ V E G A بھی کہتے ہیں ان ستاروں کی چوتھی قسم سفید باونے WHITEDWARFS کہتے ہیں ان کا ڈائی میٹر مشکل سے پانچ ہزار میل ۵۰۰۰ ہوتا ہے۔ان سفید بڑے ستاروں کو عموی ستاروں سے الگ ہی رکھا جاتا ہے یہ ستارے بہت زیادہ؟؟؟ ہو چکے ہیں اور سفید روشنی پھیلایا کرتے ہیں ان کے اندر کا ایندھن اب ختم ہو چکا ہے۔اور پھر ایکدم یہ سفید باونے ہمیشہ کے لئے نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے ان کی کشش ثقل ہے ان کو ٹھوس اور کثیف بنادیا ہے یہ چھوٹے ضرور ہو چکے ہیں مگر وزن میں فولاد سے بھی زیادہ ہیں۔ان کی پانچویں قسم غیر برق افروز ستاروں NEUTRONSTAR جیسی ہے۔اگرچہ ان ستاروں کا وزن ہمارے سورج کے برابر ہی ہے مگر اب یہ اس قدر ٹھوس اور کثیف ہو چکے ہیں کہ ان کا ڈائی میٹر مشکل ہے دس سے پندرہ میل ہی رہ گیا ہے۔یہ ستارے رہ رہ کر ریڈیائی لہریں خارج کرتے رہتے ہیں ان ستاروں کو ماہرین افلاک کی زبان میں پلسما PULSMAR کہتے ہیں۔

ان کے علاوہ بھی کچھ تغیر پذیر ستارے VArible Stars ہوتے ہیں بہت دھیمی روشنی پھینکتے ہیں مگر پھر اس کے بعد کچھ مدت تک بہت تیز روشنی بکھرتے ہیں ان تغیر Variable Stars ستاروں کی روشنی کے کبھی دھیمی تو کبھی بہت تیز دکھائی دینے کی تین وجہین ہوتی ہین پہلی تو یہ کہ انہیں ہائیڈروجن کی کمی ہو جانے کی وجہ سے ردعمل بہت لمبے

عرصے بعد پاتا ہے جس سے ہیلم اور تابناک شعائیں جاری ہوسکیں۔اس کی دوسری وجہ ان میں جواہر توانائی کی روز افزوں زیادتی اور بڑھتی ہوتی تابنا کی کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے جس سے ہائیڈروجن گیس کی افراط کی اخراج ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ ستارہ کسی بھی وقت پھٹ کر فنا کی گود میں جاسکتا ہے تیسرے اس قسم کے ستاروں کو جڑواں ستارے Bin ary Stars کہتے ہیں اور یہ دونوں جوزا ستارے ایک دوسرے کے گرد چکر لگاتے ہیں اور اس طرح ان کا ایک چکر تقریباً سو سال میں پورا ہوتا ہے کچھ ایسے ستارے بھی ہیں جن کی ہائیڈروجن اور جوہری سالیت کبھی کی ختم ہوچکی ہے اور اب یہ فنا ہو کر تاریک ہو چکے ہیں مگر ان کے اندر کشش ثقل اتنی بڑھ چکی ہے کہ اگر کوئی دوسرا ستارہ ان کو ظاہر کرنا بھی چاہے تو ممکن نہیں ہے کیونکہ روشنی بجائے منعکس ہونے کے ان کی کشس ثقل ان کو اپنی روشنی کی طرح باہر نہیں جانے دیتی۔ اپنے سورج سے متعلق کہکشاں ملکی مادے میں 100 بلین ستارے ہیں ان میں بہت سے ستاروں کے چھوٹے چھوٹے جھرمٹ بھی ہیں جن کو ستاروں کے بادل Star cluds کہتے ہیں دو قریب قریب واقع ستاروں کو جڑواں ستارے کہتے ہیں۔

سورج اور دوسرے ستارے روزانہ مشرق سے طلوع اور مغرب میں غروب ہوتے محسوس ہوتے ہیں گو کہ یہ احساس محض زمین کے اپنے محور پر ناچنے کی وجہ سے ہوتا ہے یہ بھی حقیقت ہے کہ سورج اور دوسرے ستارے گردش کرتے ہیں مگر ان کے گردش سے زمین اور دوسرے سیارے ان کی کشس ثقل سے اتنا متاثر ہیں کہ یہ فاصلے کبھی کم یا زیادہ نہیں ہوا کرتے ہیں اور ان فاصلوں کو منجم اور ماہرین سائنس افلاکیات باقاعدہ ایک اصولی ڈھنگ سے ناپ سکتے ہیں اور اپنی دنوں اور مہینوں کی تھیوری میں ان سے مدد حاصل کرتے ہیں۔

سورج 12 میل فی سیکنڈ کے حساب سے اپنی کہکشاں میں گردش کرتا رہتا ہے اور کہکشاں کے ساتھ ساتھ اس کی وسعتوں میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے اور یہ کہکشاں کے مرکزی وسعت کے گرد اپنا ایک چکر ڈھائی سوملین سال میں لگالیتا ہے سورج کے اپنے محور پر ناچنے کی رفتار تقریباً 156 میل فی سیکنڈ ہے۔

ان ستاروں پر ایک اجمالی نظر ڈالنے کے بعد اب ان کی حرکت ان کے گروپ' ان کے سمتوں کے معلوم کرنے کے طریقے ان کی بلندیاں ان ستارون کا اپنی زمین سے محل ووقوع اور قیام کا دریافت کرنا اور دیکھنا بھی بہت اہم اور ضروری ہے۔قرآن مقدس میں آج سے چودہ سوسال قبل کی آیت کہہ رہی ہے کہ ستاروں کی مدد سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور شاید یہی ستاروں کی وہ نشانیاں اور علامتیں ہیں جن کی طرف اشارہ ملتا ہے و علــمــت ط وبــالــنــجــم هــم يهتدون (۱۶۔۱۶) ''اور نشانات بنادیئے اور لوگ ستاروں سے بھی راستہ معلوم کرتے ہیں''۔(۱۶۔۱۶)

منجم۔کرنے والے جہازوں' ہوائی جہازوں کے پائیلٹ کے سمت معلوم کرنے کے ستارے واضح اور پریقین رہنمائی کرتے ہیں۔ان میں کی سب سے بڑی اور اہم حیثیت قطب ستارے کی ہے اور یہ ستارہ دنیا کے کسی بھی حصہ سے ہمیشہ شمال کی طرف نظر آتا ہے یہ ستارہ بلاغیر معمولی حدوں اپنی پوزیشن اور مقام تبدیل کئے ہمیشہ قطب شمالی کے طرف طلوع کرتا ہے۔یہ دنیا مثل ایک کے اپنے محور پر ناچ رہی ہے۔مگر یہ ستارہ ہر حال میں ہر جگہ کے لوگوں کو ٹھیک اثر کی طرف ہی دکھلائی دیتا ہے قطب ستارہ کی مدد سے بلندیوں کو ناپنے میں بھی مدد ملتی ہے زاویہ ناپنے والے آلے Extant سے سب سے پہلے اپنے مقام سے قطب ستارہ کی بلندی کا زاویہ معلوم کیا جاتا ہے اور پھر یہ قیاس کئے ہوئے کہ اس ستارہ کی

یہی بلندی قطب شمالی پر زاویہ قائمہ ہوگی اور اس طرح کسی بھی بلندی کو معلوم کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس مقام سے قطب شمالی کا فاصلہ دنیا کے نقشے کی مدد سے حاصل کیا جاسکتا ہے ہوائی جہاز چلانے والے پائلٹ اور پانی کے جہاز راں افق پر تین ستارے کو چن لیتے ہیں پھر اس کے بعد سکٹینٹ سے ان کا زاویہ معلوم کرنے کے بعد المانا کAlmanac نا جی جنتری سے ان ستاروں کا زمینی محل ووقوع دیکھ لیتے ہیں اور ہر ستارہ کے دیکھنے کے وقت اس وقت کا ٹائم اور فاصلہ معلوم کر کے ان تینوں نقطوں کے ملنے کی جگہ سے اپنا محل ووقوع معلوم کر سکتے ہیں۔

سمندروں میں سفر کرنے رہے قدیم طرز کے جہاز اور صحراؤں میں چل رہے کارواں ستارے کی گردش سے وقت بھی معلوم کرلیا کرتے تھے اور یہی ستاروں کی دو قسم کی گردش ان کی مددگا ہوتی تھیں۔ زمین اپنے محور پر ایک گردش چوبیس گھنٹوں میں پوری کرلیتی ہے اور اس طرح سورج اور تمام ستارے مشرق سے مغرب کی طرف چلتے نظر آتے ہیں اور سورج اس عمل کو ہر چوبیس گھنٹے بعد دہراتا ہے پھر ان ہی بنیادوں پر شمسی گھڑیاں بنائی گئیں اور دنوں کی ابتداء وانتہا آدھی رات سے کی گئی منجموں اور علم نجوم کے ماہرین کی گھڑیاں ثوابتی یا افلا کی گھڑیاں (Real Clocks side) کہلاتی ہیں جو ستاروں کی ظاہری گردشوں کی بنیاد پر ہوتی ہیں ان کا ایک افلا کی دن اتنے مدت کے برابر ہوتا ہے جب ایک مخصوص ستارہ اسی مقرر شدہ مقام پر لگاتار دو راتوں میں نظر آتا ہے منجم ان ستاروں کو مختلف طریقوں سے پہچانتے ہیں کسی کو ان کی تیز چمک اور ارتعاش کے ذریعے سے کسی کو ان کے مخصوص رنگوں کے ذریعے سے تو کسی کو ان کی جسامت کے ذریعے سے۔

ستاروں سے جو تابکاری اور توانائی خارج ہوتی ہے اس کو منجموں اور ماہرین افلاکیات کی

زبان میں Lumicity یا درخشاں کہتے ہیں اور علم افلاکیات میں ستاروں کی شناختی وضاحت کے لئے ان کی درخشانی گرافوں کے ذریعہ سے ظاہر کی جاتی ہے اس طرح ہر درجہ کی درخشانی رکھنے والے ستاروں کے الگ الگ گروپ الگ الگ گرافکس کے ذریعہ سے ظاہر کئے جاتے ہیں اور اس طرح ان کی صفتوں کی سفید باد نے White Dwares غیر برق افروز ستارے (Neutron stars) تغیر پذیر ستارے (Variable stars) روبہ زوال ستارے (Exploding stars) اور جڑواں چکر لگاتے ستارے (Binary Stars) کہتے ہیں۔ اتنی ساری شناختوں کے علاوہ بھی جو آج کے موجودہ ترقی یافتہ دور میں معلوم ہوئی ہیں ان کی تقویمات اور جنتریاں بھی ہیں جو جدید سائنس کے حقائق پر منحصر ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کی وہ طاقتور دوربینوں اور طرح طرح کے مساحتی سامان (Survey instroments) اور انسانی دماغ رہنے والا کمپیوٹر ہے ان سبھوں کے ساتھ موجودہ دور میں خشکی، سمندری اور ہوائی سفر میں سمتیں راہیں اور اپنی پوزیشن کا تعین کرنے میں یہ ستارے بھی ان کا خاطر خواہ اور بھرپور تعاون کر رہے ہیں۔

رہبری کے سلسلے میں تاروں سے مدد لینے کے یہ ہدایتیں آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل نازل ہوئی تھیں اور وہ بھی ایک ایسے ویران، ریگستانی اور دنیا کے ترقی پذیر ملکوں سے کٹا ہوا بالکل الگ تھلگ ملک جزیرہ نمائے عرب میں جس کے تین طرف سمندر اور ایک طرف لامتناہی ریگستان ہے اور جس پر چھائے جہالتوں کے بادل اس قدر گھنے تھے کہ جن سے ہو کر علم کی روشنی کا گزرنا ہی دشوار تھا۔ یہی نہیں بلکہ قرآن حکیم نے ان جاہل عربوں کو ان ہی کی زبان اور فہم کے معیار پر ان کو تعلیم دی ہے اور اس طرح کہیں تو سورج کو چراغ اور چاند کو

آئینہ کہیں چاند کے آخری مہینہ کی شکل کو کھجور کی خشک ٹہنی سے مثال دے کر سمجھایا تو کہیں قطب ستارہ کو ایک مقررہ ستارہ سے تعبیر دے کر اس کو (ثابت) ظاہر کیا۔ ان سب کو پڑھنے کے بعد ایسا لگتا ہے جیسے معلم کامل اور حکیم مطلق کسی ابتدائی طالب علم کو ستاروں سے رہبری حاصل کرنے کی تعلیم دے رہا ہے۔ یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب جدید سائنس افلاکیات و کواکب نے تحقیق و تجسس کی آنکھیں کبھی نہیں کھولی تھیں۔ مندرجہ ذیل آیت میں قطب ستارہ کی طرف خصوصی اشارہ ملتا ہے۔ وعلمت وبالنجم هم یهتدون (١٦۔١٦) "اور راستے بہت سی نشانیاں پیدا کی ہیں اور بہت سے لوگ (ایک مقررہ) ستارے سے بھی راہ معلوم کرتے ہیں"۔ (١٦۔١٦)

اہل عرب جو بڑے بڑے صحراؤں اور ریگزاروں کے باشندے تھے اور صرف پیدل اور اونٹوں پر لمبے لمبے سفر کیا کرتے تھے اور اپنی تجارتوں کے سلسلے میں ریگستان کے عظیم سمندروں سے گزرنا پڑتا تھا اور یا تو پھر تجارتی مقاصد کے تحت اس وقت کی بڑی بڑی پتوار والی کشتیوں پر جن کو اس وقت کی زبان میں بھی جہاز بولا جاتا تھا صرف خدا کے سہارے پر سفر کرنا پڑتا تھا اور پھر جب بیچ منجدھار میں بہنے لگے یا عمیق ریگستان کے درمیان میں پہنچ گئے جہاں زمین پر تو رہتا تھا نام خدا اور آسمان پر رہتے تھے دن کے وقت سورج اور کبھی کبھی ابھرتا ڈوبتا ہوا چاند اور یا تو پھر رات کو لے دے کے ستارے ہی ان کی رہنمائی کرتے تھے اور ان سے آنکھ مچولیاں کھیلتے تھے اور ایسے میں انہیں اجرام فلکی اور خصوصاً ستاروں کی راہنمائی میں سمتوں اور منزلوں کا تعین کر سکتا تھا خداوند کریم نے مندرجہ ذیل کی آیت گرامی میں ان نادان عربوں کی کس طرح رہبری کی ہے اور کس طرح انہیں قطب ستارہ سے متعرف کیا ہے (جس کے حرکت اور مقام کے بارے میں لکھا جا چکا ہے۔ و هو الذی

جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمت البر و البحر (۶۔۹۸) ''وہ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعہ سے خشکی اور تری کی اندھیریوں میں راہ پالو''۔(۶۔۹۸)

اور یہ شاید نہیں آیات گرامی کے اشاروں اور قرآن حکیم کے تعلیمات کا اثر ہے جس نے عرب قوم کو منجمین عالم کی صف اول میں جگہ دی تھی۔ دوسرے صحرائے عرب کے جغرافیائی اور موسمی حالات بھی ان کے اس مقصد کے لئے سازگار تھے۔

و ما خلقنا السماء و الارض و ما بینھما باطلا (۳۸۔۲۷)۔

''اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو اس میں ہے اس کو خالی از مصلحت نہیں بنایا ہے''۔

قرآن اور تقویم

قرآن حکیم کا نزول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسے دور میں ہوا تھا جب ملکوں کے مابین رسل ورسائل کے ذریعہ محدود اور نہیں کے برابر تھے۔ انسانوں کے درمیان تبادل خیال کا باضابطہ طریقہ نہیں تھا۔ جس وقت ہر طرف جہالت کا دور دورہ تھا لوگوں کے تفکرات محدود اور خیالات ناقص تھے۔ اور جس وقت علم کی محدود سی روشنی جہالت اور اوہام کی تاریکیوں کو دھکیل دھکیل کر آگے بڑھنے کی ناکام کوششیں کر رہی تھی۔ آج کے زمانہ کی طرح اس زمانے میں تار تھے نہ ٹیلیفون' ریل تھی نہ ہوائی جہاز' اگر ملکوں میں کچھ درسگاہیں تھیں بھی تو وہاں حقیقی سے زیادہ قیاسی اور توہماتی درس دیئے جاتے تھے۔ اس زمانہ کا ایک شائستہ اور مہذب کہلانے والا انسان بھی آج کے سب سے نچلے طبقے کے مزدور سے کم شائستہ اور غیر مہذب تھا۔ ہر طرف اوہام پرستیوں اور قیاس آرائیوں کا بول بالا تھا۔ وہ طریقے اور عادات جن سے آج کا باضمیر انسان نفرت کرتا ہے وہ اس زمانے میں اخلاقی

نقطۂ نظر سے مایہ ناز اور جائز سمجھے جاتے تھے۔لوگوں کے ذہن توہمات اور عجائب پرستی سے اس حد تک متاثر تھے کہ وہ ہر اس بات کو غلط سمجھتے تھے جن میں کوئی بات مافوق الفطرت یا خلاف عادت نظر آتی ہو۔ایسے تاریک دور میں عرب ایک ایسا خطہ تھا جس کو اس وقت کا تاریک ترین ملک کہا جاتا تھا اور جہاں جہالت کی تاریکیاں اپنی عمیق گہرائیوں تک چلی گئی تھیں اس ملک کو سمندر اور عظیم ریگزاروں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اور جزیرہ نمائے عرب ایران، روم، مصر جیسے ملکوں سے بالکل الگ تھلگ کر دیا تھا جہاں بہر حال کچھ تمدن اور تہذیب کی نشانیاں پائی جاتی تھیں۔اہل عرب جو اپنے پڑوسی ملکوں سے اس طرح کٹ کر رہ گئے تھے کبھی کبھی ان ریگستانی سمندروں سے گزر کر اپنا تجارتی مال اونٹوں پر بار کر کے لے جاتے تھے اور ادھر سے اپنی ضرورت کی چزیں لے کر آیا کرتے تھے ان کو نہ تو کسی نئے علم کی معلومات تھی اور نہ ہی کوئی دلچسپی تھی اور نہ فنون سے کوئی واقفیت۔بالکل ایک پسماندہ قوم کی طرح بے حس اور بے عمل۔اس وقت نہ عرب میں کوئی کوئی اسکول تھا نہ درس گاہیں اور نہ کتب خانہ سارے جزیرے نمائے عرب میں مشکل سے کچھ ہی پڑھے لکھے لوگ تھے مگر وہ بھی محض برائے نام جو اپنے اوہامی دیوی دیوتاؤں کے قصیدے پڑھا کرتے تھے اور یا تو پھر مبالغہ آمیز اور قیاسی قصے کہانیاں۔نہ تو ان کو علوم سے کوئی دلچسپی تھی اور نہ فنون سے کوئی واقفیت، گو کہ ان کے پاس عربی لٹریچر کا بیش بہا خزانہ موجود تھا مگر اس وقت کے ادبی باقیات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ ماقبل کے حضرت ہودؑ اور حضرت ثمودؑ جیسے پیغمبروں کے واقعات بھی ان کے یہاں توہماتی معلومات تک ہی محدود تھے۔

ایسے علم سے بے بہرہ اور جہالت کے ماحول میں حالات نے بھی ان کے ساتھ ستم ظریفی کر کے ان کو تمدن سے بالکل الگ کر رکھا تھا۔ان کے ہر طرف دور دور تک پھیلے

ہوئے ریگزار اور صحراء سواریوں اور اموال کے نام پر لے دے کر اونٹوں اور بھیڑوں کے گلے جن کو لئے لئے اہل عرب صحراؤں اور چراگاہوں اور پانی کی تلاش میں گھوما کرتے تھے اور جہاں یہ سہولتیں نظر آ گئیں وہیں ان کے خیمے لگ جاتے تھے اور قدرت کی اس محدود مدت تک کی ضیافت سے لطف اندوز ہونے کے بعد کسی اور طرف نکل جاتے تھے۔ ایسے میں نہ تو ان کے دنوں اور مہینوں کا کچھ تعین تھا اور نہ ایسے کوئی ذرائع ہی تھے جن سے وہ دنوں' مہینوں اور سالوں کا حساب رکھ سکتے' لے دے کر اگر اس سلسلے مین ان صحراؤں اور ریگزاروں میں کچھ نشانیاں اور معلومات ہو بھی سکتی تھین تو وہ یہی اجرام فلکی سورج' چاند اور تارے ہی تھے جن کی مدد سے یہ اپنے انداز کے مطابق دنوں کا حساب رکھ سکتے تھے اور ایسے میں خالق مطلق کا درس قرآن ہی ان کا واحد سہارا تھا جس نے انہیں اجرام فلکی کے ذریعے سے ان کی رہبری کی ہے جن سے وہ واقف بھی تھے اور مانوس بھی۔ جیسا کہ ان آیات میں آیا ہے۔ **هو الذی جعل الشمس ضیاء و القمر نورا و قدره منازل لتعلموا عدد السنین و الحساب ما خلق الله ذالک الا باالحق ط بفصل الایات لقوم یعلمون** "وہی (وہ خدائے قادر) ہے جس نے آفتاب کو چمکدار اور ماہتاب کو روشن بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم لوگ برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کرو۔ خدا نے اسے حکمت اور مصلحت سے بنایا ہے وہ (اپنی) آیتوں کو واقف کار لوگوں کے لئے تفصیل وار بیان کرتا ہے"۔ (۱۰۔۵)

اس سلسلے کی آیات قرآنی کا مطالعہ کرنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ کس طرح خداوند کریم وحکیم نے عربوں کے ماحول اور ان کے عقل وفہم کے استعداد کے مطابق ان کو ایک ابتدائی طالب علم کی طرح تعلیم دینے میں وہ طریقہ اختیار کیا ہے جو ان کے لئے آسان ہو۔

کہیں پر تو چانداور سورج کی روشنی اور گردش کی طرف اشارہ کیا ہے تو کہیں چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کے سلسلے میں اس کو کھجور کی پرانی ٹہنی کی مثال دی ہے جوان کی سمجھ میں آسکے کھجور کی پرانی ٹہنی جو ہر وقت ان کے سامنے تھی یا پھر رسول کریمؐ کو مخاطب کر کے عربوں کو اس طرح تعلیم دی ہے کہ اے رسولؐ لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ یہ انسان کے لئے وقت کا حساب رکھنے کے لئے ہے۔

ایک دن غائب رہ کر مہینہ کی پہلی تاریخ کو (ہلال) کی شکل میں نہایت ہی باریک اور سیدھی کشتی کی شکل کو نمودار ہوتا ہے اور پھر دنوں کے ساتھ ساتھ دھیرے دھیرے بڑھ کر مہینہ کے وسط میں چودھویں شب (مہینہ کے پندرہ تاریخ) کو مکمل چاند بن جاتا ہے اور پھر روبہ زوال ہو کر گھٹتے گھٹتے مہینہ کی آخری تاریخ کو اختتام کی خبر دیتا ہے اور اس طرح ایک بار پھر ایک دن کے لئے غائب رہ کر نئے مہینے کے آغاز کے ساتھ ہلال کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ عربوں کی تعلیم کے لئے مہینہ کے آخری دن کے چاند کی مثال کھجور کی پرانی شاخ کی طرح پتلے اور ٹیڑھے نظر آنے کی کس قدر فصیح اور واضح مثال مندرجہ ذیل آیت میں دی گئی ہے۔

و القمر قدرنا منازل حتی عاد کاالعرجون القدیم ''اور ہم نے چاند کے لئے منزلیں مقرر کیں، یہاں تک کہ ہر پھر کر (آخری ماہ میں) کھجور کی پرانی ٹہنی کا سا (پتلا ٹیڑھا) ہو جاتا ہے''۔(۳۹-۳۶)

اس طرح مہینوں کے ابتدائی ایام سے لے کر اس کے اختتام تک چاند کے بڑھنے مکمل ہونے اور گھٹتے رہنے سے ایسا لگتا ہے جیسے وہ قدرت کا ایک خودکار کلینڈر ہے اور جس کے اس دستور مین نہ تو کوئی رکاوٹ ہوتی ہے اور نہ کسی قسم کا پھیر بدل ہوتا ہے جس کی قرآن حکیم

میں بھی ذیل کی آیت میں ضمانت لی گئی ہے اور یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا ''تم خدا کے دستور میں کبھی تبدیلی نہ پاؤ گے''۔

(۳۵۔۴۴)

اس سلسلے میں یہ بھی اشارہ کرتا چلوں کہ چاند کی حقیقت کی تعلیم آیات قرآنی اس زمانے میں دے رہی ہیں جب دنیا کی بہت سی قومیں چاند کو ایک آسمانی دیوتا تصور کر کے اس کی پرستش کیا کرتی تھیں اور چاند کا مفصل علم سائنسدانوں اور منجموں کو بیسویں صدی کے وسط میں ہوا۔ لوگ چاند کی دنیا میں بھی ہو آئے۔ آج کے زمانہ کا ہر انسان یہ جان چکا ہے کہ زمین سے چاند کا فاصلہ مستقل نہیں ہے۔ بلکہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ زمین سے اس کی زیادہ سے زیادہ دوری دو لاکھ باون ہزار سات سو دس میل ہے۔ 2,52,710 میل ہے اور کم سے کم دوری 2,21,4610 میل کے قریب ہے۔ اس کا قطر Diameter` 163 میل ہے اور 2287 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کر رہا ہے۔ یہ ایک ایسے زاویہ پر واقع ہے کہ اس کا 2/5 حصہ ہمیشہ زمین والوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے۔ اس پر گہرے کھڈ اور چٹیل میدان ہیں جو آتش فشاں کے لاوے سے بھرے ہوئے ہیں چاند پر پہاڑ بھی ہے جبکہ اونچائی پانچ ہزار فٹ سے پندرہ ہزار فٹ تک ہے چاند کی کشش ثقل زمین کی کشش ثقل سے 1/6 حصہ ہے یعنی اگر کسی چیز کا وزن زمین پر 180 پونڈ ہے تو چاند پر اسکا وزن صرف 30 پونڈ رہ جائے گا۔ اس کا وہ حصہ جس پر سورج کی شعائیں پڑتی ہیں (130.7) رہتا ہے اور جہاں سورج کی شعائیں نہیں پڑتی (-130.7) رہتا ہے یعنی صفر سے بھی 130 کم۔ اس جگہ نہ پانی ہے نہ سبزہ زار اور نہ آکسیجن جو کسی طرح کی زندگی کے لئے ضروری ہے یہ لق ودق پٹھار جو سورج کی روشنی کو ہماری زمین کی طرف منعکس کرتا رہتا ہے۔

قرآن حکیم میں چاند کا ذکر مختلف مقامات پر مختلف اشارات کے ساتھ آیا ہے کہیں اس کو روشنی بکھیرنے والا کہیں روشنی کا عکس تو کہیں دنوں اور مہینوں کا تعین کرنے والا بتلایا گیا ہے۔

جدید سائنس کی دریافت کے مطابق چاند کی عمر اب تک تقریباً 460 ملین برسوں کی ہو چکی ہے زمین سے اس کی سب سے زیادہ دوری تقریباً 2.53.710 میل ہے (4.12340 کیلومیٹر) اور سب سے زیادہ نزدیکی تقریباً 2.21460 میل (3.54.340 کیلومیٹر) ہے۔ چاند کا محیط Circumference تقریباً 6790 میل (10865 کیلومیٹر) اس کے قطر Dimeter تقریباً 2160 میل (3460 کیلومیٹر) ہے چاند کا سطحی ایریا (Survase area) تقریباً 1.467.000.0 مربع میل ہے۔ چاند کا سب سے زیادہ درجہ حرارت (وہاں کے دن کے وقت) 137.C اور سب سے کم درجہ حرارت (وہاں کے رات کے وقت) 173.C ہو جاتا ہے۔ چاند کی کشش ثقل زمین کشس ثقل کی مخطہ 1/6 ہے۔ یعنی جس چیز کا وزن ہماری زمین پر چھ کیلوگرام ہو جاتا ہے چاند پر اس کا وون محض ایک کیلوگرام ہوتا ہے چاند پر نہ تو ہوا ہے اور نہ ہی آکسیجن ہے اس لے ےاس جگہ پر ہماری دنیا جیسی جاندار اور سانس لینے والی مخلوق اور نباتات جیسی کسی چیز کے آثار نظر نہیں آتے اور نہ ہی وہاں کسی طرح کی زندگی بخش انرجی توانائی کی علامتیں ہی پائی جاتی ہیں۔ کوئی مخلوق ایسی ہو جو آکسیجن ہوا یا ظاہری توانائی کے بغیر زندہ رہ سکے تو اس کا علم سوائے خداوند علیم وحکیم کے کسی اور پر ظاہر نہیں ہے۔ چاند پر تاحد نظر دور تک پھیلے ہوئے پٹھار ریگزار بڑے بڑے گڑھے مدتوں سے ٹھنڈے اور سرد پڑے ہوئے آتش فشاں پہاڑ اور ان سے نکلے ہوئے پتھروں' دھاتوں' برق اور بلور ذرات کے

مخلوط جمے ہوئے لاوے کی چٹانیں آج اپنی پارینہ داستانیں سنا رہی ہیں اور اس طرح آج یہ ویرانیوں کا مرقہ بنا ہوا محض سورج کی کرنوں کو ہماری زمین پر منعکس کرتا اور ہماری راتوں کو سحر انگیز بنایا کرتا ہے۔

چاند اپنے مدار پر چل کر زمین کا ایک چکر 27 دن 7 گھنٹوں 43 منٹ میں پورا کر لیتا ہے زمین کے گرد چکر لگانے کی اس کی یہ رفتار تقریباً 2300 میل فی گھنٹہ ہے اس کی یہ گردش کچھ اس انداز کی ہے کہ چاند کا ایک دن ہماری دنیا کے 15 دنوں کے برابر ہوتا ہے۔ زمین کے گرد چند کا ایک چکر اور اپنے محور پر اس کی گردش ایک ساتھ اور ایک ہی وقت میں پوری ہوتی ہے اس لئے ہم ہمیشہ اور ہر بار اس کا صرف وہی حصہ دیکھ سکتے ہیں جو ہر مہینہ بار بار ہمارے سامنے آیا کرتا ہے۔

چاند کی منزلوں کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مہینہ کے ابتدائی ایام میں نے پتلے اور باریک چاند سے لے کر اس کے مکمل ہونے کے وسطی دور تک اور پھر اس کے وسطی دور سے آخری دور میں اس کے پتلے اور باریک ہو جانے تک کی بدلتی ہوئی شکلیں اس پر پڑتی ہوئی سورج کی کرنوں کے اس حصے کی ہوتی ہیں جو ہماری زمین سے نظر آتی ہیں اور انہیں سے چاند کے ادوار اور منزلیں مقرر کی گئی ہیں یہ سورج لکی ہی روشنی ہے جو چاند کی سطح پر پڑ کر ہماری دنیا کے طرف منعکس ہوتی رہتی ہیں اور دیکھنے میں ایسا لگتا ہے جیسے چاند شکلیں بدل رہا ہے اور اس طرح چاند کی بدلتی ہوئی شکلیں ہر مہینہ نئے چاند سے لے کر اس کے مکمل ہونے تک اور پھر بتدریج گھٹتے ہوئے ایک دن کے لئے غائب ہو جانے تک بجز چاند گہن کے ہر روز حسب دستور دیکھتے ہیں۔ حقیقت میں سورج چاند کے آدھے حصہ پر پڑا کرتی ہے مگر ہم اس کی گھٹتی اور بڑھتی شکلیں سورج کی کرنوں کے ان زاویوں سے دیکھتے

ہیں جو چاند کی سطح پر پڑتی ہوئی ہماری زمین سے نظر آتی ہیں۔ چاند کی بدلتی ہوئی شکلوں میں چاند کی گردش، سورج کی کرنیں، زمین کی گردش اور چاند کے بدلتے ہوئے زاویوں کا خدا کی حکمت کے تحت اجتماعی عمل ہوتا ہے۔ اور اس طرح ان بنیادی نظریات کی بھی تصدیق ہوجاتی ہے کہ زمین کے گرد چاند اور زمین سورج کے گرد اپنے اپنے مدار پر گردش کررہے ہیں۔

زمین کے گرد گردش کرنے کے ساتھ مہینہ کی ابتدائی تاریخ میں چاند کا مشرقی کنارہ بڑھتا ہوا دکھلائی دیتا ہے۔ یہاں تک کہ مہینے کے وسط میں چودہ تاریخ کو یہ پورے چاند کی شکل میں نظر آتا ہے اور پھر اس کے بعد چاند گھٹنا شروع ہوتا ہے اور آخرکار ساڑے انتیس دین مکمل کرنے کے بعد بیس دن پورے کرنے تک غائب رہ کر ایک بار پھر نئے چاند کی شکل میں افق پر نمودار ہوجاتا ہے۔ چاند کا طلوع اور غروب مختلف اوقات میں ہوتا ہے مہینہ کی پہلی تاریخ کو (نیا چاند) اور سورج تقریباً ایک ساتھ مشرق میں طلوع کرتے ہیں اور اپنے اپنے مدار پر چلتے ہیں مگر چاند کی منزلیں چھوٹی ہونے کی وجہ سے یہ ہر روز سورج سے تقریباً ۵۰ منٹ دیر سے مشرق میں طلوع کرتا ہے اور اسی کے ساتھ یہ اپنے مدار پر سورج کے رخ سے ۱۲ درجہ کا زاویہ بنا کر ترچھا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ یہ زاویہ بڑھتا ہوا چودہ تاریخ (پندرھویں شب) کو 18=12-15 ادرجہ کا زاویہ بناتا ہوا ہم کو پورے چاند کی شکل میں نظر آتا ہے مکمل چاند ہونے کے بعد پھر اسی طرح روزانہ ۱۲ درجہ کے زاویہ کم ہوتا ہے مہینہ کرا خیر دن (29/1/2ویں شب) کو غائب رہ کر تیں دن بعد پھر نئے چاند کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔

چاند کی منزلوں کو چار ادوار میں تقسین کیا گیا ہے۔ پہلے دور (چار ہفتہ) کے پہلے دن سورج اور چاند ایک ساتھ مشرق میں طلوع کرتے ہیں مگر چاند سورج سے چھوٹے مدار پر چکر

لگانے کی وجہ سے یہ روزانہ ۵۰ منٹ دیر میں طلوع کرتا ہے اور اس طرح اپنے پہلے ہفتہ کے آخری دن چاند تقریباً دوپہر کو طلوع کرتا ہے اور آدھی رات کو غروب کرتا ہے اسی طرح چاند اپنے دوسرے دور (دوسرے ہفتہ) میں اس طرح دیر سے طلوع ہوتے رہنے کی رفتار سے دوسرے ہفتہ کی آخری دن کے سورج کے ڈوبنے کے وقت طلوع کرتا ہے اسی طرح اپنے تیسرے دور (تیسرے ہفتہ) میں اسی رفتار سے چل کر تیسرے ہفتہ کے آخری دن آدھی رات کو طلوع کرتا ہے اور پھر اس طرح اپنے چوتھے اور آخری دور (چوتھے دور) کے آخری دن جب سورج طلوع کرتا ہے تب چاند غروب ہو کر غائب ہو جاتا ہے اور یہ اس طرح ایک دن غائب رہ کر مہینے کی پہلی تاریخ کو سورج کے ساتھ ہی دوبارہ طلوع کرتا ہے۔ اور جب سورج کی کرنیں ماند پڑ جاتی ہیں تو یہ شام کے وقت افق پر مغرب کی طرف نئے چاند کی شکل میں نظر آتا ہے۔

اس طرح خدا کے اس ''خودکار کلنڈر'' چاند کی گردش میں کسی طرح کی تبدیلی نظر آتی ہے اور نہ نظام قدرت میں کسی قسم کی تاخیر یا تعجیل ہی نظر آتی ہے۔

فلن تجد لسنة الله تبديلاه ولن تجد لسنة الله تحويلاه

''تم خدا کے قاعدوں میں تبدیلی نہیں پاؤ گے اور نہ ٹلتا ہوا۔ اور خدا کے طریقوں میں کبھی تغیر نہ دیکھو گے۔ (۳۵-۴۳)

چاند کی ساخت' بناوٹ اور جغرافیائی حالات پر ایک اجمالی نظر ڈالنے کے بعد کلام اللہ کی رہبری میں دیکھیئے کہ یہ خودکار کلنڈر دنوں' مہینوں اور سالوں کا تعین کس طرح کرتا ہے۔ اس کی ابتدا کس طرح ہوئی اور انسان نے خدا کے اس عطیہ سے کس طرح فائدہ اٹھایا۔ ابتدائی ایام میں اوقات کے تعین اور اس کی حد بندی کا خیال انسان کے دماغ میں سورج کے طلوع

اور غروب ہونے سے ہوا اور اس بارہ گھنٹے کی مدت کا نام اس نے سن دیدیا اور پھر غروب آفتاب سے دوسرے دن کے طلوع آفتاب تک کے بارہ گھنٹوں کے تاریک وقت کا نام اس نے رات دیدیا مگر اس میں دقت یہ تھی کہ انسان کو ایک ایک دن کے حساب کا رکھنا عملاً غیر ممکن تھا۔ مثال کے لئے ایک ساٹھ برس کے انسان کو اپنی عمر کا حساب رکھنے کے لئے اکیس ہزار نو سو پچاس دنوں کا حساب رکھنا دشوار ہی نہیں ناممکن بھی تھا اور اس کی اس دشواری کو چاند نے دور کردیا۔ انسان نے دیکھا کہ چاند ایک معینہ مدت کے بعد ہمیشہ نکلتا ہے بڑھتا ہے مکمل چاند ہوتا ہے اور پھر روبہ زوال ہو کر گھٹتے گھٹتے آخر ایک دن کے لئے چھپ جاتا ہے اور دوسرے دن ہلال بن کر آسمان مغرب کی طرف پھر نمودار ہو جاتا ہے اور اس کے اس عمل میں نہ تو کسی قسم کا خلل پڑتا ہے اور نہ اس کوئی تاخیر ہوتی ہے اور پھر انسان نے دوبارہ چاند کے طلوع ہونے کے اس درمیانی مدت کی حد بندی کی اور اس کا نام مہینہ تجویز کر لیا۔ اب اس طرح اس کو اپنی ساٹھ سال کی عمر کا حساب رکھنے کے لئے صرف ۷۲۰ مہینوں کی یاد ہی رکھنی پڑتی تھی جو پہلے کے مقابلہ میں آسان ضرور تھی لیکن تھی یہ بھی ناقابل چیز۔ پھر اس نے موسوں کی تبدیلی اور اس کے پلٹ کر دوبارہ آنے کی مدت پر غور کیا اور دیکھا کہ کسی موسم کے دوبارہ آنے میں چاند بارہ مرتبہ طلوع کرتا ہے اور اس طرح اس نے بارہ مہینوں کی ایک مدت کی بھی حد بندی کر لی جس کا نام اس نے سال رکھدیا۔ اور اس طرح دنوں، مہینوں اور سالوں کی تشکیل ہوئی اس سلسلے میں ایک دقت ابھی باقی تھی کہ ان بارہ مہینوں کو یاد رکھ کر ایک سال کی مدت طے کرنے میں غلطیوں کے امکانات زیادہ تھے اور اس وقت کو انھوں نے بارہ مہینوں کے بارہ نام رکھ کر دور کی۔ تا کہ ذہنی شکوک اور یادداشت کی کمزوری کی وجہ سے بے ترتیبی اور بے ربطی کا شکار ہو کر ایک سال کبھی تو گیارہ مہینوں اور کبھی تیرہ

مہینوں کا بھی ہوسکتا تھا مصر کے آثار قدیمہ کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے اہل مصر نے تشکیل اوقات کی طرف توجہ دی تھی اور جہاں وہ ایک مہینہ ظاہر کرنا چاہتے تھے وہاں ہلال کی شکل کا چاند بنا دیا کرتے تھے۔اور ۶۰۰ ۔ق۔م میں انھوں نے اپنے بارہ مشہور تہوہا دوں کے نام بارہ مہینوں پر کرھد یئے تھے۔اوراس طرح انھوں نے سال کی حد بندی کردی تھی ۔اہل عرب نے بھی قمری حساب سے بھی بارہ مہینوں کے نام رکھے اور پھر برسوں کی مدت کو باضابطہ تحریروں میں لانے اور ریکارڈ میں رکھنے کے لئے ان کے سن ہجری کا آغاز ہوا جس کی ابتدا امیر المومنین حضرت علیؑ کے مشورہ پر رسولؐ کی ہجرت کے سال سے ہوئی۔اگر چہ رسول کی ہجرت ۲۷ صفر کو ہوئی تھی مگر محرم کی حرمت اور اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوتے اسی سال کے محرم کو نئے ہجری سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔قمری مہینوں کا حساب کسی طرح کے گھٹانے اور بڑھانے کی الجھنوں سے پاک اور نہایت ہی آسان اور فطری ہے مگر اس میں ایک دقت ہے کہ اس طریقہ سے موسموں کی حد بندی نہیں ہو پاتی اور اس طرح رمضان المبارک کا مہینہ کبھی سردیوں میں پڑتا ہے تو کبھی گرمیوں میں اور کبھی برسات میں۔اس دشواری کو دور کرنے کے لئے قدرت نے پھر سہارا دیا۔ماہرین فلکیات نے طاقتور دوربینوں کی مدد سے دیکھا کہ چاند ہررات کسی نہ کسی سیارے کے قریب نظر آتا ہے اور چاند کی واضح راتیں ۲۸ ہوکرتی ہیں اوراس طرح انھوں نے چاند کی اٹھائیں منزلیں مقرر کرلیں۔اور پھر حوالوں کے لئے ان سیاروں سے متعلق ان منزلوں کے نام بھی رکھ لئے۔اور یہی وہ منزلیں ہیں جن کی طرف کلام ربانی میں اشارہ کیا گیا ہے۔

”ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نوراوقدرہ منازل لتعلموا عددالسنین والحساب(۱۰.۵)

''وہ ہی تو (خدائے قادر) ہے جس نے آفتاب کو چمکدار اور ماہتاب کو روشن بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم لوگ برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلو''۔(۱۰-۵)

چاند جس رات کو سیارے کے قریب نظر آتا ہے اسی کے نام پر اس منزل کا نام رکھ دیا گیا اور ہندی میں ان منزلوں کو نچھتر کہتے ہیں جیسے اسونی۔ روہنی وغیرہ اور عربی میں ان کے نام سرطان۔ بطیں۔ ثریا اور عفر وغیرہ ہیں طاقتور دوربینوں کی مدد سے افلاکی ماہرین نے یہ بھی دیکھا کہ چاند اور سورج کے مدار پر تاروں کے ایسے جھرمٹ بھی ہیں جن کے ملا دینے سے مختلف شکلیں بن جاتی ہیں۔ اور پھر انھیں شکلوں کے نام پر انھوں نے بارہ مہینوں کے نام بھی ترتیب وار رکھ دیئے جیسے حمل' ثور' جوزا' سرطان' اسد' سنبلہ' میزان' عقرب' قوس' جدی' دلو' حوت' اور یہ وہی بارہ برج ہیں جن کی قرآن حکیم کی آیات نے کئی جگہ نشاندہی کی ہے۔

''تبارک الذی جعل الشماء بروجار وجعل نیھا سراجا مقمر امینرا''

''بہت بابرکت ہے وہ خدا جس نے آسمانوں میں برج بنائے ہیں اور ان برجوں میں آفتاب کا چراغ اور جگمگاتا چاند بنایا۔'' (۶۱-۳۵)

''یاوالسماء ذات البروج'' ''برج والے آسمانوں کی قسم ہ (۸۵-۱)

چاند اور سورج کی منزلوں اور افلاکی برجوں کے متعلق آج سے چودہ سو سال پہلے عرب جیسے تاریک اور دنیا کے دوسرے ترقی پذیر ملکوں سے کٹ کر الگ رہنے والے خطہ میں جس کی مختصر سی ایک جھلک اس باب کے ابتدا میں دی جا چکی ہے اس سلسلے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور یہ کلام اللہ ہی تھا جس نے اس پسماندہ قوم کو اتنے عظیم علم سے روشناس کرایا تھا۔

موسموں کی حد بندی کرنے کے سلسلے میں انسان نے ان منزلوں کو ۳۶۰ درجوں میں تقسیم کر کے دیکھا تو چاند ہر منزل میں تقریباً ۱۸ء۱۲ درجہ کا فاصلہ طے کرنا معلوم ہوا اور پھر اس

طرح ہر برج میں اس کا قیام دو دن آٹھ گھنٹے کا پایا گیا۔ ماہرین فلکیات نے یہ بھی دیکھا کہ جس منزل کو چاند چوبیس گھنٹوں میں طے کر لیتا ہے سورج اسے ۱۳ دنوں میں (بڑے مدار کیوجہ سے) طے کر سکتا ہے۔

اس طرح شمسی سال کی مدت ۳۶۵ دن ۵۰ گھنٹے ۴۸ منٹ ۴۶ سیکنڈ میں پوری ہوتی ہے جبکہ قمری سال کی مدت ۳۵۴ دن آٹھ گھنٹے ۴۸ منٹ ۳۲ سیکنڈ میں پوری ہوتی ہے اور اس طرح قمری سال شمسی سال سے ۱۰ دن ۲۱ گھنٹے ۱۴ سیکنڈ چھوٹا ہوتا ہے اس طرح ہر سو سال بعد قمری سال شمسی سال سے تین سال آگے بڑھ جاتا ہے اسی سلسلے کی ایک روایت ہے کہ اہل کتاب میں کسی نے ایک بار امیر المومنین حضرت علیؑ سے سوال کیا تھا کہ قرآن میں تو اصحاب کہف کے سونے کی مدت کو تین سو سال بتلایا گیا ہے مگر اور لوگوں نے اس مدت کو تین سو نو سال بتلایا ہے پھر یہ اختلاف کیوں ہے اس پر حضرت نے یہی فرمایا تھا کہ یونانیوں کے تین سو برس عربوں کے تین سو نو برس کے قمری سال کے حساب سے ہوتے ہیں کیوں کہ جب ہر سو سال میں تین کا اضافہ ہوگا تو تین سو سال کے بعد نو سال کا اضافہ ہونا چاہیئے۔

جن ملکوں میں مہینوں کی مدت کے کم ہونے کی وجہ سے سال کی مدت کم ہو جاتی ہے اور فصلوں اور موسوم کی حد بندی نہیں ہو پاتی وہ انھیں دنوں کا اضافہ کر کے اسے شمسی سال کے مطابق کرتے رہتے ہیں جیسے اہل ہند ہر تیسرے سال ایک مہینہ کا اضافہ کر کے اپنے سال کو شمسی سال کے مطابق کر لیتے ہیں اسی طرح ترکستان کے لوگ جن کے مہینے قمری مہینوں کے برابر ہوتے ہیں، ہر تیسرے سال ایک مہینہ کا اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ اہل فارس جن کے مہینے فروردین، اردی بہشت، خرز، تیر، مرداد، شہریور، مہر، آبان، آذر، دی، بہمن اور اسفندارند جو سارے کے سارے تیس کے ہوتے ہیں۔ اور اس طرح ان کے ایک سال کے

۳۶۰ دن بن جاتے ہیں لیکن وہ اسفندران کے؟؟ اضافہ کر کے باقی کمی کو پورا کر لیتے ہیں روم میں قدیم زمانہ میں مہینوں کا حساب تو چاند سے کرتے تھے لیکن سال کا حساب سورج سے لگاتے تھے پھر اس کے بعد جولیس سیزر نے ۴۵ ق۔م میں دو منجموں کی مدد سے سال کی مدت ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے مقرر کی اور ان کو مہینوں میں اس طرح بانٹا کہ فروری تو ۲۹ دن کا رکھا گیا اور باقی مہینے بالترتیب ایک مہینہ تو ۳۰ دن کا اور دوسرا مہینہ ۳۱ دن کا قرار پایا اور اس چھ گھنٹہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ہر چوتھے سال ماہ فروری میں ایک دن کا اضافہ کر لیا گیا۔ اور اپنے نام پر جون کے بعد والے مہینہ کا نام جولائی رکھا اس کے بعد اس کے قائم مقام اگٹس سیزر نے اپنے نام پر جولائی کے بعد کے مہینہ کا نام اگست رکھا۔ اور فروری سے ایکدن نکال کر اپنے نام کا مہینہ بھی ۳۱ دن کا کر دیا۔ یہ حساب اہل روم میں صدیوں چلتا رہا لیکن سال کی مدت چونکہ ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے تھی اس لئے ۴۰۰ سال کے بعد شمسی سال میں ۳ دن کا فرق پڑ گیا۔ چنانچہ وہاں کے منجموں نے اس پر غور کیا اور اور بتلایا کہ چونکہ شمسی سال کی صحیح مدت ۳۶۵ دنوں اور ۶ گھنٹوں کا حساب کرتا ہے۔ اس لئے ۴۰۰ چار سو برسوں میں ۳ دنوں کا فرق آنا لازمی تھا۔ اور اس طرح ۱۵۸۸ میں پاپائے اعظم گریگری نے اس طرف توجہ دی تو پایا کہ اس وقت تک کی مدت شمسی سال سے دس دن زیادہ ہو چکی تھی اور انھوں نے ان آگے بڑھے ہوئے دس دنوں کی تعداد کم کر کے اس میعاد کو شمسی سال سے ملا دیا پھر آئندہ کے لئے انھوں نے ہر تین سال کے ۳۶۵ دن رکھے اور چوتھے سال کے دنوں میں اضافہ کر کے اسے ۳۶۶ دنوں کا کر دیا تا کہ ان چار سالوں میں ہر سال جو ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۶ سیکنڈ کا اضافہ ہوتا ہے اس کو پورا کیا جا سکے مگر پھر دیکھا گیا کہ اس طرح بھی بہر حال فرق آ رہا تھا کیونکہ کمی تو اصل میں چار سالوں میں ۲۳ گھنٹوں اور ۱۵ منٹ اور چار سیکنڈ کی

پڑ رہی تھی اور اضافہ ۲۴ گھنٹوں کا کیا گیا تھا اور اس طرح ۴۰۰ سالوں میں تین دن کا فرق پڑ رہا تھا اس غلطی کی تلافی کے لئے مکمل صدی والے سالوں میں اب صرف ان سالوں میں اضافہ رکھا گیا جو ۴۰۰ سے پورے پورے کٹ جائیں تا کہ یہ بڑھتے ہوئے تین دن بھی کم ہوسکیں اس کے باوجود بھی دیکھا گیا کہ ۲۶ سیکنڈ ہر سال بڑھ رہے تھے جو بڑھتے بڑھتے ۳۳۲۳ برسوں میں ایک دن کے برابر ہوجائے گا۔اس کمی کو پورا کرنے کی یہ صورت نکالی گئی کہ وہ سال جو چار ہزار سے پورا پورا تقسیم ہوجائے اس میں ایک دن کا اضافہ نہیں کیا جائے گا۔اس حساب سے ایک دن تو ۳۳۲۳ سالوں میں بڑھتا تھا اور ایک دن کی کمی کی تجویز ۴۰۰۰ سالوں میں رکھی گئی اس حساب سے اب اس ایک دن کا اضافہ ۳۳۲۳ سالوں کے بجائے بیس ہزار سالوں میں ہوگا۔اور اس دشواری کے حل کرنے کی ابھی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔

جس سال میں ایک دن کا اضافہ کیا جاتا ہے اس سال کے سن عیسوی کو چار کے عدد سے پورا تقسیم ہوجانا چاہیے۔اور اس طرح وہ سال ۳۶۶ دنوں کا اسطرح ہوگا کہ اس سال کے ماہ فروری ۲۹ دن کا مان لیا جائے گا۔برسوں کے پہچانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس سن عیسوی کو چار سے تقسیم دینے پر اگر ایک باقی رہے تو وہ ۳۶۵ دن والا پہلا سال ہوگا اور اگر دو باقی رہیں تو ۳۶۵ دنوں کا دوسرا سال ہوگا اگر تین باقی رہیں تو ۳۶۵ دنوں کا تیسرا سال ہوگا اور اگر پورا پورا تقسیم ہوجائے تو اسی سال کو ۳۶۶ دنوں کا کریں گے اور اسی سال کو لیپ ایر(IEAP-YEAR) ایکدان کی چھلانگ والا سال ہوگا۔

المختصر اس طرح دنوں۔مہینوں۔اور سالوں کا چاند اور سورج کی مدد سے تعین۔چاند اور سورج کی منزلیں اور ان کے بروج اور پھر چاند کے گھٹتے بڑھتے رہ کر مہینوں کے ابتدائی

وسطی اور اختتامی ایام کی یاد دلانے کے لئے شکلیں اور زاویے بدل بدل کر آنا یہ سب قدرت کے ایک خود کار کلنڈر نمونہ پیش کرتا ہے اور یہ سب اسی خالق مطلق و مہربان کی عنایتیں اور بخشیش ہیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں جگہ جگہ آیا ہے۔

قرآن اور آفتاب و ماہتاب

خالق طلق حکیم ہے کے ساتھ ساتھ رحیم و کریم بھی ہے جس نے اس کائنات کی تخلیق کی پھر اس نظام شمسی کی تخلیق کی جس میں کی ایک ہماری دنیا بھی ہے پھر اس دنیا میں ہر قسم کی نعمتوں اور طرح طرح کی مخلوق پیدا کر دی اور پھر سب سے آخر میں انسان کو اشرف المخلوقات اور نعمتوں میں تصرف کرنے والا بنا کر پیدا کیا۔ اسی نظام شمسی سے منسلک یہ سورج اور چاند بھی ہیں جن سے بیشمار فائدے ہیں ان سے یا تو ہم اب تک نابلد ہیں اور ہماری عقلوں میں اتنی وسعت ہی نہیں ہے اور یا تو ہمارے علم کی رسائی ہی ان منزلوں تک نہیں ہو پائی ہے۔ ان چاند اور سورج سے متعلق جو معلومات بھی اب تک ہم کو ہو پائی ہے وہ ان کی ضیا پاشی ہے جن کا دن اور رات سیدھا تعلق ہے۔

کس قدر روشن ثبوت ہے قرآن کریم کے کتاب آسمانی ہونے کا کہ آج سے ایک ہزار سال پہلے تک عالمی دانشوروں اور منجموں کا یہ پر یقین عقیدہ تھا کہ زمین ساکت ہے اور چاند سورج اور یہ سیارے سب زمین کے گرد چکر لگا رہے ہیں ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ سورج اور چاند دونوں ہی نور آفریں ہیں بس فرق ہے تو صرف ان کی جسامت کا یعنی سورج بڑا ہونے کے سبب سے تیز اور زیادہ روشنی پھیلا سکتا ہے۔

قرآن میں معدنیات کا ذکر

قرآن میں ہر خشک وتر کا ذکر موجود ہے ذیل میں ہم وہ آیات پیش کر رہے ہیں جو معدنیات کے متعلق ہے

(۱) سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۴

ذینا للناس حب الشھوات من النساء و القناطیر المقنطرة من الذھب الفضة و الخیل المسومة و الانعام الحرث ذلک متا ع الحیاة الدینا و الله عنده حسن الماب

ترجمہ۔" (دنیا میں) لوگوں کو ان کی مرغوب چیزیں (مثلاً) بیویوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے لگے ہوئے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ الفت بھلی کر کے دکھائی گئی ہے یہ سب دنیاوی زندگی کے (چند روزہ) فائدے ہیں اور (ہمیشہ کا) اچھا ٹھکانا تو خدا ہی کے ہاں ہے۔

(۲) سورہ آل عمران آیت نمبر ۹۱

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ

ترجمہ۔" بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر کی حالت میں مر گئے تو اگر چہ اتنا سونا بھی کسی کی گلوخلاصی میں دیا جائے کہ زمین بھر جائے تو بھی ہرگز نہ قبول کیا جائے گا یہی لوگ ہیں جن کے لیئے دردناک عذاب ہوگا اور ان کا کوئی مددگار (بھی) نہ ہوگا۔

(۳) سورہ توبہ آیت نمبر ۳۴

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۔

ترجمہ۔ ''اے ایماندارو اس میں شک نہیں کہ (یہودونصاریٰ) کہ بہتر ے عالم زاہد لوگوں کے مال ناحق چکھ جائے ہیں اور (لوگوں کو) خدا کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے جاتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو (اے رسولؐ) ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو''۔

(۴) سورہ کھف آیت نمبر ۳۱

أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا

ترجمہ۔ ''یہ وہی لوگ ہیں جن کے (رہنے سہنے) کے لئے سدا بہار (بہشت کے) باغات ہیں (ان کے مکانات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان باغات میں دمکتے ہوئے کندن کے کنگنوں سے سنوارے جائیں گے اور انہیں باریک ریشم (کریب) اور دبیر ریشم (بافتی) کے دمانی جوڑے پہنائے جائیں گے اور تختوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہونگے کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور (بہشت بھی آسائش کی) کیسی اچھی جگہ ہے''۔

(۵) سورۂ حج آیت نمبر ۲۳

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ

''ہرے بھرے) باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی انہیں وہاں سونے کے کنگن اور موتی (کے ہار) سے سنوارا جائے گا اور ان کا لباس وہاں ریشمی ہوگا''۔

(۶) سورۂ فاطر آیت نمبر ۳۳

ترجمہ۔ ”(اور اس کا صلہ بہشت کے) سدا بہار باغات ہیں جن میں یہ لوگ داخل ہوں

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ

گے اور انہیں وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کی (معمولی) پوشاک خالص ریشمی ہوگی۔“

(۷) سورۂ زخرف آیت نمبر ۵۳

فلو لا القی علیه اسورة من ذهب او جاء معه الملائکة مقربین

ترجمہ۔ ”(اگر یہ بہتر) ہے تو اس کے لئے سونے کے کنگن (خدا کے ہاں سے) کیوں نہیں اتارے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے جمع ہو کر آتے۔“

(۸) سورۂ زخرف آیت نمبر ۷۱

یطاف علیهم بصحاف من ذهب واکواب و فیها ما تشتهیه الانفس و تلذالاعین و انتم فیها خالدون

ترجمہ۔ ”ان پر سونے کی رکابیاں اور پیالوں کا دور چلے گا اور وہاں جس چیز کو جی چاہے اور جس سے آنکھیں لذت اٹھائیں (سب موجود ہیں) اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔“

(۱) سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۳

او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء و لن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقروه قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا

ترجمہ۔ ”یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور جب تم ہم پر (خدا کے ہاں سے ایک) کتاب نہ نازل کرو گے کہ ہم اسے خود پڑھ بھی لیں۔ اس وقت تک ہم (تمہارے آسمان پر) چڑھنے

کے بھی قائل نہ ہوں گے (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ سبحان اللہ میں ایک آدمی (خدا کے)
رسولؐ کے سوا آخر اور کیا ہوں (جو یہ بیہودہ باتیں کرتے ہیں)

(۲) سورۂ زخرفآیت نمبر ۳۵

وزخرفا و ان کل ذلک لما متا ع الحیاۃ و الاخرۃ عند ربک للمتقین

ترجمہ۔ "یہ سب (سازوسامان) تو بس دنیاوی زندگی کے (چندروزہ) سازوسامان ہیں (جو مٹ جائیں گے) اور آخرت (کا سامان) تو تمہارے پروردگار کے ہاں خاص پرہیزگاروں کے لئے ہے۔"

(۱) سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۴ (چاندی کے بارے میں)

زین للناس حب الشھوات من النساء و البنین و القناطیر المقنطرۃ من الذھب و الفضۃ و الخیل المسومۃ و الانعام و الحرث ذلک متا ع الحیاۃ الدنیا و اللہ عندہ حسن الماب

ترجمہ۔ "(دنیا میں) لوگوں کو ان کی مرغوب چیزیں (مثلاً) بیویوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے لگے ہوئے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ الفت بھی کر کے دکھادی گئی ہے یہ سب دنیاوی زندگی کے (چندروزہ) فائدے ہیں اور (ہمیشہ کا) اچھا ٹھکانا تو خدا ہی کے ہاں ہے"۔

(۲) سورۂ توبہ آیت نمبر ۳۴

یایھا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار و الرھبان لیاکلون الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ و الذین یکنزون الذھب و الفضۃ و لا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم

ترجمہ۔"

(۳)سورۂ زخرف آیت نمبر ۳۳

ولولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفا من فضة و معارج علیها یظهرون

ترجمہ۔"اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ (آخر) سب لوگ ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے تو ہم ان کے لئے جو خدا سے انکار کرتے ہیں ان کے گھروں کی چھتیں اور وہ سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے (اترتے) ہیں"۔

(۴)سورۂ انسان آیت نمبر ۱۴

قواریر من فضة قدروها تقدیرا

(۵)سورۂ انسان آیت نمبر ۲۱

عالیهم ثیاب سندس خضر واستبرق و حلوا اساور من فضة و سقاهم ربهم شراباً طهوراً

(لوہا) حدید کے بارے میں آیات

(۱)سورۂ کہف آیت نمبر ۹۴

اتونی زبر الحدید حتی اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتی اذا جعله ناراً قال اتونی افرغ علیه قطراً

ترجمہ۔"اچھا تو مجھے (کہیں سے) لوہے کی سلیں لا دو (چنانچہ وہ لوگ لائے اور ایک بڑی دیوار بنائی) یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کے درمیان (دیوار کو بلند کر کے ان کو) برابر کر دیا تو حکم دیا کہ (اس کے گرد آگ لگا کر) دھونکو یہاں تک کہ جب اس کو (دھونکتے

دھونکتے) لال انگارہ بنا دیا تو کہا کہ اب ہم کو تانبہ دو کہ اس کو پگھلا کر اس دیوار پر انڈیل دیں"۔

(۳) ولھم مقامع من حدید

ترجمہ۔"اور ان کے (مال کے) لئے لوہے کے گرز ہوں گے"۔

(۴) سورۂ سبا آیت نمبر ۱۰

ولقد اتینا داوود منا فضلا یا جبال اوبی معہ والطیر والنالہ الحدید

ترجمہ۔"اور ہم نے یقیناً داؤد کو اپنی بارگاہ سے بزرگی عنایت کی (اور پہاڑوں کو) حکم دیا کہ اے پہاڑو تسبیح کرنے میں ان کا ساتھ دو اور پرند کو (تابع کر دیا) اور ان کے واسطے کو (موم کی طرح) نرم کر دیا تھا۔

(۵) سورۂ حدید آیت نمبر ۲۵

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات و انزلنا الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط وانزلنا الحدید فیہ باس شدید و منافع للناس ولیعلم اللہ من ینصرہ و رسلہ بالغیب ان اللہ قوی عزیز

ترجمہ۔"ہم نے یقیناً اپنے پیغمبرون کو واضح و روشن معجزے دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ ساتھ کتاب اور (انصاف کی) ترازو نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے ہی لوہے کو نازل کیا جس کے ذریعے سے سخت لڑائی اور لوگون کے بہت سے نفع (کی باتیں) ہیں اور تا کہ خدا دیکھ لے کہ بے دیکھے بھالے خدا اور اس کے رسولؐ کی کون مدد کرتا ہے بیشک خدا بڑا زبردست غالب ہے"۔

(۶) سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۵

فاذا جاء وعد اولا هما بعثنا عليكم عبادا لنا اولی باس شدید فجاسوا خلال الدیار و کان وعدا مفعولاً

ترجمہ۔ ”پھر جب اندو فسادوں میں پہلے کا وقت آ پہنچا تو ہم نے تو پر کچھ اپنے بندوں (بخت نصر اور اس کی فوج) کو مسلط کر دیا جو بڑے سخت لڑنے والے تھے تو وہ لوگ تمہارے گھروں کے اندر گھسے اور خوب قتل و غارت کیا اور (خدا کے عذاب) کا وعدہ پورا ہو کر رہا“۔

(قطران کے بارے میں)

(ا) سورۂ حجر آیت نمبر ۵۰

و ان عذابی هو العذاب الالیم

(یاقوت کے بارے میں)

(ا) سورۂ رحمٰن آیت نمبر ۵۸

کانهن الیاقوت والمرجان

ترجمہ۔ ”(ایسی حسین) گویا وہ (مجسم) یاقوت اور مونگے ہیں“۔

(تانبے کے بارے میں آیات)

(ا) سورۂ کہف آیت نمبر ۹۴

اتونی زبر الحدیدد حتی اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتی اذا جعله نارا قال اتونی افرغ علیه قطراً

(دھاتوں کے بارے میں آیات)

(ا) سورۂ کہف آیت نمبر ۲۹

و قل الحق من ربکم فمن شاه فلیومن و من شاء فلیکفر انا اعتدنا

لـلـظـالمين نارا احاط بهم سرادقها و ان يستغيثوا يغاثوا بماء كالمهل يشوی الوجوه بئس الشراب و ساءت مرتفقاً

ترجمہ۔''اور (اے رسولؐ) تم کہدو کہ سچی بات (کلمہ توحید) تمہارے پرورگار کی طرف سے نازل ہوچکی ہے۔ پس جو چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے (مگر) ہم نی ظالموں کے لئے وہ آگ (دہکاکے) تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی اور اگر وہ دُہائی دیں گے تو ان کی فریاد اس (کھولتے ہوئے) پانی سے کی جائے گی جو مثل پگھلے ہوئے تانبے کے ہوگا اور منہ کو بھون ڈالے گا کیا برا پانی ہے اور (جہنم بھی) کیا بری جگہ ہے''۔

(۱) سورۂ دخان آیت نمبر ۴۵

كالمهل يعلى فی البطون

ترجمہ۔''وہ پیٹوں میں اس طرح ابال کھائے گا''۔

(۳) سورۂ معارج آیت نمبر ۸

يوم تكون المساء كالمهل

ترجمہ۔''جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کا سا ہوجائے گا''۔

(پیتل کے بارے میں آیت)

(۱) سورۂ مرسلات آیت نمبر ۳۳

كانه جمالت صفر

ترجمہ۔''گویا زرد رنگ کے اونٹ ہیں''۔

(سیسہ کے بارے میں آیات)

(ا) سورۂ صف آیت نمبر۴

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بینان مرصوص

ترجمہ۔ ''خدا تو ان لوگوں سے الفت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح پرا باندھ کے لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں''۔

(تیل کے بارے میں آیت)

(ا) سورۂ اعلیٰ آیت نمبر۵

فجعلہ غثاہ احوی

ترجمہ۔ ''پھر اسے خشک سیاہ رنگ کوکوڑا کر دیا''۔

(نمک کے بارے میں آیات)

(ا) سورۂ فرقان آیت نمبر۵۳

و ھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات و ھذا ملح اجاج و جعل بینھما برزخا و حجراً محجوراً

ترجمہ۔ ''اور وہی تو وہ (خدا) ہے جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملا دیا اور (باوجود یہ کہ) یہ خالص مزیدار میٹھا ہے اور یہ بالکل کھاری کڑو (مگر دونوں کو ملایا) اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنادی ہے (کہ گڑبڑ نہ ہو)''

قرآن مجید کی تفسیر کی اقسام

(۱) تفسیر روائی

وہ تفسیر جو روایت وحدیث کے ذریعے کی جائے۔

(۲) لغوی تفسیر

وہ تفسیر جس میں قرآن کے معنی کو لغت کے ذریعہ بیان کیا جائے تاکہ واضح اور روشن ہو سکے۔

(۳) تفسیر عرفانی وباطنی

وہ تفسیر جس میں عرفانی انداز اختیار کیا جائے اسے تفسیر صوفی بھی کہا جاتا ہے۔

(۴) سائنسی تفسیر

وہ تفسیر جس میں سائنٹفک انداز اختیار کیا جائے اور حالات حاضرہ کی روشنی میں بیان کیا جائے۔

(۵) تاریخی تفسیر

وہ تفسیر جس میں تاریخ کو بنیاد بنایا جائے' اور اقوام وملل کے حالات کی روشنی میں پیش کی جائے۔

(۶) تفسیر قرآن بہ قرآن

وہ تفسیر جس مین استدلال ومعاونت کے لئے قرآن ہی کی آیات سے مدد لی جائے۔

(۷) تفسیر جامع

وہ تفسیر جو جامع ہو اور اس میں ذاتی رائے کا عمل دخل نہ ہو۔

(۸)تفسیر فلسفی

جس میں فلسفہ و منطق کو بنیاد بنا کر بحث کی جائے اور رائے قائم کی جائے۔

(۹)تفسیر موضوعی

اس قسم کی تفسیر میں عموماً موضوعات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

(۱۰)تفسیر شان نزولی

اس قسم کی تفسیر کرنے والے آیات کے نزول اور اس کی شان کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

(۱۱)تفسیر بالرائے

اس تفسیر میں مفسر ذاتی قیاس یا رائے کو شامل کر لیا ہے جو کہ بالکل غلط ہوتی ہے۔

خداوند عالم نے قرآن میں کن کن چیزوں کی قسم کھائی ہے

(۱) اپنی ذات اقدس کی (۲) انبیاء کرام کی (۳) رسولوں کی (۴) قرآن کی (۵) فرشتوں کی (۶) قیامت کے دن کی (۷) انسان کے نفس کی (۸) انسان کی ضمیر کی (۹) قلم کی (۱۰) دوات کی (۱۱) کتابت کی (۱۲) لکھی ہوئی کتاب کی (۱۳) جنگ میں دوڑنے والے گھوڑوں کی (۱۴) باپ بیٹے کی (۱۵) آسمان کی (۱۶) آفتاب اور اس کی روشنی کی (۱۷) صبح کی روشنی کی (۱۸) دن کی روشنی کی (۱۹) غروب آفتاب کی (۲۰) رات کی تاریکی کی (۲۱) ستاروں کی (۲۲) زمین کی (۲۳) آسمان کی (۲۴) ماہتاب کی (۲۵) چلتی ہوئی ہوا کی (۲۶) بادل کی (۲۷) بکہ (مکہ) کی (۲۸) منزل وحی کی (۲۹) بیت المعمور کی (۳۰) دریا کی (۳۱) کشتی کی (۳۲) تین (انجیر) کی (۳۳) زیتون کی (۳۴) وقت عصر کی (۳۵) شفق کی (۳۶) وتر کی (۳۷) تمام ہستی کی (۳۸) جو کی

قرآن حکیم کا مختصر جائزہ

یہاں ہم قرآن کا ایک مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں تا کہ عرفان قرآن کے حصول میں مزید کچھ آسانیاں پیدا ہو جائیں اور قرآن کا عرفان حاصل کرنے والے اس سے استفادہ کر سکیں۔ قرآن حکیم جو حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بتدریج اور بذریعہ وحی نازل ہوا۔ سرکار دو عالمؐ پر پہلی وحی ۶۱۰ عیسوی کو غار حرا میں نازل ہوئی وہ تھی ''اقــــراء باسم ربک الذی خلق'' یہ سورۂ علق کی آیت نمبر ۱ تا ۵ ہے۔

کل تعداد کلمات ۸۶۴۳۰ (چھیاسی ہزار چار سو تیں)

کل تعداد حروف ۳۲۳۷۶۰ (تین لاکھ تیئس ہزار سات سو ساٹھ)

آخری وحی'' واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله۔ (البقرہ آیت ۲۸)

یا

''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا'' (المائدہ۔۳)

قرآن کی کل مدت نزول	تقریباً ۲۲ سال ۵ ماہ
	یا ۲۲ سال ۲ ماہ ۲۲ دن
پارے	۳۰
منزلیں	۷
سورتیں	۱۱۴
رکوع	۵۴۰ یا ۵۰۸
کل آیات	۶۶۶۶ یا ۶۲۳۶

منازل کی تقسیم

۱۔سورۂ فاتحہ	تا	سورۂ نساء
۲۔سورۂ مائدہ	تا	سورۂ توبہ
۳۔سورۂ یونس	تا	سورۂ نحل
۴۔سورۂ بنی اسرائیل	تا	سورۂ فرقان
۵۔سورۂ شعراء	تا	سورہ یٰسین
۶۔سورۂ والصفات	تا	سورہ حجرات
۷۔سورۂ قٓ	تا	سورہ الناس

مکی سورتیں	۸۶
مدنی سورتیں	۲۸
مکی آیات	۴۶۱۳
مدنی آیات	۱۶۲۳
قرآن کریم کے نام	۵۵

اقسام آیات

۱۔آیات وعدہ	۱۰۰۰۰
۲۔آیات وعید	۱۰۰۰۰
۳۔آیات نہی	۱۰۰۰۰
۱۔آیات امر	۱۰۰۰۰

۵۔آیات مثال	۱۰۰۰۰
۶۔آیات قصص	۱۰۰۰۰
۷۔آیات تحلیل	۲۵۰
۸۔آیات تحریم	۲۵۰
۹۔آیات تسبیح	۱۰۰
۱۰۔آیات متفرقہ	۶۶
۱۱۔جملہ	۶۶۶۶

تفصیل حروف قرآن

ا	۴۸۸۷۲
ب	۱۱۴۲۸
ت	۱۱۹۹
ث	۱۲۷۶
ج	۳۲۷۲
ح	۹۷۳
خ	۲۴۱۶
د	۵۶۰۲
ذ	۶۶۷۷
ر	۱۱۷۹۳
ز	۱۵۹۰

۵۹۹۱	س
۲۱۱۵	ش
۲۰۱۳	ص
۱۳۰۷	ض
۱۲۷۷	ط
۸۴۲	ظ
۹۲۲۰	ع
۲۲۰۸	غ
۸۴۹۹	ف
۶۸۱۳	ق
۹۵۰۰	ک
۳۴۳۲	ل
۳۶۵۳۵	م
۴۰۱۹۰	ن
۲۵۵۴۶	و
۱۹۰۷۰	ہ
۳۷۲۰	لا
۴۵۹۱۹	ی

کل حرکات (اعراب)

۱۔فتحات	(زبر)	۵۳۲۲۳
۲۔کسرات	(زیر)	۳۹۵۸۲
۳۔ضمات	(پیش)	۸۸۰۴
۴۔مدات		۱۷۷۱
۵۔تشدید (شد)		۱۲۷۴
۶۔نقاط	(نقطے)	۱۰۵۶۸۴

سجدہ ہائے تلاوت

متفق علیہ	۱۴مقامات
اختلاف	ایک مقام

مکی اور مدنی آیات کی تفصیل

ذیل میں ہم مکی اور مدنی آیات کی تفصیل کے ساتھ ساتھ مکی اور مدنی آیت کی تعریف بھی پیش کرر ہے ہیں۔ظاہر اور عام تعریف کے مطابق جو حصہ مکے میں نازل ہوا وہ مکی ہے اور جو مدینہ میں اترا وہ مدنی ہے لیکن صحیح تعریف اور واضح تعین یہ ہے کہ ہجرت مدینہ سے پہلے جو وحی الٰہی (قرآن) نازل ہوئی وہ مکی ہے خواہ اس کا محل نزول (جس جگہ وہ نازل ہوئی) کچھ ہی رہا ہو اور ہجرت مدینہ کے بعد قرآن کا جو حصہ نازل ہوا وہ مدنی ہے خواہ اس کا محل نزول بھی کچھ ہی رہا ہو۔ذیل کے نقشے میں مکی و مدنی سورتوں کی تفصیل دی جا رہی ہے۔

مکی سورتیں

۱۔الفاتحہ	۱۵۔مومنون	۲۹۔مؤمن
۲۔انعام	۱۶۔فرقان	۳۰۔حم سجدہ
۳۔اعراف	۱۷۔شعراء	۳۱۔شوریٰ
۴۔یونس	۱۸۔نمل	۳۲۔زخرف
۵۔ہود	۱۹۔قصص	۳۳۔دخان
۶۔یوسف	۲۰۔عنکبوت	۳۴۔جاثیہ
۷۔ابراہیم	۲۱۔روم	۳۵۔احقاف
۸۔حجر	۲۲۔لقمان	۳۶۔ق
۹۔نحل	۲۳۔سبا	۳۷۔ذاریات
۱۰۔بنی اسرائیل	۲۴۔فاطر	۳۸۔طور
۱۱۔کہف	۲۵۔یٰسین	۳۹۔نجم
۱۲۔مریم	۲۶۔صافات	۴۰۔قمر
۱۳۔طٰہٰ	۲۷۔ص	۴۱۔واقعہ
۱۴۔انبیاء	۲۸۔زمر	۴۲۔طلاق

۴۳۔ملک
۴۴۔قلم
۴۵۔حآقہ
۴۶۔معارج
۴۷۔نوح
۴۸۔جن
۴۹۔مزمل
۵۰۔مدثر
۵۱۔قیامہ
۵۲۔مرسلات
۵۳۔نباء
۵۴۔نازعات
۵۵۔عبس
۵۶۔تکویر
۵۷۔انفطار

۵۸۔مطففین
۵۹۔انشقاق
۶۰۔بروج
۶۱۔طارق
۶۲۔اعلیٰ
۶۳۔فجر
۶۴۔بلد
۶۵۔شمس
۶۶۔لیل
۶۷۔ضحیٰ
۶۸۔المنشرح
۶۹۔تین
۷۰۔علق
۷۱۔قدر

۷۲۔بینہ
۷۳۔قارعتہ
۷۴۔تکاثر
۷۵۔عصر
۷۶۔ہمزہ
۷۷۔فیل
۷۸۔قریش
۷۹۔ماعون
۸۰۔کوثر
۸۱۔کافرون
۸۲۔لہب
۸۳۔اخلاص
۸۴۔فلق
۸۵۔ناس

مدنی سورتیں

۱۔بقرہ
۳۔آل عمران
۳۔نساء
۴۔مائدہ
۵۔انفال
۶۔توبہ
۷۔رعد
۸۔حج
۹۔نور
۱۰۔احزاب
۱۱۔محمدؐ
۱۲۔فتح
۱۳۔حجرات
۱۴۔رحمان
۱۵۔حدید
۱۶۔مجادلۃ
۱۷۔الحشر
۱۸۔ممتحنہ
۱۹۔صف
۲۰۔جمعہ
۲۱۔منافقون
۲۲۔تغابن
۲۳۔تحریم
۲۴۔دہر
۲۵۔زلزال
۲۶۔نصر

وہ سورتیں جن کا آغاز قرآن مجید کے تعارف سے ہوا

نام سورۃ	حوالہ	آیت نمبر
البقرۃ	الم۔(وہ) کتاب (قرآن مجید) ہے۔اس میں کچھ شک نہیں؛ (کہ کلام اللہ ہے) اللہ سے ڈرنے والوں کی رہنما ہے۔	۱۔۲
آل عمران	اس نے (اے محمدؐ) تم پر سچی کتاب نازل کی جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے تورات اور انجیل نازل کی۔	۳
الاعراف	المص۔ (اے محمدؐ یہ) کتاب (جو) تم پر نازل ہوئی ہے۔اس سے تمہیں تنگدل نہیں ہونا چاہیے (یہ نازل) اس لئے (ہوئی ہے) کہ تم اس کے ذریعے سے (لوگوں کو) ڈرسناؤ (یہ) ایمان والوں کے لئے نصیحت ہے۔	۱۔۲
یونس	الر۔یہ بڑی دانائی کی کتاب کی آیتیں ہیں۔	۱
ہود	الر۔یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں۔اور اللہ حکیم وخبیر کی طرف سے تفصیل بیان کردی گئی ہیں۔	۱
یوسف	الر۔یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں۔	۱
الرعد	الر۔(اے محمدؐ) یہ کتاب (الٰہی) کی آیتیں ہیں اور جو اکثر تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے، حق ہے۔لیکن لوگ ایمان نہیں لاتے۔	۱
ابراہیم	الر۔(یہ) ایک (پرنور) کتاب (ہے) اس کو ہم نے تم پر اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاؤ (یعنی) ان کے پروردگار کے حکم سے غالب اور قابل تعریف	

	(اللہ) کے راستے کی طرف۔	۱
الحجر	الٓر۔ یہ (اللہ کی) کتاب اور قرآن روشن کی آیتیں ہیں۔	۱
الکھف	سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر (یہ)	
	کتاب نازل کی اور اس میں کسی طرح کی کجی (اور پیچیدگی) نہ رکھی	۱
طٰہٰ	(اے محمدؐ) ہم نے تم پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم	
	مشقت میں پڑ جاؤ بلکہ اس شخص کو نصیحت دینے کے لئے (نازل کیا ہے)	
	جو خوف رکھتا ہے یہ اس ذات کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور	
	اونچے اونچے آسمان بنائے۔	۱_۴
الانبیاء	ان کے پاس کوئی نئی نصیحت ان کے پروردگار کی طرف سے نہیں آتی مگر وہ	
	اسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں۔	۲
النور	یہ (ایک) سورۃ ہے جس کو ہم نے نازل کیا اور اس (کے احکام) کو فرض	
	کر دیا اور اس میں واضح المطالب آیتیں نازل کیں تاکہ تم یاد رکھو۔	۱
الفرقان	وہ (اللہ عزوجل) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر	
	قرآن نازل فرمایا تاکہ اہل عالم کو ہدایت کرے	۱
الشعراء	طٰسٓمٓ۔ یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں۔	۱
النمل	طٰسٓ۔ یہ قرآن اور کتاب روشن کی آیتیں ہیں۔	۱
القصص	طٰسٓمٓ۔ یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں۔	۱_۲
لقمٰن	الٓمٓ۔ یہ حکمت کی (بھری ہوئی) کتاب کی آیتیں ہیں۔	۱_۲
السجدۃ	الٓمٓ۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہان	
	کے پروردگار کی طرف سے ہے۔	۱_۲

الاحزاب اور جو (کتاب) تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے وحی کی جاتی ہے
اسی کی پیروی کیے جانا بیشک اللہ تمہارے سب عملوں سے خبردار ہے۔ ۲
یٰس یٰس۔ قسم ہے قرآن کی جو حکمت سے بھرا ہوا ہے۔ ۱۔۲
صٓ صٓ۔ قسم ہے قرآن کی جو نصیحت دینے والا ہے (کہ تم حق پر ہو) ۱
الزمر اس کتاب کا اتارا جانا اللہ غالب (اور) حکمت والے کی طرف سے
ہے (اے پیغمبر) ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف سچائی کے ساتھ نازل کی
ہے تو اللہ کی عبادت کرو (یعنی) اس کی عبادت کو (شرک سے) خالص کر کے ۱
المؤمن حٰمٓ۔ اس کتاب کا اتارا جانا اللہ غالب و دانا کی طرف سے ہے ۱۔۲
حٰمٓ السجدۃ حٰمٓ۔ (یہ کتاب اللہ) رحمٰن و رحیم (کی طرف) سے اتری ہے (ایسی)
کتاب جس کی آیتیں واضح (المعانی) ہیں (یعنی) قرآن عربی ان
لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں جو بشارت بھی سناتا ہے اور خوف بھی
دلاتا ہے لیکن ان میں سے اکثروں نے منہ پھیر لیا اور وہ سنتے ہی نہیں۔ ۱۔۲
الشوریٰ حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ اللہ غالب و دانا اسی طرح تمہاری طرف (مضامین
اور براہین) بھیجتا ہے (جس طرح) تم سے پہلے لوگوں کی طرف
وحی بھیجتا رہا ہے۔ ۱۔۳
الزخرف حٰمٓ۔ کتاب روشن کی قسم کہ ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا ہے تاکہ تم
سمجھو اور یہ بڑی کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں ہمارے پاس (لکھی
ہوئی اور) بڑی فضیلت (اور) حکمت والی ہے ۱۔۴
الدخان حٰمٓ۔ اس کتاب روشن کی قسم۔ کہ ہم نے اس کو مبارک رات میں
نازل فرمایا۔ ہم تو رستہ دکھانے والے ہیں۔ ۱۔۳

الجاثیۃ حٰمٓ۔اس کتاب کا اتارا جانا اللہ غالب (اور) دانا (کی طرف) سے ہے ۲۔۱

الاحقاف حٰمٓ۔(یہ) کتاب اللہ غالب (اور) حکمت والے کی طرف سے نازل
ہوئی۔ ۲۔۱

محمدؐ اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور جو (کتاب)
محمدؐ پر نازل ہوئی اسے مانتے رہے اور وہ پروردگار کی
طرف سے ان پر برحق ہے۔ان سے ان کے گناہ دور کر دیئے
گئے اور ان کی حالت سنوار دی۔ ۲

ق ق۔قرآن مجید کی قسم (کہ محمدؐ اللہ کے پیغمبر ہیں) لیکن ان لوگوں
نے تعجب کیا کہ انہی میں سے ایک ہدایت کرنے والا ان کے پاس
آیا تو کافر کہنے لگے کہ یہ بات تو (بڑی) عجیب ہے بھلا جب ہم
مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو پھر زندہ ہوں گے؟) یہ زندہ ہونا (عقل
سے) بعید ہے۔ ۲۔۱

الطور (کوہ) طور کی قسم اور کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے۔ ۲۔۱

النجم یہ (قرآن) تو حکم الٰہی ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔ ۴

القمر کافروں کو ایسے قصے پہنچ چکے ہیں جن میں عبرت ہے اور کامل دانائی
کی (کتاب بھی) لیکن ڈرانا ان کو کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ ۵۔۴

الرحمٰن (اللہ جو) نہایت مہربان اسی نے قرآن کی تعلیم فرمائی ۲۔۱

الجمعۃ وہی تو ہے جس ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر
(بنا کر) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک
کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے

پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ ۲

الجن (اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک
جماعت نے (اس کتاب کو) سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن
سنا' جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے
پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائے گے۔ ۱۔۲

المزمل قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔ ۴

القدر ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر کو نازل (کرنا شروع) کیا۔ ۱

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

اور سورتوں کے معنی

شمارہ سورۃ	نام سورۃ	معنی	تعداد آیات	تعداد رکوع	مکی/مدنی
۱۔	الفاتحة	کھولنا	۷	۱	مکی
۲۔	البقرة	گائے	۲۸۶	۴۰	مدنی
۳۔	آل عمران	عمرانؑ کا	۲۰۰	۲۰	مدنی
		خاندان عمران یعنی حضرت ابوطالب علیہ السلام کا نام			
۴۔	انساء	عورت	۱۷۶	۲۴	مدنی
۵۔	المائدة	دسترخوان	۱۲۰	۱۶	مدنی
۶۔	الانعام	مویشی	۱۶۵	۲۰	مکی
۷۔	الاعراف	بلندی	۲۰۶	۲۴	مکی
۸۔	الانفال	مال غنیمت	۷۵	۱۰	مدنی
۹۔	التوبة	رجوع ہونا	۱۲۹	۱۶	مدنی
۱۰۔	یونس	یونسؑ پیغمبر کا نام	۱۰۹	۱۱	مکی
۱۱۔	هود	هود پیغمبر کا نام	۱۲۳	۱۰	مکی
۱۲۔	یوسف	یوسفؑ پیغمبر کا نام	۱۱۱	۱۲	مکی
۱۳۔	الرعد	بجلی کی کڑک	۴۳	۶	مدنی
۱۴۔	ابراهیم	ابراہیمؑ پیغمبر کا نام	۵۲	۷	مکی

۱۵۔ الحجر	پتھروں کا گھر	۹۹	۶	مکی
۱۶۔ النحل	شہد کی مکھی	۱۲۸	۱۶	مکی
۱۷۔ بنی اسرائیل	اولادِ یعقوبؑ	۱۱۱	۱۲	مکی
۱۸۔ الکہف	غار والے	۱۱۰	۱۲	مکی
۱۹۔ مریم	عیسیٰؑ کی والدہ کا نام	۹۸	۶	مکی
۲۰۔ طٰہٰ	طٰہٰ	۱۳۵	۸	مکی
۲۱۔ الانبیاء	انبیاء	۱۱۲	۷	مکی
۲۲۔ الحج	حج	۷۸	۱۰	مدنی
۲۳۔ المؤمنون	ایمان والے	۱۱۸	۶	مکی
۲۴۔ النور	روشنی	۶۴	۹	مدنی
۲۵۔ الفرقان	فرق کرنے والا	۷۷	۶	مکی
۲۶۔ الشعراء	شاعر	۲۲۷	۱۱	مکی
۲۷۔ النمل	چیونٹی	۹۳	۷	مکی
۲۸۔ القصص	قصے	۸۸	۹	مکی
۲۹۔ العنکبوت	مکڑی	۶۹	۷	مکی
۳۰۔ الروم	روم ملک کا نام	۶۰	۶	مکی
۳۱۔ لقمٰن	لقمان	۳۴	۴	مکی

۳۲۔ السجدة	سجدہ	۳۰	۳	مکی
۳۳۔ الاحزاب	گروہ	۷۳	۹	مدنی
۳۴۔ سبا	ملکہ سبا	۵۴	۶	مکی
۳۵۔ الفاطر	موجد	۴۵	۵	مکی
۳۶۔ یٰس	یٰس	۸۳	۵	مکی
۳۷۔ الصّٰفّٰت	صف بستہ	۱۸۲	۵	مکی
۳۸۔ ص	ص	۸۸	۵	مکی
۳۹۔ الزمر	جماعتیں	۷۵	۸	مکی
۴۰۔ المومن	ایمان والا	۸۵	۹	مکی
۴۱۔ حٰم السجدة	سجدہ	۵۴	۶	مکی
۴۲۔ الشوریٰ	مشاورت	۵۳	۵	مکی
۴۳۔ الزخرف	زینت/ سونے کی چیزیں	۸۹	۷	مکی
۴۴۔ الدخان	دھواں	۵۹	۳	مکی
۴۵۔ الجاثیة	گھٹنوں کے بل بیٹھے	۳۷	۴	مکی
۴۶۔ الاحقاف	ریت کے ٹیلے	۳۵	۴	مکی
۴۷۔ محمد	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)	۳۸	۴	مدنی
۴۸۔ الفتح	فتح	۲۹	۴	مدنی

۴۹۔ الحجرات	حجرے	۱۸	۲	مدنی
۵۰۔ ق	ق	۴۵	۳	مکی
۵۱۔ الذٰریٰت	آندھی	۶۰	۳	مکی
۵۲۔ الطور	پہاڑ کا نام	۴۹	۲	مکی
۵۳۔ النجم	ستارہ	۶۲	۳	مکی
۵۴۔ القمر	چاند	۵۵	۳	مکی
۵۵۔ الرحمن	اللہ کا نام	۷۸	۳	مدنی
۵۶۔ الواقعة	واقع ہونے والی	۹۶	۳	مکی
۵۷۔ الحدید	لوہا	۲۹	۴	مدنی
۵۸۔ المجادلة	بحث	۲۲	۳	مدنی
۵۹۔ الحشر	یوم حشر	۲۴	۳	مدنی
۶۰۔ الممتحنة	عورتوں کا امتحان	۱۳	۲	مدنی
۶۱۔ الصّف	قطار	۱۴	۲	مدنی
۶۲۔ الجمعة	جمعہ	۱۱	۲	مدنی
۶۳۔ المنفقون	منافق لوگ	۱۱	۲	مدنی
۶۴۔ التغابن	ہار جیت	۱۸	۲	مدنی
۶۵۔ الطلاق	طلاق	۱۲	۲	مدنی
۶۶۔ التحریم	حرمت کی ہوئی چیز	۱۲	۲	مدنی

۶۷۔	الملك	بادشاہی	۳۰	۲	مکی
۶۸۔	**القلم**	قلم	۵۲	۲	مکی
۶۹۔	الحاقة	واقع ہونی والی	۵۲	۲	مکی
۷۰۔	**المعارج**	درجات والا	۴۴	۲	مکی
۷۱۔	نوح	نوح	۲۸	۲	مکی
۷۲۔	جن	جن	۲۸	۲	مکی
۷۳۔	المزمل	چادر اوڑھنے والا	۲۰	۲	مکی
۷۴۔	المدثر	کمبل اوڑھنے والا حضورؐ کا خطاب	۵۶	۲	مکی
۷۵۔	القيامت	قیامت	۴۰	۲	مکی
۷۶۔	الدھر	وقت	۳۱	۲	مدنی
۷۷۔	**المرسلت**	ہوائیں	۵۰	۲	مکی
۷۸۔	**النبا**	خبر	۴۰	۲	مکی
۷۹۔	النزعت	کھینچنے والی قوت	۴۶	۲	مکی
۸۰۔	عبس	ناگواری	۴۲	۱	مکی
۸۱۔	التكوير	لپٹینا	۲۹	۱	مکی
۸۲۔	الانفطار	پھٹ جانا	۱۹	۱	مکی
۸۳۔	التطفيف / المطففين	کم تولنا	۳۶	۱	مکی

۸۴۔ النشقاق	سوراخ ہونا	۲۵	۱	مکی
۸۵۔ البروج	برجوں والے	۲۲	۱	مکی
۸۶۔ الطارق	چمکنے والا ستارہ	۱۷	۱	مکی
۸۷۔ الاعلیٰ	بلند مرتبہ	۱۹	۱	مکی
۸۸۔ الغاشیة	چھاجانے والی آفت	۲۶	۱	مکی
۸۹۔ الفجر	صبح سویرے	۳۰	۱	مکی
۹۰۔ البلد	شہر	۲۰	۱	مکی
۹۱۔ الشمس	سورج	۱۵	۱	مکی
۹۲۔ الیل	رات	۲۱	۱	مکی
۹۳۔ الضحیٰ	اجالا	۱۱	۱	مکی
۹۴۔ الانشراح	بات کھول دینا	۸	۱	مکی
۹۵۔ التین	انجیر	۸	۱	مکی
۹۶۔ العلق	جونک/پھٹکی	۱۹	۱	مکی
۹۷۔ القدر	قدر والی	۵	۱	مکی
۹۸۔ البینه	کھلی دلیلیں	۸	۱	مدنی
۹۹۔ الزلزال	زلزلہ	۸	۱	مدنی
۱۰۰۔ العدٰیت	جنگی گھوڑے	۱۱	۱	مکی
۱۰۱۔ القارعة	بھونچال	۱۱	۱	مکی

۱۰۲۔ التکاثر	زیادتی	۸	۱	مکی
۱۰۳۔ العصر	زمانہ	۳	۱	مکی
۱۰۴۔ الھمزہ	طعنزنی	۹	۱	مکی
۱۰۵۔ الفیل	ہاتھی	۵	۱	مکی
۱۰۶۔ القریش	قریش	۴	۱	مکی
۱۰۷۔ الماعون	عام ضرورت کی چیزیں	۷	۱	مکی
۱۰۸۔ الکوثر	کثیر بھلائی	۳	۱	مکی
۱۰۹۔ الکفرون	کافر	۶	۱	مکی
۱۱۰۔ النصر	مدد	۳	۱	مدنی
۱۱۱۔ اللھب	شعلہ	۵	۱	مکی
۱۱۲۔ الاخلاص	خلوص	۴	۱	مکی
۱۱۳۔ الفلق	پوپھٹنا	۵	۱	مکی
۱۱۴۔ الناس	انسان	۶	۱	مکی

کل آیات ۶۲۳۶

قرآنی سورتوں کی فہرست بالحاظ حروف تہجی

نام سورة	شمار سورة	نام سورة	شمار سورة
(الف)		(ت)	
آل عمران	۳	التحریم	۶۶
ابراھیم	۱۴	التطفیف/المطففین	۸۳
الاحزاب	۳۳	التغابن	۶۴
الاحقاف	۴۶	التکاثر	۱۰۲
الاخلاص	۱۱۲	التکویر	۸۱
الاعراف	۷	التوبة	۹
الاعلیٰ	۸۷	التین	۹۵
الانشقاق	۸۴	(ج)	
الانعام	۶	الجاثیة	۴۵
الانفال	۸	الجمعة	۶۲
الانفطار	۲	الجن	۷۲
(ب)		(ح)	
البروج	۸۵	الحاقة	۶۹
البقرة	۲	الحج	۲۲
البلد	۹۰	الحجر	۱۵
بنی اسرائیل	۱۷		
البینة	۹۸		

الحجرات ۴۹
الحدید ۵۷
الحشر ۵۹
حم السجدة ۴۱
(د)
الدخان ۴۴
الدھر ۷۶
(ذ)
الذٰریٰت ۵۱
(ر)
الرحمٰن ۵۵
الرعد ۱۳
الروم ۳۰
(ز)
الزخرف ۴۳
الزلزال ۹۹
الزمر ۳۹
طٰہٰ ۲۰
(ع)
(س)
سبا ۳۴
السجدة ۳۲
(ش)
الشعراء ۲۶
الشمس ۹۱
الشوریٰ ۴۲
(ص)
ص ۳۸
الصّٰفّٰت ۳۷
الصف ۶۱
(ض)
الضحیٰ ۹۳
(ط)
الطارق ۸۶
الطلاق ۶۵
الطور ۵۲
(ق)
ق ۵۰

العدیٰت ۱۰۰
عبس ۸۰
العصر ۱۰۳
العلق ۹۶
العنکبوت ۲۹

(غ)

الغاشیۃ ۸۸

(ف)

الفاتحۃ ۱
الفاطر ۳۵
الفتح ۴۸
الفجر ۸۹
الفرقان ۲۵
الفلق ۱۱۳
الفیل ۱۰۵

(م)

الماعون ۱۰۷
المائدۃ ۵
المجادلۃ ۵۸

القارعۃ ۱۰۱
القدر ۹۷
القریش ۱۰۶
القصص ۲۸
القلم ۶۸
القمر ۵۴
القیامۃ ۷۵

(ک)

الکٰفرون ۱۰۹
الکوثر ۱۰۸
الکھف ۱۸

(ل)

لقمٰن ۳۱
اللھب ۱۱۱
الیل ۹۲
الناس ۱۱۴
النبا ۷۸
النجم ۵۳
النحل ۱۶

محمد	۴۷
المدثر	۷۴
المرسلات	۷۷
مریم	۱۹
المزمل	۷۳
المطففین / التطفیف	۸۳
المعارج	۷۰
الملک	۶۷
الممتحنۃ	۶۰
المنفقون	۶۳
المومن	۴۰
المومنون	۲۳
(ن)	
النزعت	۷۹
النساء	۴
الانشرح	۹۴
النصر	۱۱۰
النمل	۲۷
نوح	۷۱
النور	۲۴
(و)	
الواقعۃ	۵۶
(ھ)	
الھمزۃ	۱۰۴
ھود	۱۱
(ی)	
یٰس	۳۶
یوسف	۱۲
یونس	۱۰

قرآنی سورتوں کی فہرست بالحاظ تعداد آیات

نام سورۃ	شمار سورۃ	تعداد آیات	نام سورۃ	شمار سورۃ	تعداد آیات
البقرۃ	۲	۲۸۶	مریم	۱۹	۹۸
الشعراء	۲۶	۲۲۷	الواقعۃ	۵۶	۹۶
الاعراف	۷	۲۰۶	النمل	۲۷	۹۳
آل عمران	۳	۲۰۰	الزخرف	۴۳	۸۹
الصّٰفّٰت	۳۷	۱۸۲	القصص	۲۸	۸۸
النساء	۴	۱۷۶	ص	۳۸	۸۸
الانعام	۶	۱۶۵	المومن	۴۰	۸۵
طٰہٰ	۲۰	۱۳۵	یٰس	۳۶	۸۳
توبۃ	۹	۱۲۹	الحج	۲۲	۷۸
النحل	۱۶	۱۲۸	الرحمٰن	۵۵	۷۸
ھود	۱۱	۱۲۳	الفرقان	۲۵	۷۷
المائدۃ	۵	۱۲۰	الانفال	۸	۷۵
المؤمن	۲۳	۱۱۸	الزمر	۳۹	۷۵
الانبیاء	۲۱	۱۱۲	الاحزاب	۳۳	۷۳
یوسف	۱۲	۱۱۱	العنکبوت	۲۹	۶۹
بنی اسرائیل	۱۷	۱۱۱	النور	۲۴	۶۴
الکھف	۱۸	۱۱۰	النجم	۵۳	۵۳

قرآنی سورتوں کی فہرست بالحاظ تعداد آیات

نام سورۃ	شمار سورۃ	تعداد آیات	نام سورۃ	شمار سورۃ	تعداد آیات
البقرۃ	۲	۲۸۶	مریم	۱۹	۹۸
الشعراء	۲۶	۲۲۷	الواقعۃ	۵۶	۹۶
الاعراف	۷	۲۰۶	النمل	۲۷	۹۳
آل عمران	۳	۲۰۰	الزخرف	۴۳	۸۹
الصٰفٰت	۳۷	۱۸۲	القصص	۲۸	۸۸
النساء	۴	۱۷۶	ص	۳۸	۸۸
الانعام	۶	۱۶۵	المومن	۴۰	۸۵
طٰہٰ	۲۰	۱۳۵	یٰس	۳۶	۸۳
توبۃ	۹	۱۲۹	الحج	۲۲	۷۸
النحل	۱۶	۱۲۸	الرحمٰن	۵۵	۷۸
ھود	۱۱	۱۲۳	الفرقان	۲۵	۷۷
المائدۃ	۵	۱۲۰	الانفال	۸	۷۵
المؤمن	۲۳	۱۱۸	الزمر	۳۹	۷۵
الانبیاء	۲۱	۱۱۲	الاحزاب	۳۳	۷۳
یوسف	۱۲	۱۱۱	العنکبوت	۲۹	۶۹
بنی اسرائیل	۱۷	۱۱۱	النور	۲۴	۶۴
الکھف	۱۸	۱۱۰	النجم	۵۳	۵۳

یونس	١٠	١٠٩	الروم	٣٠	٣٠
الحجر	١٥	٩٩	الذٰریٰت	٥١	٦٠
الدخان	٤٤	٥٩	محمد	٤٧	٣٨
المدثر	٧٤	٥٦	الجاثیۃ	٤٥	٣٧
القمر	٥٤	٥٥	التطفیف	٨٣	٣٦
السبا	٣٤	٥٤	الاحقاف	٤٦	٣٥
حٰم السجدۃ	٤١	٥٤	لقمٰن	٣١	٣٤
الشورٰی	٤٢	٥٣	الدھر	٧٦	٣١
ابراھیم	١٤	٥٢	السجدۃ	٣٢	٣٠
القلم	٦٨	٥٢	الملک	٦٧	٣٠
الحاقۃ	٦٩	٥٢	الفجر	٨٩	٣٠
المرسلات	٧٧	٥٠	الفتح	٤٨	٢٩
الطور	٥٢	٤٩	الحدید	٥٧	٢٩
الزخرف	[illegible]	[illegible]	التکویر	٨١	٢٩
الفاطر	٣٥	[illegible]	نوح	٧١	٢٨
ق	٥٠	٤٥	الجن	٧٢	٢٨
المعارج	٧٠	٤٤	الغاشیۃ	٨٨	٢٦
الرعد	١٣	٤٣	الانشقاق	٨٤	٢٥
العبس	٨٠	٤٢	الحشر	٥٩	٢٤
القیامت	٧٥	٤٠	المجادلۃ	٥٨	٢٢

انباء	۷۸	۴۰	البروج	۸۵	۲۲
الیل	۹۲	۲۱	الھمزۃ	۱۰۴	۹
المزمل	۷۳	۲۰	الانشرح	۹۴	۸
البلد	۹۰	۲۰	التین	۹۵	۸
الانفطار	۸۲	۱۹	البینۃ	۹۸	۸
الاعلیٰ	۸۷	۱۹	الزلزال	۹۹	۸
العلق	۹۶	۱۹	التکاثر	۱۰۲	۸
الحجرات	۴۹	۱۸	الفاتحۃ	۱	۷
التغابن	۶۴	۱۸	الماعون	۱۰۷	۷
الطارق	۸۶	۱۷	الکٰفرون	۱۰۹	۶
الشمس	۹۱	۱۵	الناس	۱۱۴	۶
الصف	۶۱	۱۴	القدر	۹۷	۵
الممتحنۃ	۶۰	۱۳	الفیل	۱۰۵	۵
الطلاق	۶۵	۱۲	اللھب	۱۱۱	۵
التحریم	۶۶	۱۲	الفلق	۱۱۳	۵
الجمعۃ	۶۲	۱۱	القریش	۱۰۶	۴
المنفقون	۶۳	۱۱	الاخلاص	۱۱۲	۴
الضحیٰ	۹۳	۱۱	العصر	۱۰۳	۳
العٰدیٰت	۱۰۰	۱۱	الکوثر	۱۰۸	۳
القارعۃ	۱۰۱	۱۱	النصر	۱۱۰	۳

القراء القرآن کا ایک جائزہ

علوم اسلامیہ میں سے قرأت بھی ایک علم ہے اسی علم میں طریق قرآن خوانی ہوتے ہیں چونکہ علم القرأۃ کا تذکرہ قرآن میں نہیں ہے لہذا علم القرأۃ کی تاسیس وتشکیل اور کتاب پڑھنے بلکہ قرآن اور صرف قرآن پڑھنے کے طریقے یا طریقوں پر کمال حاصل کرنے کے لئے ہوئی ہے یوں تو ہر پڑھنے والے کو قاری کہا جا سکتا ہے مثلاً ایک اخبار پڑھنے والا اخبار کا قاری ہے ایک کتاب کا پڑھنے والا کتاب کا قاری ہے لیکن اصطلاح میں جب بھی لفظ قاری کا استعمال ہوتا ہے تو اس سے قرآن کا پڑھنے والا مراد ہوتا ہے اس علم کے جاننے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نماز کی امامت کے لئے اس شخص کو منتخب کیا جاتا ہے جو سب سے زیادہ عالم، عادل اور سب طریقوں پر قرآن کی قرأۃ کرتا ہو جناب عبداللہ بن عمر کا قول امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ میں (عبداللہ بن مسعود) سے اس لئے محبت کرتا ہوں چونکہ میں نے پیغمبر اسلام کو کہتے سنا ہے کہ قرآن عبداللہ بن مسعودؓ سالم مولا ابی حذیفہؓ معاذ ابن جبلؓ ابی ابن کعب سے حاصل کرو قرآن پڑھنے والے اور قرآن کی تلاوت کرنے والے سبھی اصحاب پیغمبر تھے اور اپنے اپنے علم کے مطابق قرآن کی قرأۃ کرتے تھے لیکن پیغمبر اسلام نے ان اصحاب کا نام ان کے انداز قرأت اور تلفظات قرأت کے وجوہ سے لیا تھا اور فرمایا تھا کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ سب سے بہتر قاری قرآن ہیں۔ (جو کہ عالم لدنی ہیں)

تیسری صدی کے بعد پہلی چوتھائی تک علم قرآن خوانی وقرأت کو ایک مسلم علم کی حیثیت سے تسلیم کرلیا گیا تھا چنانچہ جب ابوعبیدہ قاسم بن سلام (المتوفی ۲۲۴ھ) نے اپنی کتاب

قرأة اور تسلیم شدہ قرأۃ قرآنیہ لکھی تو انہوں نے اس میں تسلیم شدہ اور مانے ہوئے قاریوں کا تذکرہ کیا ابوعبیدہ کے بعد احمد بن جبیر ابن محمد الکوفی نے اپنی کتاب لکھی اور انہوں نے اپنے وقت کے پانچ شہروں (جو اس وقت حوزہ علمیہ اسلامیہ تھے) اور ان کے پانچ قاریوں اور پانچوں کے طریق قرآن خوانی کا تذکرہ کیا ہے جس میں انہوں نے بیس ائمہ قرأۃ کا تذکرہ کیا۔ اسمٰعیل بن حسن کا انتقال ۲۸۲ھ میں ہوا قاضی صاحب کے بعد مسلمانوں کے مشہور دمعروف مورخ اور ابوجعفر ابن محمد جریر طبری نے موضوع قرأۃ پر قلم اٹھایا' جس میں انہوں نے بائیس تسلیم شدہ قاریان کا تذکرہ کیا۔ ابوجعفر طبری نے ۳۱۰ھ میں وفات پائی کبری کے بعد ابوبکر محمد ابن احمد والا جوانی اور انہوں نے قاریان قرآن اور علم القرأۃ پر اپنی کتاب تحریر فرمائی چونکہ ان کے زیر نظر قاسم ابن سلام' احمد بن جبیر' اسمٰعیل بن اسحٰق اور طبری کی تصنیف کردہ کتابیں تھیں لہٰذا انہوں نے اپنی کتاب میں ان مذکورہ کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے انتخاب کیا اور ائمہ قراء فقط دس افراد قرار دیئے ان دس افراد میں انہوں نے ابوجعفر یزید ابن قعقاع الحزومی المدنی کو شامل کیا اجوانی نے ۳۲۴ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کے بعد احمد بن موسیٰ نے اپنی کتاب لکھی انہوں نے اجوانی کے دس قرا اور طریق قرأۃ میں مزید تحقیق فرما کر مذکورہ قراء کو صرف سات اشخاص میں محدود کردیا اور احمد بن موسیٰ کا انتخاب چوتھی صدی ہجری میں مسلمان معاشروں نے تسلیم کرلیا چونکہ قرأۃ سبعہ کی طرف سے آج بھی نظریں اٹھتی ہیں اس لئے طلاب کے لئے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ اجوانی کے دس قاریوں کے متعلق اطلاع حاصل کریں۔

احمد بن موسیٰ کے سات قاری اور سات طریق قرأت

(۱) عبداللہ بن عامر

ان کی کنیت ابوعمران تھی اور یہ خلیفہ ولید ابن عبدالملک کے زمانے میں مسجد اموی میں رئیس کارکنان تھے جب بلال ابن درداً نے سیٹ خالی کی تو بنی امیہ نے ان کو قاضی القضاۃ مقرر کیا تھا ابن ہشام قرأۃ قرآنیہ اور مختارات قرآن میں انہیں کی تقلید کرتے تھے اور اہل شام نے ان کو قاری مان لیا اور ان کو مختارات قرآنیہ میں حجت قرار دیا تھا یہ بادشاہ ولید بن عبدالملک سے بہت قریب تھے اس لئے ان کی قرأۃ سلطنت بنی امیہ کے لئے حجت بنا دی گئی تھی اور اسی کو شام کے اسکول سے جانا جاتا ہے۔

عبداللہ ابن عامر ۸ ھجری میں پیدا ہوئے ور ۱۱۸ ہجری میں وفات پائی۔

ان کی قرأۃ امتداد زمانہ اور بنی امیہ کے دور کے بعد ختم ہوگئی ان کی (Athoty) بنی امیہ والی تھی بہر حال ابوجعفر طبری ان کے طرق قرأت سے خوش نہیں ہیں اور ان کی قرأۃ پر تنقیدانہ تبصرے کئے ہیں۔

(۲) عبداللہ بن کثیر

امام القرأ اہل مکہ تھے اس میں جو مکی علماء تھے انہوں نے قرأء کیا ان لوگوں نے بنی امیہ کے اسکول کو مسترد کر دیا عبداللہ بن عامر اور بنی امیہ میں اتنا دم نہ تھا کہ اس کو رد کر سکتے۔ قرأۃ قرآنیہ کے حصول کے سلسلے میں عبداللہ بن سائب المخزومی سے تلمذ حاصل کیا اور عبداللہ کے علاوہ مجاہد بن جبیر اور درباس جو ابن عباس کے غلام تھے ان سے بھی استفادہ کیا۔ اور مجاہد نے بذات خود عبداللہ بن عباس سے قرآن سیکھا تھا۔ آپ کی قرأت مکہ والوں کے لئے

حرف آخر تھی۔ آپ مکہ میں ۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰ھ میں وفات پائی یہ مدرسہ مکی کے نام سے مشہور ہے اور یہ مکی مدرسہ مشتق لوگوں سے (Protest) احتجاج کے سلسلے میں تشکیل پایا تھا عبداللہ ابن عباس کے پاس جو کچھ تھا وہ مولائے کائنات کا دیا ہوا تھا عبداللہ بن عباس کے شاگرد مجاہد ین جبیر تھے عبداللہ بن سائب المخزومی مولائے کائنات کے صحابی ہیں غالباً قرأت قرآنیہ بلاواسطہ ابن ابی طالب سے اخذ کی تھی۔

(۳) عاصم ابن بھدلہ المشکونی بن ابی النجود

آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور ابن ابی النجود کے نام سے معروف ہیں آپ اپنی قرأۃ قرآنیہ کے لئے زر ابن جیش اور ابوعبدالرحمٰن السلمی اور ابوعمر شیبانی ابوبکر ابن عیاش نے کہا کہ مجھے عاصم نے بیان کیا کہ مجھ کو کسی نے ایک حرف بھی نہیں پڑھایا سوائے عبدالرحمٰن السلمی کے میں عبدالرحمٰن السلمی کے درس سے واپس آتا تھا اور وہاں سے حاصل کئے سبق کو زر بن جیش کے سامنے دہرایا کرتا تھا۔

عبدالرحمٰن حضرت علی کے شاگرد تھے اور زر بن جیش عبداللہ ابن مسعود کے پاس قرآن پڑھتے تھے اور عبداللہ بن مسعود بھی حضرت علی کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔

(۴) ابوعمر وزبان بن علاٗ بن عمار

۶۸ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور انہوں نے ۱۵۴ھ میں بصرہ میں وفات پائی بصرہ میں علم قرأت میں مرجع رہے الازہری ان کے متعلق کہتے ہیں کہ جس کو صاحب تہذیب التہذیب نے نقل کیا ہے قرآن کے بارے میں سب سے زیادہ جانتے تھے اور عربوں کے الفاظ ان کے نوادر کلام اور ان کے فصیح اشعار کے بارے میں زیادہ فوقیت رکھتے تھے۔ احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے جلد ۱۲ تہذیب التہذیب ان کو البصری المقری کہتے ہیں اور ائمتہ

القرأ السبعہ ابوعمر ابن عمار بصری نحوی اور مقری تھے اور سات قرأ میں سے ایک قاری تھے انہوں نے قرأت کو حمید بن قیس اعرج سے اور یحیٰ بن یعمر اور مجاہد اور سیعد بن جبیر سے پڑھا اور عبداللہ بن کثیر اور عکرمہ سے بھی پڑھا۔

ابن کثیر نے ان کے متلق کہا ہے کہ یہ بہت سچے ثقہ تھے اور ابوخثیمہ زہیر بن حرب کہتے ہیں ابوعمرو بن علأً ایسے مرد تھے جن میں کوئی قباحت نہیں تھی لیکن ذرا حافظے کے کچے تھے ثعلب نے ابوعمرو شیبانی سے نقل کیا ہے کہ ہم نے ابوالعلأ کی طرح کوئی آدمی نہیں دیکھا ابوعینأ بن یعمر بن مثنی کہتے ہیں ابوعمر سب سے زیادہ قرآن کے متعلق، عربوں کے متعلق اور عربی زبان کے متعلق ان کی جنگوں کے متعلق ان کے اشعار کے متعلق جانتے تھے فرزدق نے بھی ان کے متعلق ایک شعر کہا ہے۔

مازلت افتح ابوابا واغلقھا تی رأیت اباعمرو بن عمار ابوبکر مجاہد نے کہا کہ آپ سب سے زیادہ ممتاز تھے اور سب سے زیادہ قرأت اور وجوہ قرأۃ سے واقف تھے اور وہ قدوۃ العلم (پیشوائے علم) تھے اور عربی زبان میں لوگوں کے امام تھے اور عربی فقہ وعلم لغت کے باوجود بھی اتنے محتاط تھے کہ کوئی ایسی روایت جو ان کے اسلاف نے کی تھی وہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرتے تھے ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ سب اہل علم بصرہ میں خواہشات نفسانی کے غلام تھے سوائے چار کے (۱) ابوعمرو بن علاء (۲) خلیل بن احمد (۳) یونس بن حبیب (۴) اصمعی ابن زہرا نے ابن قتیبہ سے حکایت کی ہے ۱۵۴ھ میں ان کی وفات ہوئی لیکن خلیفہ نے ۱۵۷ھ کہا ہے۔ مجاہد نے اصمعی سے ۱۵۷ھ میں بیان کیا ہے۔

نصر ابن شمیل نے کہا ہے کہ وہ سید العلماء تھے اور ابوالعاویہ الازہری نے کہا کہ تہذیب میں اعلم الناس بوجوہ القرآن و الفاظ العرب ونوادر کلامھم وفصیح اشعارھم اوری بصرہ کا

اسکول کہا جاتا ہے۔

(۵) حمزہ بن حبیب عمارہ

انہوں نے اپنی قرأت قرآنی کے سلسلے میں سلیمان الاعمش اور حمران ابن عین تلمذ سے حاصل کیا اور حمران بن اعین سے درس قرآنی شروع کرتے تھے اور پھر سلیمان الاعمش ابن الحق بن لیلی کے سامنے اسباق دہراتے تھے۔ عاصم بن ---۔ سلیمان الاعمش کا انتقال ہوا تو یہ علم قرأت کے امام مقرر ہوئے۔ یہ پہلا قاری ہے جس کے متعلق شیخ طوسیؒ نے فرمایا ہے کہ آپ امام جعفر صادقؑ کے صحابی تھے۔ مامقانی نے لکھا ہے کہ بظاہر امامی تھے۔

(۶) نافع المدنی ابن عبدالرحمٰن ابن ابی نعیم

آپ کے متعلق ابن جوزی تحریر کرتے ہیں کہ آپ ثقہ اور صاحب صلوٰۃ تقویٰ تھے آپ نے علوم قرآن کو تابعین مدینہ میں سے کچھ حضرات سے حاصل کیا تھا۔ آپ اصل میں اصفہانی تھے اور اہل مدینہ کی ایک جماعت کے سامنے قرأت پیش کی۔ سعید بن منصور نے کہا کہ میں نے امام مالک بن انس کو یہ کہتے سنا ہے کہ اہل مدینہ کی قرأۃ سنت ہے تو لوگوں نے کہا کہ کیا آپ کی مراد اہل مدینہ میں نافع کی قرأت سے ہے تو مالک بن انس نے کہا جی ہاں۔

ابن معین نے کہا کہ علم جرح وتعدیل کے (Athorty) مانے ہوئے استاد تھے۔ نافع مدنی کا انتقال ۱۴۹ھ میں ہوا۔

(۷) علی ابن عبداللہ بن حمزۃ الکسائی البغدادی

حمزہ ابن حبیب کے حضور میں چار بار قرآن کی تلاوت کی اور ان سے سند قرأت قرآنیہ حاصل کی قرآنی مختارات کے سلسلے میں یہ اپنے استاد حمزہ ابن حبیب کے مختارات م

پر اعتماد کرتے تھے۔آپ کا انتقال ۱۸۹ھ میں ہوا۔اور ہارون رشید کی معیت میں مروائے گئے وہیں آپ نے انتقال کیا۔آپ ہارون رشید کے بیٹوں کے معلم تھے۔

قرائے سبعہ کے علاوہ دنیائے اسلامی کے مسلم قرأ

(۸) خلف بن ھشام

ان کی کنیت ابو محمد اسدی انہوں نے حفظ قرآن کیا جب ان کی عمر دس سال کی تھی یہ حمزۃ الکوفی کے شاگرد تھے ان کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی اور وفات ۲۲۵ھ میں بن اشیشہ روایت کرتے ہیں کہ خلف ابن ہشام اپنے اقوال وافعال ومختارات مولائے کائنات نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم آل محمد ہی وہ ہیں جو سر خدا کے امین اور خدا کے امور کی پناہ گاہ ہیں اور علم الٰہی کے مخزن اور حکمتوں کے مرجع ہیں کتب آسمانی کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں' آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہیں انہیں کے بارے میں قرآن کی نفیس آیتیں اتری ہیں اور وہ اللہ کے خزینے ہیں اگر بولتے ہیں تو سچ بولتے ہیں اور اگر خاموش رہتے ہیں تو کسی کو بات میں پہل کا حق نہیں ہے۔مولائے کائنات فرماتے ہیں سلونی سلونی قبل ان تفقدونی الخ مجھ سے پوچھ قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ خدا کی قسم قرآن میں کوئی آیت نہیں ہے مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کہاں نازل ہوئی ہے۔ہموار زمین میں یا پہاڑ پر بے شک مجھے میرے رب نے محسوس کرنے والا دل اور بولنے والی زبان عطا کی ہے' احادیث وروایت سے ثابت ہے کہ آل محمدؐ ہی نے علم خدا اور سنت خدا کو پہنچانا آج بھی جو اہل دنیا مستفید ہو رہے ہیں وہ آل محمدؐ کے دیئے ہوئے ہیں آخر میں قاریان قرآن کے سلسلے میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ جو بھی

قرآت پوری دنیا میں رائج ہے ان کے موجد و بانی مولائے کائنات ہیں جس سے دنیا مستفید ہورہی ہے اور امام مہدی کے ظہور کے بعد آپ کے ان علوم سے بھی دنیا مالا مال ہوجائے گی جو دشمنوں کی قرآنیہ میں حمزۃ الکوفی کے مقلد تھے لہٰذا یہ کوفہ کا اسکول ہے۔

(۹) یعقوب ابن اسحٰق

ان کا انتقال ۲۰۵ھ میں ہوا ان کا شمار قرأ عشرہ میں ایک مسلم الثبوت قاری کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔

(۱۰) یزید بن قعقاع

ان کی کنیت ابوجعفر المخزومی المدنی اور انہوں نے اپنی قرأت قرآنیہ میں عبداللہ ابن عباس کی شاگردی کی ہے۔ اور عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہ سے بھی تلمذ حاصل کیا تھا' مدینہ میں ۱۳۰ھ میں انتقال کیا۔ ان قاریان قرآن کا مختصر سا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام قاریان مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ کے بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد تھے عبداللہ بن عباس کو معلوم تھا کہ قرآن مجید میں بے انتہا علوم اور اگر کوئی ان علوم پر حاوی ہے تو وہ حضرت علی علیہ السلام کی ذات ہے مولائے کائنات کو رسول اسلام نے اپنے تمام علوم سکھا دیئے تھے بلکہ تمام خشک وتر کا علم رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا تھا اور مولائے کائنات سے ہوتا ہوا یہ علم آج بھی امام مہدی فرجہٗ کے پاس موجود ہے۔

کتابیات

ا۔درس قرآن	استاد شہید مرتضیٰ مطہری	دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان کراچی
۲۔علمائے امامیہ کی تفسیریں	علامہ سید مرتضیٰ حسین فاضل	امامیہ آرگنائزیشن پاکستان
۳۔آموزش قرآن	محمد ہادی معرفت	سازمان تبلیغات اسلامی
۴۔انسان وتربیت از دیدگاہ قرآن	محقق انور عبداللہ زادہ/استاد غلام علی افروز	دانشگاہ تہرانی
۵۔جلاء القلوب	مرتضیٰ ارضوی علم الہدیٰ	انتشارات دار بشیر۔قم
۶۔انسان در قرآن	محقق علی اشرف امامی/استاد رہنما سید ضیاالدین سجادی	دانشگاہ امام صادق
۷۔تاریخ وایجاد قرآن کتاب تاریخی	محمد رضا توسلی	دانشگاہ تہران
۸۔جمع وتدوین قرآن	محقق داود مصطفوی	دانشگاہ تہران
۹۔قلب قرآن	شہید محراب آیت اللہ دستغیب	ولی العصر ٹرسٹ جھنگ
۱۰۔قرآن کریم کے بارے میں اہم حقائق	غلام جعفر مرتضیٰ عاملی	معارف اسلام پبلشرز
۱۱۔شیعہ اور تحریف قرآن	آقای علی میلانی	مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور
۱۲۔علوم القرآن	مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری	عباس بک ایجنسی لکھنو
۱۳۔قرآن کی معرفت	استاد شہید مرتضیٰ مطہری	سازمان تبلیغات اسلامی ایران
۱۴۔تحریف قرآن	آقای رسول جعفریانی	مرکز تحقیقات اسلامی اسلام آباد
۱۵۔روح القرآن	علامہ سید نجم الحسن کراروی	امامیہ کتب خانہ لاہور
۱۶۔فضائل قرآن	علی اکبر تلافی	الحرمین پبلشرز کراچی
۱۷۔قرآن کریم میں فکر اسلامی کا ایک خاکہ	سید علی خامنہ ای	ISO پاکستان
۱۸۔قرآن میں خزانے	محمد رضی رضوی	حیدر آباد پبلیشرز
۱۹۔قرآن مجید کا مختصر اشاریہ	ڈاکٹر اطہر محمد اشرف	مکتبہ ہدی الناس کراچی

۲۰۔ انوارِ قرآنی	آیت اللہ محمد ہادی معرفت	مرکز پخش علقم قم
۲۱۔ اسلام میں مقام قرآن وعترت	شیخ علی نمازی شہرودری	مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور
۲۲۔ قرآن اور زندگی	آغا احمد احسن سرور	فلک طبری نوغان مشہد
۲۳۔ قرآن فہمی	استاد شہید مرتضیٰ مطہری	مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور
۲۴۔ البیان	حضرت آیت اللہ الخوئی	جامعہ اہلبیت اسلام آباد
۲۵۔ فصل الخطاب	علامہ علی نقی نقوی	مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور
۲۶۔ میزان الحکمت	ترجمہ مولانا محمد علی فاضل	------------
۲۷۔ تاریخ قرآن	ڈاکٹر رامیار	------------
۲۸۔ قرآن اہلبیت کی نظر میں	جعفر الہادی	------------
۲۹۔ مسئلہ تحریف القرآن	شہید مولانا طالب حسین کوپالوی	جعفر دار التبلیغ لاہور
۳۰۔ قرآن اور جدید سائنس	موریس بوکایئے	رحمت اللہ بک ایجنسی کراچی
۳۱۔ تفسیر کوثر	شیخ محسن علی نجفی	جامعۃ الکوثر اسلام آباد
۳۲۔ کنز العمال	علاؤ الدین علی متقی	تہران
۳۳۔ المیزان فی تفسیر القرآن	علامہ سید محمد حسین طباطبائی	قم ایران
۳۴۔ مکارم الاخلاق	رضی الدین ابونصیر حسن بن فضل الطبرسی	ایران
۳۵۔ میزان الحکمہ	محمد محمدی ری شہری	ایران
۳۶۔ پیام قرآن	ناصر مکارم شیرازی	قم ایران
۳۷۔ التبیان فی التفسیر القرآن	ابی جعفر محمد بن الحسن طوسی	تہران
۳۸۔ جامع البیان	ابوجعفر محمد بن عمر بن جریر الطبری	لبنان
۳۹۔ تفسیر انوار ا	النجف علامہ حسین بخش جاڑا	دریا خان میانوالی
۴۰۔ الفہرست	ابن ندیم	لبنان
۴۱۔ معجم الادباء	یاقوت حموی	لبنان
۴۲۔ مقدمہ خلاصۃ التفسیر	امیر مختار فائزی	ایران
۴۳۔ مجالس المومنین	شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری	لاہور
۴۴۔ علی فی القرآن	سید صادق شیرازی	ولی العصر ٹرسٹ لاہور
۴۵۔ اسلام میں مقام قرآن وعترت	سید محمد حسین زیدی	قرآن سینٹر لاہور

۴۶۔معاد قرآن کی نظر میں	آیت اللہ مظاہری	----------
۴۷۔تفسیر نمونہ	ناصر مکارم شیرازی	قم ایران
۴۸۔قرآن کا دائمی منشور	مولانا سید صفدر حسین نجفی	مصباح القرآن لاہور
۴۹۔تفسیر پیام قرآن	----------	----------
۵۰۔درس انقلاب	محمد مہدی الآصفی	دار الثقافہ اسلامیہ کراچی
۵۱۔قرآن اور عزاداری	سید محمد علی جرار	عباس بک ایجنسی لکھنو
۵۲۔انسان اور قرآن	حافظ مبشر حسن	مبشر اکیڈمی لاہور
۵۳۔قرآنی معارف	آیت اللہ دست الغیب	مکتبہ اہلبیت رضویہ سوسائٹی کراچی
۵۴۔جوہر قرآن	علامہ سید علی حیدر نقوی	اصلاح کھجوا انڈیا
۵۵۔مطالعہ قرآن	پروفیسر کرار حسین	اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی
۵۶۔قرآن فہمی کے قرآنی قوانین	خواجہ اظہر عباس	اردو بازار لاہور
۵۷۔تاریخ ارض القرآن	علامہ سید سلیمان ندوی	ار الاشاعت اردو بازار کراچی
۵۸۔افادات قرآن	محمد مصطفیٰ علی خان	حسین ڈی سلوا نارتھ ناظم آباد کراچی
۵۹۔حقائق القرآن	الحاج سید امتیاز حیدر	طہٰ پبلشنگ کراچی
۶۰۔تنزیل قرآن	علی سرور	جامعہ اطہار پبلشنگ کراچی
۶۱۔تلاوت قرآن کریم	علی جبیبی	قم المقدسہ ایران
۶۲۔قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی	دار الاشاعت اردو بازار کراچی
۶۳۔رموز تنزیل حصہ دوم	مولانا سید علی رضوی صاحب	لکھنو انڈیا
۶۴۔معرکہ ایمان و مادیت	جناب مولانا ابوالحسن ندوی	ندوہ لکھنو انڈیا
۶۵۔نہج البلاغہ	ترجمہ نقی جعفر حسین	لاہور
۶۶۔تفسیر نمونہ	ناصر مکارم شیرازی و دیگر علماء	دفتر نشر فرہنگ اسلامی تہران
۶۷۔احسن الحدیث	علامہ طالب جوہری	نشاط کالونی آرائے بازار لاہور
۶۸۔تفسیر انوار النجف فی اسرار المصحف	علامہ حسین بخش جاڑا	مکتبہ انوار النجف دریا خان بھکر
۶۹۔تفسیر فصل الخطاب	علامہ سید علی نقی نقوی	ادارہ ترویج اسلامیہ کراچی
۷۰۔تفسیر قرآن کریم	ادیب اعظم مولانا ظفر حسن امروہوی	شمیم بک ڈپو ناظم آباد کراچی

۷۱۔ میزان الایمان من آیات الفرقان — علامہ مرزا یوسف حسین لکھنوی — 10۔ فلیمنگ روڈ لاہور

۷۲۔ تفسیر انوار الفرقان — علامہ مشتاق حسین شاہدی — قصر سیتب رضویہ سوسائٹی کراچی

۷۳۔ تفسیر انوار القرآن — علامہ ذیشان حیدر جوادی — تنظیم المکاتب گولہ گنج لکھنو انڈیا

74- The Holy Quran
Translation and communtary
By: Ayatullah Aga H. M.M Poya JaZoi

75- The Holy Quran
By: Mir Ahmad Sajadi Wafa Khani

76- The Seal of The Prophet and His Message
By: Mulana S. Mujtaba Musvi Lari

77- Intoduction to Climate
By : Cien. T. Trewaftha

78- Enveronmental Science
By: Charles Kupchelka & C. Hyland

79- Modern Physical Chemistry
By:Prof R.P. Rastogi

80- The World Book Encyclopedia
By:Scoot Fetzer Company Londdon.

۸۱۔ فنون الافنان فی عجائب القرآن — علامہ سبط ابن جوزی — طبع بیروت

۸۲۔ البرهان علوم القرآن — علامہ بدر الدین زرکشی — طبع بیروت

۸۳۔ الاتقان فی علوم القرآن — علامہ جلال الدین سیوطی — طبع بیروت

۸۴۔ مناهل العرفان فی علوم القرآن — علامہ عبد العظیم زرقانی — طبع مصر

۸۵۔ ولایت اور قرآن — آیت اللہ جوادی آملی — تہران

۸۶۔ تاریخ قرآن — سید انوار احمد بلگرامی — لاہور

۸۷۔ پیغام قرآن — آیت اللہ جوادی آملی (ترجمہ) — لاہور

۸۸۔ تولائے نور — مولانا غلام علی عارضی — ادارہ تبلیغ تعلیمات اسلامی پاکستان

ادارہ تبلیغ تعلیمات اسلامی پاکستان
کے عظیم پروجیکٹ (زیر تعمیر)

★ سائبان سکینہ (بچیوں کا یتیم خانہ) پلاٹ حاصل کر لیا گیا۔

★ باب الحوائج مسجد

★ باب الحوائج امام بارگاہ

★ مدرسہ مہدیہ تعلیم القرآن، عراق، ایران، شام کے نصاب کے مطابق

★ کمپیوٹر شعبہ جدید تبلیغ سے آراستہ

★ ہاسٹل علیحدہ نظام رہائش طلبہ اور طالبات

★ ماہانہ عالمی امامیہ میگزین (پانچ سال سے باقاعدہ جاری ہے)

★ سات مجتہدین کے اجازے موجود ہیں صاحبان خیر بھرپور تعاون فرمائیں۔

مجلس ادارت و منتظمین

مولانا سید محمد عون نقوی، مولانا شہنشاہ حسین نقوی، مولانا غلام علی عارفی قمی، مولانا اکبر علی ناصری، سید آصف شاہ حسینی، سید اکبر کاظمی، سید ہادی رضوی اور دیگر اکاؤنٹ نمبر 1422، بینک الحبیب رضویہ سوسائٹی، کراچی۔

کمرہ نمبر 5، رضویہ امام بارگاہ، رضویہ سوسائٹی، ناظم آباد، کراچی۔

فون: 6621410, 6621221

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنی

DVD
Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

NOT FOR COMMERCIAL USE

www.ziaraat.com

SABEEL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com